پاک و ہند کے اسلامی اداروں میں وراثت کے موضوع پر رائج

شہرہ آفاق کتاب ''سراجی'' کی اردوزبان میں آسان شرح (مصححہ)

رفیقِ سراجی

عربی عبارات پر اعراب

شارح

حضرت علامہ مفتی محمد شفیق الرحمٰن قادری رضوی

بانی ومہتمم :جامعہ کنزالایمان،الفریدٹاؤن

میاں چنوں،ضلع خانیوال،پنجاب پاکستان

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

انتساب

محسن امت، مصنف اہل سنت

علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر　　　آرے شود ولیک بخون جگر شود

محمد شفیق الرحمٰن قادری رضوی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فہرست

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

درسِ نظامی، اسلامی علوم وفنون کا ایک عظیم الشان نصاب ہے۔اس نصاب میں شامل ہر کتاب ایک جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔اور کتاب کی افہام وتفہیم ایک قابل اور ماہر استاد پر موقوف ہے۔کیونکہ ؎

کورس تو فقط لفظ سکھاتے ہیں
آدمی ، آدمی بناتے ہیں

کتاب کتنی ہی اچھی ہو،اس کے مضامین میں کتنی ہی فصاحت وبلاغت اور تحقیق موجود ہو،اس کے باوجود جب تک سمجھانے والا ایک کامل استاد میسر نہ ہو، انسان اس کتاب سے کما حقہ فیض یاب نہیں ہوسکتا،راقم کو پورا درسِ نظامی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں پڑھنے کی سعادت حاصل ہے۔اوراس جامعہ کے توسط سے اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے مفتی اعظم پاکستان محسن اہلسنت ،حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ،شرفِ ملت ،سرمایہ اہلسنت ،شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ،شہنشاہ تدریس ، عالم باعمل،حضرت علامہ مولانا جسٹس مفتی محمد رشید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ،حضرت علامہ مولانا محمد منشاء تابش قصوری دامت برکاتہم العالیہ،حضرت علامہ مولانا مفتی یارمحمد قادری دامت برکاتہم العالیہ ،حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر فضل حنان سعیدی دامت برکاتہم العالیہ،صوفی کامل،مربی العلماء،حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ،حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی سعیدی دامت برکاتہم العالیہ اورحضرت علامہ مولانا غلام نصیرالدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ ایسے جلیل القدر بزرگان دین سے تلمذ کا شرف ملا۔بالخصوص استاذ الاساتذہ ،شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کی نگاہ شفقت نے ناچیز وناکارہ وبے سہارا کو درس نظامی کی تعلیم کے دوران ہر مشکل مقام پر سہارا دیا، یہ سچ ہے کہ ؎

تم نہ نظروں میں گر جگہ دیتے
اپنی نظروں سے گر گئے ہوتے

جامعہ نظامیہ رضویہ میں پڑھانے والا ہر استاد اپنے فن کا ماہر اورمیدان تدریس کا شہسوار ہے۔مختلف اساتذہ سے مختلف کتابیں پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے،اورزیرنظر کتاب ''سراجی'' استاذی المکرّم حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ سے پڑھنے کا موقع ملا۔آپ کا انداز تدریس انتہائی عام فہم اورآسان ہے اور کسی بھی کتاب کے مشکل سے مشکل مقام کوانتہائی اختصار کے ساتھ سمجھانا آپ کا خاصہ ہے۔سراجی پڑھتے ہوئے کلاس میں دوران

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سبق اس قدر سیر حاصل گفتگو ہوجاتی کہ سبق کے تمام گوشے روشن ہوجاتے ،جس کی وجہ سے ہمیں کبھی بھی سراجی کی شرح وغیرہ کی حاجت محسوس نہیں ہوئی ۔ہاں البتہ یہ خواہش ضرور پیدا ہوتی تھی کہ جس قدر وضاحت کے ساتھ ہمیں سبق سمجھایا گیا ہے اسی طرح وضاحت سے بھرپور سراجی کی ایک شرح ہونی چاہئے ۔لیکن دیگر اسباق میں مصروفیت کی بناء پر اس خواہش پر عمل کرنے کا موقع نہ مل سکا تاہم انہی ایام میں اپنی نوٹ بک پر اس کا ترجمہ لکھتا رہا۔

راقم کو ۲۰۰۱ سے دعوتِ اسلامی کے عالمی مدنی مرکز جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ کراچی میں تدریس کی سعادت نصیب ہوئی ، جہاں پر گذشتہ سالوں میں دیگر کتب کے ساتھ ساتھ سراجی پڑھانے کا بھی کئی بار موقع ملا۔

سراجی پڑھنے والے طلباء کی بھرپور فرمائش اور اصرار پر اس کی شرح لکھنے کی جسارت کی ہے ۔اور کتاب لکھنے میں درج ذیل چیزوں کو خاص طور پر مدنظر رکھا ہے۔

﴾...... کتاب کو ایسے انداز میں حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جمع ،تفریق ،ضرب اور تقسیم کے انتہائی آسان قواعد سے بڑھ کر اس میں ریاضی کی مشکل اصطلاحات استعمال نہ کی جائیں اور مکمل طور پر توجہ اصل مسئلہ حل کرنے پر دی جائے (بعض مقامات پر نسبت اور تناسب کے الفاظ ضرور استعمال کئے گئے ہیں لیکن ان کو بھی آسان لفظوں میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے)

﴾...... ہر فصل کے شروع میں اس سے متعلقہ سراجی کی عربی عبارت دی گئی ہے۔

﴾...... ہر فصل کی عربی عبارت کے ہمراہ آسان اور بامحاورہ اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔

﴾......حاشیہ میں سراجی کی احادیث کی تخریج کردی گئی ہے۔

﴾......متعدد مقامات پر فتاویٰ رضویہ شریف کے حوالہ جات بھی ڈالے گئے ہیں۔

﴾......متعدد مشکل مقامات کو سوال وجواب کے انداز میں پیش کیا گیا ہے

﴾......استاذ محترم حضرت علامہ مولانا حافظ عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کے طریقہ کے مطابق مختلف مقامات پر سمجھانے کے لئے نقشہ جات بھی بنادیئے ہیں تاکہ پوری فصل ایک ہی نظر میں سامنے آجائے ۔

اپنے والد گرامی حضرت قبلہ صوفی محمد رفیق قادری کے نام کی نسبت سے اس کتاب کا نام رفیق سراجی رکھا ہے

اس کتاب کے حوالے سے فضل وکمال کا کوئی دعویٰ نہیں ہے ،ہاں جو الفاظ آپ کے لئے اطمنان قلبی کا باعث بنیں وہ صرف اور صرف میرے اساتذہ کرام کے جوڑوں کا صدقہ ہیں اور جہاں پر خطا پائیں اس کو میری کم علمی اور بے مائیگی پر محمول کرتے ہوئے اصلاح کے لئے مطلع فرمادیں۔

یہ کتاب چونکہ کوئی مستقل کتاب نہیں ہے کہ بلکہ ایک عربی کتاب ''سراجی'' کی شرح ہے، اس لئے اس میں گفتگو کا محور عموما ''سراجی'' کی عبارات ہی ہیں ۔ اور اس میں سراجی کے مسائل کو حل کیا گیا ہے اس لئے یہ کتاب طلباء ، علماء ، مدرسین

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اورمفتیان کرام کے لئے ممدومعاون ثابت ہوگی ۔اللہ کریم سے دعاہے کہ فقیر کی اس کاوش کوقبول عام نصیب فرمائے اورراقم کے لئے آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات میں ترقیاں عطافرمائے ۔اٰمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

طالب دعا
محمدشفیق الرحمٰن قادری ابوالعلائی جہانگیری
بانی ومہتمم: جامعہ کنزالایمان (برائے طلباء وطالبات)
الفرید ٹاؤن،میاں چنوں ضلع خانیوال،پنجاب پاکستان

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبة الكتاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حَمْدَ الشَّاكِرِيْنَ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى خَيْرِ الْبَرِيَّةِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهَا النَّاسَ فَاِنَّهَا نِصْفُ الْعِلْمِ

''جس طرح شکرگزار بندوں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی ہے ایسی تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ درود ہو تمام مخلوقات سے افضل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی پاک ومنزہ آل پر۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم فرائض (یعنی علم میراث) سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ آدھا علم ہے۔''

قوله الحمد الخ

اَلْحَمْدُ هُوَ الثَّنَاءُ بِاللِّسَانِ عَلَى الْجَمِيْلِ الاِخْتِيَارِيِّ نِعْمَةً كَانَ اَوْ غَيْرَهَا

''(تعظیم کے ارادے سے) کسی اچھے اختیاری کام کی، زبان کے ساتھ تعریف کرنا ''حمد'' کہلاتا ہے خواہ کسی انعام کے بدلے میں ہو یا انعام کے بدلے نہ ہو''

قوله الله الخ

اَللّٰهُ عَلَمٌ لِلذَّاتِ الْوَاجِبِ الْوُجُوْدِ الْمُسْتَجْمِعِ لِجَمِيْعِ صِفَاتِ الْكَمَالِ الْمُنَزَّهِ عَنِ النَّقْصِ وَالزَّوَالِ

''اللہ، اس واجب الوجود ذات کا نام ہے جو تمام صفاتِ کمالیہ کی جامع اور نقص وزوال سے پاک ہے''

قوله حمد الشاكرين الخ

یہ ''منصوب بنزع الخافض'' ہے، اصل میں ''كحمدِ الشاكرين'' تھا۔

یہاں پر ''شاکرین'' سے مراد انبیاء کرام اور اولیاء عظام وغیرہم ہیں۔

قوله الصلوٰة الخ

''صلوٰۃ'' کا لغوی معنیٰ ''دُعاء'' ہے۔ جب کوئی دعا کرے تو اسکے بارے میں کہا جاتا ہے ''صلیٰ علیه، یعنی اس نے فلاں شخص کو دعا دی۔

لیکن نسبت کے اعتبار سے اس کے معنیٰ میں تبدیلی بھی آتی ہے۔

(۱) اگر صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنیٰ ''رحمت'' ہوتا ہے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۲) اگر بندوں کی طرف ہوتو اس کا معنیٰ'' **دعائے رحمت** '' ہوتا ہے۔

(۳) اگر ملائکہ کی طرف ہوتو اس کا معنیٰ'' **استغفار** '' ہوتا ہے۔

(۴) اگر چرند پرند کی طرف ہوتو اس کا معنیٰ ''تسبیح'' ہوتا ہے۔ (عامہ کتب)

قولہ خیر البریۃ الخ

یہ اسم تفضیل ہے جو کہ ''**مستعمل باضافت**'' ہے۔

قولہ البریۃ الخ

بریۃ ''مخلوق'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ معنی یہ ہوا کہ تمام مخلوق سے افضل۔

قولہ الطیبین الخ

''**طیبین اور طاھرین**'' اگرچہ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں لیکن یہاں کچھ اعتباری فرق ہے۔ وہ یہ کہ

''**طیبین بالقلب**'' اور ''**طاھرین بالجوارح**''

اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کی آل پاک نہ تو دل سے گناہ کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ ہی جوارح یعنی اپنے اعضاء سے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

(۲) ''طیبین فی الظاھر'' اور '' طاھرین فی الباطن''

اب مطلب یہ ہوگا کہ آپ علیہ السلام کی آل ظاہراً بھی پاک ہے باطناً بھی پاک ہے۔

(۳) ''طیبین فی الاقوال'' اور ''طاھرین فی الافعال''

اب مطلب یہ ہوگا کہ آپ علیہ السلام کی آل کی گفتگو بھی پاک ہے اور ان کے افعال واعمال بھی پاک ہیں۔

(۴) ''طیبین فی الارواح'' اور ''طاھرین فی الاجساد''

اب مطلب یہ ہوگا کہ آپ کی آل کی ارواح بھی پاک ہیں اور ان کے اجسام بھی پاک ہیں۔

(۵) ''طیبین فی الدنیا'' اور ''طاھرین فی الآخرۃ''

اب مطلب یہ ہوگا کہ آپ کی آل دنیا میں بھی پاک ہے اور آخرت میں بھی پاک۔

قولہ الفرائض الخ

فرائض کا مطلب علمِ میراث ہے، یہاں پر مراد ''شرعی طور پر مقررہ حصص ہیں'' (۱)

مصنف علیہ الرحمۃ نے تسمیہ کے بعد حمد باری تعالیٰ اور پھر نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر کتاب کا آغاز کیا اس کی دو وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس طرح آغاز کرنے میں قرآن پاک کی اتباع ہے، کیونکہ قرآن کریم کا آغاز بھی بسم اللہ شریف کے بعد اللہ تعالیٰ کی ''حمد'' سے ہوا۔

دوسری وجہ

کسی بھی کام کو شروع کرنے کے سلسلہ میں حضور علیہ السلام کے دو فرمان ہیں۔

(۱) کل امر ذی بال لا یبدء فیه بالحمد فهوا قطع

''جو بھی اچھا کام اللہ تعالیٰ کی حمد کے بغیر شروع کیا جائے وہ نامکمل رہتا ہے۔'' (۲)

(۲) کل امر ذی بال لم یبدء ببسم الله فهواقطع

''جو بھی اچھا کام بسم اللہ شریف کے بغیر شروع کیا جائے وہ نامکمل رہ جاتا ہے'' (۳)

حضرت سجاوندی نے پہلے ''تسمیہ'' کا ذکر کیا اور بعد میں ''حمد'' لائے، تاکہ رسولوں کے سردار نبی احمد مختار ﷺ کے دونوں فرمانوں پر عمل ہو جائے۔

حضرت ابراهیم علیه السلام پر لفظِ ''خیر البریه'' کا اطلاق

مصنف علیہ الرحمہ نے درودِ پاک کے ضمن میں پیغمبر اسلام ﷺ کے لئے لفظِ ''خیر البریه'' بطورِ صفت استعمال کیا۔ یہاں پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے۔

اشکال

''خیر البریه'' تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کو ''یاخیر البریه'' کہہ کر مخاطب کیا تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا:

ذاك ابراهیم علیه السلام

''خیر البریه'' تو حضرت ابراهیم علیه السلام ہیں۔ (۴)

جب حدیث سے ثابت ہے کہ ''خیر البریه'' حضرت ابراهیم علیه السلام ہیں، تو پھر مصنف علیه الرحمه نے یہ لفظ نبی پاک صلیٰ الله علیه وسلم کے لئے کیوں استعمال کیا؟

جواب

حقیقتاً ''خیر البریه'' حضور ﷺ ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

انا سید ولد آدم

'میں آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کا سردار ہوں'' (۵)

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مصنف علیہ الرحمہ نے یہی حقیقت آشکار کرتے ہوئے آپ **علیہ السلام** کو''**خیر البریہ**'' کہا۔لہذا مصنف پر کوئی اعتراض نہیں۔

باقی جہاں تک تعلق ہے اس بات کا کہ جب''**خیر البریہ**'' خود نبی اکرم ﷺ کی ذات ہے تو پھر آپ ﷺ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو''**خیر البریہ** '' کیوں کہا؟

اس کے تین جواب ہیں۔

(۱)حضور **صلیٰ الله علیه و آله وسلم** نے اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم **علیه السلام** کے احترام کی وجہ سے بطورعاجزی فرمایا تھا کہ'' خیر البریه''تو ابراہیم **علیه السلام** ہیں۔

(۲)یہ فرمان''ذاك ابراهیم علیه السلام ''حضور ﷺ کو اپنے''**خیر البریه**''ہونے کے علم سے پہلے کا ہے۔

(۳)''ذاك ابراهیم علیه السلام ''سے مراد حضرت ابراھیم **علیه السلام** کا زمانہ ہے یعنی اُس زمانے کے''خیر البریة''ابراھیم **علیه السلام** ہیں۔

فرائض کا لغوی معنی

فرائض جمع ہے''فریضة'' کی۔فریضۃ کا معنی''فرض،زکوٰۃ اور مقرر کردہ حصہ'' ہے۔

فرائض کا اصطلاحی معنی

هُوَعِلْمٌ يَّعْتَمِدُعَلىٰ الْمَعْرِفَةِ الْكَامِلَةِ لِنَصِيْبِ الْوَارِثِيْنَ الْمُقْدَّرَةِ شَرْعًاسَوَاءٌ كَانَ ذَالِكَ فَرْضًااَوْتَعْصِيْبًااَوْرَدًّا

علم فرائض اس علم کو کہتے ہیں جس سے ورثاء کے شرعی طور پر مقررہ حصص کی کامل طور پر معرفت حاصل ہو۔خواہ وہ حصہ بطور''فرض'' ہو یا''عصبہ''ہو یا بطور''رد'' (۷)

موضوع

''ترکہ اور میت''

غرض وغایت

ترکۂ میت کو میت کے ورثاء میں ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کرنے کی قدرت حاصل کرنا۔

فضیلت

اس علم کی فضیلت میں بہت احادیث آئی ہیں، ان میں سے درج ذیل حدیث شریف کتاب کے خطبہ میں ذکر کی گئی ہے۔

تَعَلَّمُواالْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهَا النَّاسَ فَاِنَّهَا نِصْفُ الْعِلْمِ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''علم فرائض سیکھو اور سکھاؤ کیونکہ یہ آدھا علم ہے''(۸)

خطبہ میں یہ حدیث شریف ذکر کرنے کا مقصد

خطبۂ کتاب میں اس حدیث کو ذکر کرنے کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

(۱)حصول برکت۔

(۲)طالب علم کے لئے'' **علمِ فرائض**'' پڑھنے کی ترغیب۔

(۳)معلم کے لئے ''علمِ فرائض'' پڑھانے کی ترغیب۔

(۴)''براعت اِستہلال''۔(۹)

(۵)اس علم کے نام (فرائض) کی طرف اشارہ۔

علم الفرائض کو''نصف العلم'' کہنے وجہ

اس علم کو''نصف علم'' قرار دینے کی دو بنیادی وجوہات ہیں

پہلی وجہ

﴿انسانی حالت کا اعتبار﴾

انسان کی دو حالتیں ہیں۔

نمبر:۱حیات۔نمبر:۲ممات۔

علمِ فرائض کے علاوہ دیگر جتنے بھی علوم ہیں سب کا تعلق انسان کی ایک حالت (حیات) کے ساتھ ہے جبکہ دوسری حالت (ممات) کے ساتھ فقط علمِ فرائض ہی متعلق ہے۔چونکہ **فرائض** کا تعلق ایک حالت کے ساتھ ہے اور ایک حالت دو حالتوں کا نصف ہے،اس لئے اس کو'' **نصف العلم**'' کہا گیا۔

دوسری وجہ

﴿سببِ ملک کا اعتبار﴾

ملکیت کے سبب۲ ہیں۔

نمبر1:اختیاری۔

نمبر2:اضطراری۔

''**اختیاری ملکیت**'' یہ ہے کہ انسان کسی چیز کا مالک بننا چاہے تو بن جائے اور نہ چاہے تو نہ بنے۔جیسے زید نے کوئی چیز خریدی،تو خریدنے سے وہ اس چیز کا مالک بن گیا، اگر وہ مالک نہ بننا چاہتا تو چیز نہ خریدتا،تو وہ چیز اس کی ملکیت میں بھی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہ آتی۔لہذا خریدنے سے ،خریدی ہوئی چیز کی جوملکیت حاصل ہوئی ۔یہ ملکیت ''اختیاری'' ہے۔اسی طرح ہبہ (تحفہ) قبول کرنے اوراجارہ وغیرہ کے ذریعے سے بھی جوملکیت حاصل ہوتی ہے وہ بھی ''اختیاری'' ہوتی ہے۔

''**اضطراری ملکیت**'' یہ ہے کہ انسان مالک بننا نہ بھی چاہتا ہو اس کے باوجود وہ چیز اس کی ملکیت میں آجائے۔ مثلاً باپ کی وفات سے بیٹے کو اس کی جائداد کی جوملکیت حاصل ہوتی ہے وہ ''اضطراری'' ہے۔وہ مالک بننا چاہے یا نہ چاہے، ترکہ اس کی ملکیت میں بہرحال آجائے گا اور وہ اس چیز کا مالک بن جائے گا۔یہ ملکیت ''اضطراری'' ہے۔چنانچہ تمام علوم کا تعلق ملکیت کے ''**اختیاری سبب**'' کے ساتھ ہے۔جبکہ ملکیت کے ''**اضطراری سبب**'' کے ساتھ صرف ''**علم فرائض**'' متعلق ہے۔یہاں پر بھی یہی کہیں گے کہ ملکیت کے کل سبب ''2'' ہیں، اوراس علم (فرائض) کا تعلق ایک سبب کے ساتھ ہے۔اور ایک، دو کا نصف ہے۔اس لئے اس علم کو ''**نصف العلم**'' کہا جاتا ہے۔

تیسری وجہ

﴿ترغیب﴾

جیسا کہ وضو کے متعلق ارشاد پاک ہے:

الطهور نصف الايمان

''طہارت آدھا ایمان ہے''(۱۰)

اس حدیث شریف میں وضو کو ''نصف ایمان'' کہا گیا ہے۔تو یہ بھی محض ترغیب دلانے کے لئے ہے۔اسی طرح علم فرائض کو بھی ترغیب دلانے کے لئے ''نصف العلم'' قرار دیا گیا۔

وراثت کے ارکان

وراثت کے 3 ارکان ہیں۔(۱۱)

(۱)......مورث

هُوَالشَّخْصُ الَّذِىْ مَاتَ حَقِيْقَةً اَوْ حُكْمًا وَتَرَكَ مَالًا اَوْ حَقًّا يُّوْرَثُ عَنْهُ

وہ شخص جو حقیقتاً یا حکماً فوت ہوگیا ہو اور مال یا حقوق چھوڑے ہوں جو اس مرنے والے سے منتقل ہوکر وارثوں تک پہنچیں۔

(۲)......وارث

هُوَالَّذِىْ يَسْتَحِقُّ اَنْ يَّكُوْنَ خَلِيْفَةً عَنِ الْمُورِثِ فِى مَاتَرَكَ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالْحُقُوْقِ

وہ شخص جو مورث کے چھوڑے ہوئے مال وحقوق وغیرہ کا خلیفہ بننے کا مستحق ہو۔

(۳)......میراث

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

هومایترکه المیت من الاموال والحقوق التی تورث
''وہ مال یا حقوق جو میت چھوڑ کر مرے جو بطورِ وراثت وارثوں تک پہنچے''(۱۲)
مثلاً مال ودولت زمین اور ثمن وصول کرنے کے لئے مبیع کو روکنے کا حق اور قرضہ جات کی وصولی کا حق وغیرہ''

وراثت کے اسباب

وراثت کے اسباب ۳ ہیں۔(۱۳)
﴿پہلا سبب﴾......**قرابت (رشتہ داری)**
اس سے مراد ''قرابتِ نسبی'' (نسبی رشتہ داری) ہے جو کہ ولادت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اس میں میت کے اصول (ماں، باپ، دادا پردادا وغیرہ) اور فروع (بیٹے، بیٹیاں، پوتے، پوتیاں وغیرہ) شامل ہیں۔
﴿دوسرا سبب﴾......**زوجیت (شادی)**
اس سے مراد وہ زوجیت ہے جو عقدِ صحیح کے ذریعے حقیقتاً یا حکماً حاصل ہو۔ خواہ خلوتِ صحیحہ ودخول ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ اگر میاں بیوی کے درمیان'' نکاح''صحیح ہوگیا اور ان میں سے کوئی ایک دخول یا خلوتِ صحیحہ سے قبل فوت ہوگیا تو نکاح صحیح ہوجانے کی وجہ سے دوسرا اس کا وارث بنے گا۔
نوٹ: جو شرائط، نکاح کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہیں اگر ان میں سے کوئی ایک مفقود ہوجائے مثلاً گواہوں کے بغیر نکاح ہوا ہو اور میاں بیوی میں سے کوئی ایک مرجائے تو دوسرا اس کا وارث نہیں بنے گا۔ جب تک ان میں نکاح برقرار رہے گا تب تک یہ ایک دوسرے کے وارث ہوسکیں گے۔ اس تعلق کی بناء پر جو سلسلہ وراثت شروع ہوتا ہے وہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک وہ تعلق بحال رہتا ہے۔ اگر یہ تعلق ٹوٹ جائے یعنی شوہر طلاق دیدے تو اب عورت کے وارث بننے یا نہ بننے میں تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ
(i) اگر طلاق ہوئی (خواہ رجعی ہو یا بائن، ایک ہو یا زیادہ) اور عدت بھی گزر گئی تو ان میں سلسلہ وراثت ختم ہوجاتا ہے۔
(ii) اگر عدت نہیں گزری بلکہ ابھی عدت چل رہی ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔
نمبر:1۔ طلاق رجعی دی تھی۔
نمبر:2۔ طلاق بائن دی تھی۔
اگر طلاق رجعی تھی تو دونوں ایک دوسرے کے وراث ہونگے۔
اور اگر طلاق بائن تھی تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔
(i) طلاق مرض الموت میں دی۔
(ii) طلاق مرض الموت میں نہیں دی۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اگر طلاق بائن تھی اور مرض الموت میں دی تھی تو اس طلاق سے عورت جب تک عدت میں ہے اس وقت تک وراثت سے محروم نہیں ہوگی۔لیکن اگر اسی صورت میں عورت مرجائے تو شوہر اسکی وراثت سے محروم ہوگا۔

اوراگر مرض الموت میں طلاق نہیں دی تو طلاق دیتے ہی، عدت گزرنے سے پہلے عورت کا اس شوہر سے سلسلہ ازدواج ختم ہوگیا، اگر اسی حالت میں شوہر فوت ہوگیا تو عورت اس کی وارث نہیں ہوگی۔

﴿تیسرا سبب﴾......ولاء (ملکیت)

اس کی دو قسمیں ہیں۔

(i) ولاء من جهة العتق

(ii) ولاء من جهة الموالاة

ولاء من جهة العتق

هو القرابة الحكمية التى بسببها الاعتاق

اس سے مراد وہ قرابت حکمیہ (حکمی رشتہ داری) ہے جس کے سبب سے کوئی شخص کسی کو آزاد کرسکتا ہے اس ولاء کو عصوبت سببیہ بھی کہتے ہیں۔چنانچہ جب کوئی آقا اپنے غلام کو آزاد کردے اور وہ آزاد کردہ فوت ہوجائے، وفات کے وقت اس آزاد کردہ کوئی عصبہ (قریبی رشتہ دار) موجود نہ ہوتو اس کا آقا (جس نے اس کو آزاد کیا) اس کا وارث ہوگا۔

ولاء من جهة الموالات

اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی مجهول النسب [1] شخص کسی معروف النسب کو کہے: جب میں مرجاؤں تو تُو میرا وارث ہوگا۔اور اگر میں کوئی قتل وغیرہ کروں تو اس کا ذمہ دار بھی تو ہوگا۔یعنی اس کا خون بہا بھی تو دے گا۔اور دوسرا اس کے جواب میں کہے: مجھے قبول ہے۔اس قول وقرار کی بناء پر بھی سلسلہ وراثت جاری ہوجاتا ہے۔چنانچہ جب پہلا شخص مرے گا تو دوسرا اس کا وارث بنے گا۔

وراثت کی شرائط

وراثت کی شرائط 3 ہیں۔(۱۵)

(3) کسی مانع ارث (یعنی حصول وراثت میں رکاوٹ) کا موجود نہ

(1) مورث کا مرنا۔

هو انعدام الحياة فى الانسان بعدتحقق وجودها فيه

کسی انسان میں زندگی کے تحقق کے بعد زندگی کا ختم ہوجانا "موت" کہلاتا ہے۔

(2) مورث کی وفات کے وقت وارث کا زندہ ہونا۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہونا،بعض نے تیسری شرط ''جهت قرابت''اور''جهت ارث'' کا معلوم ہونا،قرار دیا ہے۔

قَالَ عُلَمَاءُ نَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالیٰ تَتَعَلَّقُ بِتَرِكَةِ الْمَيِّتِ حُقُوْقٌ اَرْبَعَةٌ مُرَتَّبَةٌ اَلْاَوَّلُ يُبْدَأُ بِتَكْفِيْنِهٖ وَتَجْهِيْزِهٖ بِلَاتَبْذِيْرٍ وَّتَقْتِيْرٍ ثُمَّ تُقْضٰى دُيُوْنُهٗ مِنْ جَمِيْعِ مَابَقِيَ مِنْ مَالِهٖ ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَابَقِيَ بَعْدَ الدَّيْنِ ثُمَّ يُقْسَمُ الْبَاقِي بَيْنَ وَرَثَتِهٖ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاِجْمَاعِ الْاُمَّةِ

ترجمہ

''ہمارے علماء کرام نے فرمایا: میت کے ترکہ کے ساتھ بالترتیب چارقسم کے حقوق متعلق ہوتے ہیں۔سب سے پہلے (میت کا ترکہ استعمال کرنے میں) اس کی تکفین وتجہیز کی جائے گی (لیکن اس معاملہ میں کسی قسم کی) فضول خرچی (کی جائے گی اور) نہ ہی کنجوسی۔ پھر (متوسط طریقے سے تجہیز وتکفین کے بعد) جوکچھ بچ رہے اس میں سے قرضے وغیرہ ادا کئے جائیں ۔(قرضوں کی ادائیگی کے بعد) پھر جوبچ رہے اس کے ایک تہائی (1/3) میں (اگرممکن ہوتو) وصیت کو پورا کیا جائے (وصیت کو پورا کرنے کے بعد) پھر جو بچ رہے وہ ورثاء کے درمیان کتاب اللہ،سنت اور اجماع امت کے (مقررکردہ حصص کے) مطابق تقسیم کیا جائے۔

قولہ حقوق اربعۃالخ

ترکۂ میت سے متعلق چارقسم کے حقوق

انسان جب مرجاتا ہےتو اس کے ترکہ کے ساتھ چارقسم 1کے حقوق متعلق ہوتے ہیں اوران چارقسم کے حقوق کی ادائیگی میں ترتیب کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے یعنی کہ چاروں حقوق ادا کئے جائیں گے اور بالترتیب ادا کئے جائیں گے۔

میت کےترکہ سےمتعلق چارقسم کےحقوق

﴿i﴾......تجہیز وتکفین۔

﴿ii﴾......قرضہ جات وغیرہ کی ادائیگی۔

﴿iii﴾......نفاذ وصیت۔

﴿iv﴾......ورثہ کے درمیان تقسیم۔

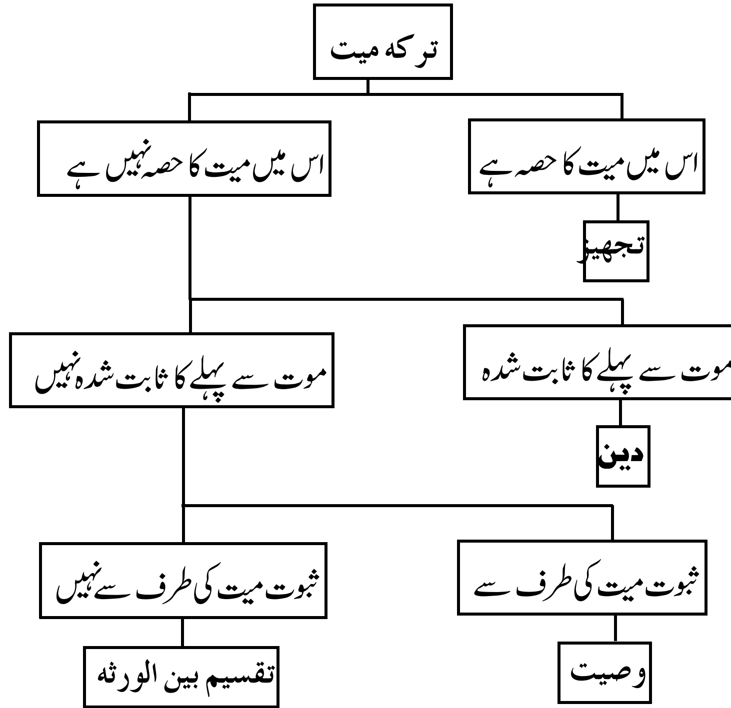
اموراربعہ کی وجہ حصر

ترکۂ میت دوحال سے خالی نہیں کہ اس میں میت کا بھی حصہ ہے یانہیں،اگرمیت کا بھی حصہ ہےتو یہ''تجهيز'' ہے اور اگرمیت کا حصہ نہیں ہےتو پھردوحال سے خالی نہیں کہ وہ موت سے پہلے کا ثابت ہے یانہیں، اگرموت سے پہلے کا ثابت ہے تو یہ دَین۔اوراگر پہلے کا ثابت نہیں تو پھر دوحال سے خالی نہیں کہ اس کا ثبوت میت کی طرف سے ہے یانہیں، اگراس کا ثبوت

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میت کی جانب سے ہے تو یہ وصیت ۔ اور اگر اس کا ثبوت میت کی جانب سے نہیں ہے تو یہ تقسیم بین الورثہ۔

نقشہ امور اربعہ



for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قولہ مرتبۃ الخ

میت کے ترکہ کے ساتھ جو چار قسم کے حقوق متعلق ہوتے ہیں ان میں ترتیب کا لحاظ کرنا بھی ضروری ہے یعنی سب سے پہلے اس کے ترکہ سے تجھیز و تکفین کی جائے گی۔ تجھیز و تکفین کے بعد جو مال بچ جائے اس سے میت کے ذمہ قرضہ جات کی ادائیگی کی جائے۔ اور قرضہ جات کی ادائیگی کے بعد اگر مال بچے تو وصیت کا مرحلہ آئے گا۔ اور وصیت کی ادائیگی کے بعد ورثہ کے درمیان تقسیم کا مرحلہ آئے گا۔

قولہ الاول یبدأ بتکفینہ وتجھیزہ الخ

سب سے پہلا حق "تجھیز و تکفین"

میت کی موت سے لیکر دفن تک جن جن امور کی محتاجی ہوتی ہے وہ امور بجالانا تجھیز کہلاتا ہے۔ میت کا غسل، اس کے کفن کی تیاری، قبر کھدائی، نیز جہاں پر قبرستان دور ہو وہاں میت کو قبرستان تک لے جانے لئے سواری کا خرچہ یہ سب تجھیز و تکفین میں شامل ہے۔

تجھیز و تکفین، قرضوں کی ادائیگی سے پہلے کیوں ضروری ہے؟

"کفن" مرنے کے بعد انسان کا لباس ہوتا ہے۔ زندگی میں اس کے لباس کی اہمیت ایسی تھی کہ اگر کوئی شخص کسی کا مقروض ہو وہ کام کاج کرنے پر قدرت بھی رکھتا ہو لیکن وہ قرضہ ادا نہ کر رہا ہو تو قاضی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس کے کپڑے بیچ کر دَین (قرضہ) ادا کرے بلکہ اس کے کپڑے، ادائیگی دیون پر مقدم ہیں۔ اسی طرح مرنے کے بعد بھی اس کی تجھیز کی جائے گی اور وہ چیز مقدم ہی رکھی جائے گی جو اس کی زندگی میں مقدم تھی۔ (۱۷)

قولہ من غیر تبذیر ولا تقتیر الخ

میت کے لئے تجھیز وتکفین کا اہتمام تو کیا جائے لیکن اس میں تبذیر اور تقتیر کے ارتکاب سے بچنے کے لئے بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا تبذیر اور ضرورت سے کم استعمال کرنا تقتیر ہے۔ دونوں ہی سے بچنے اور میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

کفن میں میانہ روی کے دو مطلب ہیں

اس میانہ روی میں دو چیزیں بالخصوص ملحوظ خاطر رہنی چاہئیں۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر:1۔قیمت
نمبر:2۔عدد

قیمت میں میانہ روی

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر فرض کریں کہ مرنے والا اپنی زندگی میں پانچ سو روپے کا سوٹ پہنا کرتا تھا۔اگر اسی قیمت کے کپڑوں میں تکفین کریں گے تو یہ میانہ روی ہوگی۔لیکن اگر اس سے زیادہ قیمت کا کفن خریدا تو یہ ''تبذیر'' اور اس سے کم کا خریدا تو یہ ''تقتیر'' ہے۔

اسی طرح فرض کریں کہ کچھ کپڑے وہ عید کے دنوں میں پہنتا تھا، کچھ دوستوں سے ملاقات کے لئے اور کچھ عام طور پر گھر میں پہنتا تھا۔تو دوستوں سے ملاقات والے کپڑوں میں کفن دینا'' میانہ روی'' ہے۔عید والوں میں کفن دیں گے تو یہ'' تبذیر'' اور گھر میں پہننے والوں میں دیں گے تو یہ ''تقتیر'' ہوگی۔

عدد میں میانہ روی

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو'' کفن سنت'' پہنایا جائے جو کہ مرد کے لئے ''3'' کپڑے اور عورت کے لئے ''5'' کپڑے ہیں(اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

یہ'' تعداد'' میں میانہ روی ہے۔اگر اس سے زیادہ کپڑوں میں کفن دیں گے تو ''تبذیر'' اور اس سے کم میں دیں گے تو'' تقتیر'' ہوگی۔

غرماء کا حق

اگر میت کا مال، **مستغرق فی الدین** ہو یعنی میت کا ترکہ اتنا ہو کہ اس سے دَین (قرضہ جات) ادا نہیں ہو سکتے، تو ایسی صورت میں قرض خواہوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ورثاء کو میت کے لئے کفنِ سنت سے روک دیں اور کفن کفایہ پہنانے پر مجبور کر دیں۔

کفن کی اقسام

کفن کی 3 قسمیں ہیں۔
(i) کفن سنت (ii) کفن کفایہ (iii) کفن ضرورت۔

کفن سنت

مرد کے لئے ''کفن سنت'' تین کپڑے ہیں۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۱۔ ازار، سر سے پاؤں تک ہو۔
۲۔ کفنی، گردن سے پاؤں تک کلی اورآستین کے بغیر، اگلی اورپچھلی جانب برابر ہو
۳۔لفافہ، سراور پاؤں، دونوں طرف اتنا ہو جسے لپیٹ کر باندھ سکیں۔
عورت کے لئے پانچ کپڑے سنت ہیں۔(۱۸)
۱۔ ازار، سر سے پاؤں تک ہو۔
۲۔ کفنی، گردن کی جڑ سے پاؤں تک۔
نوٹ: مردوعورت کے لئے کفنی میں اتنا فرق ہے کہ مرد کے لئے قمیص عرض میں مونڈھوں کی طرف چیری جاتی ہے اور عورت کے لئے سینے کی جانب۔
۳۔لفافہ، سراور پاؤں، دونوں طرف اتنی زیادہ ہو جسے لپیٹ کر باندھ سکیں۔
۴۔ اوڑھنی، جس کا طول ڈیڑھ گز یعنی تین ہاتھ ہو۔
۵۔ سینہ بند، کہ پستان سے ناف تک بلکہ افضل یہ ہے کہ رانوں تک ہو۔

کفنِ کفایہ

مرد کے لئے دو کپڑے۔(۱۹)
(i)۔ازار
(ii)۔لفافہ
عورت کے لئے تین کپڑے۔(۲۰)

(i) کفنی (ii) لفافہ (iii) اوڑھنی یا (i) لفافہ (ii) ازار (iii) اوڑھنی

کفنِ ضرورت

جب کفن دینے کے لئے تین یا دو کپڑے میسر نہ ہوں تو پھر ایک ہی چادر میں کہ سر سے پاؤں تک ہو مرد کے لئے بھی اورعورت کے لئے بھی کافی ہے۔اس کو''کفن ضرورت'' کہتے ہیں۔ جب تک اس قدر بھی کپڑا میسر ہو میت کے کفن کے لئے کسی سے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔

افضل کفن

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر میت کا مال زائد اور وارث کم ہوں تو کفنِ سنت افضل ہے۔اورعکس ہوتو **کفنِ کفایت** اولیٰ۔اوراس (کفنِ کفایت) سے کمی بحالتِ اختیار جائز

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہیں

خصوصی نوٹ

یہ تمام احتیاطیں اس وقت ہیں کہ میت نے وصیت نہ کی ہو اور اگر وصیت کی ہے تو ثلث (1/3) میں اس کی وصیت نافذ کی جائے گی۔ مثلاً اس نے کہا کہ میرا کفن اچھا بنانا اور میرے ایصال ثواب کے لئے اتنے روپے فلاں مدرسہ کو دے دینا۔

قوله ......ثم تقضیٰ دیونه الخ

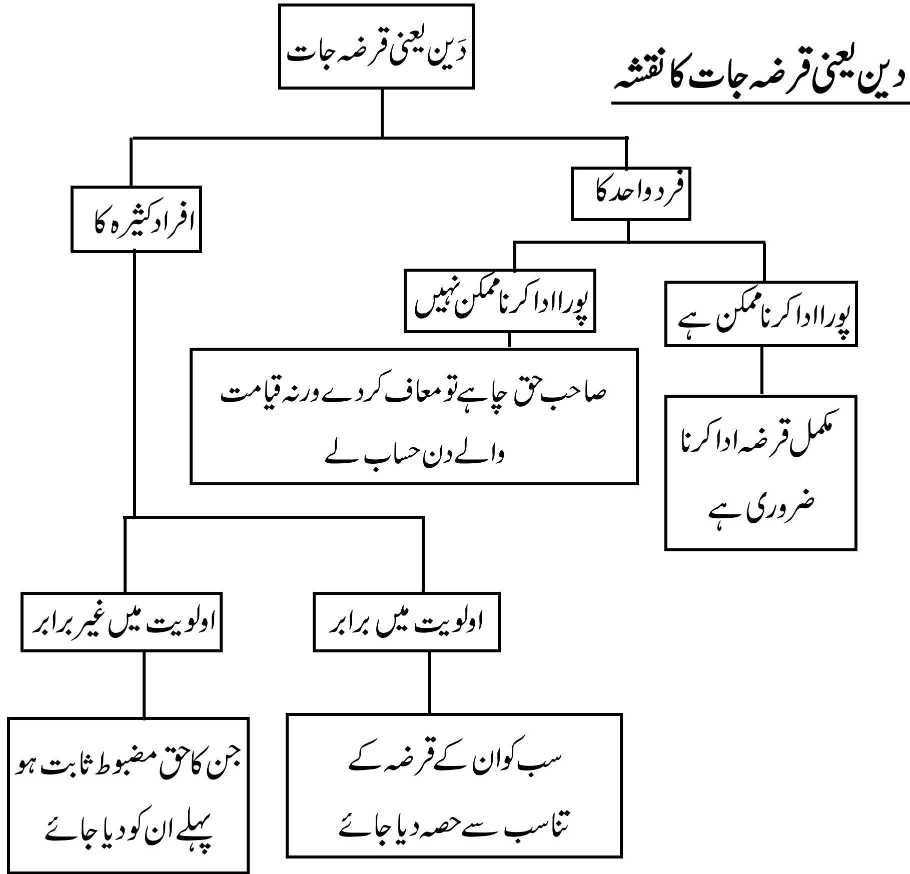
دوسرا حق ''قرضہ جات کی ادائیگی''

دوسرا حق میت کے وہ دیون (واجب الاداء رقوم) ادا کرنا جس کا مخلوق کی طرف سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کسی شئ کے عوض میں مال کا ذمہ میں واجب ہونا ''دَین'' کہلاتا ہے۔ لہذا ٹیکس بھی دَین ہے کیونکہ یہ بھی حفاظت کے منافع حاصل کرنے کے عوض میں دیا جاتا ہے۔ البتہ زکوٰۃ دَین نہیں ہے، کیونکہ یہ اگرچہ ذمہ میں واجب تو ہوتی ہے لیکن کسی شئ کے بدل کے طور پر نہیں ہوتی لہذا یہ دَین نہیں۔

قرضہ جات کی ادائیگی کا طریقہ کار

دَین دو حال سے خالی نہیں ہوگا کہ کسی ایک شخص کا ہوگا یا افرادِ کثیرہ کا۔ اگر فردِ واحد کا ہو تو دو حال سے خالی نہیں کہ وہ قرضہ اس کے مال میں سے پورا ادا ہو جائے گا یا نہیں۔ اگر ہو جائے تو فبھــا۔ نہیں تو صاحب حق کی مرضی ہے، چاہے تو معاف کر دے ورنہ آخرت کے لئے معاملہ اللہ عزوجل کے سپرد کر دے۔ اور اگر افرادِ کثیرہ کا ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ سب ''اولویة'' میں متفرق ہونگے یا متفق۔ اگر متفرق ہوں یعنی کسی کا حق حقیقتاً ثابت ھو (مثلاً بینہ سے ثابت ہے یا زمانۂ صحت میں اقرار سے ثابت ہے یا میت نے مرض میں اقرار کیا تھا اور وہ معاینہ سے ثابت ہو چکا) اور کسی کا حق حــکــمــاً ثابت ہو (مثلا حالت مرض میں اس نے اقرار کیا اور معاینہ سے ثابت نہیں ہوا یعنی اس کے دین کا ثبوت اس کے اقرار پر موقوف ہے اب جو حق حقیقتاً ثابت ہے وہ مقدم ہوگا یعنی اس کو حکماً ثابت ہونے والے حق سے پہلے ادا کیا جائے گا۔ اور اگر سب کے سب لوگ ''اولویت'' میں برابر ہوں مثلاً سب کا حق حقیقتاً ثابت ہو یا تمام کا حق حکماً ثابت ہو تو پھر سب کے درمیان ان کی رقم کے تناسب سے مال تقسیم کیا جائے گا۔ یعنی جس کی رقم زیادہ ہو اس کو زیادہ دیا جائے گا اور جس کی کم ہو اس کو کم دیا جائے گا۔ مثلاً میت کا ترکہ دوسو روپیہ ہے جبکہ قرض خواہ تین ہیں ایک کا قرضہ دس ہزار روپے ایک کا چھ ہزار اور ایک کا چار ہزار ہے، تو دس ہزار والے کو سو روپیہ، چھ ہزار والے کو ساٹھ روپے اور چار ہزار والے کو چالیس روپے دیئے جائیں گے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari



for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حقوق اللہ کا حقوق العباد سے تقابل

اگر کسی شخص پر اللہ عزوجل کے حقوق باقی ہوں مثلاً زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کی ہو، کفارہ رہتا ہو یا اس طرح کا کوئی اور واجب من اللہ رہتا ہو تو وہ ہمارے نزدیک مرتے ہی ساقط ہوجاتا ہے۔ کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت کی شرط'' اداء بالنفس ''ہے، جب وہ مرگیا تو شرط ختم ہوگئی، لہذا وہ حقوق ختم ہوگئے۔ نیز اگر کسی پر دوطرح کے حقوق باقی ہوں کچھ حقوق اللہ (مثلاً زکوٰۃ کی ادائیگی یا کفارہ کی ادائیگی)اور کچھ حقوق العباد (مثلاً کسی سے گندم خریدی تھی اس کی قیمت کی ادائیگی ابھی باقی تھی) تو حقوق العباد ادا کئے جائیں گے اور حقوق اللہ چھوڑ دیئے جائیں گے۔

اعتراض

قرآن کریم میں پہلے وصیت کا ذکر ہے جبکہ دَین کا ذکر بعد میں ہے، ارشاد ہے:

من بعد وصیۃ یوصیٰ بھا اودین

''میت کی وصیت اور دین نکال کر''(ترجمہ کنزالایمان)

لہٰذا آپ کو بھی چاہئے تھا کہ ''خیر الکلام'' کی اتباع کرتے ہوئے وصیت کو دَین پر مقدم رکھتے۔

جواب

درج ذیل حدیث شریف کی بناء پر ہم دَین کو وصیت پر مقدم کرتے ہیں۔

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ لَکُمْ تَقْرَءُ وْنَ ھٰذِہِ الآیۃ ''مِنْ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصَیٰ بِھَا اَوْدَیْنٍ وَاَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلیٰ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَضیٰ بِالدَّیْنِ قَبْلَ الْوَصِیَّۃِ

''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول پاک صلیٰ اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نفاذِ وصیت سے قبل دیون وغیرہ ادا فرمایا کرتے تھے۔ ترمذی، ابن ماجہ اور دارقطنی وغیرہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے''(۲۳)

ادائیگی دیون وصیت پر مقدم ہونے کے سلسلے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکمل باب باندھا ہے جس کے تحت آپ نے فرمایا:

ویذکران النبی ﷺ قضی بالدین قبل الوصیۃ

''اوراس بات کا تذکرہ کیا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وصیت سے پہلے دیون ادا کئے''(۲۴)

آیت میں وصیت کا ذکر ''دین'' سے پہلے کرنے کی حکمت

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اصلاًدَیــــن ہی مقدم ہے، مذکورہ آیت میں وصیت کو دَین سے پہلے ذکر کرنے میں خاص حکمتیں ہوسکتی ہیں جن میں سے چندایک درج ذیل ہیں۔

(i) پیچھے وراثت کا تذکرہ چل رہا تھا اس کے ساتھ ہی وصیت کو بھی ذکر کردیا اس لئے کہ وصیت میراث کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے اس طرح کہ ''میراث'' بلاعوض ملتی ہے اسی طرح ''وصیت'' میں بھی جو کچھ ملتا ہے وہ بلاعوض ملتا ہے، جبکہ ''دَیــــن''مال کے عوض ملتا ہے، چونکہ ''وصیت'' کو میراث کے ساتھ مشابہت حاصل تھی ،اس لئے اس کو میراث کے ساتھ ذکر کردیا۔

(ii) دیـــــن کا مطالبہ کرنے والے موجود ہوتے ہیں وہ خود ہی ادائیگی کے لئے مطالبات کرتے رہتے ہیں، جس کی بناء پر ورثاء بھی ادا کرنے کے لئے بآسانی تیار ہوجاتے ہیں۔ بخلاف وصیت کے کہ اس میں تو مفت میں کسی کو مال دیاجاتا ہے اور اس کا مطالبہ بھی اس قدر سختی سے نہیں ہوتا جس قدر سختی سے قرض وغیرہ کا مطالبہ کیاجاتا ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کی ادائیگی میں ورثاء سستی کریں۔ اس لئے وصیت کی ادائیگی کی ترغیب دلانے اور اس پر ابھارنے کے لئے''وصیت'' کو''دَین'' سے پہلے ذکر کیا ورنہ مرتبہ تو دَین کا ہی مقدم ہے۔

(iii) وصیت کو وراثت کے ساتھ ذکر کرکے اس بات کی طرف بھی اشارہ کردیا کہ جس طرح دَین کی ادائیگی واجب ہے اسی طرح وصیت کو پورا کرنا بھی واجب ہے اسی لئے تو دونوں کے درمیان لفظ''او'' استعمال کیا جوکہ مماثلت پر دلالت کرتا ہے

(iv) دَیـــــن کسی نہ کسی چیز کے عوض میں ہوتا ہے اس لئے ان کی ادائیگی میں ورثاء کو زیادہ تامل نہیں ہوتا لیکن وصیت تو چونکہ ہے ہی بلاعوض، ہوسکتا ہے کہ اس کی ادائیگی میں ورثاء کوئی پس وپیش کریں اس لئے وصیت کی اہمیت بیان کرنے کے لئے اس کو آیت میں مقدم کیا۔

قوله ......ثم تنفذ وصاياه الخ

تیسرا حق''نفاذِ وصیت''

وصیت کی تعریف

بطور احسان کسی کو اپنے مرنے کے بعد اپنے مال یا منفعت کا مالک بنانا وصیت کہلاتا ہے

وصیت کی شرائط

(i) موصِی (وصیت کرنے والا) تبرع کا اہل ہو۔

(ii) موصیٰ بہ (جس چیز کی وصیت کی ہے) مباح ہو۔

(iii) وصیت کے بعد موصی کی طرف سے صراحتاً یا دلالتاً کسی قسم کا رجوع عن الوصیت ثابت نہ ہو۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(iv)موصٰی لہٗ (جس کے لئے وصیت کی جارہی ہے) موصی کی موت کے وقت زندہ ہو۔

(v) موصی لہ، قاتلِ موصِی نہ ہو۔

(vi)موصی لہٗ،موصِی کا وارث نہ ہو۔ ہاں اگر موجود ورثاء اس کی اجازت دے دیں تو جائز ہے۔

(viii) موصی بہ (جس چیز کی وصیت کی ہے) قابل تملیک ہو،لہذا نا قابل تملیک چیز کی وصیت کرنا درست نہیں ہے۔مثلاً کسی نے یہ وصیت کی کہ مجھے فلاں مکان پر شفعہ دائر کرنے کا جوحق تھا اسے میں تیرے لئے وصیت کرتا ہوں، میرے مرنے کے بعد تُم اس پر شفعہ دائر کر لینا، یہ وصیت درست نہیں، کیونکہ اس نے اپنے حق شفعہ کو موصیٰ بہ بنایا اور یہ (حق شفعہ) نا قابل تملیک ہے،اس لئے یہ وصیت درست نہیں ہے۔

(ix)اس کے ذمہ اتنا قرضہ نہ ہو کہ اس کو ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی ہی نہ بچے۔

وصیت کی مشروعیت

(ا) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

من بعد وصية يوصى بها اودين

''میت کی وصیت اور دین نکال کر'' (۲۵)

عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ تَصَدَّقَ عَلَیْکُمْ عِنْدَ وَفَاتِکُمْ بِثُلُثِ اَمْوَالِکُمْ زِیَادَۃً فِی اَعْمَالِکُم

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں :رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر موت کے وقت اپنے مال میں سے ثلث کی وصیت کرنے کا حکم دیا ہے، یہ وصیت تمہارے لئے اعمال میں اضافے کا باعث ہوگی

مال وصیت کو استعمال کرنے کا طریقہ

اگر کسی نے وصیت کی ہو تو ادائیگیٔ دیون کے بعد جو کچھ بچے اس میں سے ایک تہائی (1/3) تک وصیت پورا کرنے میں لگائیں ۔مثلاً کسی شخص نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد پانچ ہزار روپیہ میرے فلاں دوست کو دے دینا یا میری نمازوں یا روزوں کا فدیہ ادا کر دینا ،تو ورثاء پر لازم ہے کہ ایک تہائی میں جتنا ہو سکے میت کے اس دوست کو دیں یا اس کی نمازوں یا روزوں کا فدیہ دیں ۔اور زہے نصیب کہ کوئی وارث اپنے ذاتی مال سے اس کا فدیہ ادا کر دے تو ان شاء اللہ بارگاہ الٰہی سے قبولیت کی امید ہے۔

نوٹ

یہاں یہ بات یاد رہے کہ وصیت پورا کرنے میں ایک تہائی (1/3) سے زیادہ مال نہیں لگائیں گے۔ایک تہائی سے زیادہ میں وصیت باطل ہے۔اور یہ بھی یاد رہے کہ کل مال کا ایک تہائی (1/3) نہیں، بلکہ قرضہ جات کی ادائیگی کے بعد جو بچ جائے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کے ایک تہائی میں وصیت نافذ ہوگی۔

وصیت کا شرعی حکم

پہلے وصیت واجب تھی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَاحَضَرَاَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًاالْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالاقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلىٰ الْمُتَّقِيْنَ

''تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں کسی کوموت آئے اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اورقریب کے رشتہ داروں کے لئے موافق دستور یہ واجب ہے پرہیز گاروں پر (۲۷)

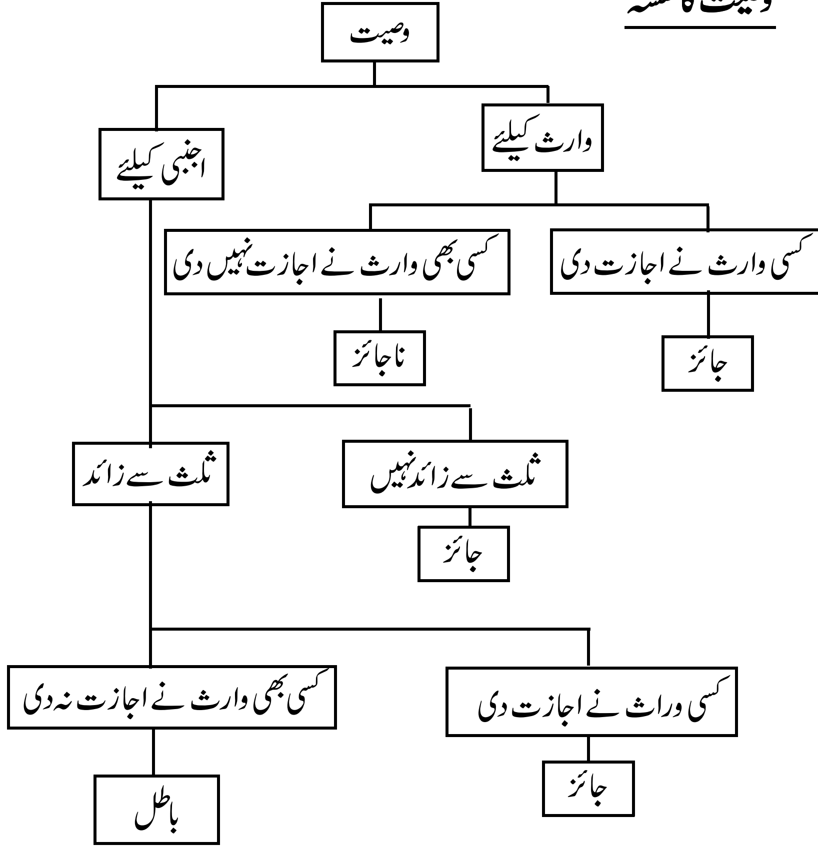
اسی آیت کے تحت حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:ابتدائے اسلام میں وصیت فرض تھی، جب میراث کے احکام نازل ہوئے تو منسوخ کی گئی، اب غیر وارث کے لئے تہائی سے کم میں وصیت کرنا مستحب ہے، بشرطیکہ وارث محتاج نہ ہوں یا ترکہ ملنے پرمحتاج نہ رہیں، ورنہ ترکہ، وصیت سے افضل ہے۔

وصیت کے احکام کے متعلق وجہ حصر

وصیت دوحال سے خالی نہ ہوگی کہ وارث کے لئے ہے یا اجنبی کے لئے، اگر وارث کے لئے ہے تو پھر دوحال سے خالی نہیں کہ کسی وارث نے اس کی اجازت دی ہے یا نہیں، اگر کسی ایک نے بھی اجازت دے دی ہے تو وصیت جائز اور اگر کسی نے بھی اجازت نہیں دی تو جائز نہیں اور اگر وصیت کسی اجنبی کے لئے ہو تو پھر دوحال سے خالی نہیں کہ ثلث مال سے زیادہ کی ہے یا کم ،کی اگر'' ثلث مال'' یا'' کم'' کی ہے تو مطلقاً جائز ہے اور اگر زیادہ کی ہے تو پھر دوحال سے خالی نہیں کہ کسی وارث نے اس کی اجازت دی ہے یا نہیں اگر کسی ایک نے بھی اجازت دے دی تو یہ وصیت جائز ہے اور اگر کسی نے بھی اجازت نہیں دی تو ثلث سے زائد میں وصیت باطل ہے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وصیت کا نقشہ



for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قولہ ......ثم یقسم الباقی الخ

چوتھا حق ''تقسیم بین الورثاء''

تجہیز وتکفین ،ادائیگی دیون اور نفاذِ وصیت کے بعد جو مال بچ رہے وہ ورثاء کے درمیان کتاب اللہ،سنت اوراجماع سے ثابت شدہ حقِ وراثت کے مطابق تقسیم کردیا جائے گا۔

نوٹ

تقسیم بین الورثہ چوتھے نمبر پر اس صورت میں ہے کہ سابقہ تینوں حقوق پائے جاتے ہوں اگر میت کی طرف سے کوئی وصیت نہ تھی تو اب تقسیم بین الورثاء ''تیسرا حق'' ہوگا اور اگر نہ وصیت تھی اور نہ ہی اس پر کسی قسم کا دین تھا تو اب تقسیم بین الورثاء ''دوسرا حق'' ہوگا اور اگر نہ وصیت تھی ،نہ دین اور نہ ہی تجہیز وتکفین ہوئی مثلاً وہ ڈوب کر مرا تھا،تو اب تقسیم بین الورثاء ''پہلا حق ہوگا اوراورترکہ کا آغاز تقسیم سے کیا جائے گا۔اس لئے کہ کسی بھی حق کو جو پہلا، دوسرا، تیسرااور چوتھا کہا گیا ہے وہ اپنے سے سابقہ حق کے پائے جانے کے اعتبار سے ہے۔لہذا جہاں حقوق متقدمہ پائے جائیں گے وہاں تقسیم بین الورثاء'' حق رابع'' ہوگا۔

وارث کی تعریف

وہ شخص جوایسے شخص کے مرجانے کے بعد باقی رہا جس سے اس باقی کا نسب یا سبب ثابت ہو''وارث'' کہلاتا ہے۔

ثبوتِ وراثت کے ماخذ

ثبوت وراثت کے ماخذ تین ہیں۔

پہلا ماخذ کتاب اللہ

کچھ ورثاء ایسے ہیں جن کا حقِ وراثت، کتاب اللہ سے ثابت ہے۔ان کے درمیان ترکۂ میت کی تقسیم قرآن کریم کے بیان کردہ احکام کے مطابق کی جائے گی۔مثلاً ماں ،باپ ،بیٹی ،بیٹا ،شوہر ،بیوی ، بھائی اور بہن کہ ان کا حقِ وراثت ،قران کریم سے ثابت ہے۔

دوسرا ماخذ سنت

کچھ ورثاء ایسے ہیں جن کا حقِ وراثت، حدیث سے ثابت ہے ان کے درمیان ترکۂ میت کی تقسیم حدیث شریف کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق کی جائے ،مثلاً آقائے دوعالم فخر بنی آدم صلیٰ اللہ علیہ وسلم نے دادی کو والدہ کے ساتھ لاحق

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فرما کراس کے لئے چھٹا حصہ (1/6) مقرر فرمایااور لڑکیوں کے ساتھ ساتھ سگی بہنوں کے لئے بھی حصہ مقرر فرمایا اور نانی کا حصہ بھی مقرر فرمایا۔

تیسرا ماخذ اجماع امت

کچھ ورثاء ایسے ہیں جن کا حقِ وراثت اجماع سے ثابت ہے ان کے درمیان ترکہ میت، اجماع سے ثابت شدہ اصولوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا مثلاً پوتوں اور پوتیوں کا حق اجماعِ امت سے ثابت ہے۔جن لوگوں کا حق ان مذکورہ تین طرق میں سے کسی ایک سے ثابت ہوگا وہ ترکہ حاصل کرنے کا حقدار ہوگا۔

فَيُبْدَأُ بِاَصْحَابِ الْفَرَائِضِ وَهُمُ الَّذِيْنَ لَهُمْ سِهَامٌ مُقَدَّرَةٌ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالیٰ ثُمَّ يُبْدَأُ بِالْعَصَبَاتِ مِنْ جِهَةِ النَّسَبِ وَالْعَصَبَةُ مُطْلَقًا كُلُّ مَنْ يَاخُذُ مِنَ التَّرِكَةِ مَاابْقَتْهُ اَصْحَابُ الْفَرَائِضِ وَعِنْدَ الِانْفِرَادِ يَحْرُزُ جَمِيْعَ الْمَالِ ثُمَّ يُبْدَأُ بِالْعَصَبَةِ مِنْ جِهَةِ السَّبَبِ وَهُوَ مَوْلیٰ الْعِتَاقَةِ ثُمَّ عَصَبَتُهُ ثُمَّ الرَّدُّ عَلیٰ ذَوِی الْفُرُوضِ النَّسَبِيَّةِ بِقَدْرِ حُقُوْقِهِمْ ثُمَّ ذَوِی الْاَرْحَامُ ثُمَّ مَولیٰ الْمَوَالَاةِ ثُمَّ الْمُقَرُّ لَهُ بِالنَّسَبِ عَلٰى الْغَيْرِ بِحَيْثُ لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ بِاقْرَارِ مِنْ ذَالِكَ الْغَيْرِ اِذَا مَاتَ الْمُقِرُّ عَلیٰ اِقْرَارِهٖ ثُمَّ الْمُوصیٰ لَهُ بِجَمِيْعِ مَالِهٖ ثُمَّ بَيْتُ الْمَالِ

ترجمہ

''اصحابِ فرائض سے تقسیم شروع کی جائے گی۔اور (اصحاب فرائض) ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کے حصے قرآن کریم میں مقرر ہیں۔ پھر ان عصبات (کو حصہ دیا جائے گا) جو نسب کی جہت سے ہوں اور عصبہ ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو اصحابِ فرائض سے بچا ہوا مال لے،اور تنہا ہونے کی صورت میں سارا مال لے۔ پھر اس عصبہ کو (حصہ دیا جائے گا) جو سبب کی جہت سے ہو اور وہ مولیٰ العتاقه ہے۔ پھر اسی ترتیب پر اس کے عصبہ (کو حصہ دینا) شروع کریں۔ پھر ذوی الفروض النسبیه (پر) ان کے حقوق کے مطابق رد کریں گے پھر ذوی الارحام (کو) پھر مولیٰ الموالات (کو) اس کے بعد اس شخص (کو دیں گے) جس کے لئے غیر پر نسب کا اقرار کیا گیا ہو اس طرح کہ اس کا نسب اس کے اقرار کی بنیاد پر اس کے غیر سے ثابت نہ ہوتا ہو جبکہ وہ اپنے اقرار پر قائم رہتے ہوئے مر جائے۔ پھر اس شخص کو (حصہ دیں گے) جس کے لئے میت نے پورے مال کی وصیت کی ہو۔ پھر (اگر مذکورہ ورثاء میں سے کوئی نہ ہو تو) بیت المال (میں جمع کروا دیا جائے گا)''

قوله......فيبدأ باصحاب الفرائض الخ

ترکہ میت کے مستحقین

میت کے ترکہ کے مستحقین کی تعداد 10 ہے۔ جو کہ بالترتیب درج ذیل ہیں۔

(۱)......اصحاب فرائض

(۲)......عصبہ نسبیہ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۳)......عصبہ سببیہ

(۴)......عصبہ سببیہ کے مذکر عصبات

(۵)......رد علیٰ ذوی الفروض النسبیه

(۶)......ذوی الارحام

(۷)......مولیٰ الموالات

(۸)......مقرله بالنسب علیٰ الغیر

(۹)......موصیٰ له بجمیع ماله

(۱۰)...... بیت المال

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

1۔اصحاب فرائض

یہ وہ لوگ ہیں جن کے حصص قران ،سنت اوراجماع سے مقرراور متعین ہیں ۔

اصحاب فرائض کوعصبات پرمقدم کرنے کی وجہ

پہلی وجہ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالیٰ عَنْھُمَاعَنِ النَّبِی ﷺ قَالَ اَلْحِقُو الْفَرَائِضَ بِاَھْلِھَافَمَابَقِیَ فَھُوَلَاوْلیٰ رَجُلٍ ذَکَرٍ

''حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرائض ان کے اہل (یعنی اہل فرائض) کو دو ۔اگر (اہل فرائض کوان کے حصے ادا کردینے کے بعد) کچھ بچ رہے تو وہ ان مردوں کے لئے ہے جومیت کے سب سے زیادہ قریب ہو''(۲۹)

دوسری وجہ

ان کے حصص قران کریم میں جہاں بیان کئے گئے ہیں وہاں کسی دوسرے وارث کا تذکرہ تک نہیں کیا گیا۔اس کی وجہ یہی ہے کہ میت کے ترکہ میں سے اوّلاً ان کے حصص ادا ہوجائیں ،ان کو دینے کے بعد جو بچ رہے وہ دوسروں میں تقسیم کیاجائے ۔اگراہل فرائض کے درجہ میں کوئی اوروارث بھی ہوتاتو مقام بیان میں ان کا بھی تذکرہ کیاجاتا۔

تیسری وجہ

اگر اصحاب فرائض کوعصبات پر مقدم نہ کرتے بلکہ عصبات کومقدم کردیتے تو ''اصحاب فرائض'' ترکہ سے محروم رہ جاتے۔کیونکہ جب عصبات ،مقدم ہونگے تو وہ منفرد ہونگے اورعصبہ جب منفرد ہوتاہے تو سارامال لیتاہے،تواصحاب فرائض کو مقدم نہ کرنے کی صورت میں عصبات، سارا مال لے جائیں گے اور اصحاب فرائض محروم رہ جائیں گے اور اصحاب فرائض کا محروم رہنا باطل ہے۔

قولہ ......ثمر یبدأ بالعصبات الخ

2۔عصبات نسبیہ

ہر وہ وارث جواصحاب فرائض سے بچ جانے والا مال لے اوراکیلا ہونے کی صورت میں سارامال لے ۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اعتراض

تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے کہ یہ تو اصحاب فرائض پر بھی صادق آرہی ہے کیونکہ'' اصحاب فرائض'' بھی جمیع مال لیا کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ عصبات نہیں ہوتے جیسا کہ کسی میت کے عصبات نہ ہوں تو سارا مال اصحاب فرائض ہی لیں گے۔

جواب

عصبہ کی تعریف میں ایک قید معتبر ہے وہ یہ کہ'' اصحاب فرائض'' سے بچ جانے والا سارا مال'' ایک ہی جہت'' سے لیں۔ اب اعتراض جاتا رہا، اس لئے کہ'' اصحاب فرائض'' سارا مال'' ایک ہی جہت'' سے نہیں لیتے بلکہ کچھ مال تو اصحاب فرائض ہونے کی وجہ سے لیتے ہیں اور بقیہ مال'' ردعلیٰ ذوی الفروض'' کی بناء پر لیتے ہیں۔ لہٰذا تعریف جامع اور مانع ہے۔

قولہ ...... ثم بالعصبة من جهة السبب الخ

(۳) عصبات سببیہ

یہ'' مولیٰ العتاقہ'' ہے (یعنی کسی غلام کو آزاد کرنے والا) اس کو'' **عصبہ سببی**'' اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی عصوبت، قرابت کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ آزاد کرنے کے'' سبب'' سے حاصل ہوتی ہے۔ اس ولاء کو'' **ولاء العتاقہ**'' اور'' **ولاء النعمة**'' بھی کہتے ہیں۔ اگر میت کا کوئی'' عصبہ نسبی'' نہ ہو، تب اس کو وراثت دی جاتی ہے ورنہ عصباتِ نسبیہ کے ہوتے ہوئے اس کا وراثت میں کوئی حق نہیں ہوتا۔

اس کی تفصیل یوں ہے کہ کسی شخص نے اپنا غلام یا کوئی باندی آزاد کی، آزاد ہونے کے بعد وہ باندی یا غلام مر گیا اور اس کا کوئی'' نسبی عصبہ'' بھی نہیں ہے کہ اصحاب فرائض سے بچ جانے والا یا اکیلا ہونے کی صورت میں سارا مال لے تو ایسی صورت میں وہ آزاد کرنے والا اس کا عصبہ سببی ہونے کی وجہ سے سارا مال حاصل کرلے گا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی نے ایک غلام کو آزاد کیا اس کے بعد وہ غلام مر گیا، غلام کی ایک بیٹی تھی، نبی اکرم ﷺ نے اس غلام کا آدھا مال اس کی بیٹی کو اور بقیہ آدھا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کو دلوایا۔

دیکھئے! یہاں پر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کو ان کے آزاد کردہ غلام کے ترکہ کا حصہ صرف اسی لئے ملا کہ انہوں نے غلام کو آزاد کیا تھا۔ اسی کو'' مولی العتاقہ'' کہتے ہیں۔

نیز رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا انما الولاء لمن اعتق

'' ولاء آزاد کرنے والے کے لئے ہے'' (۳۰)

قولہ......ثم عصبته الخ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

4۔عصبہ سببیہ کے مذکر عصبات

اگر عصبہ نسبی موجود نہ ہوتو ایسی صورت میں اس عصبہ سببی کے مذکر عصبات وارث ہونگے۔لیکن یہاں پر ایک قید معتبر ہے وہ یہ کہ''عصبہ سببی'' کے تمام عصبات نہیں بلکہ صرف ''مذکر عصبات'' وارث ہونگے۔کیونکہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَيْسَ لِلنِّسَاءِ الْوَلَاءُ اِلَّامَااَعْتَقْنَ اَوْاَعْتَقَ مَنْ اَعْتَقْنَ

''عورت کو(کسی کی)ولاء کا حق حاصل نہیں ہوگا البتہ جسے عورت نے آزادکیا ہو،یااس کے آزادکردہ غلام نے جس کو آزادکیا ہو''(۳۱)

اس کی صورت یوں ہوگی کہ زید کا ایک بیٹا(حسن)،ایک بیٹی فاطمہ اورایک غلام ہے۔غلام کواس نے آزادکردیا اورغلام آزادکرنے کے بعد زید خودمرگیا،اس کے بعدوہ غلام مرگیا اوراس غلام کا کوئی''نسبی عصبہ'' موجودنہیں ہے،اب اس کا مال اس کے''سببی عصبہ'' (اس کے سابقہ آقازید)کے مذکر عصبہ(حسن)کو ملے گا۔جبکہ مرحوم آقا(زید) کی بیٹی (فاطمہ) کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔

قوله......ثم الرد علىٰ ذوی الفروض الخ

5۔ذوی الفروض کودوبارہ ادائیگی

اگر ذوی الفروض کے علاوہ کوئی دوسراوارث یعنی نسبی یا سببی عصبہ موجود نہ ہوتو ایسی صورت میں ترکہ دوبارہ اصحاب فرائض میں ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کردیا جائے گا مثلاً دوذوی الفروض کوترکہ میں سے جوحصہ ملا ان میں نسبت 2 اور 1 کی تھی تواب بچ جانے والا ترکہ بھی ان دونوں کے مابین 2اور 1 کی نسبت سے تقسیم کیا جائے گا(تفصیل آگے آرہی ہے۔)

ذوی الفروض نسبی

نسبی اعتبار سے''ذوی الفروض'' دس قسم کے رشتہ دار ہیں

(i)باپ (ii)دادا (iii)اخیافی بھائی (iv)بیٹی (v)پوتی

(vi)سگی بہن(vii)علاتی بہن(viii)اخیافی بہن(ix)ماں(x)دادی۔

نوٹ:ذوی الفروض کے ساتھ''نسبی'' کی قید لگانے سے''سببی ذوی الفروض یعنی میاں بیوی'' خارج ہوجائیں گے۔ کیونکہ یہ ذوی الفروض تو ہیں لیکن''نسبی'' نہیں بلکہ''سببی'' ہیں۔دوبارہ تقسیم میں ان کوحصہ نہیں ملے گا۔

سوال:

دوبارہ تقسیم میں''زوجین'' کوحصہ سے محروم کیوں کیا گیا؟

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جواب

قیاس کے مطابق تو یہ وراثت کے حقدار ہی نہیں ہیں ۔کیونکہ ان کا میت کے نسب سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہوتا، بلکہ ان کا استحقاق تو محض کتاب وسنت کے حکم کے باعث ہے ۔اوراصول یہ ہے کہ خلاف قیاس حکم صرف وہیں تک محدود رہتا ہے جہاں تک اصل نص میں بیان کیا گیا ہو۔ پہلی تقسیم میں ان کا استحقاق کتاب وسنت سے ثابت ہونے کی بنیاد پر دے دیا گیا لیکن چونکہ یہ حکم خلاف قیاس تھا اس لئے اس پر قیاس کرتے ہوئے دوبارہ تقسیم میں ان کے مستحق وراثت ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ جبکہ دوسرے اصحاب فرائض کا مستحق وراثت ہونا چونکہ موافق قیاس ہے، اس لئے دوسری تقسیم میں ان کو دوبارہ حصہ دیا گیا۔

قولہ...... ثم ذوی الارحام الخ

6۔ذوی الارحام

وہ لوگ جن کو میت کے ساتھ قرابت حاصل ہو اور وہ عصبہ نہ ہوں اور نہ ہی ذوسہم ہوں ''ذوی الارحام'' کہلاتے ہیں۔

سوال

اصحاب فرائض کو''ذوی الارحام'' سے مقدم کیوں کیا؟

جواب

اس لئے کہ ''ذوی الفروض'' سے تعلق رکھنے والے رشتہ دار، ذوی الارحام کی بہ نسبت میت کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔

قولہ...... ثم مولیٰ الموالاۃ الخ

7۔مولیٰ الموالاۃ:

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک **مجھول النسب** شخص کسی دوسرے(**معلوم النسب**)شخص سے یہ کہے: تو میرا مولیٰ ہے، میرے مرنے کے بعد تو میرا وارث ہوگا اور اگر میں کوئی جنایت کروں تو تُو میری طرف سے دیت ادا کرے گا، وہ شخص قبول کرلے،تو یہ قبول کرنے والا (معلوم النسب)دوسرے (مجہول النسب) کا وارث ہوگا ۔اور اگر یہ مجہول النسب شخص کوئی جرم کرے تو اس کا تاوان بھی اُس (معلوم النسب) کے ذمہ ہوگا۔

اوراگر جس سے عقد کیا گیا وہ بھی مجہول النسب ہے اوروہ بھی اس سے اسی طرح عقد کرے اور یہ اس کو قبول کرلے تو دونوں ہی ایک دوسرے کے وارث ہونگے ان میں سے کوئی بھی جنایت کرے تو دوسرا اس کا تاوان دے گا اوران میں سے کوئی بھی مرجائے تو دوسرا اس کا وارث بنے گا۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک **مولیٰ الموالاۃ** کے لئے یہ شرط ہے کہ جوعقد کر رہا ہے وہ پہلے اس **مولیٰ الموالاۃ**

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکا ہو پھر اس کے ساتھ ''**عقد موالاۃ**'' کرے۔

شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس سے **عقد موالاۃ** کیا جارہا ہے اس کے ہاتھ پر اسلام لانا ضروری نہیں ہے بلکہ کسی کے بھی ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہو ''**عقد موالاۃ**'' صحیح ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ''**ولاء الموالاۃ**'' باطل ہے، ولاء صرف آزاد کرنے والے کی ہوتی ہے جس کو ''**ولاء العتاقۃ**'' کہتے ہیں۔ امام شعبی کا بھی یہی مؤقف ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (۳۲)

احناف کا مسلک

حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ ''ولاء الموالاۃ'' جائز ہے۔

اس مؤقف پر دلیل یہ ہے کہ حضرت اشعث بن سوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر ایک شخص اسلام لایا پھر اس نے آپ کے ساتھ عقدِ موالاۃ کیا پھر مر گیا اور کچھ مال چھوڑ گیا، حضرت اشعث فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی وراثت کے متعلق جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس کی وراثت تیرے لئے ہے اگر تو نہیں لے گا تو پھر بیت المال میں رکھی جائے گی۔

مسئلہ:

کسی کو اس طرح اپنا وارث بنانے والا اپنے اس قول سے رجوع بھی کرسکتا ہے لیکن اگر اس نے کوئی جنایت کی اور دوسرے نے اس کا تاوان دے دیا اب یہ اپنے قول سے پھرنا چاہے اور اس کو وراثت سے محروم کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔

ولاء الموالاۃ کی شرط

مولیٰ الموالاۃ کو وراثت اس وقت ملے گی جب

(i) عقد موالاۃ میں میراث اور عاقلہ دونوں کی شرط ہو۔ کیونکہ دونوں کی شرط موجود ہوگی تو ایک (عقد موالاۃ قبول کرنے والا)، دوسرے (عقد موالاۃ کرنے والے) کا وارث اور عاقلہ (تاوان کا کفیل) ہو سکے گا۔

(ii) موالاۃ کرنے والے کا کوئی اور وارث موجود نہ ہو۔

(iii) نو مسلم جو عقد ''موالاۃ'' کرنا چاہتا ہے وہ اہل عرب میں سے نہ ہو۔

ذوی الارحام کو ''مولیٰ الموالاۃ'' پر مقدم کرنے کی وجہ

ذوی الارحام کو میت کے ساتھ جو قرب حاصل ہوتا ہے، مولیٰ الموالاۃ کو وہ قرب حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ''ذوی الارحام'' اس کے سگے اور فطری رشتہ دار ہوتے ہیں جبکہ ''مولی الموالاۃ'' کے ساتھ اس کی رشتہ داری صرف زبانی کلامی ہے

قولہ...... ثم المقر لہ بالنسب الخ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

8۔مقر له بالنسب علیٰ الغیر

یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں میت نے کسی غیر کے ساتھ ثبوت نسب کا معتبر اقرار کیا ہو۔اس حیثیت سے کہ اس کے اقرار سے وہ نسب ثابت نہ ہوا ہو۔اس کی صورت یہ ہوگی کہ زید نے عمرو (جوکہ مجھول النسب ہو،جس کی عمر تقریباً اتنی ہو کہ وہ اس کے باپ کا بیٹا ہوسکتا ہو) سے کہا ہو کہ تو میرا بھائی ہے۔اس کا اقرار دراصل یہ ثابت کرتا ہے کہ عمرو،میرے باپ کا بیٹا ہے۔ جبکہ یہ بات پایہ ثبوت کو نہ پہنچی ہو کہ واقعی زید کا باپ اس کا باپ ہے بلکہ یہ ثبوتِ نسب صرف زید کے اقرار پر ہی موقوف ہو۔

جس شخص کے بارے میں میت نے اقرار کیا اس کو''مقر له بالنسب علیٰ الغیر'' کہتے ہیں۔اس کو وراثت تب ملے گی جب میت کے ورثاء میں''مولیٰ الموالاۃ'' بھی نہ ہوں۔اقرار کرنے والا مذکورہ مثال میں زید''مِقِر''ہے،عمر''مقر له'' ہےاور زید کا باپ''مقر علیه''ہے۔

مقر له بالنسب علیٰ الغیر کے مستحق وراثت ہونے کی شرائط

(۱)جواقرارِ نسب،میت نے کیا ہے وہ شرعاً معتبر بھی ہو۔لہذا اگر ایسا اقرار کیا گیا جو معتبر ہی نہ ہو مثلاً کسی''معروف النسب''شخص کے بارے میں اقرار کیا یا ایسے''مجھول النسب''کے بارے میں اقرار کیا جو عمر میں اس میت کے باپ سے بڑا ہے یا برابر ہے تو اس سے اس کا''مقر له بالنسب علیٰ الغیر''ہونا ثابت نہیں ہوگا کیونکہ اس اقرار کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔

(۲)جس نسب کا میت نے اقرار کیا ہو وہ غیر کی طرف رجوع کرتا ہو۔لہذا اگر ایسا اقرار کیا جو اس کے غیر کی طرف رجوع نہیں کرتا بلکہ خود اس میت کی طرف رجوع کرتا ہے جیسے میت نے کسی''مجھول النسب''شخص (جو اتنی عمر کا ہے کہ اس کا بیٹا ہوسکتا ہے) کے بارے میں یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو اس اقرار سے اس کا''مقر له بالنسب علیٰ الغیر'' ہونا ثابت نہ ہوگا بلکہ اس صورت میں وہ حقیقی بیٹا قرار پائے گا اور بیٹوں کی طرح وراثت پائے گا۔

(۳)جس غیر کی طرف وہ نسب رجوع کرتا ہے اس غیر نے اس اقرار کو تسلیم نہ کیا ہو،لہذا اگر اس غیر نے اس اقرار کو تسلیم کرلیا تو وہ''مقر له بالنسب علیٰ الغیر''نہ ہوگا۔مثلاً میت نے جس شخص کے بارے میں کہا تھا کہ یہ میرا بھائی ہے میت کے باپ نے یہ تسلیم بھی کرلیا کہ جس کے بارے میں اس نے اپنا بھائی ہونے کا دعویٰ کیا ہے وہ واقعی میرا بیٹا ہے تو اس صورت میں بھی وہ مجہول النسب'' مقر له بالنسب علیٰ الغیر''نہ ہوگا بلکہ حقیقتاً بھائی ہوگا اور بھائیوں کی طرح میراث پائے گا۔

(۴)میت،جس نے اس''مجھول النسب''کے بارے میں اقرار کیا تھا وہ مرنے تک اس اقرار پر قائم رہا ہو۔لہذا اگر وہ قبل الموت اس اقرار سے پھر گیا تو وہ ''غیر''مقر له بالنسب علیٰ الغیر نہ ہوسکے گا۔

قوله...... ثمر الموصیٰ له بجمیع ماله الخ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۹)موصیٰ له بجميع ماله

یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں میت نے وصیت کی ہو کہ میرے مرنے کے بعد میرا سارا مال اس کو دے دیا جائے ایسے شخص کو" موصیٰ له بجميع ماله" کہتے ہیں۔ جب میت کے مذکورہ ورثاء میں سے کوئی بھی نہ ہو، تو احناف کے نزدیک اس کی تمام جائیداداس موصیٰ له (جس کے لئے میت نے جمیع مال کی وصیت کی ہو) کو دے دی جائے گی۔

قوله...... بيت المال الخ

(۱۰)بیت المال

اگر مذکورہ ورثاء میں سے کوئی بھی نہ پایا جائے تو پھر میت کا مال بیت المال میں بطور امانت رکھ دیا جائے گا اور یہ مال عام مسلمانوں کے لئے ہوگا لیکن یہاں پر یہ یاد رہے کہ یہ مال بطور وراثت نہیں رکھا جائے گا کیونکہ جو مال بطور وراثت رکھا جاتا ہے اس میں مذکر کو مؤنث کی بہ نسبت ڈبل حصہ ملتا ہے جبکہ بیت المال کا مال تمام مسلمانوں کے لئے برابر ہوتا ہے۔ بلکہ عامة المسلمين کے لئے یہ مال رکھا جائے گا اگر بطور وراثت ہوتا تو سب مسلمانوں کیلئے برابر نہ ہوتا بلکہ مرد کے لئے زیادہ اور عورت کے لئے کم ہوتا ۔جیسا کہ ذمی کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال بیت المال میں رکھا جاتا ہے اور عامة المسلمين اس میں برابر ہوتے ہیں۔

فصل فی الموانع

اَلْمَانِعُ مِنَ الْاِرْثِ اَرْبَعَةٌ اَلرِّقُّ وَافِرًا كَانَ اَوْنَاقِصًا وَالْقَتْلُ الَّذِىْ يَتَعَلَّقُ بِهٖ وُجُوْبُ الْقِصَاصِ اَوِالْكَفَّارَةُ وَاخْتِلَافُ الدِّيْنَيْنِ وَاخْتِلَافُ الدَّارَيْنِ اِمَّا حَقِيْقَةً كَالْحَرْبِىِّ وَالذِّمِّىِّ اَوْ حُكْمًا كَالْمُسْتَأمِنِ وَالذِّمِّىِّ اَوِ الْحَرْبِيَّيْنِ مِنْ دَارَيْنِ مُخْتَلِفَتَيْنِ وَالدَّارُ اِنَّمَا تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمَنَعَةِ وَالْمَلِكِ لِانْقِطَاعِ الْعَصْمَةِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ

ترجمہ

"حصولِ وراثت سے چار چیزیں رکاوٹ ہیں
(i) رقیت وافر ہو یا ناقص۔
(ii) وہ قتل جس سے قصاص یا کفارہ لازم ہوتا ہے۔
(iii) اختلاف دینین۔
(iv) اختلافِ دارین یا تو حقیقۃ ہو جیسے حربی اور ذمی یا حکماً ہو جیسے مستأمن اور ذمی یا دو مختلف ملکوں کے دو حربی۔فوج اور حکمران الگ الگ ہونے کی بنیاد پر مملکت الگ سمجھی جاتی ہے، کیونکہ ایک ملک کے باشندے کی حفاظت دوسرے ملک کے ذمہ نہیں ہوتی۔

قوله...... الموانع من الارث الخ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

موانع ارث

موانع، جمع ہے ''مانعة'' جوکہ مؤنث ہے مانع کی۔ ''مانع'' کا لغوی معنی ''حائل'' ہے۔ اور اصطلاحاً اس سے مراد وہ علت ہے جس کے کسی شخص میں پائے جانے کی وجہ سے وہ وراثت سے محروم ہوجائے۔ مطلب یہ کہ کچھ امور ایسے ہیں جن میں سے کوئی ایک بھی کسی انسان میں پایا جائے تو وہ وراثت سے محروم ہوجاتا ہے۔

مانع دو طرح کے ہوتے ہیں

(۱) مورو ثیت سے مانع

(۲) وارثیت سے مانع

مورو ثیت سے مانع وہ علت ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی شخص کا مال وراثت ہی نہ بن سکے۔ وہ علت ''نبوت'' ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا نورث ماتر کنا صدقة

''ہمارا مال وراثت نہیں ہوتا بلکہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے'' (۳۴)

اور دوسرا مانع ایسی علت ہے جس کی وجہ سے کوئی شخص وراثت کا حصہ پانے سے محروم ہوجائے۔ یہاں پر یہی قسم مراد ہے یہ چار طرح کے امور ہیں (۳۵)

قوله...... الرق وافرا کان اوناقصاالخ

نمبر(۱)۔۔۔۔رقیت (کسی کا مملوک یعنی غلام ہونا)

اصطلاح شرع میں اس ''عجز حکمی'' کو کہتے ہیں جو انسان کے ساتھ کفر کی وجہ سے قائم ہوتا ہے۔ یعنی غلام، حکم شرع کی وجہ سے ان تمام تصرفات سے محروم ہوتا ہے جو آزاد کرسکتا ہے۔ جیسے گواہی دینا اور حاکم بننا وغیرہ

رقیت کی اقسام

رقیت کی دو قسمیں ہیں۔

نمبر:۱۔ تامہ

نمبر:۲۔ ناقصہ

رقیت تامہ

کسی غلام میں پائی جانے والی ایسی غلامی جس کے ساتھ آزادی کا سبب اصلاً منعقد نہ ہوا ہو۔ جیسے خالص غلام

رقیت ناقصہ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کسی غلام میں پائی جانے والی ایسی غلامی جس کے ساتھ آزادی کا سبب منعقد ہوگیا ہو۔جیسے مدبر،مکاتب اورام ولد۔

مدبر

مدبر کی دوقسمیں ہیں۔

(i)مدبرمطلق۔

(ii)مدبرمقید۔

مدبرمطلق

ایسا غلام جس کی آزادی کواس کا آقا اپنی موت کے ساتھ معلق کردے اوراس میں کسی اوروصف یا شرط کی قید نہ لگائے ۔مثلاً آقا کہے: تومدبر ہے،میں نے تجھے مدبر کیا،تو میرے مرنے کے بعدآزاد ہے یااگرمیں مرجاؤں تو تُو آزاد ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ آقا نہ اس کو بیچ سکتا ہے، نہ کہیں رہن رکھواسکتا ہے اور نہ ہی اس کوکسی کے لئے ہبہ کرسکتا ہے۔

مدبرمقید

ایساغلام جس کی آزادی کواس کا آقا اپنی موت کے ساتھ معلق کردے اورساتھ ساتھ کسی وصف یا شرط کی قید بھی لگادے ۔مثلاً کہے :اگرمیں اِس مرض میں مرگیا یا اگرمیں اِس سفرمیں مرگیا تو تُو آزاد ہے ۔یونہی کسی بھی ایسی بات کے ساتھ مقید کردے جس میں وجودوعدم دونوں احتمال موجودہوتے ہیں۔

اس کاحکم یہ ہے کہ اگرآقااُسی حالت میں مراجس حالت کے ساتھ مرنے پرغلام کی آزادی مشروط کی تھی تواِس ''مقیدمدبر''کےجمیع احکام''مطلق مدبر'' کی طرح ہونگے ۔(۳۶)

مکاتب

وہ غلام ہے جس کوآقانے یہ کہہ رکھا ہوکہ تم اتنا مال مجھے دے دوتوتم آزاد ہو۔اس کاحکم یہ ہے کہ اگر وہ مقررہ مال اداکردے تو آزاد ہوجائے گا اور جب تک کل مال ادا نہ کردے گا، غلام ہی رہے گا۔ اور جب تک وہ غلام''بدلِ کتابت'' اداکرنے سے عاجز نہ ہوجائے آقا کیلئے اس کی بیع اور ہبہ وغیرہ ناجائز ہے۔

ام ولد

جب کوئی لونڈی اپنے آقاکے لئے بچہ پیداکرے اورآقااپنے سے اس کےنسب کا اقرارکرے تووہ لونڈی اس کی''ام ولد''ہوجاتی ہے۔

اس کاحکم یہ ہے کہ آقا نہ تواس کو بیچ سکتا ہے، نہ ہبہ کرسکتا ہے،اورنہ ہی کہیں رہن رکھواسکتا ہے۔(۳۷)

رِقیت کے مانع ارث ہونے کی علت

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۱) جو مطلقاً غلام ہوتا ہے وہ کسی بھی اعتبار سے مال کا مالک نہیں ہوتا یعنی جتنے بھی اسبابِ ملکیت ہیں ان میں سے کسی ایک کے ذریعے بھی وہ مال کا مالک نہیں بن سکتا۔

تو جس طرح وہ دیگر اسباب کے ذریعے مالک نہیں بن سکتا اسی طرح وہ سببِ وراثت کے ذریعے بھی مالک نہیں بن سکتا۔

(۲) غلام کے پاس جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ تمام اس کے آقا کی ملکیت ہوتا ہے۔ اب اگر ہم غلام کو اس کے اپنے اقرباء کا وارث قرار دیں تو اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ ہم نے اس کے آقا کو اس کے رشتہ داروں کے مال کا بلاوجہ وارث قرار دے دیا اور کسی اجنبی کو بلاوجہ مال کا وارث بنانا قطعاً باطل ہے۔ اسی طرح جو ''من وجہٍ'' آزاد ہے اور ''من وجہٍ'' غلام۔ تو اس کو بھی بمنزلہ غلام کے رکھتے ہیں کیونکہ بالآخر ہے تو وہ بھی غلام۔ کلی طور پر تو وہ بھی آزاد نہیں ہے۔ اس لئے اس کو بھی وارث قرار دینا درست نہیں ہوگا۔

قولہ......والقتل الذی یتعلق بہ الخ

نمبر۔۔۔۔۔(۲) قتل

کسی عاقل بالغ نے جان بوجھ کر ظلماً اپنے وارث کو قتل کر دیا تو وہ قاتل اپنے مورث کی وراثت سے محروم ہوجائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

القاتل لایرث

''قاتل (اپنے مقتول کی) وراثت نہیں پائے گا'' (۳۸)

قتل کی کل پانچ صورتیں ہیں لیکن ہر صورت میں قاتل اپنے مقتول کی وراثت سے محروم نہیں ہوتا بلکہ صرف ان صورتوں میں محروم ہوتا ہے جن میں قتل سے قصاص یا کفارہ لازم آتا ہے۔ یہ قتل چار قسم کا ہے۔

قتل کی اقسام

قتل کی 5 قسمیں ہیں۔ (i) قتل عمد (ii) قتل شبہ عمد (iii) قتل خطا (iv) قائم مقام خطا (v) قتل بالسبب

نمبر: 1۔ قتل عمد

کسی دھاری دار آلہ سے قصداً قتل کرنا۔ آگ سے جلا دینا بھی قتل عمد ہی ہے دھاردار آلہ مثلاً تلوار، چھری یا لکڑی اور بانس کی کھپچی میں دھار نکال کر قتل کیا۔ لوہے، تانبے اور پیتل وغیرہ کی کسی چیز سے قتل کیا تو اگر اس سے جرح یعنی زخم ہوا تو قتل عمد ہے مثلاً چھری، خنجر، تیر، نیزہ، بلم، وغیرہ کہ سب آلۂ جارحہ ہیں۔ گولی اور چھرے سے قتل ہوا یہ بھی اسی میں داخل ہے۔

''قتل عمد'' کا حکم یہ ہے کہ ایسا شخص نہایت گنہگار ہے کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔ قتل عمد کی سزا دنیا میں فقط ''قصاص'' ہے ہاں اگر اولیائے مقتول معاف کر دیں یا قاتل سے مال لے کر مصالحت کر لیں تو یہ بھی ہوسکتا ہے مگر بغیر مرضیِ قاتل اگر مال لینا چاہیں

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تونہیں ہوسکتا یعنی اگر قاتل قصاص کو کہے تو اولیائے مقتول اس سے مال نہیں لے سکتے۔قتل عمد میں قاتل کے ذمہ کفارہ واجب نہیں ۔(قاتل میراث سے محروم ہوجاتا ہے)

نمبر:2۔قتل شبہ عمد

قصداً قتل کرے مگر اسلحہ سے یا جو چیزیں اسلحہ کے قائم مقام ہوں ان سے قتل نہ کرے مثلاً کسی کو لاٹھی یا پتھر سے مار ڈالا۔

اس کا حکم یہ ہے کہ قتل کرنے والا گنہ گار ہے اس پر کفارہ واجب ہے اس کے عصبہ پر دیت مغلظہ واجب ہے۔(اس میں بھی قاتل میراث سے محروم ہوجاتا ہے)

نمبر3۔قتل خطاء

اس کی دوصورتیں ہیں۔ایک یہ کہ اس کے گمان میں غلطی ہوئی مثلاً اس کو شکار سمجھ کر قتل کیا اور یہ شکار نہ تھا بلکہ انسان تھا یا مرتد سمجھ کر قتل کیا حالانکہ وہ مسلم تھا۔دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے فعل میں غلطی ہوئی مثلاً شکار وغیرہ پر گولی چلائی اور لگ گئی آدمی کو۔یہاں انسان کو شکار نہیں سمجھا بلکہ شکار کو ہی شکار سمجھا اور شکار ہی پر گولی چلائی مگر ہاتھ بہک گیا گولی شکار کے نہیں لگی بلکہ آدمی کے لگ گئی۔قتل خطا کی ہی درج ذیل صورتیں بھی ہیں۔

(۱) نشانہ پر گولی لگ کر لوٹ آئی اور کسی آدمی کے لگ گئی۔

(۲) گولی نشانہ سے پار ہوکر کسی آدمی کے لگی۔

(۳) ایک شخص کو مارنا چاہتا تھا دوسرے کے لگی۔

(۴) ایک شخص کے ہاتھ میں مارنا چاہتا تھا لیکن گولی دوسرے کی گردن میں جا لگی۔

(۵) ایک شخص کو مارنا چاہتا تھا مگر گولی دیوار پر لگی پھر ٹکرا کر لوٹی اور اس کو لگ گئی۔

(۶) اس کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ کر کسی آدمی پر گری اور وہ مر گیا۔

قتل خطا کا حکم یہ ہے کہ قاتل پر کفارہ واجب ہے اور اس کے عصبہ پر دیت واجب ہے۔قتل خطا کی دونوں صورتوں میں اس کے ذمہ گناہ نہیں۔یہ تو ضرور گناہ ہے کہ ایسے آلہ کے استعمال میں اس نے بے احتیاطی برتی ،جبکہ شریعت کا حکم ہے کہ ایسے موقعوں پر احتیاط سے کام لینا چاہئے۔(اس قتل میں بھی قاتل میراث سے محروم ہوجاتا ہے)

نمبر4۔قائم مقام خطا

جیسے کوئی شخص سوتے میں کسی پر گر پڑا اور یہ مر گیا،اسی طرح چھت سے کسی انسان پر گرا اور جس پر گرا وہ مر گیا۔

قتل کی اس صورت کے بھی وہی احکام ہیں جو قتل خطا کے ہیں۔یعنی قاتل پر کفارہ واجب ہے اس کے عصبہ پر دیت۔(اس قتل میں بھی قاتل میراث سے محروم ہوگا) اس میں بھی قتل کرنے کا گناہ نہیں مگر یہ گناہ ہے کہ ایسی بے احتیاطی کی جس سے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایک انسان کی جان ضائع ہوئی۔

نمبر:5۔قتل بالسبب

جیسے کسی شخص نے دوسرے کی ملکیتی زمین میں کنواں کھدوایا یا پتھر رکھ دیا یا راستہ میں لکڑی رکھ دی اور کوئی شخص کنویں میں گر کر یا پتھر وغیرہ یا لکڑی سے ٹھوکر کھا کر مر گیا۔اس قتل کا سبب وہ شخص ہے جس نے کنواں کھدوایا تھا اور پتھر اور لکڑی وغیرہ رکھی تھی۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے عصبہ کے ذمہ دیت ہے قاتل پر کفارہ ہے نہ قتل کا گناہ۔ ہاں یہ گناہ ضرور ہے کہ پرائی ملک میں کنواں کھودایا وہاں پتھر رکھا۔(٣٩)

نوٹ

قتل کی مذکورہ صورتوں میں سے پہلی صورت میں قصاص اور اگلی تین میں کفارہ اور دیت واجب ہوتی ہے اس لئے ان چاروں صورتوں میں قاتل وراثت سے محروم ہوجاتا ہے اور یاد رہے کہ قتل کی جن صورتوں میں قصاص یا کفارہ لازم نہیں ہوتا ان صورتوں میں قاتل وراثت سے محروم بھی نہیں ہوتا خواہ قتل عمد ہی کیوں نہ ہو۔مثلاً

(١) غیر مکلّف سے قتل ہوا۔

(٢) کسی کو حق کے مطابق قتل کیا مثلاً قاضی نے کسی کے قتل کا فیصلہ کیا۔

(٣) کسی عذر کی وجہ سے قتل کیا مثلاً شوہر نے اپنی بیوی کو کسی مرد کے ساتھ زنا میں ملوث پایا اور دونوں کو قتل کر دیا۔یا کسی نے اپنی محرمہ عورت کو کسی مرد کے ساتھ زنا میں ملوث پایا تو اس کو قتل کر دیا۔یونہی اپنی ذات یا اپنے مال کے بچاؤ کے لئے قتل کیا (جبکہ قتل کے سوا بچاؤ کی کوئی اور صورت نہ ہو)۔

مذکورہ تمام صورتوں میں اگرچہ قتل جان بوجھ کر ہوا لیکن چونکہ ان میں سے کسی صورت میں بھی کفارہ یا قصاص لازم نہیں ہے اس لئے قاتل میراث سے محروم نہیں ہوگا۔(٤٠)

قولہ ......واختلاف الدينين الخ

نمبر٣۔۔۔۔۔۔۔اختلاف دینین

وارث اور موروث کے درمیان اسلام اور کفر کا فرق ہو۔ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ کوئی مسلمان کسی کافر کا اور کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولن يجعل الله للكافرين علىٰ المومنين سبيل

اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔(٤١)

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ حدیث شریف بھی ہے :

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَايَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَاالْكَافِرُ الْمُسْلِمَ

''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا اور کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں بن سکتا'' (۴۲)

کسی کافر کے مسلمان کا وارث ہونے کا حکم

کوئی کافر کسی مسلمان کی وراثت نہیں پاسکتا اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا

''اوراللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا'' (ترجمہ کنز الایمان)

اوراگر کافر کو میراث دیتے ہیں تو گویا کہ کافر کو مومن پر سبیل دے دی ۔

مسلمان کافر کی وراثت پاسکتا ہے یا نہیں

شوافع کا مذہب

شوافع کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان کو کافر کی وراثت ملے گی اور حضرت معاذ بن جبل ، معاویہ بن سفیان، حسن بصری، محمد بن حنفیہ، محمد بن علی بن حسین اور مسروق بھی اسی مؤقف کے قائل ہیں ۔ (۴۳)

دلیل

قیاس یہ ہے کہ مسلمان کافر سے وراثت پائے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

اَلاِسْلَامُ يَعْلُوْ وَلَايُعْلٰى

''اسلام غالب آتا ہے مغلوب نہیں ہوتا''

اور غلبے کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان کافر کی وراثت پائے اور کافر مسلمان کی وارثت نہ پائے ۔

جمہور کا مذہب

احناف اور جمہور فقہاء کرام کے نزدیک مسلمان ، کافر کا وارث نہیں بن سکتا۔ کیونکہ دونوں کی ملتیں الگ الگ ہیں ۔

جمہور کی طرف سے حدیث کا جواب

(۱) حدیث میں ''علو'' سے مراد ''نفس اسلام'' ہے اس لئے اگر من وجہ علو ثابت نہ بھی ہو تو یہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۲) علو سے مراد علو من حَيْثُ الْحُجَّةِ ہے یعنی جہاں حجت اور دلائل کی بات ہوگی وہاں اسلام ہی غالب ہوگا۔
(۳) علو سے مراد یہ ہے کہ بالآخر اور انجام کار فتح ونصرت اسلام ہی کی ہوگی ۔
(۴) علو سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں میں نصرت وکامرانی اسلام ہی کو ہوگی ۔

اعتراض

جب ملتوں کے الگ ہونے کی بنیاد پر مسلمان، کافر کی کی وراثت نہیں پاسکتا تو مسلمان، مرتد کی وراثت کیوں پاتا ہے؟ کیا ان کی ملتیں مختلف نہیں ہیں؟

جواب

مسلمان جو اس کی وراثت پاتا ہے وہ اس کے زمانہ اسلام کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے فرمایا ہے: مرتد نے زمانہ اسلام میں جو کچھ کمایا وہ وراثت میں تقسیم کیا جائے گا۔ اور جو حالت ارتداد میں کمایا وہ مالِ فئے ہے۔ یہ مسلمانوں کے نفع کے لئے بیت المال میں رکھا جائے گا۔ صاحبین فرماتے ہیں: حالت اسلام کا کسب اور حالت ارتداد کا کسب دونوں مال اس کے ورثاء کے لئے ہونگے کیونکہ اس نے جو اعتقاد اپنایا ہوا ہے اس پر اس کو دوام نہیں ہے بلکہ اس کو اسلام میں لوٹ آنے پر مجبور کیا جائے گا اس لئے اس کے حق میں حکم اسلام ہی کا معتبر ہوگا۔ (۴۵)

تمام کفار آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوسکتے ہیں یا نہیں

مالکیہ کا مذہب

فقہاء مالکیہ کے نزدیک جن کفار کا مذہب یہودیت ونصرانیت کے علاوہ ہے، وہ تو ایک دوسرے کے وارث ہونگے لیکن جو یہودیت اور نصرانیت کے اعتبار سے الگ الگ ہیں ان کو ایک دوسرے کی وراثت نہیں ملے گی یعنی کہ کوئی یہودی کسی نصرانی کا اور کوئی نصرانی کسی یہودی کا وارث نہیں ہوسکتا، اسی طرح یہودی ونصرانی میں سے کوئی بھی کسی مشرک اور مجوسی کا وارث نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی مشرک ومجوسی کسی یہودی یا نصرانی کا وارث بن سکتا ہے۔

احناف، شوافع اور حنابلہ کا مذہب

فقہائے احناف، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک تمام کفار ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں کیونکہ تمام کفر ایک ہی ملت ہے

نمبر۴۔۔۔۔۔۔اختلاف دارین

اگر دو آدمیوں کا ملک مختلف ہو اور ان دونوں کے درمیان صلح اور معاھدہ نہ ہو یعنی کہ ایک ملک کا باشندہ دوسرے ملک میں محفوظ نہ ہو، تو وہ بھی ایک دوسرے کی وراثت سے محروم ہوجاتے ہیں۔ یہاں پر یہ بات یاد رہے کہ مسلمان کا وارث خواہ دنیا

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے کسی بھی خطہ میں رہتا ہو ان کے درمیان اگر چہ بعد المشر قین ہو اس کے باوجود بھی وہ ایک دوسرے کے وارث ہونگے یہ مانعِ ارث ،صرف غیر مسلم کے لئے ہے۔

اختلاف مملکت کی ممکنہ صورتیں

ملک کے اختلاف کی دوصورتیں ہوسکتی ہیں۔

(i)اختلاف حقیقی جیسے ایک شخص ذمی ہو اور جزیہ دے کر مسلمانوں کے ملک میں رہتا ہو اور اس کا رشتہ دار **دار الحرب** میں رہتا ہو تو یہ اختلاف دارین حقیقی ہے۔چنانچہ جب کوئی حربی **دار الحرب** میں مرجائے اور اس کا کوئی وارث دارالاسلام میں ہو یا ذمی **دار الاسلام** میں مرجائے اوراس کا کوئی وارث **دار الحرب** میں ہو تو ان میں سے کوئی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوسکتا کیونکہ ذمی **دار الاسلام** والوں میں سے ہے اور حربی **دار الحرب** والوں میں سے ۔تو یہ دونوں اگر چہ باعتبار ملت کے تو متحد ہیں لیکن حقیقتاً تباین دارین کی وجہ سے ان کے درمیان ولایت منقطع ہوچکی ہے اس لئے وراثت بھی منقطع ہوگی جس کی بنیاد ولایت پر ہی ہوتی ہے۔

(ii)اختلاف دارین حکمی جیسا کہ **دار الاسلام** میں ایک **مستامن** اوراس کا باپ یا بیٹا اسی ملک میں ذمی ہو۔تو یہ دونوں اگر چہ **حقیقتاً** تو ایک ملک میں رہ رہے ہیں لیکن حکماً یہ دونوں مختلف ممالک کے شمار ہونگے۔اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

(۱) مستامن کو **حکماً** دارالحرب کا باشندہ قرار دیا جائے گا کیونکہ اس کا وطن اصلی **دار الحرب** ہے وہ دارالاسلام میں تو کسی عارضی غرض کی وجہ سے امان لے کر آیا ہے۔

(۲) اگر اس کو کوئی قتل کرڈالے تو اس پر قصاص لازم نہیں ہے اور کوئی شخص اس کا مال چوری کرلے تو اس پر قطع ید کی حد نافذ نہیں کی جائے گی۔

(۳) یہ لوٹ کر **دار الحرب** جانے پر بھی قادر ہے حالانکہ قانون یہ ہے کہ جو شخص دارلاسلام کو اپنا وطن بنالیتا ہے پھر اس کو **دار الحرب** میں جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

(۴) اس کے دارالاسلام میں آنے سے اس کی بیوی اس کے نکاح سے نہیں نکلتی اوراس کا اپنے دارالحرب میں رہنے والے رشتہ داروں کے ساتھ سلسلہ توارث بھی قائم رہتا ہے۔جبکہ ذمی نے **دار الاسلام** کو مستقل طور پر اپنا وطن بنالیا ہے۔

چنانچہ اگر مستامن مرجائے اور **دار الاسلام** میں اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال **بیت المال** میں نہیں رکھا جائے گا بلکہ اس کا مال اس کے ان وارثوں کے لئے روک کر رکھا جائے گا جو **دار الحرب** میں موجود ہیں۔کیونکہ مستامن اگر چہ مرگیا لیکن اس کے مال میں امان کا حکم باقی ہے۔اوراس کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کا مال کے اس کے ورثاء تک پہنچادیا جائے اس لئے اس کا مال **بیت المال** میں نہیں رکھا جائے گا۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دوسری مثال یہ ہے کہ دومختلف ممالک کے دوحربی۔اس مثال میں دواحتمال ہیں۔

(۱)دومختلف ملکوں کے دوحربی اپنے اپنے ملک میں رہتے ہوں۔

اس احتمال پراعتراض وارد ہوتا ہے کہ پھرتو یہ حقیقی طور پراختلاف دارین ہوا تو اس کوحکماً سے پہلے **حقیقتاً** کے تحت پیش کرنا چاہئے تھا۔اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ الگ الگ ملکوں میں رہنے والے ہیں لیکن چونکہ کفرسب کا سب ایک ہی ملت ہے،اس لئے ان میں حقیقی اختلاف دارین تو ہوہی نہیں سکتا بلکہ ان میں صرف اختلاف دارین حکمی ہی ہوگا۔

لیکن اس جواب پر پھراعتراض وارد ہوتا ہے کہ کفرملت واحدہ ہے یہ خودایک امرحکمی ہے جب کہ **حقیقتا** کفرمختلف ملتوں پرمشتمل ہے یہ مختلف ملتوں پرمشتمل ہوناان کے تمام ملکوں کا ایک ملک ہونے کا تقاضانہیں کرتا بلکہ حکماایک ملک قراردیا گیا ہے اس لئے مذکورہ مثال میں یہ احتمال درست نہیں ہے۔

(۲)دومختلف ملکوں کے دوحربی امان لے کر **دار الاسلام** میں رہتے ہوں۔یہ دونوں اگرچہ **حقیقتاً** ایک ہی ملک میں رہ رہے ہیں لیکن **حکما** یہ دومختلف ملکوں کے باشندے ہیں۔

اس مثال کواس معنی پرمحمول کرنے پرعبارت میں بھی ایک اشارہ موجود ہے۔وہ یہ کہ ماتن نے کہا ہے''**من دارین**'' یہ نہیں کہا''**فی دارین**''تواس عبارت سے بھی اشارہ ملتا ہے کہ ان کا''تعلق''دومختلف ملکوں سے ہو۔نہ کہ موجودہ وقت میں وہ مختلف ملکوں میں رہتے ہوں۔

المختصر یہ کہ دونوں حربی اگراپنے اپنے ملکوں میں ہوں توان میں **اختلاف دارین** حقیقی ہوگا اوراگرایک ہی دارالاسلام میں ہوں توان میں **اختلاف دارین** حکمی ہوگا۔کیونکہ **فی الوقت** اگرچہ یہ ایک دارالاسلام میں رہتے ہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ ان ملکوں کے باشندے ہیں جہاں سے یہ اس دارالاسلام میں آئے ہیں اورامان لے کر رہ رہے ہیں ۔چنانچہ ان میں سے اگرکوئی ایک مرجائے تو دوسرا اس کاوارث نہیں ہوسکتا،البتہ اگریہیں رہتے ہوئے ذمی ہوجائیں توان میں سلسلہ وراثت جاری ہوگا۔

نوٹ:

جب دوحربی رشتہ دارایک ہی ملک سے دارالاسلام میں امان لے کررہ رہے ہوں توان میں سلسلہ توارث ہوگا۔نیز یہ کہ جب 2**مستامن** ایک ہی ملک کے ہوں توان میں سے بعض کی دیگربعض کے حق میں گواہی قبول ہوگی اسی طرح وراثت کاحکم ہوگا کیونکہ شہادت اوروراثت دونوں ہی باب ولایت سے تعلق رکھتے ہیں ۔توجہاں پر یہ اختلاف دارین پایاجائے گا وہاں وراثت کے احکام نہیں ہونگے ہاں ایسے دوملک جن کا آپس میں معاہدہ ہواوردفاعی تعاون پر معاہدہ ہوتوایسے دوملکوں کے باشندے آپس میں وراثت پائیں گے۔

اختلاف دارین کے مانع ارث ہونے یانہ ہونے میں شوافع کا مذہب

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آپ کے نزدیک اختلاف دارین، وراثت سے مانع نہیں ہے۔(۴٦)

اختلاف دارین کے مانع ارث ہونے یا نہ ہونے میں احناف کا مذہب

ہمارے نزدیک '' اختلاف دارین'' کفار کے درمیان وجہ ممانعت ارث ہے مسلمانوں کے لئے مانع نہیں ہے، کیونکہ دارالاسلام '' دارالاحکام'' ہے اس لئے لشکر اور ملک کے اختلاف کے باوجود ان کے درمیان دار مختلف نہیں ہوگا کیونکہ حکمِ اسلام ان سب کو یکجا کر دیتا ہے۔(۴۷)

اعتراض

یہ کہنا کہ '' اختلاف دارین'' کا وراثت سے مانع ہونا صرف کفار کے ساتھ خاص ہے، غلط ہے کیونکہ جب کوئی دارالحرب میں اسلام قبول کرلے اور اس کا ایک مسلمان بیٹا دارالاسلام میں ہو، ان میں سے کوئی ایک بھی مرجائے تو دوسرا اس کا وارث نہیں بن سکتا اس پر تمام کا اتفاق ہے۔ یونہی جب دونوں باپ بیٹا دارالحرب میں اسلام قبول کرلیں اور ان میں سے ایک ہجرت کر کے دارالاسلام میں آجائے تو ان میں سے جو مسلم ہجرت کر کے دارالاسلام میں نہیں آیا وہ آجانے والے کی وراثت کا حقدار نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَالَكَ مِنْ وَّلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوا

'' اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہیں ان کا ترکہ کچھ نہیں پہنچتا'' (۴۸)

اور قاضی بیضاوی نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہاں پر ولایت سے مراد ولایت فی المیراث ہے۔(۴۹)

جواب

اس سے مراد یہ تھا کہ صفتِ کلیہ کے ساتھ یعنی تمام صورتوں میں اختلاف دارین مانع ہو تو یہ کفار کے ساتھ خاص ہے البتہ جزوی طور پر یہ کبھی کبھی مسلمانوں کے لئے بھی مانع ہوسکتا ہے یعنی کفار کے لئے تو ہمیشہ ہی اختلاف دارین مانع ہے جبکہ مسلمان کے لئے ہمیشہ نہیں بلکہ کبھی کبھی مانع ہے۔ مثلاً ہمارے ملک میں رہنے والے مسلمان دارالحرب میں مستامن کے ساتھ وراثت پائے گا۔ یہاں اختلاف دارین مانع نہیں ہے اور جب دو مسلمان دارالحرب میں اسلام لائے ہوں اور ان میں سے ایک ہجرت کر کے دارالاسلام میں آجائے اور دوسرا نہ آئے تو ان میں سلسلہ توارث نہیں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ کفار کے ساتھ تخصیص یہ ہے کہ تمام صورتوں میں اختلاف دارین مانع عن الارث ہو یہ کفار کے ساتھ خاص ہے مسلمانوں کے لئے یہ ہمیشہ مانع نہیں ہے بلکہ کبھی مانع ہوتا ہے اور کبھی مانع نہیں ہوتا۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بَابُ مَعْرِفَةِ الْفُرُوْضِ وَمُسْتَحِقِّيْهَا

اَلْفُرُوْضُ الْمُقَدَّرَةُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى سِتَّةٌ اَلنِّصْفُ وَ الرُّبُعُ وَالثُّمُنُ وَالثُّلُثَانِ وَالثُّلُثُ وَ السُّدُسُ عَلٰى التَّضْعِيْفِ وَالتَّنْصِيْفِ وَاَصْحَابُ هٰذِهِ السِّهَامِ اثْنَا عَشَرَنَفْرًا اَرْبَعَةٌ مِّنَ الرِّجَالِ وَهُمُ الاَبُ وَالْجَدُّ الصَّحِيْحُ وَهُوَ اَبُ الاَبِ وَاِنْ عَلَا وَالاَخُ لِاُمٍّ وَالزَّوْجُ وَثَمَانٍ مِنَ النِّسَاءِ وَهُنَّ الزَّوْجَةُ وَالْبِنْتُ وَبِنْتُ الابْنِ وَاِنْ سَفِلَتْ وَالاُخْتُ لِاَبٍ وَاُمٍّ والاُخْتُ لِاَبٍ وَالاُخْتُ لِاُمٍّ والاُمُّ وَالْجَدَّةُ الصَّحِيْحَةُ وَهِيَ الَّتِي لَايَدْخُلُ فِي نِسْبَتِهَا اِلٰى الْمَيِّتِ جَدٌّ فَاسِدٌ اَمَّا الاَبُ فَلَهٗ اَحْوَالٌ ثَلَاثٌ اَلْفَرْضُ الْمُطْلَقُ وَهُوَ السُّدُسُ وَذٰلِكَ مَعَ الابْنِ اَوِ ابْنِ الابْنِ وَاِنْ سَفِلَ وَالْفَرْضُ وَالتَّعْصِيْبُ مَعًا وَذٰلِكَ مَعَ الابْنَةِ اَوْ ابْنَةِ الابْنِ وَاِنْ سَفِلَتْ وَالتَّعْصِيْبُ الْمَحْضُ وَذَالِكَ عِنْدَ عَدَمِ الْوَلَدِ وَوَلَدِ الابْنِ وَاِنْ سَفِلَ وَالْجَدُّ الصَّحِيْحُ كَالاَبِ اِلَّا فِي اَرْبَعِ مَسَائِلَ وَسَنَذْكُرُهَا فِي مَوَاضِعِهَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيَسْقُطُ الْجَدُّ بِالاَبِ لِاَنَّ الاَبَ اَصْلٌ فِي قَرَابَةِ الْجَدِّ اِلٰى الْمَيِّتِ وَالْجَدُّ الصَّحِيْحُ هُوَ الَّذِي لَاتَدْخُلُ فِي نِسْبَتِهٖ الٰى الْمَيِّتِ اُمٌّ وَاَمَّا لِاَوْلَادِالاُمِّ فَاَحْوَالٌ ثَلَاثٌ اَلسُّدُسُ لِلْوَاحِدِ وَالثُّلُثُ لِلاثْنَيْنِ فَصَاعِدًا ذُكُوْرُهُمْ وَاُنَاثُهُمْ فِي الْقِسْمَةِ وَالاسْتِحْقَاقِ سَوَاءٌ وَيَسْقُطُوْنَ بِالْوَلَدِ وَوَلَدِ الابْنِ وَاِنْ سَفِلَ وَبِالاَبِ وَالْجَدِّ بِالاتِّفَاقِ وَاَمَّا لِلزَّوْجِ فَحَالَتَانِ اَلنِّصْفُ عِنْدَ عَدَمِ الْوَلَدِ وَوَلَدِ الابْنِ وَاِنْ سَفِلَ

ترجمہ

''کتاب اللہ میں مقررہ ''حصص'' 6ہیں۔ نصف(1/2)،ربع(1/4)،ثمن (1/8)،ثلثان(2/3)، ثلث (1/3)اورسدس(1/6)(ان کو)تضعیف اورتنصیف کے طور پر(ذکر کیاجاتا ہے)ان حصص کے پانے والوں کی تعداد12ہے جن میں سے 4مرد ہیں باپ ،جد صحیح ، اوروہ باپ کا باپ ہوتاہے اوراخیافی بھائی اورشوہراور8عورتیں ہیں بیوی،بیٹی،پوتی اگرچہ نیچے تک ہو،عینی بہن ،علاتی بہن ،اخیافی بہن،ماں،جدہ صحیحہ یہ وہ ہے کہ میت کی طرف نسبت میں کوئی جد فاسد داخل نہ ہو۔باپ کے تین حال ہیں (نمبر۱)فرض مطلق اوروہ سدس (1/6)ہےاور یہ حالت بیٹے یاپوتے اگرچہ نیچے تک ہوں کے ہمراہ ہے اور(نمبر۲)فرض مع التعصیب ہےاور یہ بیٹی ،پوتی اگرچہ نیچے تک ہو کے ہمراہ ہےاور(نمبر۳)تعصیبِ محض ہےاور یہ نیچے تک کسی قسم کی کوئی اولادنہ ہونے کی صورت میں ہےاورجد صحیح کےاحوال باپ ہی کی طرح ہیں سوائے چار مسائل کے ان کا تذکرہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے مقامات پرکریں گے ۔اوردادا،باپ سے ساقط ہوجاتا ہے کیونکہ دادا کی میت کے ساتھ رشتہ داری میں اصل'' باپ'' ہےاورجدِ صحیح وہ ہے کہ میت کی طرف نسبت میں ماں داخل نہ ہواور ماں کی اولاد (اخیافی بہن بھائی)کے تین احوال ہیں(نمبر۱) سدس (1/6) ایک کے لئے ،(نمبر۲)ثلثان(2/3) دو اور اس سے زیادہ کے لئے یہ (اخیافی اولاد)تقسیم اور استحقاق میں مذکراورمؤنث سب برابر ہوتے ہیں ۔اور(نمبر۳)یہ اولاداور بیٹے کی اولاداگرچہ نیچے تک ہوں سے ساقط ہوجاتے ہیں اورباپ اوردادا سے بالاتفاق ساقط ہوجاتے ہیں۔ شوہر کے دوحال ہیں(نمبر۱) نصف (1/2)جب کہ اولادنہ ہواور بیٹے کی اولادنیچے تک نہ ہو۔اور(نمبر۲)ربع (1/4)اولاد کے ساتھ اور بیٹے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی اولاد کے ساتھ۔

قولہ ......الفروض المقدرۃالخ

فروض

وہ حصص جوشریعت کی طرف سے مقرر ہیں ان کو''فروض'' کہاجاتا ہے۔اور جوورثاء ان مقررہ حصوں کو پانے والے ہیں وہ''اصحاب فرائض''یا''ذوی الفروض'' کہلاتے ہیں۔یہ فروض 6 ہیں۔

۱۔نصف............ (1/2)
۲۔ربع............ (1/4)
۳۔ثمن............ (1/8)
۴۔ثلثان............ (2/3)
۵۔ثلث............ (1/3)
۶۔سدس............ (1/6)

یہ 2انواع ہیں ۔ اوران دونوں نوعوں میں مذکورہ ترتیب، بطور''تنصیف'' ذکر کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے پہلے(نصف) کونصف کریں تو دوسرا(ربع) حاصل ہوجاتا ہے اور دوسرے(ربع) کونصف کریں تو تیسرا(ثمن)حاصل ہوجاتا ہے۔ یونہی دوسری نوع میں پہلے(ثلثان) کونصف کریں تو دوسرا(ثلث)حاصل ہوتا ہے اور دوسرے(ثلث) کونصف کریں تو تیسرا(سدس) حاصل ہوجاتا ہے۔یہ طریقہ''تنصیف'' کا ہے۔

اوراگرانہی انواع کوبطور''**تضعیف**''ذکرکریں تو ترتیب یوں ہوگی

(ثمن،ربع،نصف)(سدس،ثلث،ثلثان)

تضعیف کا مطلب یہ ہے کہ ایک کوڈبل کریں تو اس سے اگلے والا حاصل ہوجائے۔مثلاً پہلی نوع کے ثمن(1/8)کوڈبل کریں تو اس سے اگلا''ربع''(1/4) حاصل ہوگا ربع(1/4) کو ڈبل کریں تو اس سے اگلا''نصف''(1/2) حاصل ہوگا۔اسی طرح دوسری نوع میں''سدس''(1/6)کوڈبل کریں تو ثلث(1/3)اورثلث(1/3) کوڈبل کریں تو ثلثان(2/3) حاصل ہوگا ۔یہ طریقہ''تضعیف'' کا ہے

قرآن پاک کے مقررکردہ حصص کی تفصیل

نصف اوراس کے مستحقین

اس کے مستحق پانچ افراد ہیں۔

(۱)......شوہر۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۲)......بیٹی۔

(۳)......پوتی۔

(۴)......عینی بہن۔

(۵)......علاتی بہن(باپ شریک بہن)۔

قران کریم میں نصف کا ذکر

نصف کا ذکر قرآن کریم میں تین مقامات پر ہوا ہے۔

نمبر(۱)وان كانت واحدة فلها النصف

اگر ایک لڑکی ہوتو اس کا آدھا''(۵۰)

نمبر(۲)وَلَكُمْ نِصْفُ مَاتَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ

''اور تمہاری بی بیاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا اگر ان کی اولاد نہ ہو''(۵۱)

نمبر(۳)وَاِنِ امْرُءٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌوَّلَهٗ اُخْتٌ فَلَهَانِصْفُ مَاتَرَكَ

''اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے''

(اس مقام پر مفسر شہیر صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر وہ سگی یا باپ شریک ہوں)

ربع اور اس کے مستحقین

اس کے مستحق دو افراد ہیں۔

(۱)......شوہر۔

(۲)......بیوی۔

قرآن کریم میں ربع کا ذکر

ربع کا تذکرہ قرآن کریم میں دو مقامات پر ہوا ہے۔

نمبر(۱)**فان كان لهن ولد فلكم الربع مماتركن**

پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے۔(۵۲)

نمبر(۲)وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ

''اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو''

ثمن اور اس کے مستحقین

اس کی حقدار صرف بیوی ہوتی ہے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قرآن کریم میں ثمن کا ذکر:

ثمن کا ذکر قرآن کریم میں صرف ایک مقام پر آیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّاتَرَكْتُمْ

''پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں''(۵۴)

ثلثان اوراس کے مستحقین

اس کے مستحق چار افراد ہوتے ہیں۔

(۱)......دو یا دو سے زیادہ زیادہ بیٹیاں۔

(۲)......دو یا دو سے زیادہ پوتیاں۔

(۳)......دو یا دو سے زیادہ عینی بہنیں۔

(۴)......دو یا دو سے زیادہ علاتی بہنیں۔

قرآن کریم میں ثلثان کا ذکر

اس کا ذکر قرآن کریم میں دو جگہ پر آیا ہے:

نمبر(۱)فَاِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَاتَرَكَ ۱؎

''پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دوتہائی''

نمبر(۲)

فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّاتَرَكَ

''پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دوتہائی''(۵۵)

ثلث اوراس کے مستحقین

اس حصہ کے حقدار دو افراد ہوتے ہیں۔

(۱)......ماں۔

(۲)......اخیافی بہن بھائی۔

قرآن کریم میں ثلث کا ذکر

اس کا ذکر بھی قرآن کریم میں دو جگہ پر آیا ہے:

نمبر(۱)فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۳؎

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی'' (۵۶)
نمبر (۲) فَاِنْ كَانُوا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ
''پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں'' (۵۷)

سدس اور اس کے مستحقین

اس کے حقدار سات افراد ہوتے ہیں۔

(۱)......باپ۔
(۲)......دادا۔
(۳)......ماں۔
(۴)......دادی۔
(۵)......پوتی۔
(۶)......علاتی بہن۔
(۷)......اخیافی بہن، اخیافی بھائی (یعنی ماں شریکی بہن بھائی)۔

قرآن پاک میں سدس کا ذکر

یہ قرآن کریم میں تین مقام پر مذکور ہے۔
نمبر (۱) وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ
''اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا'' (۵۸)
نمبر (۲) فَاِنْ كَانَ لَهٗ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ
''پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا'' (۵۹)
نمبر (۳): اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ
''اور اگر کسی ایسے مرد کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا'' (۶۰)

فرضی حصہ پانے والوں کی فہرست

قرآن کریم میں بیان کئے گئے ان سہام کے حق دار بارہ قسم کے لوگ ہیں۔ جن میں سے 4 مرد اور 8 عورتیں ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱)......شوہر۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۲)......باپ۔
(۳)......دادا۔(جدِ صحیح)
(۴)......اخیافی بھائی۔
(۵)......بیوی۔
(۶)......بیٹی۔
(۷)......پوتی۔
(۸)......عینی بہن۔(یعنی جن کا باپ بھی ایک ہواور ماں بھی ایک)
(۹)......علاتی بہن۔(جن کا باپ ایک ہولیکن مائیں الگ ہوں)
(۱۰)......اخیافی بہن۔(جن کی ماں ایک ہولیکن باپ الگ ہوں)
(۱۱)......ماں۔
(۱۲)......جدہ صحیحہ(جدہ صحیحہ کی تعریف آگے آرہی ہے)

ذوی الفروض کی تقسیم

ذوی الفروض کی دوقسمیں ہیں۔
(i)......**ذوی الفروض نسبی** ۔
(i)......**ذوی الفروض سببی**۔

ذوی الفروض نسبی

نسب کی وجہ سے فرضی حصہ پانے والے لوگ ''ذوی الفروض نسبی'' کہلاتے ہیں۔
یہ 10 قسم کے لوگ ہیں، مذکورہ اہل فروض میں سے ''زوجین'' کے علاوہ باقی سب ''**ذوی الفروض نسبی**'' ہیں۔

ذوی الفروض سببی

سببِ نکاح کی بناء پر حصہ وراثت پانے والے لوگ ''ذوی الفروض سببی'' کہلاتے ہیں۔ یہ 2افراد ہیں۔
(i) شوہر۔
(i) بیوی۔
ان کو''**ذوی الفروض سببی**''اس لئے کہتے ہیں کہ ان کو فرضی حصہ ''نسب'' کی وجہ سے نہیں ملتا بلکہ نکاح کے ''سبب'' سے ملتا ہے۔

نوٹ: **ذوی الفروض نسبیہ**، اہل رد میں سے ہیں۔یعنی کہ بچا ہوا ترکہ جب ذوی الفروض کو دوبارہ دیا جائے گا تو صرف ''ذوی الفروض النسبیہ'' کو ملے گا۔اب کی بار ذوی الفروض سببیہ (زوجین) کو نہیں ملے گا اس کی وجہ پیچھے گزر گئی۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جدۂ صحیحہ

وہ دادی جس کی نسبت میت کی طرف کرتے ہوئے ''جد فاسد'' واسطہ نہ بنے۔ مثلاً باپ کی ماں اور باپ کے باپ کی ماں ''جدہ صحیحہ'' ہے اسی طرح ماں کی ماں (نانی) اور ماں کی ماں کی ماں (نانی کی ماں) علیٰ ہذا القیاس اوپر تک سب ''جداتِ صحیحہ'' ہیں

جدفاسد

وہ دادا جس کی نسبت میت کی طرف کسی ''ام'' (ماں) کے واسطے سے ہو۔ بالفاظ دیگر یوں کہیں کہ اس کی نسبت میت کی طرف کرتے ہوئے کوئی عورت واسطہ بنے۔ جیسے نانا۔ پھر اس ''فاسد دادا'' کے واسطے جو شخص بھی میت کے ساتھ نسبت رکھے گا وہ بھی فاسد ہوگا۔ کیونکہ اس نے بذریعہ فاسد نسبت حاصل کی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جو باپ کے سلسلہ والی ہیں جن میں ماں واسطہ نہیں بنتی۔ وہ ''جدہ صحیحہ'' ہے۔ جیسے

- باپ کی ماں (دادی)۔
- باپ کے باپ کی ماں (پردادی)۔
- باپ کے باپ کے باپ کی ماں (پردادا کی ماں)۔
- اوپر جہاں تک بھی ہوسب دادیاں (جداتِ صحیحہ) ہی ہیں۔

اور جو ماں کے سلسلہ والی ہیں خواہ میت کی ماں کے سلسلہ والی ہوں یہ بھی جدہ صحیحہ ہیں۔ جیسے:

- ماں کی ماں (نانی)۔
- ماں کی ماں کی ماں (پرنانی) اوپر جہاں تک بھی ہوں۔

خواہ میت کے باپ کی ماں کے سلسلہ والیاں ہوں۔ جیسے:

- باپ کی ماں کی ماں۔
- باپ کی ماں کی ماں کی ماں۔

خواہ میت کے دادا کی ماں کے سلسلہ والی ہو وہ بھی ''جدہ صحیحہ'' ہے۔ جیسے

- دادا کی ماں۔
- دادا کی ماں کی ماں۔

مذکورہ تمام دادیاں (جدہ صحیحہ) ہیں۔ فلہٰذا ''نانی'' اور ''دادی'' دونوں جدہ صحیحہ ہیں۔

جن دادیوں اور میت کے درمیان جدفاسد واسطہ بنتا ہے وہ جدہ فاسدہ ہیں جیسے:

- نانا کی ماں۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

﴾ نانا کی ماں کی ماں۔
﴾ نانا کے باپ کی ماں۔
﴾ نانا کے باپ کی ماں کی ماں۔

سب جداتِ فاسدہ ہیں کیونکہ ان تمام میں جد فاسد واسطہ بن رہا ہے، ان کا شمار اصحاب فرائض میں نہیں ہوتا بلکہ یہ ''ذوی الارحام'' کے طور پر وراثت پاتی ہیں جبکہ'' جدہ صحیحہ'' اصحاب فرائض میں سے ہے۔ اگرچہ ان کا حصہ قرآن کریم میں تو مقرر نہیں ہے لیکن ''سنت'' اور'' اجماع'' سے ثابت ہے۔

وراثت میں رشتہ داریاں بیان کرنے کا اسلوب

وراثت میں جو رشتہ داریاں بیان کی جاتی ہیں وہ ورثاء کے اپنے اعتبار سے نہیں ہوتیں بلکہ میت کے اعتبار سے ہوتی ہیں ۔یعنی جب لفظِ'' دادا''بولا جائے گا تو مراد''میت'' کا دادا ہوگا، جب لفظِ'' پوتا''بولا جائے گا تو مراد'' میت'' کا پوتا ہوگا، جب لفظِ''بیوی''بولا جائے گا تو مراد''میت'' کی بیوی ہوگی۔

اما الاب فله احوال ثلاث ......الخ

باپ کے احوال

باپ کے 3 احوال ہیں۔
نمبر:۱۔فرض مطلق۔
نمبر:۲۔فرض مع التعصیب۔
نمبر:۳۔تعصیبِ محض۔

فرض مطلق

یعنی صرف'' ذو فرض'' بن کر فرضی حصہ پائے گا جو کہ'' سدس'' ہے، عصبہ نہیں بنے گا۔ اس کی دلیل ،قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّاتَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ
''اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ کا چھٹا''(۶۱)

یہ اس صورت میں ہوگا کہ میت نے بیٹا یا پوتا یا اس سے نیچے کوئی پڑپوتا وغیرہ چھوڑا ہو۔اس کا مسئلہ یوں ہوگا۔

مسئلہ 6
م

باپ	بیٹا
سدس	مابقی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

5 1

فرض مع التعصیب

ذوفرض بن کر فرضی حصہ بھی پائے گا اور عصبہ بن کر بھی حصہ لے گا۔ یہ اس صورت میں ہوگا کہ میت نے بیٹی یا پوتی یا پوتے کی بیٹی یا اس سے بھی نیچے تک کوئی لڑکی چھوڑی ہو۔

ذی فرض بن کر حصہ اس لئے لے گا کہ قرآن کریم کا حکم ہے:

وَلِاَبَوَیْهِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ اِنْ کَانَ لَهٗ وَلَدٌ

''اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ کا چھٹا''

یہاں پر ذکر، اولاد کا ہے خواہ بیٹا ہو یا بیٹی۔ چنانچہ اگر اولاد میں ''بیٹا'' ہو تب بھی والدین کا حصہ ''سدس'' ہے اور اگر اولاد میں ''بیٹی'' ہو تب بھی ماں باپ کا حصہ ''سدس'' ہی ہے اس لئے موجودہ صورت میں اگر چہ لڑکی ہے لیکن وہ ''اولاد'' تو بہر حال ہے۔ اس لئے باپ کو فرضی حصہ (سدس) ملے گا۔ اب باپ کا حصہ ''سدس'' نکال کر اولاد کی طرف آئے تو دیکھا کہ صرف ایک بیٹی یا پوتی ہے اور جب بیٹی یا پوتی اکیلی ہو تو وہ عصبہ نہیں بلکہ ذی فرض ہوتی ہے۔ اور اس صورت میں اس کا حصہ ''نصف'' ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَاِنْ کَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ

''اگر لڑکی اکیلی ہو تو اس کا آدھا''

لہٰذا اس لڑکی کو نصف دے دیا جائے گا۔ اب جو بچے گا، اس مذکر عصبہ کو ملے گا جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ چنانچہ میت کا سب سے زیادہ قریبی عصبہ ''بیٹا'' پھر پوتا، پھر پوتے کا بیٹا، پھر اس کا بیٹا (اگر چہ کتنا ہی نیچے تک ہو) ہوتا ہے۔ وہ نہ ہو تو پھر باپ سب سے زیادہ قریبی عصبہ ہے لہٰذا اب باپ عصبہ بن کر وہ بقیہ مال لے گا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے

اَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِاَهْلِهَا فَمَا اَبْقَتْ فَلِاَوْلیٰ رَجُلٍ ذَکَرٍ

''فرائض ان کے اہل (ذوی الفروض) کو دو۔ اگر (ان کے حصے دینے کے بعد) کچھ بچے تو وہ ان مردوں کے لئے ہے جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہو'' (۶۲)

چنانچہ بیٹی کو دینے کے بعد جو کچھ بچا وہ والد کو دیا۔ کیونکہ میت کا سب سے زیادہ قریبی ''مرد عصبہ'' یہی ہے۔ معلوم ہوا کہ والد اس صورت میں ''عصبہ'' بھی بنا اور ''ذوفرض'' بھی بنا اسی لئے اس کو ''**فرض مع التعصیب**'' کہتے ہیں۔

اس کا مسئلہ یوں ہوگا۔

مسئلہ 6

م

باپ	بیٹی
سدس + مابقی	نصف

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

3=2+1 3

عصبہ مطلق

والد ''ذوفرض'' نہ ہوگا بلکہ صرف ''عصبہ'' ہونے کی وجہ سے ترکہ پائے گا۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب میت کی اولاد، اس کے بیٹے کی اولاد اور پوتے کی اولاد نیچے تک کوئی بھی نہ ہو۔ اس صورت میں وہ محض ''عصبہ'' ہی بنے گا۔ کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَوَرِثَهٗ اَبَوَاهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ

''پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا دو تہائی''(۶۳)

مذکورہ آیت میں ورثاء کے حصص بیان ہو رہے ہیں یہ موقع، تقسیم کا موقع تھا ایسے موقعے پر یہ کہا گیا کہ ماں کا حصہ ''تیسرا'' ہے۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ بقیہ حصہ دیگر ورثاء کا ہے اور دیگر ورثاء میں دیکھا تو باپ تھا۔ لہذا ماں سے بچا ہوا مال یہ لے گا اور جو بچا ہوا کل مال لے، وہی تو عصبہ ہوتا ہے۔ اس لئے مذکورہ صورت میں باپ، ماں کے ساتھ میت کا ''عصبہ'' بنے گا اور ماں سے بچا ہوا سارا مال لے گا۔ دیکھئے! اس صورت میں باپ، صرف عصبہ ہی بنا ہے، ذوفرض نہیں بنا۔

مسئلہ 3
م

باپ	ماں
مابقی	ثلث
2	1

دادا کے احوال

اس کی تعریف پیچھے گزر چکی ہے، اس کے احوال ''4'' ہیں۔

(۱)......ذوفرض محض

یہ اس صورت میں ہے کہ جب میت کا کوئی بیٹا، پوتا یا نیچے کوئی ہو، اس صورت میں دادا کا ''چھٹا'' حصہ ہوگا اور بقیہ بیٹے کا۔

مسئلہ 6
م

دادا	بیٹا
سدس	مابقی
1	5

(۲)......ذوفرض مع التعصیب

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ اس صورت میں ہوگا کہ میت کی کوئی بیٹی، پوتی یا اس سے نیچے کوئی ہو، اس صورت میں بیٹی کا نصف اور بقیہ حصہ دادا کا ہے۔

مسئلہ 6

دادا	بیٹی
سدس + مابقی	نصف
3=2+1	3

(۳)......عصبہ محض

یہ اس صورت میں ہوگا کہ میت کی کوئی اولاد نہ ہو۔

مسئلہ 6

دادا	دادی
مابقی	سدس
5	1

(۴)......محرومیت

یہ اس صورت میں ہوگا کہ باپ موجود ہو۔

باپ اور دادا کا فرق

باپ اور دادا میں صرف چار باتوں کا فرق ہے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس فرق کا تذکرہ عنقریب آئے گا, ان کے مقامات پر یہ بحث ہوگی۔لیکن ہم ان طلباء کے لئے جو اسی مقام پر یہ فرق سمجھنا چاہتے ہیں، مختصراً بیان کر دیتے ہیں۔

فرق نمبر:ا۔

باپ کے ہوتے ہوئے دادی محروم ہو جاتی ہے جبکہ دادا موجود ہو تو دادی محروم نہیں ہوتی ۔

فرق نمبر:۲۔

میت کے ورثاء میں جب صرف ماں، باپ اور زوج یا زوجہ ہوں تو **احد الزوجين** کا فرضی حصہ نکالنے کے بعد جو کچھ بچا اس جمیع کا ''ثلث'' بالاتفاق ماں کو ملتا ہے۔لیکن اگر یہی صورت ہو اور باپ کی جگہ دادا ہو یعنی کہ میت کے ورثاء میں دادا، ماں اور زوج یا زوجہ ہوں تو ایسی صورت میں ''ماں'' **احد الزوجين** کا فرضی حصہ نکالنے کے بعد کا ''ثلث'' نہیں، بلکہ **جميع مال** کا ثلث پائے گی ۔غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ وہی والدہ جو باپ کے ساتھ ''**مابقی**'' کا ''ثلث'' پا رہی تھی دادا کے ساتھ جمیع کا ''ثلث'' پا رہی ہے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہاں پر یہ بات یادرہے کہ دادا کے ساتھ ماں کو جو" جمیع مال کا ثلث" ملتا ہے، یہ طرفین کے قول پر ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس صورت میں بھی باپ والی صورت کی طرح ماں کو"مابقی کا ثلث" ملے گا۔لیکن فتویٰ طرفین کے قول پر ہے۔

فرق نمبر:۳۔

عینی بہن بھائی اور علاتی بہن بھائی باپ کے ہوتے ہوئے "بالاتفاق" محروم ہوتے ہیں یعنی کہ باپ کے ہوتے ہوئے ان کو وراثت میں حصہ نہیں ملتا جبکہ دادا کے ہوتے ہوئے یہ لوگ "بالاتفاق" محروم نہیں ہوتے ، بلکہ صرف امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک محروم ہوتے ہیں جبکہ صاحبین کے نزدیک یہ محروم نہیں ہوتے بلکہ حصہ پاتے ہیں اگر چہ فتویٰ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہی ہے لیکن پھر بھی اختلاف تو موجود ہے جبکہ باپ کے ہوتے ہوئے یہ اختلاف نہیں تھا۔

فرق نمبر:۴۔

میت نے اپنے مولیٰ العتاقہ کا دادا اور اس کا بیٹا چھوڑا تو اس صورت میں بالاتفاق "جمیع ولاء" اس مولیٰ العتاقہ کے بیٹے کو حاصل ہوگی سارے کا سارا مال، مولیٰ العتاقہ کا بیٹا لے گا، اور دادا کے لئے کچھ بھی نہیں ہوگا۔جبکہ اگر **مولیٰ العتاقہ** کا باپ موجود ہوتو کیا اب بھی سارا مال بیٹا ہی لے۔اس میں سب کا اتفاق نہیں ہے بلکہ اختلاف ہے۔امام ابو یوسف کے نزدیک باپ کو"چھٹا" حصہ ملتا ہے اور"بقیہ" بیٹے کو، جبکہ امام اعظم اور امام محمد رحمهما الله تعالیٰ کے نزدیک کل مال بیٹے ہی کو ملے گا۔مطلب یہ ہوا کہ دادا کی صورت میں تو بالاتفاق بیٹے ہی کو سب ولاء حاصل ہوگی اور کسی کا اختلاف نہیں ہے جبکہ باپ والی صورت میں اختلاف ہے۔

فرق نمبر:۵۔

صاحب درمختار نے دادا اور باپ میں 13 فرق بیان فرمائے ہیں، جن میں سے 5 کا تعلق وراثت سے ہے اور باقی اس سے متعلق نہیں ہیں، اُن پانچ میں سے چار تو وہی ہیں جن کا اوپر ذکر گزرا۔جبکہ ان سے ہٹ کر ایک فرق اور بھی بیان کیا ہے وہ یہ کہ" اگر میت نے اپنے مولیٰ العتاقہ کا باپ اور بھائی چھوڑا تو بالاتفاق تمام میراث وہ باپ ہی پائے گا جبکہ اگر مولیٰ العتاقہ کا دادا اور بھائی چھوڑے ہوں تو صاحبین کے نزدیک دادا اور بھائی میں ولاء نصفاً نصف (آدھی آدھی) تقسیم ہوگی جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جمیع ولاء کا حقدار دادا ہی ہوگا"۔(٦۴)

فتویٰ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے۔غور فرمائیں باپ اور بھائی کی صورت میں کوئی اختلاف نہ تھا جبکہ دادا اور بھائی کی صورت میں اختلاف ہے۔

اخیافی بھائی کے احوال

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اخیافی بھائی (ماں شریکی بھائی) کے تین احوال ہیں۔

(۱)......سدس۔

(۲)......ثلث۔

(۳)......محرومیت۔

(i)......سدس

یہ اس صورت میں ملے گا کہ اخیافی بھائی اکیلا ہی ہو۔جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ

''اور اگر کسی ایسے مرد کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا''

حدیث پاک میں ہے:

قَالَ عَلِيٌّ وَلِلْاَخِ مِنَ الْاُمِّ السُّدُسُ

مسئلہ 6

اخیافی بھائی	چچا
سدس	مابقی
1	5

(ii)......ثلث

یہ اس وقت ملے گا جب اخیافی بہن بھائی دو یا دو سے زیادہ ہوں، اس صورت میں تمام مذکر اور مؤنث حصہ پاتے ہیں اور سب کو برابر حصہ ملتا ہے۔جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ

''پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں''

مسئلہ 3

2اخیافی بہنیں	چچا
ثلث	مابقی
1	2

(iii)......محرومیت

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اگر میت کا بیٹا، پوتا یا نیچے تک کوئی ہو یا باپ یا دادا یا دادا کا والد یا اس سے اوپر تک کوئی ہو، تو ان تمام صورتوں میں اخیافی بھائی محروم ہوجاتا ہے۔

شوہر کے احوال

شوہر کے دو احوال ہیں۔

(۱)......نصف۔

(۲)......ربع۔

بخاری شریف میں ہے:

وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرُ وَالرُّبْعُ

''اور شوہر کے لئے نصف اور ربع ہے'' (٦٧)

(i)......نصف

یہ اس صورت میں پائے گا کہ نہ تو میت کی اولاد اور نہ ہی اس کے بیٹے کی اولاد نیچے تک ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَلَكُمْ نِصْفُ مَاتَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ

''اور تمہاری بی بیاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو''

مسئلہ 6

شوہر	ماں	باپ	چچا
نصف	سدس	سدس	مابقی
3	1	1	1

(ii)......ربع

یہ اس صورت میں ہے کہ میت کی اولاد یا اس کے بیٹے کی اولاد میں سے نیچے تک کوئی موجود ہو۔ جیسا کہ قران کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ

''پھر اگر اُن کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے جو وصیت وہ کر گئیں اور دین نکال کر''

مسئلہ 4

شوہر	بیٹا
ربع	مابقی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

3 1

فَصْلٌ فِی النِّسَاءِ

اَمَّا لِلزَّوْجَاتِ فَحَالَتَانِ الرُّبُعُ لِلْوَاحِدَةِ فَصَاعِدَةً عِنْدَ عَدَمِ الْوَلَدِ وَوَلَدِ الابْنِ وَاِنْ سَفِلَ وَالثُّمُنُ مَعَ الْوَلَدِ اَوْ وَلَدِ الابْنِ واَن سَفِلَ وَاَمَّا لِبَنَاتِ الصُّلْبِ فَاَحْوَالٌ ثَلَاثٌ اَلنِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ وَالثُّلُثَانِ لِلاِثْنَتَیْنِ فَصَاعِدَةً وَمَعَ الابْنِ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الاُنْثَیَیْنِ وَهُوَ یُعَصِّبُهُنَّ وَبَنَاتُ الْاِبْنِ کَبَنَاتِ الصُّلْبِ وَلَهُنَّ اَحْوَالٌ سِتٌّ اَلنِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ وَالثُّلُثَانِ لِلاثنَیَیْنِ فَصَاعِدَةً عِنْدَ عَدَمِ بَنَاتِ الصُّلْبِ وَلَهُنَّ السُّدُسُ مَعَ الْوَاحِدَةِ الصُّلْبِیَّةِ تَکْمِلَةً لِلثُّلُثَیْنِ وَلَا یَرِثْنَ مَعَ الصُّلْبِیَّتَیْنِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ بِحِذَائِهِنَّ اَوْ اَسْفَلَ مِنْهُنَّ غُلَامٌ فَیُعَصِّبُهُنَّ وَالْبَاقِی بَیْنَهُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الاُنْثَیَیْنِ وَیَسْقُطْنَ بِالاِبْنِ وَلَوْتَرَکَ ثَلَاثَ بَنَاتِ ابْنٍ بَعْضُهُنَّ اَسْفَلَ مِنْ بَعْضٍ وَثَلٰثَ بَنَاتِ ابْنِ ابْنٍ اٰخَرَ بَعْضُهُنَّ اَسْفَلَ مِنْ بَعْضٍ وَثَلٰثَ بَنَاتِ ابْنِ ابْنِ ابْنٍ اٰخَرَ بَعْضُهُنَّ اَسْفَلَ مِنْ بَعْضٍ بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ

اَلْعُلْیَامِنَ الْفَرِیْقِ الاوَّلِ لَایُوَازِیْهَا اَحَدٌ وَالْوُسْطیٰ مِنَ الْفَرِیْقِ الاَوَّلِ تُوَازِیْهَا الْعُلْیَا مِنَ الْفَرِیْقِ الثَّانِی وَالسُّفْلیٰ مِنَ الْفَرِیْقِ الاوَّلِ تُوَازِیْهَا الْوُسْطیٰ مِنَ الْفَرِیْقِ الثَّانِی وَالْعُلْیَا مِنَ الْفَرِیْقِ الثَّالِثِ وَالسُّفْلیٰ مِنَ الْفَرِیْقِ الثَّانِی تُوَازِیْهَا الْوُسْطیٰ مِنَ الْفَرِیْقِ الثَّالِثِ وَالسُّفْلیٰ مِنَ الْفَرِیْقِ الثَّالِثِ لَایُوَازِیْهَا اَحَدٌاِذَاعَرَفْتَ هٰذَافَنَقُوْلُ لِلْعُلْیَا مِنَ الْفَرِیْقِ الاوَّلِ النِّصْفُ وَلِلْوُسْطیٰ مِنَ الْفَرِیْقِ الاوَّلِ مَعَ مَنْ یُّوَازِیْهَا السُّدُسُ تَکْمِلَةً لِلثُّلُثَیْنِ وَلَا شَیْءَ لِلسِّفْلِیَّاتِ اِلَّااَنْ یَّکُوْنَ مَعَهُنَّ غُلَامٌ فَیُعَصِّبُهُنَّ مَنْ کَانَتْ بِحِذَائِهٖ وَمَنْ کَانَتْ فَوْقَهٗ مِمَّنْ لَّمْ تَکُنْ ذَاتَ سَهْمٍ وَّیَسْقُطُ مَنْ دُوْنَهٗ

ترجمہ

''بیویوں کی دوحالتیں ہیں (نمبر۱) ایک یا زیادہ کے لئے ربع ہے جبکہ اولاد اور بیٹے کی اولاد نیچے تک کوئی نہ ہو۔اور(نمبر۲) آٹھواں حصہ ہے (ایک یا زیادہ کے لئے) جبکہ اولاد یا بیٹے کی اولاد نیچے تک کوئی ہواور بیٹیوں کے تین احوال ہیں (نمبر۱)ایک کے لئے نصف ہے اور(نمبر۲)دو یا دوسے زیادہ کے لئے دوثلث ہیں اور(نمبر۳)بیٹے کے ساتھ للذکرمثل حظ الانثیین (کےطور پرحصہ پاتی ہیں کیونکہ)بیٹاان کوعصبہ بنادیتاہے۔اور پوتیوں کے(تین احوال توحقیقی بیٹیوں ہی کی طرح ہیں البتہ تین احوال ان کےعلاوہ مزید بھی ہیں۔اس طرح مجموعی طور پران کے)6احوال ہیں۔

(نمبر۱)ایک کے لئے نصف،(نمبر۲)دویازیادہ کے لئے دوثلث جب کہ کوئی حقیقی بیٹی موجودنہ ہواور(نمبر۳)ایک حقیقی بیٹی کےساتھ ان کے لئے چھٹاحصہ ہےثلثان کو پورا کرنے کے لئے اور(نمبر۴)دوحقیقی بیٹیوں کے ہوتے ہوئے ان کو کچھ نہیں ملے گا مگر (نمبر۵)یہ کہ ان کے برابریا ان کے نیچے کوئی لڑکاموجودہوتووہ ان کوعصبہ بنادے گا۔اور باقی ان کے درمیان للذکرمثل حظ الانثیین کےطور پرتقسیم ہوگااور(نمبر۶)''یہ سب'' بیٹے کے ہوتے ہوئے ساقط ہوجاتی ہیں۔

اوراگرکسی نے ایک بیٹے کی تین بیٹیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سےبعض،بعض سے نیچے ہیں اورایک بیٹے کے بیٹے کی تین بیٹیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سےبعض،بعض سے نیچے ہیں اورایک بیٹے کے بیٹے کے بیٹے کی تین بیٹیاں

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سے بعض ،بعض سے نیچے ہیں۔ درج ذیل صورت (صورت آگے تشریح میں آ رہی ہے) کی طرح کہ فریق اول کی علیا کے برابر کوئی بھی نہیں ہے اورفریق اول کی وسطیٰ فریق ثانی کی علیا کے محاذی ہے اورفریق اول کی سفلیٰ فریق ثانی کی وسطیٰ اورفریق ثالث کی علیا کے محاذی ہے ،اورفریق ثانی کی سفلیٰ فریق ثالث کی وسطیٰ کے محاذی ہے اورفریق ثالث کی سفلیٰ کے محاذی کوئی بھی نہیں ہے ۔فریق اول کی علیا کے لئے نصف ہےاورفریق اول کی وسطیٰ اوراس کے محاذی (فریق ثانی کی علیا) کے لئے سدس ہوگاثلثان کو پورا کرنے کے لئے البتہ اگر ان کے ساتھ کوئی لڑکا ہوتو وہ اپنے برابروالیوں اوراپنے سے اوپر والیوں کوعصبہ بنادے گا۔اور جواس سے نیچے ہوں گی وہ سب ساقط ہوجائیں گی۔

عینی بہنوں کے پانچ احوال ہیں(نمبرا) ایک کے لئے نصف(نمبر۲)دویادو سے زیادہ کے لئے دوثلث(نمبر۳)اورعینی بھائی کے ساتھ **للذکر مثل حظ الانثیین** کےطور پرحصہ پاتی ہیں کیونکہ بھائی کے ساتھ مل کر بہنیں عصبہ بن جاتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام لوگ میت کے ساتھ قرب میں برابر ہوتے ہیں۔اور(نمبر۵)ان کے لئے باقی ماندہ ہوگا بیٹیوں کے ساتھ یا پوتیوں کے ساتھ۔رسول اکرم ﷺ کے اس قول کی وجہ سے کہ **اِجْعَلُوا الاَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةً**(بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ)

علاتی بہنیں عینی بہنوں کی طرح ہیں اوران کے کل احوال سات ہیں(نمبرا)ایک کے لئے نصف(نمبر۲)دویادو سے زیادہ کے لئے دوثلث جب کہ عینی بہنیں نہ ہوں اور(نمبر۳)ایک عینی بہن کی موجودگی میں ان کے لئے سدس ہے ثلثان کو پورا کرنے کے لئے اور(نمبر۴)دوعینی بہنوں کے ساتھ یہ وراثت نہیں پاتیں البتہ(۵)اگر ان کے ساتھ ایک علاتی بھائی بھی موجود ہوتو وہ ان کوعصبہ بنا دے گا اس صورت میں جو باقی بچے گا وہ ان کے درمیان **للذکر مثل حظ الانثیین** کےطور پر تقسیم کیا جائے گا۔اور(نمبر۶) یہ علاتی بہنیں، بیٹیوں اور پوتیوں کے ساتھ مل کرعصبہ بن جاتی ہیں۔جیسا کہ ہم نے ذکر کردیا ہے اور (نمبر۷)عینی وعلاتی بہن بھائی ،بیٹے ،پوتے یاپرپوتے کی موجودگی میں محروم ہوجاتے ہیں اور باپ کی موجودگی میں بالاتفاق محروم ہوتے ہیں اوردادا کی موجودگی میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک محروم ہوجاتے ہیں اورعلاتی بہن بھائی، عینی بھائی اورعینی بہن کی موجودگی میں بھی محروم ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ عصبہ بن جاتے ہیں۔

ماں کے تین احوال ہیں (نمبرا)سدس، اولاد کے ساتھ یا بیٹے کی اولاد کے ساتھ نیچے تک اوردویا زیادہ بہن بھائیوں کی موجودگی میں (بھی ماں کوسدس ہی ملے گا)وہ بہن بھائی خواہ کسی بھی جہت سے ہوں۔اور(۲) تمام ترکہ کا ثلث ہے جب کہ ان مذکورہ ورثاء میں سے کوئی بھی نہ ہو۔ اور(۳)احدالزوجین کا فرضی حصہ نکال کر مابقی کا ثلث اور یہ دومسئلوں ہی میں ہوگا(ا)شوہر، اورماں باپ(۲)بیوی اورماں باپ۔ اوراگر باپ کی جگہ دادا ہوتو ماں کے لئے جمیع مال کا ثلث ہے مگرامام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مابقی کا ثلث ہے۔

اوردادی کے لئے سدس ہے خواہ ماں کی طرف کی ہو یا باپ کی طرف کی ،ایک ہویازیادہ جب یہ سب ثابت ہوں

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اورمیت کے ساتھ قرب درجہ میں برابرہوں اورسب دادیاں، ماں کی موجودگی میں ساقط ہوجاتی ہیں اور باپ کی طرف کی دادیاں، باپ کی موجودگی میں محروم ہوتی ہیں۔اسی طرح دادا کی موجودگی میں بھی محروم ہوجاتی ہیں۔سوائے باپ کی ماں کے اگرچہ اوپر تک ہو، یہ دادا کے ساتھ بھی وراثت پاتی ہے۔کیونکہ یہ دادی اس دادا کی نسبت کی وجہ سے دادی نہیں ہے۔اورقریبی درجہ رکھنے والی خواہ کسی بھی جہت سے قرب رکھتی ہو،خود وارث ہو یا محجوب ہو،دور کا درجہ رکھنے والی کومحروم کردیتی ہے دور کا درجہ رکھنے والی خواہ کسی بھی جہت سے دادی ہو۔اور جب ایک دادی ایک قرابت والی ہومثلاً باپ کی ماں کی ماں ہواوردوسری دویا زیادہ قرابتوں والی ہومثلاً ماں کی نانی ہواوروہی باپ کی دادی بھی ہو۔اس صورت کی طرح (اس کی صورت آگے تشریح میں آرہی ہے) توامام ابویوسف کےنزدیک ان کے ابدان کا اعتبارکرتے ہوئے ان کے درمیان ''سدس'' آدھا آدھا تقسیم کیا جائے گااورامام محمد کےنزدیک جہات کا اعتبارکرتے ہوئے ان کے درمیان ''سدس'' اثلاثاً تقسیم کیا جائے گا۔

عورتوں کے متعلق احکام

ذوی الفروض میں آٹھ عورتیں ہیں ،جن میں سے سب سے پہلے بیوی کا تذکرہ ہے، زوجہ کا حصہ بیٹی پر مقدم اس لئے کیا کہ زوجہ، ولادت کے سلسلہ میں اصل ہے۔کیونکہ ساری اولاد اسی سے ہوتی ہے۔نیز زوج کے ساتھ عموماً تذکرہ ''زوجہ'' کا ہی ہوا کرتا ہے اس لئیز وجہ کو دیگر پر مقدم کیا۔

اما للزوجات فحالتان......الخ

زوجہ کے احوال

زوجہ کے 2احوال ہیں۔

(i)......ربع۔

(ii)......ثمن۔

(i)......ربع

یہ اس صورت میں ہے کہ میت کی اولاد نہ ہو۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ

''تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے اگرتمہارے اولاد نہ ہو''

مسئلہ 4

بیوی	بیٹا
ربع	مابقی
1	3

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(ii)......ثمن

یہ اس صورت میں ہے کہ میت کی اولاد ہو۔اس کو قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَھُنَّ الثُّمُنُ

''پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں''

مسئلہ 8

بیوی	بیٹا
ثمن	مابقی
1	7

قولہ فصاعدۃ الخ

یہاں سے یہ بتایا جارہا ہے کہ بیوی ایک ہو یا زیادہ ان کے لئے جو دو حالتیں بیان کی گئی ہیں یہی رہیں گی، ان میں اضافہ نہیں ہوگا، یعنی اگر میت کی اولاد ہے تو بیویوں کا کل حصہ ثمن ہی ہے بیوی ایک ہو یا زیادہ تمام میں یہی ثمن ہی تقسیم کیا جائے گا اور اگر میت کی اولاد نہیں ہے تو ان کا کل حصہ ربع ہی ہے اور ان تمام میں یہ ربع ہی تقسیم کیا جائے گا، بیوی ایک ہو یا زیادہ۔

قولہ واما لبنات الصلب الخ

بیٹی کے احوال

حقیقی بیٹی کے 3 احوال ہیں۔

(۱)......نصف۔

(۲)......ثلثان۔

(۳)......تعصیب۔

1۔نصف

یہ اس وقت ہے، جب بیٹی اکیلی ہو، اور کوئی بیٹا نہ ہو۔اس کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے:

وَاِنْ کَانَتْ وَاحِدَۃ فَلَھَا النِّصْفُ

''اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا''

نیز حدیث شریف میں ہے:

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنِ الاَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ اَتَا مُعَاذٌ بْنُ جَبَلٍ بِالْیَمَنِ مُعَلِّمًا وَاَمِیْرًا فَسَاَلْتُهٗ عَنْ رَجُلٍ تُوُفِّیَ وَتَرَکَ ابْنَتَهٗ وَاُخْتَهٗ فَاَعْطَی الاِبْنَةَ النِّصْفَ وَالاُخْتَ النِّصْفَ

''حضرت اسود فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل کو معلم بنا کر یمن بھیجا گیا تو میں نے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو مر گیا اور ایک بہن اور ایک بیٹی چھوڑی ۔ تو آپ نے ''نصف'' بہن کو اور ''نصف'' بیٹی کو دلوایا'' (٦٧)

مسئلہ 2

بیٹی	باپ
نصف	مابقی
1	1

(ii).....ثلثان

یہ اس وقت ملے گا جب بیٹیاں ایک سے زیادہ ہوں ۔ اس کو قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

فَاِنْ کَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَکَ

''پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی'' (٦٨)

بیٹیاں دو ہوں یا دو سے زیادہ، سب کے لئے ثلثان ہی ہے یہی سب میں تقسیم کیا جائے گا۔

مسئلہ 3

2 بیٹیاں	باپ
ثلثان	مابقی
2	1

دو بیٹیوں کی وراثت میں حضرت عبداللہ ابن عباس اور جمہور کا اختلاف

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مؤقف یہ ہے کہ ایک بیٹی کے لئے بھی ''نصف'' ترکہ ہے اور دو کے لئے بھی ''نصف'' ہے ۔ ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان ہے:

''فَاِنْ کُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ''

''پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کا ترکہ کا دو تہائی'' (٦٩)

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ''دو تہائی'' ترکہ کا حکم، دو سے زیادہ بیٹیاں ہونے پر معلق کیا ہے ۔ اور یہ قانون ہے کہ جو چیز ''معلق بالشرط'' ہو وہ شرط پائے جانے سے پہلے معدوم ہوتی ہے ۔ لہذا جب تک بیٹیاں دو سے زیادہ نہ ہونگیں اس وقت تک ان کے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لئے ''دوتہائی'' کا حکم بھی ثابت نہ ہوگا بلکہ'' نصف'' ہی ہوگا۔ اور یہ بالا جماع ثابت ہے کہ جب بیٹا نہ ہوتو بیٹی کا حصہ نصف ہوا کرتا ہے۔ اب ان 2 کو، دوتہائی تو مل نہیں سکتا، کیونکہ وہ دو سے زیادہ نہیں ہیں جبکہ دو تہائی حصہ، دو سے زیادہ کا ہے ۔اس لئے ان صرف دو(جوکہ دو سے زیادہ نہیں ہیں) کے لئے نصف ہی کا حکم جاری کیا جائے گا۔

جمہور کا موقف

جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ دوکوبھی'' دوتہائی'' ملے گا۔

پہلی دلیل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلذَّکَرِمِثْلُ حَظِّ الانْثَیَیْنِ

'' بیٹے کا حصہ دوبیٹیوں برابر ہے''

اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوتو اس صورت میں بیٹے کو دوتہائی ملے گا اور بیٹی کو ایک تہائی۔معلوم ہوا کہ ایک بیٹے کا حصہ دوتہائی ہے ۔اور ایک بیٹے کا حصہ، دوبیٹیوں کے برابر ہوا کرتا ہے۔ لہذا اگر ایک بیٹے کو دوتہائی ملے گا تو یقیناً دوبیٹیوں کوبھی دوتہائی ہی ملے گا تبھی تو یہ بات سچی ہوسکے گی کہ'' ایک بیٹے کا حصہ دوبیٹیوں کے برابر ہے'' ۔دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ ایک بیٹے کا حصہ برابر ہے دوبیٹیوں کے تو جب ایک بیٹے کا حصہ دوتہائی ہوگا تو دوبیٹیوں کا حصہ بھی تو دوتہائی ہی ہوگا جبکہ ان کے ساتھ کوئی بیٹا نہ ہو۔

دوسری دلیل

ایک بہن ہوتو'' نصف'' پاتی ہے۔جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَلَہٗ اُخْتٌ فَلَھَا نِصْفُ مَاتَرَكَ

''اوراس کی'' ایک'' بہن ہوتو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے''(کنزالایمان)

اوراگر'' دو'' ہوں تو ان کے لئے'' دوثلث'' ہیں۔جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

فَاِنْ کَانَتَااثْنَتَیْنِ فَلَھُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّاتَرَكَ

''پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگر چہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کا دوتہائی''

بیٹیوں کا حصہ بہنوں کے حصہ پر قیاس کیا گیا ہے۔ چونکہ بہن ایک ہونے کی صورت میں'' نصف'' اور دو ہونے کی صورت میں'' دوثلث'' پاتی ہیں، اس لئے بیٹیاں بھی ایک ہونے کی صورت میں'' نصف'' اور دو ہونے کی صورت میں ''دوثلث'' پائیں گی ۔ کیونکہ بہنوں کو میت کے ساتھ جوقرابت حاصل تھی اس سے کہیں زیادہ قرابت بیٹی کو حاصل ہے۔تو جب

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بہن ایک ہوکر نصف اور دو ہونے کی صورت میں دوثلث کی حقدار ہے تو بیٹی بدرجہ اولیٰ ایک ہوتو ''نصف'' اور دو ہوں تو ''دوتہائی'' پائیں گی۔

تیسری دلیل

جب حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی تو آپ نے ایک زوجہ اور دو بیٹیاں چھوڑیں۔ان کی شہادت کے بعد ان کے بھائی نے دستور قدیم کے طور پر کل مال پر قبضہ کرلیا، زوجہ اور بیٹیاں محروم رہ گئیں۔ان کی زوجہ اپنی بیٹیوں کو لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوگئی اور سارا ماجرا کہہ سنایا اور عرض کی کہ: حضور بچیوں کی شادی کرنی ہے، کچھ مال نہ ہوتو معاملات کیسے نبھائے جائیں گے۔آپ ﷺ نے اس کو صبر کی تلقین فرمائی اور یہ کہہ کر رخصت فرمادیا کہ: عنقریب اللہ عزوجل اس کا فیصلہ فرمادیگا۔ وہ کچھ عرصہ انتظار کرنے کے بعد پھر دوبارہ حاضر خدمت ہوگئی اور رونے لگی۔اللہ عزوجل کو اس کا رونا پسند آ گیا سورۃ النساء نازل ہوئی جس میں یہ آیت تھی:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِي اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ

''اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے''

اس آیت کے نزول کے بعد نبی ﷺ نے سعد کے بھائی کے پاس کہلا بھیجا کہ اپنے بھائی کے مال میں سے دوتہائی حصہ لڑکیوں کو دے، آٹھواں حصہ زوجہ کو اور باقی جو کچھ بچے وہ تمہارا ہے۔

اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ دو بیٹیوں کو'' دوتہائی'' ہی ملتا ہے۔

چوتھی دلیل

ایک لڑکی کو ایک لڑکے کے ساتھ'' ثلث'' ملتا ہے۔اب اگر اس لڑکے کی جگہ لڑکی ہو تو وہ'' ثلث'' اب بھی باقی رہے گا۔ کیونکہ وہ لڑکی جو لڑکے کے ساتھ'' ثلث'' حاصل کر چکی ہے وہ لڑکی کے ساتھ تو بدرجہ اولیٰ ''ثلث'' حاصل کرے گی؟ اب جبکہ ایک لڑکی کو'' ثلث'' ملا۔اس کے ساتھ دوسری بھی تو لڑکی ہے۔اس کو بھی'' ثلث'' ہی ملنا چاہئے اور جب دونوں کو ایک ایک ثلث ملا تو دونوں کے حصہ'' دوثلث'' ہوگا۔یہی ہمارا دعویٰ تھا کہ دو لڑکیاں ہوں تو ان کو ''دوثلث'' ملیں گے۔

سوال

ایک بیٹی کیلئے آدھا حصہ تھا اب''2'' ہوئیں تو دوثلث ہوا۔اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ایک کے اضافہ سے ایک''سدس'' کا اضافہ ہوا۔کیونکہ آدھا(1/2) اور'' سدس'' (1/6) مل جائیں تو ''دوثلث''(2/3) ہوتا ہے۔نتیجہ یہ نکلا کہ ایک لڑکی کے بڑھنے سے ایک''سدس'' (1/6) بڑھا۔لہذا ہر بیٹی کے اضافہ پر ایک''سدس''(1/6) بڑھنا چاہئے۔ اس قانون کے تحت تو اگر چار لڑکیاں ہوں تو وہ کل مال کی وارث ہوجائیں گی۔ کیونکہ 2 نے دوتہائی لیا۔ باقی بچا''ایک تہائی''۔اور ایک تہائی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''دوسدس'' کے برابر ہوا کرتا ہے۔ لہذا اگر دولڑکیاں مزید ہوں یعنی کل چار ہوجائیں تو سارے کا سارا مال سمیٹ لیں گی۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب

جی نہیں یہ قیاس اور منطق صحیح نہیں ہے۔ بلکہ صحیح وہ ہے جو قرآن کریم میں ہے:

فَاِنۡ کُنَّ نِسَاءً فَوۡقَ اثۡنَتَیۡنِ فَلَھُنَّ ثُلُثَامَاتَرَکَ

''پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کا دوتہائی''

جب قرآن کی نص آگئی تو اپنا قیاس چھوڑ دینا چاہئے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما کو جمہور کی طرف سے جواب:

جو حکم کسی شرط پر معلق کردیا جائے یہ ضروری نہیں کہ اب وہ صرف اسی شرط کے پائے جانے سے ہی پایا جائے گا بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی اور وجہ سے پایا جائے۔ مثلاً کسی شخص نے بیوی کو کہا: اگر تو زید کے گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اب اگر شوہر بیوی کو طلاق صریح بھی دے گا تو نہیں ہوگی۔ یہاں دیکھیں ایک حکم جس شرط پر معلق کیا تھا اس شرط کے مفقود ہونے کے باوجود ایک دوسری علت پائے جانے کی بناء پر پایا گیا۔ اسی طرح ''تحقق ثلثان'' بھی اگرچہ معلق تھا ''فوق اثنتین'' پر۔ لیکن ہمارے دیگر دلائل نے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ حکم جو دو سے زیادہ پر موقوف تھا وہ ایک دوسری وجہ سے ''دو'' کے لئے بھی ثابت ہے۔ یہ اعتراض تو تب ہو کہ ''فوق اثنتین'' کی شرط پائی جائے اور ہم ''دوثلث'' کا حکم نہ لگائیں۔ ہم ''فوق اثنتین'' پر تو ''ثلثان'' کا حکم لگا رہے ہیں۔ جبکہ ''فوق اثنتین'' سے پہلے دوسری دلیل کی بناء پر حکم لگا رہے ہیں۔

(iii)......عصبہ

اگر بیٹیوں کے ساتھ ساتھ کوئی بیٹا بھی ہو تو اس صورت میں وہ بیٹا ان بیٹیوں کو عصبہ بنا دے گا لہذا اب ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا یعنی بیٹے کو بیٹی سے دوگنا ملے گا۔

قولہ وبنات الابن کبنات الصلب الخ

پوتیوں کے احوال

ان کے ''6'' احوال ہیں۔

﴿1﴾......نصف

یہ اس صورت میں ہے جب پوتی اکیلی ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ

''اگر ایک لڑکی ہوتو اس کا آدھا''

مسئلہ 2

پوتی	باپ
نصف	مابقی
1	1

نوٹ

یہ حال اگر چہ بیٹیوں کا ہے لیکن چونکہ بیٹی نہ ہونے کی صورت میں پوتیاں ان کے قائم مقام ہوتی ہیں اور وہی حصہ پاتی ہیں جو بیٹیاں پاتی ہیں اس لئے پوتیوں کے ثبوتِ احوال کے لئے بھی یہی آیت کافی ہے۔

﴿2﴾......ثلثان

یہ اس صورت میں ہے کہ پوتیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں اس کے لئے شرط یہ ہے کہ کوئی بیٹی نہ ہو۔ کیونکہ بنات کے سلسلہ میں صراحتاً نص وارد ہے اس لئے جب تک ان میں سے کوئی ایک بھی موجود ہوگی وہ اپنا مقررہ حصہ پائے گی۔ ہاں اس کے حصہ وصول کرنے کے بعد جو بچ رہے وہ پوتیوں کو دیا جائے گا۔ نیز بیٹیوں کو میت کے ساتھ کمال قرب حاصل ہے جس سے پوتیاں محروم ہیں۔ چنانچہ پوتیاں ''بنات الصلب'' نہ ہونے کی صورت میں ان کے قائم مقام ہونگیں۔

مسئلہ 3

باپ	2 پوتیاں
مابقی	ثلثان
1	1+1=2

﴿3﴾......سدس

یہ اس صورت میں ہے کہ ان کے ساتھ ایک حقیقی بیٹی ہو۔

بیٹی کے ساتھ پوتی کے سدس پانے کی دلیل

(۱) حدیث شریف میں ہے:

جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى اَبِى مُوْسىٰ الْاَشْعَرِيّ وَسُلَيْمَانَ بْنِ رَبِيْعَةَ الْبَاهِلِيّ فَسَاَلَهُمَا عَنِ ابْنَةٍ وَّابْنَةِ ابْنٍ وَاُخْتٍ لِاَبٍ وَّاُمٍّ فَقَالَا لِلْابْنَةِ النِّصْفُ وَمَابَقِيَ فَلِلْاُخْتِ وَائتِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَسَيُتَابِعُنَا فَاتىٰ الرَّجُلُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَسَاَلَهٗ وَاَخْبَرَهٗ بِمَاقَالَا فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ قَدضَلَلْتُ اِذًا وَّمَااَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنِ وَلٰكِنِّى سَاقْضِى بِمَاقَضىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلْابْنَةِ النِّصْفُ وَلِابْنَةِ الابْنِ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

السُّدُسُ تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ وَمَابَقِيَ فَلِلْاُخْتِ

''ایک شخص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اورحضرت سلیمان بن ربیعہ باہلی رضی الله تعالیٰ عنهما سے ایک بیٹی ،ایک پوتی اورایک عینی بہن کے بارے میں وراثت کا مسئلہ پوچھا توانہوں نے فرمایا: بیٹی کا نصف ہے اور جو بچے وہ بہن کا ہے ۔اورفرمایا: حضرت عبداللہ ابن مسعود کے پاس جانا وہ بھی ہماری اتباع کرتے ہوئے یہی فیصلہ کریں گے ۔ وہ آدمی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنھما کے پاس گیا اوریہی سوال پوچھا اورساتھ یہ بھی بتادیا کہ وہ دونوں بزرگ یوں کہہ رہے تھے ۔تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یوں تو میں بہک جاؤں اورراہ پر نہ رہوں۔ میں تووہ فیصلہ کروں گا جو حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، بیٹی کے لئے آدھا ہے، پوتی کے لئے چھٹا ہے **تكملة للثلثين** اور جو بچے وہ بہن کا ہے''

(۲)چونکہ بنات کا کل حصہ ''ثلثان'' ہی ہے ۔بنات خواہ ''حقیقی'' ہوں یا ''بنات الابن'' ہوں ۔''ثلثان'' سے زیادہ ان کوکسی طوربھی نہیں دیا جائے گا۔ اس ثلثان میں سے نصف حصہ بیٹی کا ہوگیا اوربیٹیوں (جن میں پوتیاں اوربہنیں بھی شامل ہیں)کے ''ثلثان'' میں سے اب صرف ''سدس'' ہی باقی ہے کیونکہ نصف اورسدس مل جائیں تو ''ثلثان'' بنتا ہے لہذا پوتیوں کو ایک بیٹی کے ساتھ سدس ملے گا۔

مسئلہ 6

پوتی	بیٹی	باپ
سدس	نصف	مابقی
1	3	2

(4)محرومیت

یہ اس صورت میں ہوگا کہ دوصلبی بیٹیاں ہوں اوران کے درجہ میں یا ان کے نیچے کوئی لڑکا نہ ہو۔کیونکہ بنات کا کل حصہ '' ثلثان'' ہی تھا اور وہ دوصلبی بیٹیاں لے چکیں تو اب پوتیوں کے لئے کچھ نہیں ہے ۔لہذا یہ محروم ہونگیں ۔

(5)باقی ماندہ تمام مال

یہ اس صورت میں ہے کہ یہ عصبہ بنیں، یہ اس وقت ہوگا جب کہ ان کے درجہ میں یا ان کے بعدکوئی لڑکا ہوتو وہ اپنے درجہ والیوں کواوراپنے سے اوپر والیوں کوعصبہ بنادے گا۔جیسا کہ بیٹا بیٹیوں کوعصبہ کردیتا ہے اسی طرح بیٹا نہ ہونے کی صورت میں پوتا اپنی بہنوں اور پھوپھیوں کے ساتھ مل کران کوعصبہ کردیتا ہے۔ چنانچہ وہی ایک سدس ان سب کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کےطور پرتقسیم ہوگا۔

مسئلہ 3 تصحیح 9

پوتی	پوتا	2 بیٹیاں
عصبہ	عصبہ	ثلثان

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

3+3=6 2 1

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف

آپ کا مؤقف یہ ہے کہ اگر دو صلبی بیٹیاں ہوں اوران کے بعد پوتیوں کے ساتھ اگر کوئی پوتا ہوتو وہ اپنی بہنوں کو عصبہ نہیں بنا سکے گا۔ بلکہ کل ترکہ وہ خود لے گا اور پوتیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

پہلی دلیل

اس لئے کہ اگر صلبیتین (دوحقیقی بیٹیوں) سے بچا ہوا مال (ایک تہائی) اگر ان کے درمیان **للذکر مثل حظ الانثیین** کے تحت تقسیم کیا جائے تو بعض صورتوں میں لڑکیوں کا حصہ ''ثلثان'' سے بڑھ جائے گا۔حالانکہ وہ دوتہائی سے زائد کی مستحق ہی نہیں ہیں۔

جمہور کا جواب

صلبیتین (دوحقیقی بیٹیوں) کے لئے ثلثان ''فرضی حصہ'' ہے اور حدیث شریف میں اس کے ''فرضی حصہ'' کے ''ثلثان'' سے زیادہ نہ ہونے کی بات ہے۔ یہاں پر جولڑکیوں کا حصہ ''ثلثان'' سے بڑھ رہا ہے وہ ''عصبہ'' ہونے کی بناء پر ہے۔اس لئے لڑکیوں کے حصہ میں اضافہ لازم نہ آیا۔چونکہ یہاں پر ''ثلثان'' کا سبب اور (فرضیت) تھا۔اور اس پر ''اضافہ'' کا سبب اور (عصوبت) ہے۔ جب اسباب مختلف ہوگئے تو پھر ایک حق کو (جو ایک سبب سے حاصل ہوا) دوسرے حق کے ساتھ (جو کہ دوسرے سبب سے ملا) لاحق نہیں کرسکتے۔ اور یہ حکم نہیں لگا سکتے کہ لڑکیوں کا حصہ ''ثلثان'' سے بڑھ گیا۔ یہ اعتراض تو آپ تب کرتے کہ ہم ان لڑکیوں کو ''ثلثان'' سے زیادہ ''فرضی حصہ'' کے طور پر دیتے۔

دوسری دلیل

عصبہ بننے کی صلاحیت اس عورت میں ہے جو اکیلی ہو (یعنی اس کے ساتھ وہ مذکر نہ ہو جس نے اس کو عصبہ کیا) تو ''ذات الفرض'' ہو۔جیسا کہ بیٹیاں اور بہنیں کہ اگر کوئی بیٹا نہ ہوتو ایک بیٹی ''نصف'' ترکہ پاتی ہے یہ بھی فرضی حصہ ہے اور دو ہوں تو ''ثلثان'' پاتی ہیں یہ بھی فرضی حصہ ہے۔اس کے برعکس بہن کی بیٹیاں اور چچا کی بیٹیاں ہیں، کہ یہ اگر ان مذکروں سے خالی ہوں جو ان کو عصبہ کرسکتے ہیں تو یہ ''ذی فرض'' نہیں بنتیں۔لہذا یہ کسی کے ساتھ ہوکر عصبہ بھی نہیں بن سکتیں۔بالکل یہی صورت حال یہاں پر ہے کہ پوتیاں اگر ایسے مذکر سے جدا ہوں جو ان کو عصبہ کرسکتے ہیں تو وہ ذی فرض نہیں ہوسکتیں اس لئے ان مذکروں کے ساتھ وہ عصبہ بھی نہیں بن سکے گی۔معلوم ہوا کہ پوتیاں اپنے محاذی مذکر یا اپنے سے نیچے مذکر کی وجہ سے عصبہ نہیں بن سکتیں۔

جمہور کی طرف سے جواب

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہم یہ بات بالکل مانتے ہیں کہ جو ذی فرض نہیں ہوسکتی وہ عصبہ بھی نہیں ہوسکتی لیکن ہم یہ نہیں مانتے کہ پوتیاں ایسی ہیں کہ یہ اپنے عصبہ کرنے والے مذکر سے خالی ہوں تو وہ ''ذی فرض'' بھی نہیں بنتیں ۔کیونکہ اگر صلبی لڑکیاں نہ ہوں اور ساتھ کوئی پوتا نہ ہوتو پوتی نصف حصہ پاتی ہے، یہ حصہ اس کو''ذی فرض'' ہونے کی وجہ سے نہیں ملاتو اور کس بنیاد پر ملا ہے؟ اسی طرح 2 ہوں تو''ثلثان'' پاتی ہیں یہ فرضی حصہ نہیں تو اور کیا ہے؟ فرق صرف یہ ہے کہ کوئی ذی فرض بن کر ظاہر ہوگیا اور کوئی ذی فرض تو بنا لیکن کسی کے پیچھے چھپ گیا اور محجوب ہوگیا۔

جیسا کہ کسی کے پاس سو روپے موجود ہوں لیکن اگر وہ جیب میں چھپے ہوئے ہوں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کے پاس سو روپے موجود ہی نہیں ہیں بلکہ موجود تو ہیں صرف نظر نہیں آرہے۔ یونہی سورج کبھی بادلوں کے پیچھے چھپ جائے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سورج موجود ہی نہ رہا۔اسی طرح موجودہ صورت میں اگر چہ ان کو فرضی حصہ مل نہیں رہا، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں ذی فرض نہیں بنتیں۔

قیاس کا جواب

باقی رہا یہ مسئلہ کہ آپ نے اس کو بہن کی بیٹیوں اور چچا کی بیٹیوں پر قیاس کیا تو یہ'' قیاس مع الفارق'' ہے۔کیونکہ بہن کی بیٹیاں اور چچا کی بیٹیاں تو کسی صورت میں''ذی فرض'' بنتی ہی نہیں ہیں جبکہ بہن اور بیٹی ذی فرض بنتی ہے۔ جب بہن اور بیٹی کا بہن کی بیٹی اور چچا کی بیٹی کیساتھ فرق ہے تو پھر بہن اور بیٹی کو اُن پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہنا کہ''جس طرح بہن کی بیٹیاں اور چچا کی بیٹیاں تنہا ہونے کی صورت میں ذی فرض نہیں بنتی اسی طرح پوتیاں بھی تنہا ہونے کی صورت میں ذی فرض نہیں بنتیں'' درست نہ ہوگا۔

(6) محرومیت

یہ اس صورت میں ہوگا کہ پوتیوں کے ساتھ ساتھ کوئی بیٹا ہو۔ کیونکہ وہ عصبہ بن کر سارا مال لے گا۔اس لئے ان کے واسطے کچھ نہیں بچے گا۔لہذا یہ محروم ہوجائیں گی۔

قوله ولو ترك ثلث بنات الخ

مسئلہ تشبیب

مسئلہ تشبیب یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک بیٹے کی تین بیٹیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سے بعض، بعض پر ہیں۔ یونہی ایک دوسرے بیٹے کے بیٹے کی تین بیٹیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سے بعض، بعض پر ہیں ۔ یونہی ایک تیسرے بیٹے کے پوتے کی تین بیٹیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سے بعض، بعض پر ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ زید کا ایک بیٹا منصور ہے ،منصور کا ایک بیٹا خالد اور ایک بیٹی خالدہ ہے، پھر خالد کا ایک بیٹا شاہد اور ایک بیٹی شاہدہ ہے، پھر شاہد کا ایک بیٹا ناصر اور ایک

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بیٹی ناصرہ ہے۔اسی طرح زید کا ایک اور بیٹا محمود ہے،محمود کا ایک بیٹا محبوب ہے، محبوب کا ایک بیٹا جمیل اور ایک بیٹی جمیلہ ہے، پھر جمیل کا ایک بیٹا عقیل اور ایک بیٹی عقیلہ ہے، پھر عقیل کا ایک بیٹا جلیل اور ایک بیٹی جلیلہ ہے۔اسی طرح زید کا ایک اور تیسرا بیٹا جلال ہے،جلال کا ایک بیٹا جمال ہے، جمال کا ایک بیٹا کمال ہے، اب کمال کا ایک بیٹا حبیب اور ایک بیٹی حبیبہ ہے، پھر حبیب کا ایک بیٹا عزیز اور ایک بیٹی عزیزہ ہے، پھر عزیز کا ایک بیٹا منیب ہے اور ایک بیٹی منیبہ ہے۔اب مجموعی صورت حال یہ ہے کہ زید کے تمام بیٹے اور پوتے یعنی کہ منصور، خالد، شاہد، ناصر،محمود، محبوب، جمیل، عقیل، جلیل، جلال الدین، جمال الدین، علاؤالدین، حبیب الرحمٰن، عزیز الرحمٰن اور منیب الرحمٰن سب فوت ہو چکے ہیں اور سب پوتیاں موجود ہیں۔

مسئلہ تشبیب میں محتمل صورتیں درج ذیل ہیں۔

نمبر:1

ہر درجہ میں ہر لڑکی کے ساتھ لڑکا بھی موجود ہو۔

ایسی صورت میں سب سے پہلی صنف (منصور کی اولاد) میں جو لڑکا (خالد) ہوگا وہ اپنی بہن (خالدہ) کو عصبہ بنادیگا اور سارا مال ان دونوں کے درمیان لـلـذ کر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم ہوگا کیونکہ انکے محاذی کوئی بھی نہیں ہے بلکہ ان کے محاذی تو محبوب اور جمال ہے (جو کہ فوت ہو چکے ہیں)

مسئلہ 3

پوتا (خالد)	پوتی (خالدہ)
2	1

نمبر:2

ایک لڑکا پہلی صنف کی علیا کے محاذی ہو۔

یعنی خالد اور خالدہ دونوں موجود ہیں۔تو مال دونوں کے درمیان ''اثلاثا'' ہوگا۔ یعنی کل مال کے تین حصے کرلیں گے جس میں سے ایک حصہ خالدہ کو دیں گے اور دو حصے خالد کو۔

مسئلہ 3

پوتا (خالد)	پوتی (خالدہ)
2	1

نمبر:3

صنف اول کی وسطی کے محاذی لڑکا ہوگا۔

یعنی شاہدہ کے ساتھ شاہد بھی موجود ہے، یہ شاہد اور شاہدہ صنف ثانی (محمود کی اولاد) کی علیا (جمیلہ) کے محاذی ہے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جبکہ صنف ثالث (جلال الدین کی اولاد) کی علیا ابھی ان سے بھی نیچے ہے۔

ایسی صورت میں مسئلہ 8 سے بنے گا۔ ان میں سے 4، صنف اول (منصور کی اولاد) کی علیا (خالدہ کو) کیونکہ اس درجہ میں وہ اکیلی ہے، ''2'' شاہد کو، ''1'' شاہدہ کو اور ''1'' جمیلہ کو دیں گے۔ کیونکہ شاہد صنف اول (اولاد منصور) کی وسطی (شاہدہ) اور صنف ثانی (اولاد محمود) کی علیا (جمیلہ) کے محاذی ہے۔ (یہاں پر مسئلہ آٹھ سے بنایا گیا جبکہ اصلاً 8 سے نہیں ہونا چاہئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چار سے سہام پورے نہیں ہو رہے تھے اس لئے یہاں پر تصحیح کا ایک قانون استعمال کیا گیا ہے (جو کہ آپ آئندہ صفحات میں پڑھیں گے)۔

مسئلہ 8

پوتی شاہدہ	1 پر پوتا	2 پر پوتیاں
نصف	عصبہ	عصبہ
4	2	2

نمبر:4

لڑکا (ناصر) صنف اول (اولاد منصور) کی سفلیٰ (ناصرہ) کے محاذی ہے۔ یعنی صنف ثانی (اولاد منصور) کی وسطیٰ (عقیلہ) اور صنف ثالث (اولاد جلال الدین) کی علیا (حبیبہ) کے محاذی ہوگا۔ ایسی صورت میں مسئلہ 60 سے بنے گا۔ یہاں پر بھی قانونِ تصحیح کی وجہ سے ایسا ہوا (اس لئے یہ بحث کہ مسئلہ 60 سے کیسے بنا ایک طرف رکھتے ہوئے ابھی صرف اتنا سمجھ لیں کہ وہ ساٹھ سہام کس کس کو کیسے کیسے تقسیم کئے جائیں گے) چنانچہ 30 سہام، صنف اول (اولاد منصور) کی علیا (خالدہ) کو دے دیں گے۔ باقی بچے 30۔ ان میں سے 5 صنف اول (اولاد منصور) کی وسطیٰ (شاہدہ) کو۔ اور 5 صنف ثانی (اولاد محمود) کی علیا (جمیلہ) کو۔ باقی سہام 20 بچے ہیں اور چار افراد ''عصبات'' موجود ہیں۔ صنف اول کی سفلیٰ (ناصرہ) اور ناصر، صنف ثانی کی وسطیٰ (عقیلہ) اور صنف ثالث کی علیا (حبیبہ)۔ ان چاروں میں 20 سہام **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم ہونگے۔ لہذا 20 میں سے 8 حصے ناصر کو، 4 حصے ناصرہ کو، 4 حصے عقیلہ کو اور 4 حصے حبیبہ کو دیں گے۔ اس صورت میں تین لڑکیاں وراثت سے محروم رہیں۔

نمبر (۱) صنف ثانی کی سفلیٰ (جلیلہ)

نمبر (۲) صنف ثالث کی وسطیٰ (عزیزہ)

نمبر (۳) صنف ثالث کی سفلیٰ (منیبہ)

مسئلہ 60

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پوتی	2پرپوتیاں	3سکر پوتیاں	1سکر پوتا
نصف	سدس	عصبہ	عصبہ
30	10	12	8

نمبر:5

لڑکا محاذی ہوصنف ثانی کی سفلیٰ کے۔

یعنی جلیلہ کے ساتھ جلیل بھی زندہ ہے۔اب کی بار سوائے صنفِ ثالث کی سفلیٰ (منیبہ) کے باقی سب کو وراثت ملے گی۔پہلی تین یعنی صنف اول کی علیا(خالدہ)اور وسطیٰ (شاہدہ)اور صنف ثانی کی علیا(جمیلہ) کو بطور ذی فرض حصہ ملے گا۔اور باقیات کو بطور عصبہ۔اسکا مسئلہ 84 سے بنے گا۔اس میں سے نصف یعنی 42 سہام صنف اول کی علیا (خالدہ) کو،7 سہام صنف اول کی وسطیٰ (شاہدہ)اور صنف ثانی کی علیا(جمیلہ) کو کل مال کا سدس(14 سہام) دیااس طرح کہ ہر ایک کو 7،7 سہام آئیں۔یہ کل 56 ہوئے۔باقی بچے 28۔یہ سہام پانچ لڑکیوں اور ایک لڑکے میں **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم ہونگے۔چنانچہ ان 28 میں سے 8 سہام جلیل کو۔ اور بقیہ پانچوں لڑکیوں میں سے ہرایک یعنی ناصرہ،عقیلہ،جلیلہ،حبیبہ اور عزیزہ کو 4،4 حصے دیئے جائیں گے۔

مسئلہ 84

پوتی	2پرپوتیاں	5سکر پوتیاں	1سکر پوتا
نصف	سدس	عصبہ	عصبہ
42	14	20	8

نمبر:6

اگر صنف ثالث کی سفلیٰ کے محاذی کوئی لڑکا ہو۔

یعنی منیب زندہ ہے۔تو اس صورت میں تمام لڑکیاں حصہ پائیں گی۔ان میں سے پہلی تین یعنی کہ صنف اول کی علیا (خالدہ)اور وسطیٰ (شاہدہ)اور صنف ثانی کی علیا(جمیلہ) تو بطور ذی فرض حصہ پائیں گی جبکہ بقیہ تمام لڑکیاں عصبہ کے طور پر وراثت حاصل کریں گے۔

چنانچہ مسئلہ 24 سے بنے گا (اس میں بھی تداخل ہورہا تھا چونکہ ابھی آپ نے وہ پڑھا نہیں اس لئے اس مقام پر ہم نے اس کی بحث کو نہیں چھیڑا بلکہ ڈائرکٹ آپ کو مسئلہ چوبیس سے بنادیا)اب ان میں سے 12 حصص (جو کہ 24 کا نصف ہے) خالدہ کو۔2 صنف اول کی وسطیٰ (شاہدہ) کو۔2 صنف ثانی کی علیا(جمیلہ) کو۔یہ ثلثان مکمل ہوا۔24 میں سے آٹھ باقی بچے۔ اور کل 6 لڑکیاں اور ایک لڑکا ابھی باقی ہے۔چنانچہ ہر لڑکی (ناصرہ،عقیلہ،جلیلہ،حبیبہ،عزیزہ،اور منیبہ) کو 1،1 اور منیب الرحمٰن

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کو 2 حصے دئے جائیں گے۔

مسئلہ 24

1 پوتی	2 پرپوتیاں	6 سکڑپوتیاں	1 سکڑپوتا
نصف	سدس	عصبہ	عصبہ
12	4	6	2

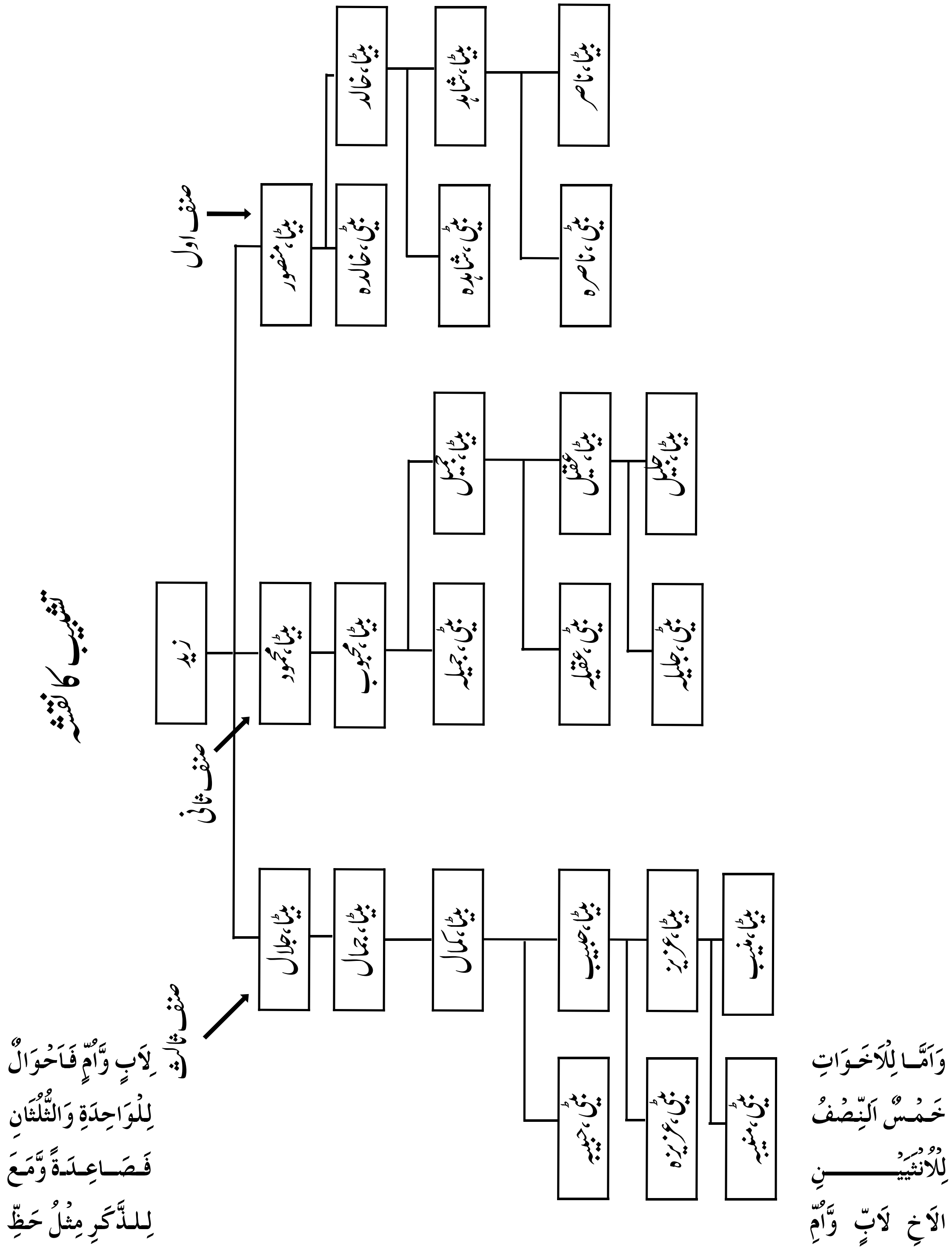
سوال

پوتیوں میں جہاں کہیں نیچے لڑکا محاذی آیا، آپ نے اس کے محاذی اور اوپر سب لڑکیوں کو عصبہ بنا دیا لیکن صنف اول کی علیا (خالدہ) اور وسطیٰ (شاہدہ) اور صنف ثانی کی علیا (جمیلہ) کو عصبہ نہیں بنایا، جب نیچے کا لڑکا اپنے محاذیات کو عصبہ بنا سکتا ہے جو کہ قرابت میں دوسری عورتوں سے دور ہے پھر وہ اُن کو عصبہ کیوں نہیں بنا رہا جوان نیچے کی عورتوں سے زیادہ قریب ہیں۔

جواب

لڑکیوں میں جو ذی فرض کے طور پر حصہ پالیتی ہے وہ پھر بطور عصبہ حصہ نہیں لے سکتی۔ ہاں جن کو ذی فرض کے طور پر حصہ نہیں ملا وہ بطور ''عصبہ'' حصہ پاسکتی ہیں۔ چونکہ موجودہ مسئلہ میں یہ تینوں لڑکیاں فرضی حصہ حاصل کر چکی ہیں اس لئے اب وہ عصبہ نہیں بن سکتیں۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari



وَاَمَّا لِلْاَخَوَاتِ لِلَابٍ وَّاُمٍّ فَاَحْوَالٌ
خَمْسٌ اَلنِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ وَالثُّلُثَانِ
لِلْاُنْثَيَيْنِ فَصَاعِدَةً وَّمَعَ
الْاَخِ لِاَبٍ وَّاُمٍّ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الاُنْثَيَيْنِ يَصِرْنَ بِهٖ عَصْبَةٌ لِاسْتِوَائِهِمْ فِى الْقَرَابَةِ اِلَى الْمَيِّتِ وَلَهُنَّ الْبَاقِىْ مَعَ الْبَنَاتِ اَوْ بَنَاتِ الاِبْنِ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اجْعَلُوا الاَخْوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةٌ وَالاَخَوَاتُ لِاَبٍ كَالاَخَوَاتِ لِاَبٍ وَّاُمٍّ وَّلَهُنَّ اَحْوَالٌ سَبْعٌ اَلنِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ وَالثُّلُثَانِ لِلاِثْنَتَيْنِ فَصَاعِدَةً عِنْدَ عَدَمِ الاَخَوَاتِ لِاَبٍ وَّاُمٍّ وَلَهُنَّ السُّدُسُ مَعَ الاُخْتِ لِاَبٍ وَّاُمٍّ تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ وَلَايَرِثْنَ مَعَ الاُخْتَيْنِ لِاَبٍ وَّاُمٍّ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَعَهُنَّ اَخٌ لِاَبٍ فَيُعَصِّبُهُنَّ وَالْبَاقِىْ بَيْنَهُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الاُنْثَيَيْنِ وَالسَّادِسَةُ اَنْ يَّصِرْنَ عَصَبَةً مَعَ الْبَنَاتِ اَوْ بَنَاتِ الاِبْنِ لِمَا ذَكَرْنَا وَبَنُو الاَعْيَانِ وَالْعَلَّاتِ كُلُّهُمْ يَسْقُطُوْنَ بِالاِبْنِ وَابْنِ الاِبْنِ وَاِنْ سَفِلَ وَبِالاَبِ بِالاِتِّفَاقِ وَبِالْجَدِّ عِنْدَ اَبِى حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَيَسْقُطُ بَنُو الْعَلَّاتِ اَيْضًا بِالاَخِ لِاَبٍ وَّاُمٍّ وَبِالاُخْتِ لِاَبٍ وَّاُمٍّ اِذَا صَارَتْ عَصَبَةً وَاَمَّا لِلْاُمِّ فَاَحْوَالٌ ثَلَاثٌ اَلسُّدُسُ مَعَ الْوَلَدِ اَوْ وَلَدِ الاِبْنِ وَاِنْ سَفِلَ اَوْ مَعَ الاِثْنَيْنِ مِنَ الاِخْوَةِ وَالاَخَوَاتِ فَصَاعِدًا مِنْ اَىِّ جِهَةٍ كَانَا وَثُلُثُ الْكُلِّ عِنْدَ عَدَمِ هٰؤُلَآءِ الْمَذْكُوْرِيْنَ وَثُلُثُ مَابَقِىَ بَعْدَ فَرْضِ اَحَدِ الزَّوْجَيْنِ وَذٰلِكَ فِى مَسْئَلَتَيْنِ زَوْجٌ وَّاَبَوَيْنِ وَزَوْجَةٌ وَّاَبَوَيْنِ وَلَو كَانَ مَكَانَ الاَبِ جَدٌّ فَلِلْاُمِّ ثُلُثُ جَمِيْعِ الْمَالِ اِلَّا عِنْدَ اَبِى يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَاِنَّ لَهَا ثُلُثُ الْبَاقِىْ وَلِلْجَدَّةِ السُّدُسُ لِاُمٍّ كَانَتْ اَوْ لِاَبٍ وَّاحِدَةً كَانَتْ اَوْ اَكْثَرَ اِذَا كُنَّ ثَابِتَاتٍ مُتَحَاذِيَاتٍ فِى الدَّرَجَةِ وَيَسْقُطْنَ كُلُّهُنَّ بِالاُمِّ وَالاَبَوِيَاتُ اَيْضًا بِالاَبِ وَكَذٰلِكَ بِالْجَدِّ اِلَّا اُمُّ الاَبِ وَاِنْ عَلَتْ فَاِنَّهَا تَرِثُ مَعَ الْجَدِّ لِاَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ قِبَلِهٖ وَالْقُرْبٰى مِنْ اَىِّ جِهَةٍ كَانَتْ تَحْجُبُ الْبُعْدٰى مِنْ اَىِّ جِهَةٍ كَانَتْ وَارِثَةً كَانَتِ الْقُرْبٰى اَوْ مَحْجُوْبَةً وَاِذَا كَانَتِ الْجَدَّةُ ذَاتَ قَرَابَةٍ وَّاحِدَةٍ كَاُمِّ اُمِّ الاَبِ وَالاُخْرٰى ذَاتَ قَرَابَتَيْنِ اَوْ اَكْثَرَ كَاُمِّ اُمِّ الاُمِّ وَهِىَ اَيْضًا اُمُّ اَبِ الاَبِ بِهٰذِهٖ الصُّوْرَةِ يُقْسَمُ السُّدُسُ بَيْنَهُمَا عِنْدَ اَبِى يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اَنْصَافًا بِاِعْتِبَارِ الاَبْدَانِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَثْلَاثًا بِاِعْتِبَارِ الْجِهَاتِ

ترجمہ

عینی بہنوں کے پانچ احوال ہیں ۔(نمبرا)''نصف'' ایک کے لئے (نمبر۲) ''ثلثان'' دواوراس سے زیادہ کے لئے اور(نمبر۳) عینی بھائی کے ساتھ **للذکر مثل حظ الانثیین** (کے طور پر حصہ پائیں گی کیونکہ) اس کے ساتھ وہ عصبہ بن جائیں گی اس لئے کہ وہ سب **قرابت الیٰ المیت** میں برابر ہیں اور(نمبر۴)ان کے لئے باقی ماندہ مال ہوگا حقیقی بیٹیوں یا پوتیوں کے ساتھ حضورصلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی وجہ سے **اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة** (بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ) اورعلاتی بہنیں عینی بہنوں کی طرح ہیں اوران کے سات احوال ہیں (نمبرا) نصف ایک کے لئے ،(نمبر۲)ثلثان دواورزیادہ کے لئے جب کہ عینی بہنیں نہ ہوں اور(نمبر۳)ان کے لئے سدس ہوگا ایک عینی بہن کے ساتھ ثلثان کو پورا کرنے کے لئے اور(نمبر۴)دوعینی بہنوں کے ساتھ یہ حصہ نہیں پاتیں ۔مگر (نمبر۵) یہ کہ ان کے ساتھ کوئی عینی بھائی موجود ہوتو وہ ان کو عصبہ بنادے گا تو باقی مال ان کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور(نمبر۶) چھٹا حال یہ ہے کہ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بیٹیوں یا پوتیوں کے ساتھ مل کر یہ عصبہ بن جاتی ہیں جیسا کہ پہلے بھی ہم نے ذکر کیا اور (نمبر۷) تمام علاتی اوراخیافی بہن بھائی بیٹے ،پوتے ،پوتے کے بیٹے نیچے تک سب کی موجودگی میں محروم ہوجاتے ہیں ۔اور باپ کی موجودگی میں بالاتفاق محروم ہوجاتے ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دادا کی وجہ سے بھی محروم ہوجاتے ہیں اور علاتی بہن بھائی عینی بھائی اور بہن سے بھی محروم ہوجاتے ہیں جب یہ عصبہ بن جائیں ۔اور ماں کے تین احوال ہیں (نمبر۱) چھٹا حصہ ہے اولاد یا بیٹے کی اولاد نیچے تک کے ساتھ یا کم ازکم دو بہن، بھائیوں کے ساتھ یہ بہن بھائی خواہ کسی بھی جہت سے ہوں اور (نمبر۲) تمام مال کا ثلث ہے جب کہ یہ مذکورہ تمام ورثہ نہ ہوں اور (نمبر۳) احدالزوجین میں سے ایک کا فرضی حصہ نکال کر باقی کا ثلث اور یہ صرف دومسئلوں ہی میں ہوگا نمبرایک جب کوئی عورت شوہر اور ماں باپ چھوڑ کر مری ہو یا کوئی مرد ،بیوی اور ماں باپ چھوڑ کر مرا ہواوراگر باپ کی جگہ دادا ہوتو ماں کے لئے جمیع مال کا ثلث ہے مگرامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی کل مال کا نصف دیا جائے گا۔ اوردادی کے لئے چھٹا حصہ ہے خواہ ماں کی طرف کی ہو یا دادا کی طرف کی ،ایک ہو یا زیادہ جبکہ سب جدہ ثابتہ ہوں اور میت کے ساتھ قرب درجہ میں برابر ہوں اور سب کی سب دادیاں ،ماں کی موجودگی میں محروم ہوجاتی ہیں اور باپ کی طرف کی تمام دادیاں باپ کی موجودگی سے بھی محروم ہوجاتی ہیں ۔اسی طرح دادا سے بھی محروم ہوجاتی ہیں مگر باپ کی ماں اگر چہ اوپر تک ہوں دادا کے ساتھ بھی حصہ پاتی ہے کیونکہ یہ دادا کے واسطے سے وارث نہیں ہے اورقریبی دادی کسی بھی جہت سے ہودوروالی کو مجوب کردیتی ہے خواہ دوروالی کسی بھی جہت سے ہو،قریبی دادی خودوارث ہو یا مجوب۔ اور جب ایک دادی ایک قرابت والی ہوجیسا کہ باپ کی ماں کی ماں اور دوسری دادی دو یا دو سے زیادہ قرابتوں والی ہوجیسا کہ ماں کی ماں کی ماں اور وہ میت کے باپ کے باپ کی بھی ماں ہو(اس کی تشریح صورت مسئلہ میں پیش کی جائے گی) توامام ابو یوسف کے نزدیک ایک سدس ان سب کے درمیان ان کے ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے برابر تقسیم کردیا جائے گا۔ اورامام محمد کے نزدیک ان کی جہات کا اعتبار کرتے ہوئے مال کو تین حصوں میں تقسیم کر کے دو حصے دوقرابتوں والی کو اورایک حصہ ایک قرابت والی دادی کو ملے گا۔

<u>قولہ واما للاخوات لابن وام فاحوال خمس الخ</u>

عینی بہنوں کے احوال

ان کے پانچ احوال ہیں۔

(i) نصف

یہ اس صورت میں ہوگا جب عینی بہن صرف ایک ہو اوراس کے ساتھ کوئی دوسری بہن یا کوئی بیٹی نہ ہو۔اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پاک ہے:

وَلَهٗ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَاتَرَكَ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے'' (ترجمہ کنزالایمان)

مسئلہ 2

عینی بہن	چچا
نصف	مابقی
1	1

(ii) ثلثان

یہ اس صورت میں ہوگا کہ عینی بہنیں دو یا دو سے زیادہ ہوں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ

''پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ترکہ میں ان کا دو تہائی''

سوال

قرآن کریم میں تو صرف دو بہنوں کے لئے ''ثلثان'' حصہ بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے دو سے زیادہ کے لئے ''ثلثان'' کس بناء پر قرار دیا ہے؟

جواب

چونکہ ان کے لئے حصہ ''ثلثان'' ہی ہے۔ جب 2 بہنیں ''ثلثان'' کی مستحق ہیں تو پھر دو سے زیادہ تو بدرجہ اولیٰ ''ثلثان'' کی مستحق ہونگی۔

مسئلہ 3

2 عینی بہنیں	چچا
ثلثان	مابقی
2	1

نوٹ

بہنوں کے احوال میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ 2 ہوں تو ان کا ''ثلثان'' ہوگا۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بیٹیاں بھی اگر دو ہوں تو ان کے لئے بھی ''ثلثان'' ہی ہوگا کیونکہ ''بہن'' کی قرابت ''بیٹی'' سے کم ہوتی ہے۔ تو جب بہن دور کی قرابت دار ہو کر ''ثلثان'' پا رہی ہے تو پھر بیٹیاں قریب کی قرابت دار ہوتے ہوئے کیوں محروم رہیں۔ نیز بیٹیوں کے احوال میں یہ تصریح موجود ہے کہ اگر دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے ''ثلثان'' ہی ہے اس سے یہ بات بھی سمجھ آ گئی کہ اگر بہنیں دو سے زیادہ ہوں تو وہ بھی ''ثلثان'' ہی پائیں گی۔ کیونکہ ''بیٹی'' میت کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ تو جب یہ اتنی قریب

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہوکر اوراتنی زیادہ قربت رکھنے کے باوجود صرف ''ثلثان'' کی حقدار ہیں خواہ تعداد میں کتنی ہی ہوں۔تو پھر جوقرابت میں ان کی بہ نسبت زیادہ دور ہیں وہ'' ثلثان'' سے زیادہ کی مستحق کیسے ہوسکتی ہیں؟

(iii)عصبہ بالغیر

یہ اس صورت میں ہوگا کہ میت نے عینی بھائی چھوڑے ہوں خواہ ایک ہو یا زیادہ یہ بہنیں اس بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائیں گی۔ چنانچہ ان کے درمیان ترکہ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الاُنْثَیَیْنِ کے طور پر تقسیم ہوگا جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وان کانوا اخوۃ رجالاونساء فللذکر مثل حظ الانثیین

''اوراگر بھائی بہن ہوں مرد بھی اورعورتیں بھی تو مرد کا حصہ دوعورتوں کے برابر''

مسئلہ 3

2عینی بہنیں	عینی بھائی
2	1

نوٹ

یہاں پر یہ بات یادرہے کہ عینی بہنوں کو عینی بھائی ہی عصبہ کرسکتا ہے۔علاتی بھائی حقیقی بہنوں کو عصبہ نہیں کرسکتا بلکہ اگر کوئی ایسی صورت ہو کہ بہن حقیقی ہواور بھائی علاتی ،تو حقیقی بہن اپنا فرضی حصہ پائے گی اور یہ (علاتی بھائی) بطور عصبہ وارث بنے گا اوراگر حقیقی بھائی ہواور علاتی بہن،تو یہ بھائی بھی بہن کو عصبہ نہیں بنائے گا بلکہ خود بطور عصبہ وارث بنے گا اور علاتی بہن محروم ہوگی۔

بعض علماء نے یہاں پر اختلاف کیا ہے وہ یہ کہ جب میت نے بیٹی اور حقیقی بھائی اور ایک حقیقی بہن چھوڑی ہو تو بیٹی کو نصف دے کر باقی جو بچے گا وہ بھائی کو دیں گے بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔ان کی دلیل آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ فرمان مبارک ہے:

فَمَااَبْقَتْہُ فَلِاولیٰ رَجُلٍ ذَکَرٍ

''جو ذوی فرض چھوڑ دیں تو وہ مردوں میں سے اس کے لئے ہے جو میت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہے''(۷۲)

اورمیت کا'' قریبی مرد'' بھائی ہی ہے کیونکہ بہن تو مؤنث ہے اس پر ذکر کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔لہٰذا بہن محروم ہوجائے گی

جواب

اس بات پرتو سب کا اتفاق ہے کہ بیٹی کے ساتھ پوتا،پوتی چھوڑے ہوں تو اس صورت میں بیٹی کا حصہ نکال کر باقی جوبچا وہ ان دونوں پوتا پوتی کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔اوراس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ بیٹی کے ساتھ، چچا، پھوپھی چھوڑے ہوں تو بیٹی کا حصہ نکال کر مابقی صرف چچا کو ملے گا اور پھوپھی محروم ہوگی۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ بیٹی کے ساتھ بھائی، بہن چھوڑے ہوں تو بیٹی کا حصہ نکال کر ما بقی سارے کا سارا بھائی کو ملے گا یا بہن بھی حقدار ہوگی؟

اس سلسلہ میں ہماری گذارش یہ ہے کہ بیٹی کے ساتھ بہن اور بھائی والے مسئلہ کو بیٹی کے ساتھ پوتا، پوتی والے مسئلہ کے ساتھ لاحق کر کے اُسی کے احکام جاری کریں تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ اس بہتری کی وجہ یہ ہے کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جب پوتا اور پوتی کے ساتھ بیٹی نہ ہو تو جمیع مال دونوں کے درمیان بطور عصوبت تقسیم ہوگا اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جب بھائی اور بہن کیساتھ بیٹی نہ ہو تو ترکہ بہن اور بھائی کے درمیان **للذكر مثل حظ الانثيين** کے طور پر تقسیم ہوگا اس بات میں بھی اتفاق ہے کہ جب چچا اور پھوپھی کے ساتھ بیٹی نہ ہو تو ان کے درمیان للذكر مثل حظ الانثيين کے طور پر تقسیم نہیں ہوگا بلکہ جمیع مال چچا لے گا اور پھوپھی محروم ہوگی۔

اب دیکھیں کہ بیٹی نہ ہو تو اس کے ساتھ تین طرح کی صورتیں بنتی ہیں۔

(۱)...... بیٹی نہ ہو، پوتا اور پوتی ہو۔

(۲)...... بیٹی نہ ہو، بہن اور بھائی ہوں۔

(۳)...... بیٹی نہ ہو، چچا اور پھوپھی ہوں۔

ان تینوں مسئلوں میں دو (پہلا ''پوتا اور پوتی، بیٹی کے بغیر ہوں'' اور دوسرا ''بہن اور بھائی، بیٹی کے بغیر ہوں'') مسئلے ایک جیسے ہیں۔

جبکہ

تیسرا مسئلہ ''چچا اور پھوپھی، بیٹی کے بغیر ہوں'' ان سے ملتا جلتا نہیں ہے۔

ان تینوں مسئلوں میں دیکھ لیں ''بہن اور بھائی'' والا مسئلہ ''پوتا اور پوتی'' کے ساتھ ملتا جلتا ہے جبکہ ''چچا اور پھوپھی'' سے مختلف ہے۔ اس لئے جو مسئلہ بہن نہ ہونے کی صورت میں متفقہ طور پر ''پوتا پوتی'' جیسا ہے، بہن کی موجودگی میں بھی اس مسئلہ کو ''پوتا پوتی'' والے مسئلہ کے ساتھ لاحق کر کے وہی احکام جاری کریں تو زیادہ بہتر ہے کہ اس مسئلہ کی اسی کے ساتھ مشابہت بنتی ہے۔

حدیث شریف کا جواب

یہ حدیث شریف اس بات پر محمول ہے کہ عورت ''عصبہ'' نہ بن سکتی ہو تو پھر لاولىٰ رجل ذكر والاحکم ہے۔ جبکہ (جب بیٹی کے ساتھ بھائی اور بہن ہوں) یہاں پر بہن ''عصبہ'' بن سکتی ہے۔ لہذا جو ہم نے دعویٰ کیا، حدیث شریف اس کے منافی نہیں ہے اور حدیث جس کے منافی ہے وہ ہم نے دعویٰ ہی نہیں کیا۔

(iv) عصبہ مع الغیر

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ اس صورت میں ہے کہ بیٹیاں یا پوتیاں بھی ہوں تو ایسی صورت میں یہ عصبہ بن جائیں گی اور بیٹوں اور پوتیوں سے بچاہوا یعنی نصف یا ثلث حاصل کریں گی۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بہنوں کی بیٹیوں کے ساتھ میراث کے سلسلے میں ایک مستقل باب باندھا ہے جس کا نام ہے"بَابُ مِيْرَاثِ الاَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةٌ "اس باب کے تحت آپ نبیٔ اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل فرمایا ہے:

لِلْابْنَةِ النِّصْفُ وَلِابْنَةِ الابْنِ السُّدُسُ وَمَابَقِيَ فَلِلْاخْتِ

''بیٹی کے لئے آدھا، پوتی کے لئے چھٹا اوران سے جو بچ رہے وہ بہن کے لئے ہے''(۷۳)

اصحاب فرائض سے بچاہوا مال حاصل کرنے والا ''عصبہ'' ہی تو ہوتا ہے،اور مذکورہ حدیث میں حضور علیہ السلام نے بیٹی اور پوتی سے بچاہوا مال بہن کو دیا۔جس سے معلوم ہوا کہ بہن جب بیٹی اور پوتی کے ساتھ ہوتی ہے تو''عصبہ'' بنا کرتی ہے ۔﴿اکثر صحابہ کرام کا یہی مذہب ہے﴾

مسئلہ 6

2 عینی بہنیں	بیٹی	پوتی
عصبہ	نصف	سدس
1+1=2	3	1

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مؤقف

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشادفرماتے ہیں: جب بیٹیاں اور پوتیاں ہوں اور ساتھ بہنیں ہوں تو بہنوں کوعصبہ نہیں بنائیں گے۔آپ سے کہا گیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فرماتے تھے: بہن کو''مابقی'' ملے گا۔تو آپ ناراض ہوئے اور ارشادفرمایا: تم بہتر جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟ مطلب ان کا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا ہے:

اِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَاتَرَكَ

''اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اوراس کی ایک بہن ہوتو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے''

اس کا سیدھا سا مطلب یہی ہے کہ اگر''ولد'' ہوتو''اخت'' کو کچھ نہیں ملے گا۔معلوم ہوا کہ''ولد'' حاجب ہے بہن کے لئے اور لفظ''ولد'' عام ہے،خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔جیسا کہ پیچھے گذرا کہ اگر''ولد'' نہیں ہے تو ماں کو''ثلث'' ملے گا اور اگر''ولد'' ہے یعنی لڑکا ہے یا لڑکی تو ماں کے لئے''سدس'' ہوگا۔دیکھیں یہاں پر بھی''ولد'' حاجب بنا اس میں لڑکا ہونے کی قید نہیں ہے بلکہ اگر لڑکی بھی ہوتب بھی ماں''ثلث'' سے محروم ہوجائے گی۔اسی طرح زوج کو نصف سے ربع تک بھی''ولد'' نے ہی پہنچایا اور زوجہ کو ربع سے ثمن تک بھی مطلق''ولد'' ہی نے پہنچایا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ حاجب''ولد'' ہے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔لہٰذا اگر''ولد'' کے ساتھ اخت ہوگی تو وہ''ولد'' خواہ لڑکا ہو یا لڑکی،اخت کے لئے حاجب ہوگا اوراس اخت کو وراثت میں سے کچھ نہیں ملے گا۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سوال

جب ''ولد'' حاجب ہے تو پھر یہ سب کے لئے حاجب ہونا چاہیئے۔آپ ولد اور وہ بھی لڑکی کی وجہ سے'' اخت'' کو تو محروم کررہے ہیں لیکن بھائی کو وراثت دے رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ اِس'' ولد'' نے بھائی کو محروم کیوں نہیں کیا؟

جواب

''ولد'' حاجب ہے اس سے انکار نہیں ہے اور بھائی کو جو حصہ دیا گیا ہے وہ ''عصبہ'' ہونے کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ جبکہ'' اخت'' عصبہ نہیں ہوسکتی۔کیونکہ لفظ یہ ہیں''فلاولیٰ رجل ذکر'' اس لئے ہم نے بھائی کو بطور''عصبہ'' حصہ دیا ہے جبکہ بہن کو نہیں دیا۔کیونکہ ولد سے وہ مجوب ہوگئی اور عصبہ نہ بن سکی۔

جمہور کا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جواب

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیل کا سارازوراس بات پر ہے کہ عبارت میں لفظ'' ولد'' آیا ہے اور یہ عام ہے''ذکر اور انثی'' دونوں کو شامل ہے۔لیکن اس بات پر بھی تو غور کیا جائے کہ عام میں تخصیص کی گنجائش تو بہر حال ہوتی ہے یہاں پر بھی'' ولد'' سے مراد عام نہیں بلکہ'' خاص'' (ذکر) مراد ہے۔اس تخصیص پر دلیل یہ ہے کہ اسی آیت کے آگے لفظ یوں ہیں:

وَهُوَ يَرِثُهَا اِنْ لَمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ

یہاں پر''ولد'' سے مراد بالاتفاق بیٹا ہے نہ کہ بیٹی۔اور مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر''ولد'' نہ ہوتو بھائی میراث پاتا ہے۔ یہاں پر''ولد'' سے مراد''بیٹا'' ہے۔اب مطلب یہ ہوگا کہ میت کا بیٹا نہ ہوتو بھائی میراث پائے گا (خواہ بیٹی موجود ہی کیوں نہ ہو) اور بیٹا ہوتو میراث نہیں پائے گا۔اس سے معلوم ہوا کہ'' ولد'' سے مراد عام نہیں ہے بلکہ خاص''بیٹا'' ہے۔لہذا بہن ان کے ساتھ مل کر عصبہ بنے گی اور بیٹی سے بچا ہوا مال لے گی۔

مزید تائید

ہمارے اس مؤقف کی تائید حضرت ھذیل بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سےبھی ہوتی ہے آپ فرماتے ہیں: کسی شخص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا، مسئلہ یہ تھا''اگر کوئی شخص بیٹی ، پوتی اور بہن چھوڑ کر مرے تو ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے گا؟ آپ نے جواباً کہا کہ نصف بیٹی کا اور باقی بہن کا پھر آپ نے اس سائل سے کہا کہ یہی مسئلہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھنا اور جو جواب وہ دیں وہ مجھے بھی آکر بتانا۔وہ شخص حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور یہی مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: نصف بیٹی کا اور سدس پوتی کا تکلمة للثلثین اور جو باقی بچے وہ''بہن'' کے لئے ہے۔جب یہ بات اُس سائل نے حضرت ابوموسیٰ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتائی تو آپ نے فرمایا: جب تک ان جیسا متبحر عالم موجود ہے اس وقت تک مجھ سے کوئی سوال نہ پوچھو۔(۷۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے کہ بہن کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ ۔دونوں بزرگوں نے بہن کو عصبہ بنایا فرق صرف یہ ہوا کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوتی کو بھی اس کا حصہ دیا جبکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوتی کو کچھ نہیں دیا تھا۔لیکن ''بہن'' کو دونوں نے ''عصبہ'' تو بہر حال بنایا ہے۔اس سے اندازہ کریں کہ بہنوں کو بیٹیوں کیساتھ عصبہ بنانے کا خیال کس قدر واضح تھا کہ اس میں کسی کا بھی اختلاف نہ ہوا۔

(v) محرومیت

یہ اس صورت میں ہوگا کہ بیٹا یا پوتا نیچے تک کوئی موجود ہو، تو یہ محروم ہو جاتی ہیں ۔

نوٹ

مصنف علیہ الرحمہ نے عینی بہنوں کے احوال میں سے یہ پانچواں حال یہاں پر ذکر نہیں کیا بلکہ علاتی بہنوں کے احوال میں ساتویں درجہ میں بیان کیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ علاتی بہنوں کا بھی ایک حال بعینہ یہی آگے آرہا تھا تو مصنف علیہ الرحمہ نے بجائے اس کے کہ دو مقامات پر الگ الگ بیان کرتے اختصار کی وجہ سے دونوں کا ذکر ایک ہی جگہ پر کر دیا۔

علاتی بہنوں کے احوال

ان کے 7 احوال ہیں ۔

(i) نصف

یہ اس صورت میں ہوگا کہ علاتی بہن ایک ہو اور حقیقی بہن کوئی نہ ہو۔

مسئلہ 2

عینی بہن	باپ
نصف	عصبہ، مابقی
1	1

(ii) ثلثان

یہ اس صورت میں ہوگا کہ علاتی بہنیں دو یا دو سے زیادہ ہوں اور ان کے ساتھ کوئی حقیقی بہن نہ ہو۔

مسئلہ 3

2 عینی بہنیں	باپ
ثلثان	مابقی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

1	2

(iii) سدس

یہ اس صورت میں ہوگا کہ علاتی بہنوں کے ساتھ (خواہ علاتی بہن ایک ہو یا زیادہ) ایک عینی بہن بھی ہو تو ''نصف'' حقیقی بہن کا اور ''سدس'' ان (علاتی بہنوں) کا تکملة للثلثین

مسئلہ 6

عینی بہن	علاتی بہن	باپ
نصف	سدس	مابقی
3	1	2

(iv) محرومیت

یہ اس صورت میں ہوگا کہ دو عینی بہنیں ہوں۔اس صورت میں علاتی بہنیں محروم ہو جاتی ہیں کیونکہ بہنوں اور بیٹیوں کا کل حصہ ''ثلثان'' ہی تھا اور وہ دو عینی بہنیں وصول کر چکیں، اب اخوات کے لئے مزید کچھ نہیں بچا۔

مسئلہ 3

عینی بہنیں	علاتی بہن	باپ
ثلثان	محروم	مابقی
2	0	1

(v) عصبہ بالغیر

یہ اس صورت میں ہوگا کہ علاتی بہنوں کے ساتھ کم از کم دو عینی بہنیں ہوں اور ایک علاتی بھائی ہو۔ایسی صورت میں علاتی بھائی، علاتی بہن کو عصبہ بنا دیگا۔لہٰذا دو عینی بہنوں کا ''ثلثان'' نکال کر باقی جو بچا وہ علاتی بہن اور بھائی میں **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم ہوگا۔اس پر دلیل یہ ہے کہ عینی بہن بھائیوں کی میراث، صلبی بیٹوں بیٹیوں کی طرح ہوتی ہے اور علاتی بہن بھائیوں کی میراث پوتے اور پوتیوں کی طرح ہوتی ہے۔فلہٰذا حقیقی بھائی، بیٹوں کی طرح۔حقیقی بہنیں، بیٹیوں کی طرح۔علاتی بھائی، پوتوں کی طرح اور علاتی بہنیں، پوتیوں کی طرح ہونگی۔تو جیسے پوتے اور پوتیاں بھی عصبہ بنتے ہیں اسی طرح علاتی بھائی اور بہنیں بھی عصبہ بنیں گی۔

مسئلہ 3x3= تصحیح 9

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علاتی بھائی	علاتی بہن	2 عینی بہنیں
عصبہ	عصبہ	ثلثان
2	1	2X3=6

(vi) عصبہ مع الغیر

یہ اس صورت میں ہوگا کہ بیٹیاں یا پوتیاں ساتھ ہوں، حدیث شریف میں ہے:

اِجْعَلُوا الاَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةً

''بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ''

اکثر صحابہ کرام اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اختلاف ہے وہ بیٹیوں کے ساتھ علاتی بہنوں کو عصبہ بنانے پر راضی نہیں ہیں وہ تو ''عینی'' بہنوں کو عصبہ نہیں بنا رہے تھے ''علاتی'' کو کیسے بنائیں گے۔ انکے دلائل اور ان کا جواب عینی بہنوں کے احوال میں گذر چکے۔

مسئلہ 6

پوتی	بیٹی	2 علاتی بہنیں
عصبہ	نصف	عصبہ
1	3	1X1=2

(vii) محرومیت

اس کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) بیٹا ہو۔

(۲) پوتا، پڑپوتا یا نیچے تک کوئی ہو۔

(۳) باپ ہو۔

(۴) دادا ہو۔ عندابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ان تمام صورتوں میں علاتی بہنیں محروم ہوجاتی ہیں۔ جبکہ دادا میں امام اعظم اور صاحبین کا اختلاف ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دادا بھی علاتی بہنوں کو محروم کر دیتا ہے۔

سب کی تفصیل یہ ہے کہ بیٹے سے حقیقی بھائی اور علاتی بھائی تو اس لئے محروم ہوجاتے ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهُوَ يَرِثُهَا اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ

یعنی کہ بھائی تب وارث ہوگا جب اس کا ''ولد'' نہ ہو۔ اور ولد سے یہاں مراد ''بیٹا'' ہے۔ اس کی دلیل پیچھے گذر گئی۔ اس لئے بیٹا، حقیقی بھائیوں کو محروم کر دیتا ہے اور بیٹے کی وجہ سے بہنیں ساقط ہوجاتی ہیں اس کی بھی وجہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اِنْ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَاتَرَكَ

اگر کسی مرد کا انتقال ہوجائے جو بے اولاد ہے اوراس کی ایک بہن ہوتو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھاہے''(ترجمہ کنزالایمان)

پیچھے گذرا کہ ولد سے مراد''بیٹا'' ہے۔معلوم ہوا کہ بیٹا ،بہنوں کوبھی محروم کردیتا ہے اور پوتا، بہنوں اور بھائیوں کو اس لئے محروم کردیتاہے کہ یہ بیٹے کے قائم مقام ہیں تو جوکام بیٹا کرتا تھا وہی کام اب اس کا جانشین کریگا۔

باپ کی وجہ سے یہ محروم اس لئے ہوتے ہیں کہ ان کو وراثت جوملتی ہے وہ اس صورت میں ہے کہ میت'' کـلاله'' ہواور'' کلالہ'' کے لئے ضروری ہے کہ نہ اولاد ہو نہ باپ ۔تب کہیں یہ لوگ حصہ پائیں گے۔جب باپ کی عدم موجودگی میں حصہ پائیں گے تو اس کی موجودگی میں حصہ نہیں پائیں گے۔اس لئے باپ بھی بہن بھائیوں کے لئے حاجب بن گیا اور چونکہ دادا باپ کے قائم مقام ہوتا ہے اس لئے باپ موجود نہ ہونے کی صورت میں وہی کام جو باپ کیا کرتا تھا اب دادا کرے گا۔یعنی کہ جن کو باپ محروم کرتا ہے ان کو دادا بھی محروم کرے گا اس کی مفصل بحث آگے''**مقاسمة الجد**'' کےعنوان کےتحت آرہی ہے

واماللام فاحوال ثلث الخ

ماں کے احوال

ماں کے تین احوال ہیں۔

(i)سدس

یہ اس صورت میں ہوگا کہ میت کی اولاد(بیٹا،بیٹی پوتا،پوتی نیچے تک)کوئی موجود ہو۔یا کم از کم دوبہن بھائی موجود ہوں خواہ دونوں عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی یا مختلف۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّاتَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ

''اورمیت کے ماں باپ کو ہر ایک کواس کے ترکہ سے چھٹا''

مذکورہ آیت میں''ولد'' کالفظ ہےاور یہ لفظ بیٹوں اور پوتوں سب کوشامل ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ ماں کے لئے حصہ وراثت کا تعین کرانے میں پوتے ،بیٹوں کے قائم مقام ہوتے ہیں فلہٰذا ان سب کی موجودگی میں ایک ہی حکم ہے کہ ماں کوسدس ملے ۔اسی طرح کم ازکم دوبہنیں یا دو بھائی یا بھائی بہن ہوں خواہ سب عینی ہوں یا سب علاتی ہوں یا سب اخیافی ہوں یا مختلف ہوں اس طرح کہ بعض عینی اور بعض علاتی یا بعض عینی اور دوسرے بعض اخیافی وغیرہ بہرحال دو یا دو سے زیادہ بہن بھائی ہوں تو بھی ماں کوسدس ہی ملے گا۔اس پر دلیل رب ذوالجلال کا یہ ارشاد ہے:

فَاِنْ كَانَ لَهٗ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

''پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا''

اس آیت میں لفظ ''اخوۃ'' آیا ہے، جو کہ ہر اس فرد کو شامل ہے جس پر ''اخوۃ'' کا اطلاق ہوتا ہو، خواہ باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے یا دونوں کی طرف سے۔ یہی اکثر صحابہ کرام **علیہم الرضوان** کا مذہب ہے اور جمہور کا بھی یہی موقف ہے۔

مسئلہ 6

ماں	عینی بھائی	3 علاتی بہنیں
سدس	عصبہ	عصبہ
1	2	3

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف

اگر بہن بھائی تین یا تین سے زیادہ ہوں تو ماں کے لئے ''سدس'' ہوگا، لیکن بہن بھائی صرف دو ہی ہوں تو اب ''سدس نہیں'' بلکہ اب ثلث ہوگا۔ کیونکہ لفظ ''اخوۃ'' جمع ہے جس کا اطلاق کم ازکم تین پر ہوتا ہے۔ لہٰذا جب تک تین سے کم ہونگے تب تک یہ حکم بھی نہیں لگے گا۔

جواب

میراث کے باب میں دو پر بھی وہی حکم لگتا ہے جو جماعت پر لگتا ہے۔ جیسا کہ پیچھے گزرا کہ حصول ''ثلث'' میں دو بیٹیاں بھی جمع کی طرح ہیں اور دو بہنیں بھی جمع کے حکم میں ہیں، کیونکہ جب بھی وراثت ہی سے متعلقہ ہے اس لئے اس میں بھی دو پر جمع کا حکم ہوگا۔ اسی طرح یہاں ماں کے لئے حاجب بننے میں بھی دو پر جمع والا حکم لگے گا۔ چنانچہ یہ اگرچہ دو ہی ہوں، تب بھی ماں کو ثلث سے محروم کر کے ''سدس'' کا حقدار بنا دیں گی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ''مطلق جمع'' جو ہوتی ہے وہ ''دو'' کو بھی شامل ہوتی ہے اور یہ مقام تو خاص طور پر ایسا ہے کہ جمع سے مراد ''مطلق جمع'' لیں۔ جس کا اطلاق ''مافوق الواحد'' پر ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ باب الوراثت ہے اور اس باب میں جمع سے مراد ''مطلق جمع'' ہی ہوتا ہے۔

استحقاقِ سدس

وہ مسئلہ تو ختم ہوا کہ دو بہنیں حاجب ہوں گی یا زیادہ۔ بہر حال جب حاجب ہونگیں (جمہور کے نزدیک دو بھی اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دو سے زیادہ ہی) تو وہ ''سدس'' جس سے ماں کو محروم کریں گی، اب ماں سے ہٹا کر یہ حصہ دیا کس کو جائے گا؟ اس میں پھر اختلاف ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہی ''بہن بھائی'' اس کے مستحق ہیں جنہوں نے ماں کو محروم کیا۔ ان کی دلیل یہ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے کہ ان بہن بھائیوں نے ماں کو اسی لئے تو محروم کیا تھا کہ جتنے حصہ سے ماں کو محروم کریں گے اتنا حصہ ان کو ملے گا اگر وہ حصہ ان کو ملنا ہی نہیں ہے تو پھر انکے حاجب ہونے کا فائدہ کیا ہوا؟ اور یہ بات یاد رہے کہ جو وارث نہیں ہوتا وہ وہ حاجب بھی نہیں ہوسکتا یہاں اگر ان بہن بھائیوں کو اس سدس کا حقدار قرار نہ دیں تو پھر انکو حاجب قرار دینا ہی غلط ہو جائیگا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ جب کسی کے بہن بھائی کفار ہوں (نعوذ باللہ من ذٰلك) یا غلام ہوں تو وہ ماں کے لئے حاجب نہیں ہوسکتے یہاں حاجب نہ ہونے کی وجہ اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ "وارث" نہیں ہیں۔ تو چونکہ یہ وارث نہیں ہیں اس لئے یہ حاجب بھی نہیں ہیں اسی طرح اگر بہن بھائیوں کو "سدس" ملے گا ہی نہیں تو ان کو حاجب کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس پر ایک اور دلیل بھی ہے کہ حضرت طاؤس سے مرسلاً روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ماں باپ کے ساتھ بہن بھائیوں کو سدس عطا فرمایا۔

جمہور فقہاء کرام کا مذہب

عند الجمهور اس سدس کا مستحق "باپ" ہے۔

جمہور کی دلیل

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗ اَبَوَاهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهٗ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ

پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا"

یہاں پر آیت کا پہلا حصہ یہ بتا رہا ہے کہ ماں کے لئے "ثلث" ہے اور باقی جتنا بچا وہ باپ کے لئے ہے۔ اسی طرح اگلے کلام میں بھی یہی ہوگا کہ اگر میت کے بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ اور باقی جتنا بچا وہ باپ کا۔ یعنی پہلے جملہ میں یہ بتایا گیا کہ اگر اولاد اور بہن بھائی نہ ہوں تو ماں کا ثلث ہے، بقیہ باپ کا۔ اور اب یہ بتایا گیا کہ اگر بہن بھائی ہوں تو اس صورت میں ماں کا ثلث نہیں بلکہ ماں کا سدس ہے اور عصبہ ہونے کی وجہ سے بقیہ حصہ باپ کا۔

شرط حجب کا جواب

شرطِ حجب یہ ہے کہ حاجب جو ہے وہ کسی نہ کسی صورت میں محجوب کا وارث بنتا ہو اور اس کا شمار اس کے ورثاء میں ہوتا ہو۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جس چیز سے حاجب ہوا اس کو یہ حاصل بھی کرے۔ کافر اور غلام بھائیماں کے لئے حاجب ہیں جبکہ باپ سے خود محجوب ہو جاتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ اگر میت کے بہن بھائی ہوں تو یہ ماں کے لئے حاجب ہیں لیکن جو سدس ان کی وجہ سے ماں سے ساقط ہوا وہ ان کو نہیں بلکہ باپ کو ملے گا۔

فائدہ

مذکورہ گفتگو سے یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ بہن بھائی موجود ہوں اور ماں باپ بھی تو یہ ماں کے لئے حاجب ہوتے ہیں اس

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کا حصہ کم کروادیتے ہیں اور اسی صورت میں باپ ان کے لئے حاجب ہوجاتا ہے چنانچہ جو حصہ انہوں نے ساقط کروایا تھا وہ باپ لے لے گا اور ان کو کچھ نہیں ملے گا۔

باپ، بھائیوں کے لئے حاجب ہے اس پر یہ بھی دلیل ہے کہ جب ماں موجود نہ ہو تو باپ ان کو کچھ نہیں لینے دیتا، اب جبکہ ماں کی عدم موجودگی میں تو یہ کچھ حاصل کر نہ سکے تو ماں کی موجودگی میں کیونکر حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ ان کا وہ حال جو ماں کی عدم موجودگی میں تھا وہ ماں کی موجودگی والے حال سے کوئی زیادہ قوی اور مضبوط تو نہیں ہے۔

حدیث کا جواب

حضرت طاؤس سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میری اس شخص سے ملاقات ہوگئی جس کو رسول اکرم ﷺ نے ''ابوین'' کے ساتھ ''سدس'' دیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھ لیا کہ آپ کو وہ ''سدس'' کس بناء پر ملا تھا؟ تو اس نے جواب دیا کہ اس میت نے میرے لئے ''سدس'' کی وصیت کی تھی اس لئے مجھے سدس ملا۔

لیجئے حضرت طاؤس کی اس شہادت اور وضاحت کے بعد یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استدلال کے قابل ہی نہ رہی، کیونکہ وہ تو یہ ثابت کرنے کے درپے ہیں کہ بھائیوں کو ''وراثت'' میں سدس دیا گیا۔ یہاں پتہ چلا کہ وہ سدس تو ''وصیت'' کی بنیاد پر دیا گیا تھا۔ حدیث شریف کی اس وضاحت کے بعد نہ صرف حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استدلال جاتا رہا بلکہ الٹا یہ حدیث ہمارے مؤقف کی مؤید ہوگئی وہ اس طرح کہ حضرت طاؤس نے خود وضاحت کردی کہ اس شخص کو ''وصیت'' کی بنیاد پر سدس ملا تھا اور وارث کے لئے ''وصیت'' جائز ہی نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ بھائی وارث ہی نہ تھا کہ اگر وارث ہوتا تو اس کے لئے وصیت نہ کی جاتی۔ جب اس کا وارث ہونا باطل ہوگیا تو اس کا سدس پانا بھی باطل ہوگیا کیونکہ ''سدس'' وغیرہ تو وارث پاتے ہیں اور یہ ''وارث'' ہی نہیں۔

فائدہ

اصل بات یہ ہے کہ اس روایت کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرنا مناسب نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ کہ دادا ''اخوۃ اور اخوات'' کے لئے حاجب ہے۔ مطلب یہ کہ دادا کی موجودگی میں ''اخوۃ'' کو کچھ نہیں ملتا اور اس مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہیں۔ اب یہ بڑے تعجب کی بات ہوگی کہ دادا جو کہ باپ کے قائم مقام ہوتا ہے وہ تو ''اخوۃ'' کو محجوب کردے اور اس بات کو ابن عباس مان لیں لیکن باپ ''اخوۃ'' کو محجوب کردیتا ہے'' اس بات کو نہ مانیں! یہ کیسے ممکن ہے؟ جبکہ باپ کی بات ماننا تو بہ نسبت ''دادا'' کے زیادہ آسان ہے کیونکہ دادا دور ہوکر اگر حاجب ہوسکتا ہے تو باپ جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہے بدرجہ اولیٰ حاجب ہوگا۔

(ii) جمیع مال کا ثلث

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ اس صورت میں ہوگا جب بیٹا، پوتا، پڑپوتا نیچے تک کوئی یا دو یا دو سے زیادہ بہن بھائی موجود نہ ہوں۔اس پر دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗ اَبَوَاهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ

''پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی''

لیکن اس حال کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان کے ساتھ ''زوجین'' میں سے کوئی نہ ہو۔

مسئلہ 3

ماں	باپ
ثلث	مابقی
1	2

(iii)زوجین سے بچے ہوئے کا ثلث

اس کی صورت یہ ہوگی کہ میت نے ماں باپ کے ساتھ زوج یا زوجہ کو چھوڑا ہوا ایسی صورت میں احد الزوجین کا حصہ نکال کر ''مابقی کا ثلث'' ماں کو دیں گے اس کی دو صورتیں ہونگیں۔

نمبر(ا) میت نے ماں باپ اور زوج چھوڑا تو مسئلہ 6 سے بنے گا،نصف زوج کا یعنی کہ 3،اور مابقی یعنی کہ 3 کا ثلث یعنی کہ 1 ماں کا اور بقیہ 2 باپ کا۔

مسئلہ 6

ماں	باپ	شوہر
مابقی کا ثلث	مابقی من سہام الام	نصف
1	2	3

نمبر(۲) میت نے باپ اور زوجہ کو چھوڑا ہوا ایسی صورت میں مسئلہ 4 سے بنے گا ربع زوجہ کو دیا باقی بچے 3،ان کا ثلث یعنی 1 ماں کو اور بقیہ 2 باپ کو دیں گے۔

مسئلہ 4

ماں	باپ	بیوی
مابقی کا ثلث	مابقی	ربع
1	2	1

یہ مذہب اکثر صحابہ کرام اور جمہور فقہاء کرام کا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آپ کا یہ مؤقف ہے کہ دونوں صورتوں میں ماں کو ''کل ترکہ کا ثلث'' دیں گے ان کی دلیل یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ

''پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی''

غور کریں کہ میت کے ترکہ کے وارث ''اولاد'' نہ ہو بلکہ صرف ماں باپ ہوں تو ایسی صورت میں ماں کے لئے ''ثلث'' اور ثلث بھی ''کل ترکہ'' کا، کیونکہ اس سے پچھلی آیت میں یہ ہے:

وَلِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ

''اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا''

تو جس طرح سابقہ آیت میں ''سدس'' ماترک، کا ہے وہی قید یہاں پر بھی معتبر ہوگی کہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں جو ''ثلث'' کا حکم دیا تو یہ بھی ''ماترک'' کا ثلث ہے نہ کہ ''مابقی'' کا۔

تائید

سہام جتنے بھی ہوتے ہیں سب کے سب ''کل مال'' سے نکلا کرتے ہیں یعنی ادائے دین اور وصیت کے بعد جو کچھ بچتا ہے اس کے سہام کئے جاتے ہیں اور ذوی الفروض میں تقسیم کے جاتے ہیں۔

ابوبکر اصم کا مؤقف

آپ فرماتے ہیں کہ میت نے شوہر اور ماں باپ چھوڑے ہوں تو شوہر کا حصہ نکال کر ''مابقی'' کا ثلث ماں کو دیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر جمیع مال کا ''ثلث'' ماں کو دیتے ہیں تو ماں کا حصہ باپ سے بڑھ جائے گا جس میں ''انثیٰ'' کو ''ذکر'' (یعنی عورت کو مرد) پر ترجیح دینا لازم آرہا ہے جو کہ جائز نہیں اس کی صورت یہ ہوگی کہ میت نے شوہر، ماں اور باپ چھوڑے ہوں تو مسئلہ ''6'' سے بنے گا۔ کیونکہ ''نصف'' اور ''ثلث'' جمع ہو رہے ہیں اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنایا۔ اب ''نصف حصہ'' زوج کو دیا باقی بچے ''3'' اس میں سے ماں کے لئے کل مال کا ثلث ''2'' ہوا۔ باقی باپ کے لئے ایک بچا۔

مسئلہ 6

شوہر	ماں	باپ
نصف	کل کا ثلث	مابقی
3	2	1

دیکھئے باپ کو ماں سے ''نصف'' ملا۔ یہ ہے عورت کو مرد پر ترجیح دینا جو کہ درست نہیں۔ یہ خرابی اس وقت پیدا ہوئی جب ہم

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے ماں کو ''کل مال کا ثلث'' دیا۔اس لئے ''کل مال'' کا نہیں بلکہ'' مابقی'' کا ثلث دیں۔اب خرابی لازم نہیں آئے گی۔ چنانچہ مسئلہ 6 سے بنائیں گے۔''نصف''شوہر کا۔ باقی بچے''3'' ۔اور 3 کا ثلث ہے 1۔ یہ دیا'' ماں'' کو۔ باقی بچے''2'' یہ دیے باپ کو۔اب دیکھیں تقسیم بھی ہوگئی اور'' ترجیح انثی علیٰ الذکر'' بھی لازم نہ آئی۔جبکہ اگر میت نے زوجہ، ماں اور باپ چھوڑے ہوں تو اس صورت میں'' کل مال کا ثلث'' ماں کو دیں گے۔ کیونکہ اس صورت میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ چنانچہ مسئلہ 12 سے بنائیں گے۔ ربع (یعنی کہ۳سہام) بیوی کو اور ایک ثلث (یعنی کہ۴سہام) ماں کو۔ باقی بچے ۵سہام ۔یہ دے دیئے باپ کو۔اب کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔فلہٰذا اگر زوجہ اور ابوین چھوڑے تو **احدالزوجین** کا حصہ نکالنے کے بعد بچ جانے والے مال کا ثلث ماں کو دیں اور اگر زوج مع الابوین چھوڑے ہوں تو ماں کو'' جمیع مال کا ثلث'' دیں گے۔

مسئلہ 6

شوہر	ماں	باپ
نصف	مابقی کا ثلث	مابقی
3	1	2

جمہور کی طرف سے جواب

قرآن کریم میں جہاں ماں کے لئے ثلث کا بیان کیا گیا ہے وہ آیت یہ ہے:

فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗ اَبَوَاهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ

''پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کو دو تہائی''

یہاں پر ماں کے لئے اس چیز کا''ثلث'' ہے جس کی وہ وارث بنی۔ وہ خواہ''کل مال'' کا ثلث ہو یا''بعض مال'' کا۔ اب آیت کے اندر'' ما ورثاہ ''کا ثلث مراد اس لئے لیا کہ اگر ہر صورت میں'' کل مال'' کا ثلث ہی مراد ہوتو پھر آیت اتنی ہی کافی تھی۔

''فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ''

''پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو تو ماں کو دو تہائی''

پھر

''وورثه ابواه''

''اور ماں باپ چھوڑے ہوں''

کیوں فرمایا؟

اب یہ ماننا پڑے گا کہ یہ الفاظ زائد از ضرورت ہیں جبکہ کلام اللہ میں کوئی لفظ بھی زائد از ضرورت نہیں ہوسکتا۔ اسی کی مثال خود قرآن کریم میں موجود ہے جہاں دو یا دو سے زیادہ بیٹیوں کا حصہ بیان کیا وہاں:

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَاِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَامَاتَرَكَ

اور آگے فرمایا:

وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ

یہاں پر ایک عورت کے لئے ''نصف'' ثابت کیا، چونکہ یہ کل مال کا نصف تھا اس لئے یہاں پر یہ نہیں فرمایا کہ ''اگر لڑکی ایک ہو اور وہ جس مال کی وارث ہو تو اس کا نصف حصہ ہے'' بلکہ مطلقاً فرمادیا:

وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ

لہٰذا اس سے مراد ''کل مال'' کا نصف ہوا، اگر وہاں پر بھی ''کل مال'' کا ثلث مراد ہوتا تو وورثہ ابواہ کا تذکرہ نہ آتا۔

اعتراض

آپ کا یہ کہنا کہ اگر آیت میں مطلقاً ''ثلث للام'' مانا جائے تو وورثہ ابواہ والی عبارت کا فضول ہونا لازم آتا ہے یہ دعویٰ غلط ہے۔ کیوں فائدہ نہیں؟ فائدہ ہے۔ اور وہ یہ کہ اس آیت نے حصر کا فائدہ دیا کہ وارث صرف ماں باپ ہی ہوں تو ان کا ''ثلث'' ہے۔ دیکھئے آیت نے حصر کا فائدہ تو دیا لہٰذا یہ کہنا کہ ''ان لفظوں کا کچھ فائدہ نہیں'' غلط ہے۔

جواب

آیت میں ماں باپ کے حصر پر کوئی دلالت موجود نہیں ہے وہاں پر تو یہ ہے کہ ماں باپ وارث ہوں یہ تو نہیں کہ کوئی اور وارث نہ ہو۔ کسی کے لئے کسی چیز کا صرف ''اثبات'' اس کے لئے حصر کا فائدہ کیونکر دے سکتا ہے اور اگر یہ مان بھی لیں کہ آیت میں حصر ہے کہ ورثاء صرف ماں باپ ہی ہوں تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ احدالزوجین موجود ہوں تو کل مال کا ثلث ہوگا یا بعض کا۔ مطلب یہ کہ حصر پر دلالت ہو بھی سہی پھر بھی جو نزاع چل رہا ہے آیت میں اس حوالے سے کوئی حل موجود نہیں ہے نہ نفیاً نہ اثباتاً۔ تو جب نزاع کا حل موجود ہی نہیں ہے تو کوئی ایسا مفہوم ڈھونڈنا چاہئے جس کا اعتبار کرکے ہم اس نزاع سے نکل سکیں تو آئے ایک ضابطہ دیکھتے ہیں۔

ضابطہ

اصول میں ماں باپ کا وہی حکم ہوتا ہے جو فروع میں بیٹوں اور بیٹیوں کا۔ کیونکہ لڑکے اور لڑکی کے لئے سببِ وراثت ایک ہی چیز ہوتی ہے۔ ماں اور باپ دونوں میں سے ہر ایک بلاواسطہ میت کا تعلق دار ہوتا ہے لہٰذا احدالزوجین سے جو بچ جائے گا وہ ان دونوں میں اثلاثاً تقسیم کریں گے۔ جیسا کہ بیٹے اور بیٹی میں کرتے ہیں۔ چونکہ دونوں کا میت سے اتصال ایک جیسا ہے، دونوں بلاواسطہ فرع ہیں اس لئے دونوں میں اثلاثاً مال تقسیم کیا جاتا ہے۔ یونہی ماں باپ جبکہ زوج اور زوجہ سے خالی ہوں تو ان کے درمیان ترکہ ''اثلاثا'' تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں ماں کا حصہ، باپ کے نصف سے زیادہ نہیں ہوتا اور

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ عورت کا حصہ مرد کے نصف سے زائد نہ ہو۔ اب اگر زوجین کی صورت میں بھی ماں کو ''جمیع ترکہ کا ثلث'' دیں تو ماں کا حصہ باپ کے حصہ سے بڑھ جائے گا کیونکہ مسئلہ جب 6 سے بنے گا تو اگر ابوین ''زوج'' کیساتھ ہیں تو اس صورت میں ''نصف'' یعنی کہ (تین سہام) زوج کے۔ کل مال کا ثلث (یعنی کہ دو سہام) ماں کے۔ باقی بچا ''سدس'' (یعنی کہ ایک سہم) یہ باپ کا۔ دیکھ لیں ماں کا حصہ باپ کے حصہ سے ڈبل ہو گیا۔ اور اگر ابوین، زوجہ کے ساتھ ہوں تو مسئلہ 12 سے بنے گا۔ زوجہ کا ربع (یعنی کہ تین سہام) نکالا باقی بچا 9۔ اب کل مال کا ثلث (4) ماں کو دیں۔ باقی بچے 5۔ یہ ہوگا باپ کا۔ اس صورت میں بھی دیکھ لیں کہ ماں کا حصہ باپ کے نصف حصہ سے بڑھ گیا۔

معلوم ہوا کہ احدالزوجین ہونے کی صورت میں ماں کو ''مابقی'' کا ''ثلث'' ملے گا نہ کہ ''کل مال کا ثلث''۔

ہماری اس گفتگو سے حضرت اصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب بھی آ گیا جو اس بات کے قائل ہیں کہ زوج کیساتھ ہوں تو ''مابقی کا ثلث'' اور زوجہ کے ساتھ ہوں تو ''کل مال کا ثلث''۔ یہ زوج کی صورت میں تو ہمارے ساتھ ہیں اور زوجہ کی صورت میں فرماتے ہیں کہ ماں کے لئے ''مابقی کا ثلث'' کیونکہ اس صورت میں ''**تفضیل الام علیٰ الاب**'' لازم نہیں آتی۔ ان کو بھی جواب مل گیا کہ تفضیل تو ہو گئی اس لئے کہ اس صورت میں بھی باپ کے ''نصف'' حصہ سے تو ماں کا حصہ بڑھ گیا ہے۔ یہ فضیلت نہیں تو اور کیا ہے؟

ایک مسئلہ میں دو ربع

یہ بات یاد رہے کہ جب زوجہ کا فرضی حصہ نکال کر ماں کو ''مابقی کا ثلث'' دیں گے تو ایسی صورت میں مسئلہ میں لفظاً تو نہیں البتہ حقیقتاً دو ربع موجود ہونگے۔ کیونکہ اس صورت میں مسئلہ 12 سے بنے گا۔ کل مال کا ربع (3) ہے یہ زوجہ کو دیا جائیگا۔ باقی بچے 9۔ اب مابقی کا ثلث (3) ہے {یہی ''3'' کل ترکہ (12) کا ربع تھا جو کہ زوجہ کو دے چکے} یہ ماں کو دیں گے۔ یہاں پر غور فرمائیں کہ زوجہ کو بھی 3 سہام ملے اور ماں کو بھی 3 سہام۔ اور 3، 12 کا ربع ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں 2 ربع ہیں۔ ایک بیوی کا اور ایک ماں کا (جو کہ اصل میں مابقی کا ثلث ہے)

اگر باپ کی جگہ دادا ہو

اگر باپ نہ ہو اور اس کی جگہ دادا ہو یعنی کہ میت نے احدالزوجین، ماں اور دادا وارث چھوڑے ہوں تو ایسی صورت میں ماں کو ''کل ترکہ کا ثلث'' ملے گا۔ ابن عباس **رضی اللہ تعالیٰ عنہما** کا بھی یہی مسلک ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک روایت یہ ہے۔ حضرت امام ابو یوسف کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں: جس طرح باپ ہونے کی صورت میں ماں کو ''مابقی کا ثلث'' ملتا ہے اسی طرح اسی دادا کے ساتھ بھی ''مابقی ثلث'' ملتا ہے۔ اس روایت کے مطابق گفتگو یہ ہوگی کہ باپ کی طرح دادا بھی ماں کو عصبہ بنا دیگا اور عصبہ ہونے کی صورت میں ترکہ دونوں کے درمیان اثلاثاً تقسیم ہوگا۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پہلی روایت کی وجہ

''فلامہ الثلث '' آیت کے ظاہر کو جوہم نے ترک کیا اور''مابقی کا ثلث'' مرادلیا وہ صرف باپ تک محدود رکھیں گے اور وہاں پر وہی تاویل کریں گے جو پیچھے گذر چکی۔ کیونکہ باپ اور ماں دونوں قرب الیٰ المیت میں مساوی ہیں تو پھر ماں، باپ سے آگے کیوں بڑھے؟ اس کی تائید اقوال صحابہ سے بھی ہوتی ہے۔

اب مسئلہ ہے''دادا'' کا، تو اس کے حق میں ہم اس آیت کے ظاہر پر عمل کریں گے اور ماں کو''کل مال کا ثلث'' دیں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں اور دادا دونوں قرب الیٰ المیت میں مساوی نہیں ہیں۔

اعتراض

جب دادا کی صورت میں ماں کو''کل ترکہ کا ثلث'' دیں گے تو زوج کی صورت میں جب مسئلہ 6 سے بنے گا تو نصف (3) زوج کو اور کل ترکہ کا ثلث (2) ماں کو دیا۔ باقی بچا (1)۔ یہ دادا کو دیں گے۔ اب ماں کو'' ثلث'' اور دادا کو''سدس'' ملا۔ یہاں بھی تو عورت کو مرد پر فضیلت دی جارہی ہے یہ ناجائز کیوں نہیں؟

جواب

دراصل تفضیل ان ورثاء میں منع ہے جن میں قرب الیٰ المیت میں مساوات اور برابری ہو اور جہاں پر اس قرب میں برابری نہ ہوگی وہاں پر تفضیل درست ہے جیسا کہ میت نے زوجہ، عینی بہن اور علاتی بھائی چھوڑا ہو، تو مسئلہ 4 سے بنے گا۔ ربع (ایک سہم) زوجہ کو دیں گے۔ نصف (دوسہم) بہن کو اور مابقی (ربع) علاتی بھائی کو۔ اب دیکھیں کہ یہاں پر اخت کو''نصف'' اور اخ کو''ربع'' مل رہا ہے اور اخت کو اخ پر فضیلت دے دی گئی اس کی بھی وجہ یہی ہے کہ عینی بہن اور علاتی بھائی قرب الیٰ المیت میں مساوی نہیں ہیں اس لئے ان میں انثی کی ذکر پر تفضیل جائز ہے۔

مسئلہ 4

بیوی	عینی بہن	علاتی بھائی
ربع	نصف	مابقی
1	2	1

دادا کے ساتھ ماں کو''کل کا ثلث'' ملنے کی دوسری وجہ

میت، ماں باپ کی بھی ولد ہے اور دادا کی بھی۔ لیکن ماں باپ سے اس کی ولادت''حقیقی'' ہے جبکہ دادا سے''حکمی'' اور تعصیب کے لئے ضروری ہے کہ سبب ایک ہو یعنی کہ جس سبب سے ایک وارث ہو دوسرا بھی اسی سبب سے وارث ہو، تب تو ان میں عصوبت جاری ہو سکے گی لیکن اگر سبب میں اختلاف ہو، کوئی حقیقتاً وارث ہو اور کوئی حکماً۔ تو ایسی صورت میں حقیقی سبب

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

والا حقیقی سبب والے کو تو عصبہ کر دے گا لیکن ''حکمی'' والا ''حقیقی'' والے کو عصبہ نہیں بنا سکتا۔اس لئے چونکہ'' دادا'' ماں کو عصبہ نہیں بنا سکے گا اس لئے ماں کو اس کا فرضی حصہ (کل مال کا ثلث)مل جائے گا اور بقیہ دادا کو۔

نوٹ

ہم نے آغاز میں جہاں دادا کے احوال بیان کئے تھے وہاں کہا تھا کہ دادا کے احوال بھی باپ کی طرح ہیں سوائے چار مقامات کے ان چار مقامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امام ابو یوسف تو دادا کو باپ کی طرح کہتے ہیں لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرق کرتے ہیں ۔فرق یہ ہے کہ باپ ہوتو ماں کو'' مابقی کا ثلث'' ملتا ہے اور دادا ہوتو'' جمیع مال کا ثلث'' ملتا ہے ۔یعنی کہ باپ میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں جبکہ دادا میں اختلاف ہے۔

وللجدة السدس الخ

دادی کے احوال

جدہ صحیحہ کے دو حال ہیں۔

(i) فرضی حصہ

یہ اس صورت میں ہوگا کہ دادی'' صحیح''ہو، فاسدنہ ہو۔خواہ باپ کی ماں ہو یا ماں کی ماں ۔یعنی جس طرح ہمارے عرف میں باپ کی ماں کو دادی اور ماں کی ماں کو نانی کہتے ہیں۔اصطلاح فرائض میں دونوں کو دادی ہی کہا جاتا ہے تاہم فرق یہ ہے کہ جو دادیاں باپ کی طرف سے ہوتی ہیں وہ''ابویات'' اور ماں کی طرف سے''امیات'' کہلاتی ہیں۔ یہ دادی ایک ہی ہو یا زیادہ، جب درجے میں مساوی ہوں تو ان سب کے لئے سدس یعنی کہ چھٹا حصہ ہے۔

ایک دادی کو جو سدس دیتے ہیں اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت قبیصہ بن ذویب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دادی کو سدس دیا۔اور اگر ایک ہی درجہ میں ایک سے زیادہ دادیاں ہوں تو اب یہی''سدس'' سب میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔ اس کی وجہ وہ روایت ہے کہ ایک میت کی (نانی) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی میری بیٹی کا بیٹا(نواسا)مر گیا ہے مجھے میری بیٹی کے بیٹے (نواسے) کی وراثت کا حصہ دلوایئے۔ آپ نے فرمایا: کچھ انتظار کریں میں صحابہ کرام سے مشورہ کرلوں کیونکہ تیرے لیے نہ تو میرے سامنے قرآن کی کوئی نص ہے اور نہ ہی آقا علیہ السلام کا کوئی فرمان عالی سنا ہے جس سے تیرا حق ثابت ہوتا ہو۔

پھر آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت دی کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک سے زیادہ دادیوں کو سدس دیا آپ نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کوئی اور گواہ بھی ہے؟ تو حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت دی، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس (نانی) کو سدس دلوادیا۔ یہ تو ایک سدس لے کر چلی گئی بعد میں اسی میت کی دادی آ گئی اور میراث کا مطالبہ کیا آپ نے فرمایا: وہی سدس تم دونوں کا حصہ تھا جو وہ اکیلی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لے گئی ہیں چنانچہ اس دادی کو نانی والے سدس ہی میں سے حصہ دلوایا گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دادی ایک ہو زیادہ باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف سے یا مختلف، جب سب کی سب محاذی ہوں تو وہی ایک ''سدس'' ہی سب میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک اور روایت اس سے آگے بھی ہے کہ میت کی دادی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی: میت کی نانی (جس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حصہ دیا تھا) سے وراثت کی زیادہ حقدار ''میں'' ہوں۔ کیونکہ اگر وہ (نانی) مرجائے تو اس کے نواسوں کو اس کی میراث کا کچھ حصہ نہ ملے اور اگر میں مروں تو میرے پوتوں کو حصہ ملے گا۔ اس سے پتہ چلا کہ زیادہ حقدار میں ہوں۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور اسی سدس میں سے اپنا حصہ لے لو، دادیوں کا یہی ایک ہی سدس ہے جب تم دو ہونگیں تو دونوں کو ملے گا اور اگر تم میں سے کوئی ایک ہو تو پھر وہی ''سدس'' اکیلی لے گی۔ تو آپ نے دونوں کو ایک ہی سدس میں شریک ہونے کا فیصلہ فرمایا۔ دونوں بزرگوں کے عمل سے یہ معلوم ہوا کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ دادی ایک ہو یا زیادہ، باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف سے، سب کے لئے ''سدس'' ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف

آپ فرماتے ہیں کہ نانی کے احوال میں تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ اگر میت کی ماں موجود نہ ہو تو نانی اس ماں کے قائم مقام ہوگی اور '' ثلث'' حصہ پائے گی، جب کہ میت کی اولاد اور بہن بھائی موجود نہ ہوں۔ جیسا کہ ماں کے احوال میں گذرا اور اگر ماں بھی موجود ہو تو اب نانی کو ''سدس'' ملے گا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیل

جس طرح دادا، باپ کی عدم موجودگی میں باپ کے قائم مقام ہوتا ہے اور پوتا، بیٹے کی عدم موجودگی میں اس کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اسی طرح نانی بھی ماں کی غیر موجودگی میں اسکی قائم مقام ہوگی۔ دونوں میں امر مشترک یہ ہے کہ جس طرح پوتا بواسطہ بیٹے کے اور دادا بواسطہ باپ کے میت کی طرف منسوب ہوتا ہے اسی طرح نانی بھی ماں کے واسطہ سے میت کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ لہذا جس طرح دادا، باپ کی عدم موجودگی میں باپ کا اور پوتا، بیٹے کی عدم موجودگی میں بیٹے کا قائم مقام ہوا اسی طرح نانی بھی ماں کی عدم موجودگی میں ماں کے قائم مقام ہوگی۔ نیز ماں کے فرضی حصہ کے حصول میں کوئی دادی رکاوٹ نہیں بنتی اسی طرح ماں کی ماں کے فرضی حصہ میں بھی کوئی دادی رکاوٹ نہیں ہوسکتی۔

جمہور کا جواب

کسی عورت کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہونا یہ اس بات کا سبب نہیں ہے کہ منسوب ہونے والا اپنے واسطے کے حصے کا حقدار ہوجائے جیسا کہ بہن کی بیٹی اور بیٹی کی بیٹی کہ یہ دونوں ایک ذی فرض عورت کے واسطے سے میت کی طرف

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

منسوب ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود بیٹی کی عدم موجودگی میں نواسی اور بہن کی عدم موجودگی میں بہن کی بیٹی اس کے قائم مقام نہیں ہوتی اور نہ ہی نواسی، بیٹی کی عدم موجودگی میں بیٹی کے حصہ کی مستحق ہوتی ہے اور نہ بہن کی بیٹی بہن کی غیر موجودگی میں اس کے حصہ کی حقدار ہوتی ہے۔

(ii) محرومیت

دادی ایک ہو یا زیادہ جب میت کی ماں موجود ہو تو یہ سب ساقط ہوجاتی ہیں دادیاں خواہ باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف سے۔ نیز باپ کی موجودگی میں ماں کی طرف کی دادیاں یعنی کہ نانیاں محروم نہیں ہوتیں جبکہ باپ کی طرف کی دادیاں اس کی موجودگی میں محروم ہوجاتی ہیں۔ یہ قول حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے اور یہی علماء احناف کا مسلک ہے۔

حضرت عمر وابن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ باپ کی موجودگی میں دادی وراثت پاتی ہے قاضی شریح، حضرت حسن اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ باپ کی طرف کی دادیاں، دادا کی موجودگی میں محروم ہوجاتی ہیں سوائے باپ کی ماں کی ماں (باپ کی نانی) کے، کہ یہ دادا کی موجودگی میں بھی حصہ پاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دادی، دادا کے واسطے سے وارث نہیں بنی۔ بلکہ میت کے باپ کی ماں کی ماں ہونے کی وجہ سے وراثت کی حقدار ہوئی۔ لہٰذا یہ دادا کیساتھ وراثت پائے گی۔

دادا سے اوپر جو دادیاں ہیں یعنی کہ دادا کی ماں یہ محروم ہوگی اور اگر دادا کی ماں موجود ہے اور دادا کے باپ کی ماں بھی تو ایسی صورت میں دادا کی زوجہ تو حصہ پائے گی لیکن دادا کی ماں محروم ہوگی، یونہی ہر درجہ میں کہ دادا کے درجے میں جو دادیاں ہیں وہ دادا کے ساتھ مستحق ہیں لیکن جو دادا سے اوپر ہیں وہ دادا کے ساتھ حقدار نہیں ہوتیں۔ اسی طرح میت سے جتنے درجے دور ہوتے جائیں گے اتنی ہی دادیاں وارث ہونگیں جبکہ موجود دادا کی ماں اگر چہ اوپر تک ہوں محروم ہوگی۔

اور قریبی درجہ کی دادی خواہ کسی بھی جہت سے ہو خواہ دادی ہو یا نانی یہ بعید درجہ والی کو محروم کر دیتی ہے بعید درجہ والی خواہ ماں کی طرف سے ہو یا باپ کی طرف سے۔

ضابطہ

اس سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ جس جہت سے میت کے ساتھ قرب ہے اگر وہ واسطہ خود موجود ہے تو پھر یہ ذی واسطہ ساقط ہوجاتا ہے اسی طرح قریب والی دادی بعید والی کو محروم کر دیتی ہے، خواہ قریب والی دادی کسی بھی جہت سے ہو یعنی کہ ماں کی طرف سے ہو یا باپ کی طرف سے۔

متعدد، قرابتوں والی دادیوں کی وراثت سے متعلق ائمہ احناف کا اختلاف

جب ایک درجہ میں مختلف دادیاں ہوں اور ان کی میت کے ساتھ قرابت میں فرق ہو یعنی کہ ایک دادی ایک قرابت والی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور دوسری دو قرابتوں والی یا ایک دادی ایک قرابت والی اور دوسری تین قرابتوں والی ہو۔تو ایسی صورت میں آیا ان کی تعداد دیکھ کر سدس کو تقسیم کریں گے، قطع نظر اس کے کہ کس کو کتنی قرابتیں حاصل ہیں یا تقسیمِ وراثت باعتبار قرابت ہوگی؟ اس سلسلہ میں امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمہ میں اختلاف ہے۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا مؤقف

آپ فرماتے ہیں کہ وہ ''سدس'' ان سب میں تعداد کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے گا یہ نہیں دیکھیں گے کہ کس کو کتنی قرابتیں حاصل ہیں۔لہٰذا ایک دادی ایک قرابت والی اور دوسری دو قرابتوں والی ہے تو دونوں کے درمیان وہ سدس نصف نصف (آدھا آدھا) تقسیم ہوگا۔اس اعتبار سے کل مال کے دو حصے کئے جائیں گے جن میں سے ایک حصہ ایک دادی کو دیں گے اور دوسرا حصہ دوسری دادی کو۔

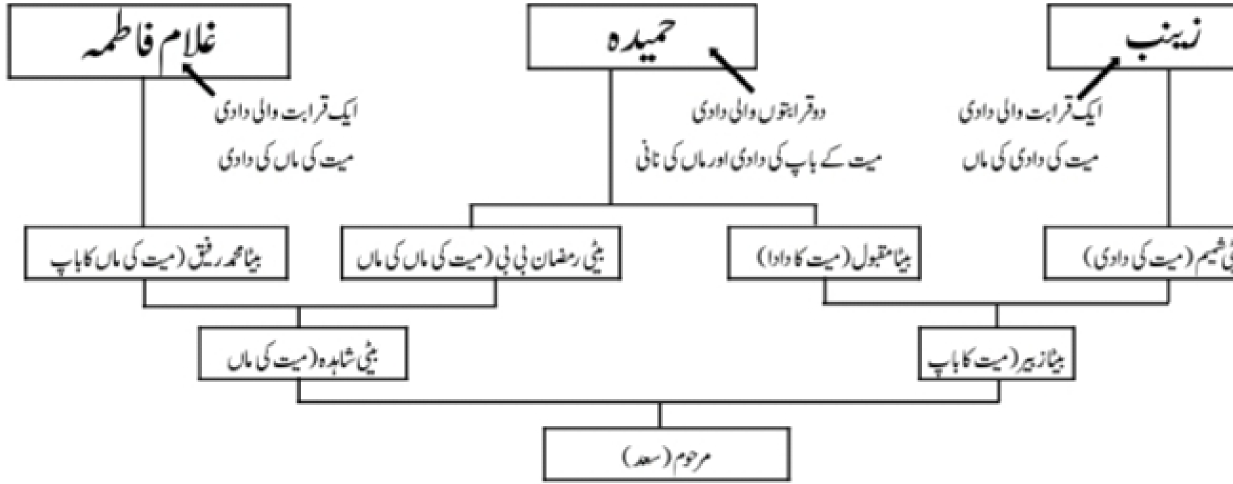
امام محمد علیہ الرحمہ کا مؤقف

آپ کے نزدیک ''جہات'' کا اعتبار کرتے ہوئے تقسیم کریں گے۔لہٰذا جس کی ایک جہت ہے اس کو ایک حصہ اور جس کی دو جہتیں ہیں اس کو دو حصے دئے جائیں گے یعنی کہ کل مال کو تین برابر حصوں میں تقسیم کرلیں گے اور ان میں سے ایک حصہ ایک قرابت والی دادی کو ملے گا اور دو حصے دو قرابت والی کو۔جیسا کہ درج ذیل نقشہ سے ظاہر ہے

ایک، دو اور تین قرابتوں والی دادیوں کے متعلق وراثت کا نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

﴿ایک اور دو قرابتوں والی دادیوں کا نقشہ﴾



for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

﴿ایک اور تین قرابتوں والی دادیوں کا نقشہ﴾

زینب کی میت کے ساتھ صرف ایک رشتہ داری ہے وہ یہ کہ زینب، میت کے باپ (سعد) کے باپ (زبیر) کی ماں (شمیم) کی ماں ہے۔

جبکہ حمیدہ کا رشتہ طلحہ کے ساتھ تین طرح کا ہے۔

۱۔ میت کے باپ (سعد) کی ماں (شاہدہ) کی ماں (رمضان بی بی) کی ماں ہے۔

۲۔ میت کے باپ (سعد) کے باپ (زبیر) کے باپ (مقبول) کی ماں ہے۔

۳۔ میت کی ماں (منزہ بتول) کی ماں (غلام فاطمہ) کی ماں (نسیم اختر) کی ماں ہے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بَابُ الْعَصَبَاتِ

اَلْعَصَبَاتُ النَّسَبِيَّةُ ثَلَاثَةٌ عَصَبَةٌ بِنَفْسِهٖ وَعَصَبَةٌ بِغَيْرِهٖ وَعَصَبَةٌ مَعَ غَيْرِهٖ اَمَّا الْعَصَبَةُ بِنَفْسِهٖ فَكُلُّ ذَكَرٍ لَاتَدْخُلُ فِى نِسْبَتِهٖ اِلَى الْمَيِّتِ اُنْثَى وَهُمْ اَرْبَعَةُ اَصْنَافٍ جُزْءُ الْمَيِّتِ وَاَصْلُهٗ وَجُزْءُ اَبِيْهِ وَجُزْءُ جَدِّهٖ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ يُرَجَّحُوْنَ بِقُرْبِ الدَّرَجَةِ اَعْنِى اَوْلٰهُمْ بِالْمِيْرَاثِ جُزْءُ الْمَيِّتِ اَىِ الْبُنُوْنَ ثُمَّ بَنُوْهُمْ وَاِنْ سَفِلُوْا ثُمَّ اَصْلُهٗ اَىِ الْاَبُ ثُمَّ الْجَدُّ اَىْ اَبُ الْاَبِ وَاِنْ عَلَا ثُمَّ جُزْءُ اَبِيْهِ اَىِ الْاِخْوَةُ ثُمَّ بَنُوْهُمْ وَاِنْ سَفِلُوْا ثُمَّ جُزْءُ جَدِّهٖ اَىِ الْاَعْمَامُ ثُمَّ بَنُوْهُمْ وَاِنْ سَفِلُوا ثُمَّ يُرَجَّحُوْنَ بِقُوَّةِ الْقَرَابَةِ اَعْنِى بِهٖ اَنَّ ذَاالْقَرَابَتَيْنِ اَوْلٰى مِنْ ذِىْ قَرَابَةٍ وَّاحِدَةٍ ذَكَرًا كَانَ اَوْ اُنْثٰى لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّ اَعْيَانَ بَنِى الْاُمِّ يَتَوَارَثُوْنَ دُوْنَ بَنِى الْعَلَّاتِ كَالْاَخِ لِاَبٍ وَّاُمٍّ اَوِالْاُخْتُ لِاَبٍ وَّاُمٍّ اِذَاصَارَتْ عَصَبَةً مَعَ الْبِنْتِ اَوْلٰى مِنَ الْاَخِ لِاَبٍ وَالْاُخْتِ لِاَبٍ وَّابْنُ الْاَخِ لِاَبٍ وَّاُمٍّ اَوْلٰى مِن ابْنِ الْاَخِ لِاَبٍ وَّكَذَالِكَ الْحُكْمُ فِى اَعْمَامِ الْمَيِّتِ ثُمَّ فِى اَعْمَامِ اَبِيْهِ ثُمَّ فِى اَعْمَامِ جَدِّهٖ وَاَمَّا الْعَصَبَةُ بِغَيْرِهٖ فَاَرْبَعٌ مِنَ النِّسْوَةِ وَهُنَّ اللاتِىْ فَرْضُهُنَّ النِّصْفُ وَالثُّلُثَانِ يَصِرْنَ عَصَبَةً بِاِخْوَتِهِنَّ كَمَا ذَكَرْنَا فِى حَالَاتِهِنَّ وَمَنْ لَافَرَضَ لَهَا مِنَ الْاِنَاثِ وَاَخُوْهَا عَصَبَةٌ لَاتَصِيْرُ عَصَبَةً بِاَخِيْهَا كَالْعَمِّ وَالْعَمَّةِ اَلْمَالُ كُلُّهٗ لِلْعَمِّ دُوْنَ الْعَمَّةِ وَاَمَّا الْعَصَبَةُ مَعَ غَيْرِهٖ فَكُلُّ اُنْثٰى تَصِيْرُ عَصَبَةً مَعَ اُنْثٰى اُخْرٰى كَالْاُخْتِ مَعَ الْبِنْتِ لِمَا ذَكَرْنَا وَاٰخِرُ الْعَصَبَاتِ مَوْلَى الْعِتَاقَةِ ثُمَّ عَصَبَتُهٗ عَلٰى التَّرْتِيْبِ الَّذِى ذَكَرْنَا لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ لَاشَىْءَ لِلْاِنَاثِ مِنْ وَّرَثَةِ الْمُعْتِقِ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسَ لِلنِّسَاءِ مِنَ الْوِلَاءِ اِلَّامَا اَعْتَقْنَ اَوْ اَعْتَقَ مَنْ اَعْتَقْنَ اَوْ كَاتَبْنَ اَوْكَاتَبَ مَنْ كَاتَبْنَ اَوْدَبَّرْنَ اَوْ دَبَّرَمَنْ دَبَّرْنَ اَوْ جَرَّوَلاءَ مُعْتِقُهُنَّ اَوْ مُعْتِقُ مُعْتِقِهِنَّ وَلَوْ تَرَكَ اَبَا الْمُعْتِقِ وَابْنَهٗ عِنْدَ اَبِى يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعالٰى سُدُسُ الْوَلَاءِ لِلْاَبِ وَالْبَاقِى لِلْاِبْنِ وَعَنْ اَبِى حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْوَلَاءُ كُلُّهٗ لِلْاِبْنِ وَلَاشَىْءَ لِلْاَبِ وَلَوْتَرَكَ ابْنَ الْمُعْتِقِ وَجَدَّهٗ فَالْوَلَاءُ كُلُّهٗ لِلْاِبْنِ بِالْاِتِّفَاقِ وَمَنْ مَلَكَ ذَارَحْمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عُتِقَ عَلَيْهِ وَيَكُوْنُ وَلَاءُهٗ لَهٗ بِقَدْرِ الْمِلْكِ كَثَلٰثِ بَنَاتٍ لِلْكُبْرٰى ثَلٰثُوْنَ دِيْنَارًا وَلِلصُّغْرٰى عِشْرُوْنَ دِيْنَارًا فَاشْتَرَتَا اَبَاهُمَا بِالْخَمْسِيْنَ ثُمَّ مَاتَ الْاَبُ وَتَرَكَ شَيْئًا فَالثُّلُثَانِ بَيْنَهُنَّ اَثْلَاثًا بِالْفَرْضِ وَالْبَاقِى بَيْنَ مُشْتَرِيَتَىِ الْاَبِ اَخْمَاسًا بِالْوَلَاءِ ثَلٰثَةُ اَخْمَاسِهٖ لِلْكُبْرٰى وَخُمُسَاهُ لِلصُّغْرٰى وَتَصِحُّ مِنْ خَمْسَةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ

ترجمہ

عصبات نسبیہ تین ہیں۔عصبہ بنفسہ ،عصبہ بغیرہ اورعصبہ مع غیرہ۔عصبہ بنفسہ ہر وہ مذکر ہے جس کی میت کے ساتھ رشتہ داری کے درمیان کوئی عورت داخل نہ ہو۔اور یہ چار اصناف ہیں میت کی جزء ،اس کے باپ کی جزء اور اس کے دادا کی جزء ،سب سے زیادہ حقدار سب سے زیادہ قریبی ہے۔ وہ قربِ درجہ کی وجہ سے ترجیح پاتے ہیں یعنی ان میں سے وراثت کا سب سے زیادہ حقدار میت کی جزء (بیٹے) ہے پھر اس کے بیٹے اگر چہ نیچے تک ہوں۔ پھر میت کی اصل یعنی باپ پھر دادا یعنی باپ کا باپ اگر چہ اوپر تک ہوں۔پھر اس کے باپ کی جزء یعنی بھائی پھر ان کے بیٹے ،پھر ان کے بیٹے پھر میت کے دادا کی جزء یعنی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چچے پھران کے بیٹے اگر چہ کتنے ہی نیچے تک ہوں۔ پھران میں ترجیح دی جاتی ہے قوتِ قرابت کی وجہ سے یعنی دورشتہ داریوں والا ایک رشتہ داری والے سے زیادہ حقدار ہوگا۔ دوقرابتوں والا، خواہ مذکر ہو یا مؤنث، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عینی رشتہ دار حصہ پاتے ہیں (اوران کے ہوتے ہوئے) علاتی رشتہ دار حصہ نہیں پاتے جیسا کہ عینی بھائی اورعینی بہن جبکہ بیٹی کے ساتھ مل کر عصبہ بن چکی ہو یہ علاتی بھائی اورعلاتی بہن سے زیادہ حقدار ہیں۔ اورعینی بھائی کا بیٹا، علاتی بھائی کے بیٹے سے زیادہ حقدار ہے۔ اوریہی حکم میت کے چچوں کے متعلق ہے پھر میت کے باپ کے چچوں کے بارے میں پھر میت کے دادا کے چچوں کے بارے میں۔ عصبہ بغیرہٖ چارطرح کی عورتیں ہیں، یہ وہ عورتیں ہیں جن کا فرضی حصہ نصف اورثلثان ہوتا ہے اور یہ اپنے بھائیوں کے ساتھ ملکر عصبہ بنتی ہیں جیسا کہ ہم نے ان کے حالات میں ذکر کیا۔ اوروہ عورتیں جن کا فرضی حصہ نہیں ہوتا اوران کا بھائی عصبہ ہوتا ہے یہ اپنے بھائی کے ساتھ ملکر عصبہ نہیں بن سکتیں۔ جیسا کہ چچا اور پھوپھی تمام کا تمام مال چچا کا ہوگا پھوپھی کا کچھ نہیں ہوگا۔ اورعصبہ مع غیرہ ہر وہ مؤنث ہے جو دوسری مؤنث کے ساتھ مل کر عصبہ بنے جیسا کہ بہن بیٹی کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اورسب سے آخری عصبہ **مولیٰ العتاقه** ہے پھراس کے بعد اس کے عصبات اس ترتیب پر جو ہم نے ذکر کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی وجہ سے کہ آپ نے فرمایا: ولاء بھی نسب کی طرح ایک رشتہ داری ہے اس معتِق (آزاد کرنے والے) کے ورثاء میں سے عورتوں کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: عورتوں کے لئے ولاء میں سے حصہ نہیں ہے سوائے اس کی ولاء کے جس کو انہوں نے خود آزاد کیا یا ان کے آزاد کئے ہوؤں نے آزاد کیا یا جس کو انہوں نے خود مکاتب بنایا یا ان نے مکاتبین نے مکاتب بنایا یا جس کو انہوں نے خود مدبر بنایا یا ان کے مدبرین نے مدبر بنایا یا ان کا آزاد کیا ہوا ولاء کو ان کی طرف کھینچ لائے یا ان کے آزاد کردہ کا آزاد کردہ ولاء کو ان کی طرف کھینچ لائے اور اگر معتَق (آزاد کردہ) نے معتِق (آزاد کنندہ) کا باپ اوراس کا بیٹا چھوڑا تو امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ولاء کا سدس معتِق کے باپ کے لئے اور باقی ولاء بیٹے کے لئے ہوگی۔ اورامام اعظم اورامام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام کی تمام ولاء بیٹے کے لئے ہے اور باپ کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اوراگر معتِق کا بیٹا اوردادا چھوڑا ہو تو بالاتفاق پوری کی پوری ولاء بیٹے کے لئے ہوگی اوردادا کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ اور جو شخص اپنے کسی ذی رحم محرم کا مالک بنے تو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا اوراس کی ولاء اس کے لئے ملک کی مقدار کی مطابقت سے ہوگی جیسا کہ تین بیٹیاں ہوں جن میں سے بڑی کے تین دینار ہوں اورچھوٹی کے بیس دینا رہوں تو ان دونوں نے پچاس دینار کے عوض اپنا باپ خریدا پھر باپ مر گیا اور کچھ ترکہ چھوڑا ہو تو اس میں سے دوثلث تو ان تینوں کے درمیان فرضی حصہ کے طور پر اثلاثاً تقسیم ہوگا اور باقی باپ کی دونوں خریدار بیٹیوں میں ولاء کے طور پر اخماساً تقسیم ہوگا ان پانچ اخماس میں سے تین خمس بڑی کے لئے اوردوخمس چھوٹی کے لئے ہونگے اوراس کی تصحیح 45 سے ہوگی۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

باب العصبات

لغت میں باپ کی طرف سے رشتہ داری کو''عصبہ'' کہتے ہیں۔اور اصطلاح میں عصبہ کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے

قوله العصبات النسبية الخ

عصبہ کی اقسام

عصبہ کی دو قسمیں ہیں۔

(i)عصبہ بالنسب،یعنی وہ عصبات جو نسب کی وجہ سے رشتہ دار ہوتے ہیں۔

(ii)عصبہ بالسبب،یعنی وہ عصبات جن کی ''عصوبت'' نسب کی وجہ سے نہ ہو بلکہ ''اعتاق'' یا ''موالاۃ'' کی وجہ سے ہو۔

عصبہ بالنسب کی اقسام

عصبہ بالنسب کی تین اقسام ہیں۔

(i)......عصبہ بنفسہ۔

(ii)......عصبہ بغیرہٖ۔

(iii)......عصبہ مع غیرہٖ۔

عصبہ بنفسہٖ کی تعریف

ہر وہ مرد رشتہ دار جو میت کی طرف منسوب ہونے میں کسی مؤنث کا محتاج نہ ہو۔

عصبہ بغیرہٖ کی تعریف

ہر وہ عورت رشتہ دار جس کا فرضی حصہ ''نصف'' یا ''ثلثان'' ہو اور وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہو۔

عصبہ مع غیرہ کی تعریف

ہر وہ عورت جو کسی دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بنے۔

عصبہ بالسبب کی اقسام

عصبہ بالسبب کی دو قسمیں ہیں۔

(i)......مولیٰ العتاقہ۔

(ii)......مولیٰ الموالاۃ۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قولہ لاتدخل الخ

سوال

عصبہ بنفسہ کی تعریف میں یہ قید کیوں لگائی گئی کہ میت کی طرف منسوب ہونے میں عورت واسطہ نہ بنے۔

جواب

اس لئے کہ میت کی طرف منسوب ہونے میں جن ورثاء کے لئے عورت واسطہ بنتی ہے وہ ورثاء ''عصبہ'' نہیں بن سکتے ۔بلکہ وہ یا تو ''ذی فرض'' ہوتے ہیں جیسا کہ ماں کی اولاد یا ''ذوی الارحام'' ہوتے ہیں جیسا کہ نواسا اور نانا۔

سوال

عینی بھائی ''عصبہ بنفسہ'' ہوتا ہے حالانکہ اس کی میت کے ساتھ رشتہ داری میں ماں (جو کہ مؤنث ہے) واسطہ بنتی ہے۔

جواب

عصبہ بنانے میں ''اصل'' باپ کی رشتہ داری ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ باپ اگر چہ اکیلا ہو پھر بھی ''عصوبت'' ثابت کر دیتا ہے ۔رشتہ داری اگر چہ ماں کی طرف سے بھی ہوتی ہے لیکن اس رشتہ داری سے عصوبت ثابت نہیں ہوتی۔یہی وجہ ہے کہ جو ورثہ ماں کی نسبت سے وارث ہوتے ہیں وہ عصبہ نہیں بن پاتے۔معلوم ہوا کہ عصبہ بنانے میں ماں کی رشتہ داری نا کافی ہے۔

سوال

جب عصبہ بنانے میں ماں کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا تو پھر وہ عصبات جن میں ماں اور باپ دونوں کا واسطہ ہوتا ہے وہ صرف باپ کے ذریعے سے عصبہ بننے والوں پر مقدم کیوں ہوتے ہیں؟

جواب

دو کی طرف منسوب ہونے والوں کو وہ ترجیح حاصل ہے جو ایک کی طرف سے منسوب ہونے والوں کو حاصل نہیں ۔یعنی اگر چہ ان میں عصوبت باپ کی وجہ سے آئی لیکن ان میں ماں کی طرف سے رشتہ دار ہونا ایک ایسی اضافی خوبی ہے جن سے علاتی بہن بھائی محروم ہوتے ہیں۔

عصبہ بنفسہ کی اقسام

عصبہ بنفسہ کی 4اقسام ہیں۔

(i)میت کی جزء۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(ii)میت کی اصل ۔

(iii)میت کے باپ کی جزء۔

(iv)میت کے دادا کی جزء۔

عصبات نسبیہ کی ترتیب

تمام عصبات میں وراثت کا سب سے زیادہ حقدار

(۱)......میت کا جزء، ہوتا ہے یعنی کہ میت کے بیٹے ۔

(۲)......یہ نہ ہوں تو پھر ان کے بیٹے ۔

(۳)......یہ نہ ہوں تو پھر ان کے بیٹے ۔

(۴)......وہ بھی نہ ہوں تو ان کے بیٹے ۔ نیچے تک جہاں بھی کوئی بیٹا موجود ہو۔

اگر میت کا کوئی جزء نیچے تک موجود نہ ہو تو پھر وراثت کا سب سے زیادہ حقدار

(۱)......اس کی ''اصل'' ہے یعنی کہ باپ ۔

(۲)......پھر اگر باپ نہ ہو تو دادا۔

(۳)......وہ نہ ہو تو دادا کا باپ ۔

(۴)......وہ نہ ہو تو اس کا باپ ۔ اوپر تک جہاں بھی کوئی موجود ہو۔

اگر باپ دادا اوپر تک کوئی بھی موجود نہ ہو تو پھر

(۱)......باپ کے جز مستحق ہوتے ہیں یعنی کہ بھائی۔

(۲)......یہ نہ ہوں تو ان کے بیٹے ۔

(۳)......وہ نہ ہوں تو ان کے بیٹے ۔ نیچے تک جہاں بھی کوئی موجود ہوں ۔

اگر یہ بھی نہ ہوں تو پھر

(۱)......دادا کی جزء وارث بنتی ہے یعنی کہ چچے ۔

(۲)......یہ نہ ہوں تو ان کے بیٹے ۔

(۳)......وہ نہ ہوں تو ان کے بیٹے ۔ نیچے تک جہاں بھی کوئی موجود ہو۔

مذکورہ بالا تقسیم سے معلوم ہوا کہ عصبہ بنفسہ چار طرح ہوتے ہیں ۔

(i)بیٹا، پھر ان کے بیٹے ، پھر ان کے بیٹے ، پھر ان کے بیٹے نیچے تک جو بھی موجود ہو ۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(ii) باپ، پھران کا باپ، پھران باپ اوپر تک جہاں بھی کوئی موجود ہو۔
(iii) بھائی، پھران کے بیٹے، پھران کے بیٹے، نیچے تک جو بھی موجود ہو۔
(iv) چچا، پھران کے بیٹے، پھران کے بیٹے، نیچے تک کوئی بھی موجود ہو۔

قوت قرابت کی وجہ سے ترجیح

مذکورہ بالا ترتیب تو بالعموم عصبات میں معتبر ہے۔اس میں یہ بات ہے کہ قریب کے درجے والے عصبات مقدم ہوتے ہیں دور کے درجے والے پر، جیسا کہ ''بیٹا'' قریبی عصبہ ہے تو اس کے ہوتے ہوئے پوتا عصبہ نہیں بن سکتا، اسی طرح باپ عصبہ ہے تو اس کے ہوتے ہوئے دادا عصبہ نہیں بن سکتا۔لیکن اگر کبھی ایسا ہو کہ دو یا زیادہ عصبات درجہ میں تو برابر ہوں لیکن ان میں سے ایک صرف ایک اعتبار سے میت کا عصبہ ہے اور دوسرا دو اعتبار سے عصبہ ہے تو ایسی صورت میں جس کی زیادہ قرابتیں ہونگیں وہ دوسرے سے زیادہ حقدار ہوگا۔یہاں یہ بات یادرہے کہ اس میں مذکر ومؤنث کا کوئی فرق نہیں ہے یعنی کہ جس کی قرابتیں زیادہ ہیں وہ زیادہ حقدار ہوگا خواہ مذکر ہو یا مؤنث، اور مقابلے والا خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔کیونکہ حضور ﷺ نے ارشادفرمایاہے:

اِنَّ بَنِی اَعْیَانِ الاُمِّ یَتَوارَثُوْنَ دُوْنَ بَنِی الْعَلَّاتِ

یعنی کہ جب بنی اعیان اور بنی علات موجود ہوں تو ان میں سے بنی اعیان وراثت کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں''(۷۵)

حدیث پاک میں ''الام'' کا ذکر اسی بات کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے تاکہ بنواعیان کی بنوعلات سے اولویت اورمقدم ہونے کی وجہ معلوم ہوجائے؟۔وہ یہ ہے کہ بنواعیان کی میت کے ساتھ دوطرح کی رشتہ داری ہوتی ہے جبکہ بنوعلات کی ایک طرح کی رشتہ داری ہوتی ہے۔بنواعیان کی میت کے ساتھ ڈبل رشتہ داری یہ ہے کہ ان کا رشتہ ماں کی طرف سے بھی ہوتا ہے اور باپ کی طرف سے بھی جبکہ بنوعلات کا رشتہ باپ کی طرف سے ہوتا ہے ماں کی طرف سے نہیں ہوتا۔

سوال

بیٹوں کو باپ پر مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب

اس لئے کہ بیٹے، میت کی فرع ہیں اور باپ اصل۔فرع کو اصل کے ساتھ ملانا اور میت کا مال اس کی فرع کو دینا زیادہ ظاہر ہے بہ نسبت اصل کو فرع کے ساتھ ملانے کے۔جیسا کہ فرع اصل کے تابع ہوا کرتی ہے اور اصل کو ذکر کرنے کے بعد فرع کا ذکر کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔بلکہ اصل کے ذکر کے ساتھ ہی فرع کا ذکر ہوجاتا ہے۔جبکہ اس کا الٹ نہیں ہوتا یعنی کہ فرع کا ذکر کرنے سے اصل کا بھی ذکر ہوجائے یہ ضروری نہیں۔اس سے پتہ چلا کہ فرع کو اصل کے ساتھ لاحق کرنا زیادہ بہتر ہے۔یہی وجہ ہے کہ زمین خریدیں تو درخت اور عمارتیں خرید میں شامل ہوتی ہیں جبکہ عمارت یا درخت خریدے ہوں تو اس میں زمین شامل

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہیں ہوتی۔اس سے یہ بات پتہ چلی کہ فرع اصل کے ساتھ لاحق ہوجاتی ہے اگر چہ اصل بھی فرع کے ساتھ لاحق ہوسکتی ہے لیکن اس کے الحاق کے لئے اس کا ذکر الگ سے ضروری ہے۔

سوال

پوتوں کو باپ پر مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب

اس لئے کہ پوتوں کے عصبہ بننے کا سبب بیٹا ہوتا ہے اور یہ سبب باپ پر مقدم ہے اس لئے جس کا یہ سبب بنا اس کو بھی مقدم کر دیا۔

دوقرابتوں والے مذکر کے ایک قرابت والے مذکر سے اولیٰ ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے عینی بھائی اور علاتی بھائی چھوڑے ہوں تو عینی بھائی چونکہ میت کا دو جہتوں سے رشتہ دار ہوتا ہے اس لئے وہ علاتی بھائی سے اولیٰ ہوگا کیونکہ علاتی بھائی کی میت کے ساتھ صرف ایک جہت سے رشتہ داری ہوا کرتی ہے۔

دوقرابتوں والی مؤنث کے ایک قرابت والے مذکر سے اولیٰ ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے ایک پوتی، ایک عینی بہن اور ایک علاتی بھائی چھوڑا ہو،تو ایسی صورت میں عینی بہن ،پوتی کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائے گی اس کی میت کے ساتھ چونکہ رشتہ داری ڈبل ہے اس لئے یہ علاتی بھائی سے اولیٰ ہوگی۔

دوقرابتوں والے مذکر کے ایک قرابت والی مؤنث سے اولیٰ ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے ایک عینی بھائی اور ایک علاتی بہن چھوڑی ہو تو ان میں سے عینی بھائی میت کے ساتھ ڈبل رشتہ داری ہونے ک وجہ سے علاتی بہن کی بہ نسبت اولیٰ ہوگا۔

دوقرابتوں والی مؤنث کے ایک قرابت والی مؤنث سے اولیٰ ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے ایک پوتی ،ایک عینی بہن اور ایک علاتی بہن چھوڑی ہو،تو ایسی صورت میں عینی بہن ،پوتی کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائے گی اور علاتی بہن سے اولیٰ ہوگی کیونکہ عینی بہن کی میت کے ساتھ ڈبل رشتہ داری ہوتی ہے۔

سوال

دوسری اور چوتھی مثال میں بہن کے عصبہ ہونے کی مثال دی گئی جو کہ ''عصبہ بنفسہ'' نہیں ہے۔جب کہ بحث ،عصبہ بنفسہ کی چل رہی ہے۔تو جس مثال کا اس بحث سے تعلق نہیں ہے اس کو یہاں پر کیوں پیش کیا گیا؟

جواب

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس عصبہ کا حکم ''عصبہ بنفسہ'' والا ہے، کیونکہ جب یہ عصبہ ہوگی تو یہ حکم ہوگا اور جب عصبہ نہ ہوگی تو حکم بھی یہ نہ ہوگا بلکہ اس وقت اس کا حکم ''ذی فرض'' والا ہوگا۔ تو چونکہ ان کا حکم ''عصبہ بنفسہ'' والا تھا اس لئے ''عصبہ بنفسہ'' کے تحت مثال دے دی گئی۔ لہذا یہ مت کہیے کہ اس مثال کا اس باب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نوٹ

جس طرح عصبات میں درجہ کے قرب وبعد کا اعتبار ہوتا ہے اسی طرح ان کی فروعات میں بھی درجہ کے قرب وبعد کا اعتبار ہوتا ہے۔ چنانچہ عینی بھائی کا بیٹا، علاتی بھائی کے بیٹے سے مقدم ہوگا۔ کیونکہ عینی بھائی کی اولاد جس باپ کی وجہ سے رشتہ دار بنے ہیں وہ باپ دو قرابتوں والا ہے اس لئے اس کے ذی قرابتین ہونے کا اولاد کو فائدہ ہوگا کہ اگرچہ یہ لوگ درجہ قرابت میں تو برابر ہیں لیکن قوتِ قرابت میں عینی بھائی کی اولاد علاتی بھائی کی اولاد پر مقدم ہوگی۔

میت کے چچوں کا اور باپ کے چچوں کا بھی یہی حکم ہے یعنی کہ میت کے چچاؤں میں بھی اولاً درجہ قرابت میں تقدیم وتاخیر ہوگی اور ثانیاً قوتِ قرابت میں۔ مطلب یہ ہوا کہ کسی نے چچا اور باپ کا چچا چھوڑا ہو تو چونکہ ان کا چچا، باپ کے چچا سے زیادہ قریب ہے اس لئے میت کا چچا مقدم ہوگا باپ کے چچا پر، یونہی اگرچے درجۂ قرابت میں تو برابر ہوں لیکن ان میں سے بعض کو بعض پر قوتِ قرابت میں فوقیت حاصل ہو یعنی کہ ایک چچا کو دو قرابتیں حاصل ہوں اور دوسرے کو صرف ایک۔ تو دو قرابتوں والا چچا ایک قرابت والے چچا پر مقدم ہوگا۔ جیسا کہ کسی نے ایک عینی چچا (باپ کا عینی بھائی) اور ایک علاتی چچا (باپ کا علاتی بھائی) چھوڑا ہو۔ تو ان میں سے عینی چچا، علاتی چچا پر مقدم ہوگا۔

یونہی میت کے باپ کے چچاؤں کے بارے میں احکام ہیں یعنی کہ میت کے باپ کا عینی چچا (میت کے دادا کا عینی بھائی) مقدم ہوگا میت کے باپ کے علاتی چچا (میت کے دادا کے علاتی بھائی) پر اور یہی حکم ان اصناف کی فروع کے متعلق ہے کہ پہلے تو ان میں ''درجہ قرابت'' دیکھا جائے گا کہ جو قریب کے درجہ کا رشتہ دار ہوگا وہ دور والے سے مقدم ہوگا اور ایک درجہ سے تعلق رکھنے والوں میں جو زیادہ قرابتوں والا ہوگا وہ کم قرابتوں والے پر مقدم ہوگا۔ چنانچہ میت کے چچا کا بیٹا مقدم ہوگا چچا کے پوتے پر، اور میت کے عینی چچا کا بیٹا مقدم ہوگا علاتی چچا کے بیٹے پر۔

عصبہ بغیرہ

اس کی تعریف پیچھے گزر چکی ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعریف یوں کی ہے ''ہر وہ مؤنث ہے جو اپنے برابر کے مذکر کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہے (۷۶)

یہ کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں۔ عصبہ بغیرہ میں وہ عورتیں ہیں جو اکیلی ہوں تو ذی فرض کے طور پر حصہ پاتی ہیں۔ یہ 4 طرح کی عورتیں ہیں۔ (۷۷)

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(i) بیٹی، کہ بیٹے کے ساتھ عصبہ بنتی ہے۔ اکیلی ہو تو نصف، دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ثلثان پاتی ہیں۔
(ii) پوتی، کہ پوتے کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہے۔ بیٹی نہ ہونے کی صورت میں اس کا حال بیٹی والا ہوتا ہے۔
(iii) عینی بہن، کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہے۔ بیٹیاں اور پوتیاں نہ ہوں تو ان کا حال بھی بیٹیوں جیسا ہوتا ہے۔
(iv) علاتی بہن، کہ یہ اپنے بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہیں۔ مذکورہ تینوں کی عدم موجودگی میں ان کا حال بیٹیوں جیسا ہوتا ہے۔(۷۸)

یہ چاروں قسم کی عورتیں (جیسا کہ ان کے احوال میں بھی گذرا ہے) اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہیں۔ پہلی دو کے عصبہ ہونے پر دلیل، قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِي اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ

''اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے''

اور آخری دو کے عصبہ ہونے پر دلیل یہ ہے:

وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالاً وَّنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ

''اور اگر بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر''

نوٹ

ایسی عورت جس کا کوئی فرضی حصہ نہیں ہوتا وہ بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ نہیں بن سکتی۔(۷۹)

مثلاً کسی نے عینی چچا اور عینی پھوپھی چھوڑی ہو یا علاتی چچا اور علاتی پھوپھی چھوڑی ہو، ایسی صورت میں سارے کا سارا مال چچا لے گا۔ اور پھوپھی کے لئے کچھ نہ ہوگا اور اس صورت میں چچا، پھوپھی کو عصبہ نہیں بنا سکتا کیونکہ پھوپھی جب اکیلی ہو تو فرضی حصہ نہیں پاتی یونہی عینی چچا کا بیٹا، عینی چچا کی بیٹی کو عصبہ نہیں بنا سکتا کیونکہ یہ بھی اکیلی ہونے کی صورت میں فرضی حصہ نہیں پاتی۔

سوال

جو ذی فرض نہیں ہے بھائی اس کو عصبہ کیوں نہیں بنا سکتا؟

جواب

اس کی دو وجہیں ہیں۔

(۱) اصلاً تو عصبہ ''مردوں'' کو ہونا چاہئے لیکن عورت کے متعلق چونکہ نص آ گئی ہے اس لئے خلاف قیاس عورت کو بھی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عصبہ بنایا گیا۔لیکن جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ جب نص کا حکم خلاف قیاس ثابت ہوتا ہے تو وہ اپنے مورد پر بندر ہتا ہے۔چنانچہ عورتوں کی عصوبت کے متعلق قرآن کریم میں دومقامات پر ذکر ہے اور دونوں جگہ پر جن عورتوں کا ذکر ہے وہ ایسی ہیں کہ اکیلی ہوں تو ذی فرض ہوتی ہیں۔اس لئے جو عورتیں اکیلی ہوکر ذی فرض نہیں ہوتیں ان کو نص شامل نہ ہوگی۔

(۲)ایسی عورت جو کہ اکیلی ہوکر ذی فرض ہوتی ہے اور بھائی ان کو عصبہ بناتا ہے۔تو وہ بھائی دراصل اس کو ذی فرض سے عصبہ کی طرف منتقل کرتا ہے۔ایسا نہیں ہے کہ بھائی ہر عورت کو عصبہ بنادیتا ہے بلکہ صرف ان کو عصبہ بناتا ہے جن کا اپنا حصہ فرضی ہوتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر بھائی ان کو عصبہ نہ کرے تو خدشہ ہے کہ بہن، بھائی کے برابر یا اس سے زیادہ حصہ پائے۔حالانکہ یہ اسلوبِ شرع کے خلاف ہے کہ عورت،مرد کے برابر یا اس سے بڑھ کر حصہ پائے۔

جیسا کہ کسی نے ایک بہن اور ایک بھائی چھوڑا ہو تو اس صورت میں اگر بالفرض بہن کو بھائی کے ساتھ عصبہ نہ بنائیں بلکہ بہن کو فرضی حصہ دیں۔تو پھر اس اکیلی کو نصف ملے گا۔بھائی عصبہ ہے باقی ماندہ نصف اس کو دیں گے تو بہن اور بھائی کو برابر حصے ملے گا۔اور اگر دو بہنیں اور دو بھائی ہوں اور ان بہنوں کو بھائیوں کے ساتھ عصبہ نہ بنائیں بلکہ فرضی حصہ ہی دیں تو ایسی صورت میں دو بہنوں کا حصہ ''ثلثان'' ہے جب ان کو دے کر باقی ماندہ عصبات (بھائیوں) کو دیا تو بھائیوں کا حصہ بہنوں کے حصہ سے کم ہوگیا اور بہنوں کا حصہ بھائیوں سے بڑھ گیا۔اسی خرابی سے بچنے کے لئے جب بہنوں کے ساتھ بھائی ہوتا ہے تو وہ بہنوں کو فرضی حصے سے عصبہ کی طرف منتقل کردیتا ہے تاکہ وہ خرابی لازم نہ آئے۔نتیجہ یہ نکلا کہ بھائی نے جو بہنوں کو عصبہ کیا ہے وہ صرف اس لئے تھا کہ کہیں فرضی حصہ پانے والی بہن کا حصہ، بھائی کے برابر یا اس سے زیادہ نہ ہوجائے۔اب جو عورت سرے سے ذی فرض ہی نہ ہوگی اس کے بھائی کے برابر آنے یا اس سے بڑھ جانے کا تو کوئی خدشہ نہیں ہے اس لئے ایسی عورتوں کو عصبہ بنانے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔

عصبہ مع غیرہ

اس کی بھی تعریف پیچھے گزر چکی ہے۔جیسا کہ عینی یا علاتی بہن،جب بیٹی کے ساتھ ملتی ہے تو عصبہ بنتی ہے۔یہ بیٹی خواہ صلبی ہو یا بیٹے کی بیٹی،یونہی ایک ہو یا زیادہ۔حضرت بشر بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

سَاَلْتُ ابْنَ اَبِی الزِّنَادِعَنْ رَجُلٍ تَرَکَ بِنْتًاوَّاُخْتًافَقَالَ لابْنَتِہٖ النِّصْفُ وَلاُخْتِہٖ مَابَقِیَ وَقَالَ اَخْبَرَنِی اَبِی خَارِجَۃُ بْنُ زَیْدٍاَنَّ زَیْدَبْنَ ثَابِتٍ کَانَ یَجْعَلُ الاَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَۃًلَایُجْعَلُ لَھُنَّ اِلَّامَابَقِیَ

''میں نے ابن ابی زیاد سے ایک ایسے شخص کی وراثت کا مسئلہ پوچھا جس نے ایک بیٹی اور ایک بہن وارث چھوڑے تو انہوں نے فرمایا:تمہاری بیٹی کے لئے نصف ہے اور جو بچے وہ بہن کے لئے ہے اور انہوں نے فرمایا کہ مجھے میرے والد نے خارجہ بن زید کے حوالے سے بتایا ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناتے تھے اس لئے ان کے لئے مابقی کا حکم دیتے''(۸۰)

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ میں فرق

عصبہ بغیرہ میں جو غیر ہوتا ہے وہ بذات خود ''عصبہ'' ہوتا ہے اور جب اس کے ساتھ بہن وغیرہ شامل ہوتی ہے تو اس کی عصوبت کی وجہ سے اُس عورت میں بھی عصوبت آجاتی ہے۔ جبکہ عصبہ مع غیرہ میں جو ''غیر'' ہوتا ہے وہ بذاتِ خود ''عصبہ'' نہیں ہوتا بلکہ جب دوسری عورت کے ساتھ ملتا ہے تو اس مجامعت کی وجہ سے دونوں عصبہ بن جاتے ہیں۔

عصبات کی آخری قسم ''مولی العتاقه''

آزاد کرنے والے کو ''مولیٰ العتاقہ'' کہتے ہیں۔ جب آزاد کردہ غلام مر جائے اور اس کا کوئی عصبہ نہ ہو تو اس کا آزاد کنندہ اس کا ''عصبہ'' ہوگا۔ اور اگر یہ آزاد کنندہ نہ ہو تو پھر اس کے ''عصبات'' وراثت کے حق دار ہونگے، اس میں ترتیب وہی ہوگی جو عصبات میں ہم نے ذکر کردی ہے ۔ چنانچہ اس کے عصبات نسبیہ اس کے عصبات سببیہ (معتقِ معتق) پر مقدم ہونگے۔ اور عصبہ نسبی سے مراد یہاں پر صرف ''عصبہ بنفسہ'' ہے۔ (اس کی وجہ آگے آرہی ہے) چنانچہ آزاد کنندہ موجود نہ ہو تو اس کا بیٹا، وہ نہ ہو تو پوتا نیچے تک۔ یہ سب موجود نہ ہو تو آزاد کنندہ کا باپ، وہ نہ ہو تو دادا، وہ نہ ہو تو دادا کا باپ اوپر تک۔ یہ بھی اوپر تک نہ ہو تو بھائی، بھائی نہ ہو تو اس کی اولاد، وہ نہ ہو تو اس کی اولاد نیچے تک۔ اگر بھائیوں اور اس کی اولادوں میں کوئی نہ ہو تو چچا، وہ نہ ہو تو اس کی اولاد یونہی نیچے تک۔

مولیٰ العتاقہ کے وارث ہونے کی دلیل

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ لايُبَاعُ وَلَايُوْهَبُ

''ولاء ایک قرابت ہے جیسا کہ نسب ایک قرابت ہے جسے نہ بیچا جاسکتا ہے نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے'' (۸۱)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آزادی انسان کے لئے زندگی ہے کیونکہ آزادی کی وجہ سے انسان کے لئے مالک ہونے کی صفت ثابت ہوتی ہے جس کی بناء پر انسان جمیع ماعدا یعنی جمادات وحیوانات سے ممتاز ہوتا ہے جبکہ غلامی، اس چیز کو ضائع کردیتی ہے اور یہ صفات ہلاک کردیتی ہے۔ چنانچہ آزاد کنندہ معتق کو زندہ کرنے کا باعث بنا جیسا کہ باپ ولد کی ایجاد کا سبب بنا۔ یونہی جیسے بیٹا نسباً باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے اور باپ کے اقرباء کی طرف باپ کی تابعیت کی وجہ سے منسوب ہوتا ہے اسی طرح آزاد کردہ اپنے آزاد کنندہ کی طرف ''ولاء'' کے اعتبار سے منسوب ہوتا ہے اور اس کے عصبات کی طرف تابعیت میں منسوب ہوتا ہے۔ اس لئے جس طرح نسب کی وجہ سے وراثت ثابت ہوتی ہے اسی طرح ''ولاء'' کی وجہ سے بھی وراثت ثابت ہوگی۔

معتق نہ ہو تو اس کے ''عصبات'' وارث ہوتے ہیں اس میں ہم نے یہ کہا کہ تمام عصبات نہیں بلکہ صرف ''عصبات بنفسہ'' یعنی کہ مذکر عصبات۔ جبکہ معتِق کے عصبات میں سے مؤنث کے لئے کچھ نہ ہوگا یعنی کہ معتِق کے ''عصبہ بغیرہ'' اور ''عصبہ مع غیرہ'' کے لئے کچھ نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لَیْسَ لِلنِّسَاءِ مِنَ الوَلَاءِ اِلَّامَااَعْتَقْنَ اَوْاَعْتَقَ مَنْ اَعْتَقْنَ اَوْ کَاتَبْنَ اَوْ کَاتَبَ مَنْ کَاتَبْنَ اَوْدَبَّرْنَ اَوْدَبَّرَمَنْ دَبَّرْنَ اَوْجَرَّوَلاءَ مُعْتَقُھُنَّ اَوْمُعْتَقُ مُعْتَقُھُنَّ (۸۲)

عورتوں کے لئے ولاء صرف درج ذیل لوگوں کی ہوسکتی ہے:

(i) ان کے آزادکردہ کی۔

(ii) ان کی کہ جن کوان کے آزاد کئے ہوؤں نے آزاد کیا۔

(iii) ان کے مکاتبوں کی۔

(iv ان کے مکاتبوں کے مکاتبوں کی۔

(v) ان کے مدبروں کی۔

(vi) ان کے مدبروں کے مدبروں کی۔

(vii) ان کا آزادکردہ جن کی ولاء کو کھینچ لائے۔

(viii) یا آزادکردہ کا آزادکردہ جن کی ولاء کھینچ لائے۔

اس حدیث شریف میں اگرچہ شذوذ ہیں لیکن کبار صحابہ کرام (مثلاً حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے اسی کی مثل جو احادیث مروی ہیں ان سے اس روایت کو تاکید حاصل ہوجاتی ہے۔تو گویا کہ یہ روایت بمنزلہ مشہور حدیث کے ہوگئی۔

حدیث کا مطلب

مذکورہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو اپنے آزادکردہ غلاموں کی ولاء حاصل ہوتی ہے یا پھر ان کی کہ جن کو ان کے آزادکردہ غلام نے آزاد کیا ہو۔آزادکردہ کی بات تو واضح ہے۔آزادکردہ کے آزادکردہ کی ولاء حاصل ہونے کی صورت درج ذیل ہے۔

آزادکردہ کے آزادکردہ کی ولاء

جیسے زینب نے اپنے غلام (خالد) کو آزاد کیا ہو۔خالد نے آزاد ہونے کے بعد ایک غلام (جمیل) خریدا۔اور پھر اس کو آزاد کردیا۔ پھر خالد مرگیا۔اور اس کا کوئی عصبہ نسبی نہ تھا۔اور اب جمیل مرگیا۔جبکہ اس کا بھی کوئی عصبہ نسبی موجود نہیں ہے۔تو اس صورت میں زینب اس آزادکردہ کے آزادکردہ کی وارث ہوگی۔

مکاتب کی ولاء کی مثال

جیسا کہ زینب نے خالد سے کہا کہ تو مجھے ہزار روپے دے دے تو تُو آزاد ہے۔خالد نے کمائی کر کے ہزار روپے زینب کو ادا کردیئے۔تو وہ آزاد ہوگیا۔اب خالد مرگیا۔جبکہ اس کا کوئی عصبہ نسبی نہ تھا۔تو زینب کو اس کی ولاء حاصل ہوگی۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مکاتب کے مکاتب کی ولاء کی مثال

جیسا کہ زینب نے خالد کو مکاتب کیا ،خالد بدلِ کتابت ادا کرکے آزاد ہوگیا، پھر پھر خالد نے ایک غلام (جمیل) خریدااوراس کو مکاتب کیا ،اس نے بھی بدلِ کتابت ادا کردیا اورآزاد ہوگیا،اب خالد مرگیا،اوراس کا کوئی نسبی عصبہ نہ تھا، پھر جمیل مرگیا اوراس کا بھی کوئی نسبی عصبہ نہ تھا۔اب جمیل کی ولاء زینب کو حاصل ہوگی ۔

مدبر کی ولاء کی مثال

جیسا کہ زینب نے خالد کو مدبر بنایا پھر زینب (معاذ اللہ) مرتد ہوگئی اور دارالحرب میں چلی گئی ،قاضی نے اس کے مدبر کی آزادی کا فیصلہ کردیا پھر زینب اسلام لے آئی اوردارالاسلام میں آ گئی ۔اب اگر خالد مرگیا تواس کی ولاء زینب کو حاصل ہوگی ۔

مدبر کے مدبر کی ولاء کی مثال

جیسا کہ زینب نے خالد کو مدبر کیا پھر معاذ اللہ مرتد ہوگئی،قاضی نے خالد کے آزاد ہونے کا فیصلہ کردیا، پھر زینب مسلمان ہوکر دارالاسلام میں چلی آئی ،خالد نے ایک غلام (جمیل) خریدا اوراس کو مدبر بنایا اورخود مرگیا، اس کا کوئی نسبی عصبہ نہ تھا، پھر جمیل مرگیااس کا بھی کوئی نسبی عصبہ نہ تھا۔تو زینب،جمیل کی ولاء کی حقدار ہوگی اور وراثت پائے گی ۔

آزادکردہ کے ولاء کو کھینچ کرلانے کی مثال

جیسا کہ زینب کے غلام خالد نے زینب کی اجازت سے ہندہ کے ساتھ شادی کرلی (ہندہ احمد کی آزادکردہ ہے)شادی کے بعدایک بچہ حبیب پیداہوا۔یہ بچہ آزادہوگا ۔کیونکہ حریت ورقیت میں بچہ، ماں کے تابع ہوا کرتاہے ۔تو چونکہ اس کی ماں آزاد ہے اس لئے بچہ بھی آزادہوگا ۔اوراگر یہ (حبیب) مرجائے تواس کی ولاء اس کی ماں کے آزادکنندہ (احمد) کے لئے ہوگی ۔لیکن ہوایہ کہ زینب نے خالد کو آزادکردیا اب وہ ولاء جو کہ ماں کے آزاد کنندہ کی طرف جارہی تھی اب باپ کے آزادکنندہ کی طرف جائے گی کیونکہ باپ آزادہواتو بیٹے کی ولاء اس کو مل گئی ۔اور چونکہ وہ خود زینب کا آزادکردہ ہے اس لئے اس کی ولاء زینب کے لئے ہوگی گویا کہ حبیب کی ولاء کواس کا باپ (زینب کا آزادکردہ یعنی کہ خالد) زینب کے لئے کھینچ لایا ۔اب اگر خالد مرجائے اورپھر حبیب مرجائے تو حبیب کی ولاء اس کے باپ (خالد) کی معتِقہ (زینب) کے لئے ہوگی ۔

آزادکردہ کا آزادکردہ ولاء کو کھینچ لائے،اس کی مثال

جیسا کہ زینب نے خالد کوآزادکیا۔خالد نے ایک غلام (جمیل) خریدااوراس کا نکاح ہندہ (جو کہ احمد کی آزادکردہ ہے) سے کردیا۔جمیل اورہندہ کے ہاں ایک بچہ (حبیب) پیداہوا۔یہ بچہ آزاد ہے کیونکہ اس کی ماں آزاد ہے اورحریت ورقیت میں بچہ ماں کے تابع ہوا کرتاہے اوراس حبیب کی ولاء اس کی ماں کے آزادکردہ (احمد) کے لئے ہوگی ۔لیکن ہوایوں کہ خالد نے جمیل کوآزادکردیا تواس کے اعتاق کی وجہ سے حبیب کی ولاء احمد (باپ کا آزادکنندہ) سے ہٹ کراس کے باپ (جمیل) کی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طرف اوراس سے اس کے آزادکنندہ (خالد) کی طرف آ گئی ۔تو یوں کہیں گے کہ خالد نے حبیب کی ولاء اپنے آزادکردہ کے ذریعے اپنی طرف کھینچی اور پھر اپنے آزادکنندہ کی طرف روانہ کردی ۔تو یوں زینب کو حبیب کی ولاء خالد کے ذریعے حاصل ہوگی کہ خالد کو یہ ولاء جمیل کے ذریعے حاصل ہوئی تھی ۔اور جمیل کو باپ ہونے کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی ۔

ولاء کھینچ کر لانے پر ایک اور بھی دلیل موجود ہے

روایت ہے کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نوجوانوں کی ایک جماعت کو دیکھا ۔تو وہ نوجوان آپ کو بہت اچھے لگے کیونکہ وہ بہت خوبصورت اور توانا تھے ۔ان نوجوانوں کی ماں حضرت رافع بن خدیج کی آزادکردہ تھیں جبکہ ان کا باپ کسی اور کا غلام تھا۔حضرت زبیر نے ان کے باپ کو خرید لیا اور آزاد کردیا۔اور نوجوانوں سے فرمایا ''اب تم میری طرف منسوب ہوا کرو گے ۔کیونکہ تم میرے موالی ہو'' جبکہ ان کی ماں کے آزادکنندگان کہنے لگے کہ یہ ہمارے آزادکردہ ہیں اور ہمارے موالی ہیں لہذا ان کی ولاء ہمارے لئے ہے ۔جب جھگڑا بڑھ گیا تو یہ معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا ۔آپ نے مقدمہ سن کر حضرت زبیر بن عوام کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا: ان کی ولاء زبیر بن عوام کے لئے ہے ۔ یہ واقعہ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بیٹا اپنی ماں کے آزادکنندگان کی طرف صرف اسی صورت میں منسوب ہوتا ہے جبکہ اس کے باپ کی طرف سے ولاء ثابت نہ ہو۔اگر باپ کی طرف سے ولاء ثابت ہوجائے تو باپ یہ ولاء اپنے موالی کی طرف کھینچ لاتا ہے کیونکہ ماں کی طرف نسبت تو ضرورتاً کی گئی تھی جیسا کہ ولد الزناء، کہ اس کا باپ شرعی طور پر ثابت نہیں ہوتا اس لئے مجبوراً اس کا نسب ماں کی طرف سے چلتا ہے ۔

ولوترك ابالمعتق وابنه الخ

اگرکوئی آزادکردہ (معتَق) مرگیا اوراس نے ورثاء میں معتِق کا باپ اوراس کا بیٹا چھوڑا ہوتو امام ابویوسف کا مسلک یہ ہے کہ معتق کے باپ کے لئے ولاء کا ''سدس'' ہے اور مابقی بیٹے کے لئے ۔اورامام اعظم ابوحنیفہ وامام محمد کے نزدیک تمام تر ولاء بیٹے کے لئے ہے۔

امام ابو یوسف کی دلیل

اگر معتِق مال چھوڑتا تو ''سدس'' باپ کا اور ''مابقی'' بیٹے کا ہوتا۔اسی طرح ولاء میں بھی ہوگا کہ ''سدس'' باپ کے لئے اور مابقی بیٹے کیلئے ۔کیونکہ ولاء ''ملک'' کا اثر ہوتا ہے ۔جب ملک میں باپ کا حصہ سدس ہوتا ہے تو ملک کے اثر میں بھی باپ کا سدس ہونا چاہئے ۔

احناف کی طرف سے جواب

ولاء اگرچہ ملک کا اثر تو ہے ۔لیکن مال نہیں ہے ۔اور نہ ہی اس پر مال کے احکام جاری ہوتے ہیں جیسا کہ قصاص کے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لئے مال کے احکام ہیں جس کی بناء پر اس کے عوض مال لیا جاسکتا ہے ۔لیکن قصاص کی طرح ولاء کے لئے مال والے احکام نہیں ہیں اسی لئے ولاء میں سہام نہیں ہوا کرتے ۔معلوم ہوا کہ ولاء، نہ مال ہے اور نہ ہی مال کے حکم میں ہے بلکہ یہ تو ایک سبب ہے جس کی وجہ سے وراثت بطورعصوبت جاری ہوتی ہے ۔جب اس میں وراثت بطورعصوبت جاری ہوتی ہے تو عصبات کی طرح یہاں بھی جو اقرب ہوگا وہی زیادہ حقدار ہوگا ۔اور باپ وبیٹا میں سے اقرب ،بیٹا ہے ۔اس لئے بیٹا ہی زیادہ حقدار ہوگا۔ اگر ولاء میں وراثت کے فرضی حصوں کی طرح سہام جاری ہوتے تو ولاء کی وجہ سے عورتیں بھی وراثت کا حصہ پاتیں ۔

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان :

اَلْوَلاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ لَايُبَاعُ وَلَايُوْهَبُ

''ولاء بھی نسب کی طرح ایک رشتہ داری ہے نہ بیچی جاسکتی ہے نہ ہبہ کی جاسکتی ہے''

اس بات پر بین ثبوت ہے کہ ولاء کے سہام نہیں ہونگے اور تمام کی تمام ولاء بیٹے کے لئے ہوگی ۔

اور اگر کسی معتَق (آزادکردہ) نے اپنے معتِق (آزادکنندہ) کا بیٹا اور دادا چھوڑا ۔تو اب بالاتفاق تمام تر ولاء اسی بیٹے ہی کی ہوگی ۔

سوال

جب بیٹا دادا کے ساتھ ہے تو اختلاف نہیں ہے بلکہ سب بالاتفاق بیٹے کو ولاء دیتے ہیں تو پھر جب معتِق کے بیٹے کے ساتھ اس کا باپ تھا تو وہاں اختلاف کیوں ہوا؟

جواب

اس لئے کہ باپ اور بیٹا دونوں بلاواسطہ رشتہ دار ہوتے ہیں ۔جب صورتِ حال یہ ہے کہ دونوں ہی بلاواسطہ رشتہ دار ہوتے ہیں تو پھر ان میں سے اقرب کا فیصلہ کرنا مشکل ہوگا ۔کیونکہ اقرب ہونا یا ابعد ہونا ایک حکمی امر ہے جو ظاہراً معلوم نہیں کیا جاسکتا۔تو چونکہ یہاں زیادتِ قرب کا فیصلہ کرنا مشکل ہے اس لئے اختلاف ہوگیا کہ باپ بھی حصہ لے گا یا نہیں ۔جبکہ دادا اور بیٹے میں اس طرح کے شکوک وشبہات پیدا ہی نہیں ہوتے ۔کیونکہ بیٹا بلاواسطہ رشتہ دار ہے اور دادا بالواسطہ۔اس لئے بیٹا یقیناً اقرب ہے اور دادا بیٹے سے یقیناً ابعد ہے ۔جب ان دونوں میں قرب وبعد کا تعین ہوگیا تو اس بات میں بھی شک نہ رہا کہ دادا محروم ہوگا ۔کیونکہ اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد محروم ہوا کرتا ہے ۔

نوٹ

شروع میں جہاں دادا کے احوال بیان کئے گئے تھے وہاں یہ کہا گیا تھا کہ چار مقامات ایسے ہیں جہاں باپ اور دادا کے احکام الگ الگ ہیں ۔اُن چار مقامات میں سے ایک مقام یہ بھی ہے کہ معتِق کا باپ اور بیٹا ہوں تو باپ کے حصہ پانے میں اختلاف ہے جبکہ دادا اور بیٹا ہوں تو دادا کے محروم ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے ۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ومن ملك ذارحم محرم منه عتق عليه الخ

مسئلہ

جو شخص کسی ذی رحم محرم کا مالک بن جائے تو وہ ذی رحم اُس خریدار پر آزاد ہوجاتا ہے۔ اوراس کی ولاء خریدار کے لئے ہوتی ہے۔

مثال

جیسا کہ تین بہنیں ہوں ،جن کا باپ غلام اور ماں آزاد ہو۔ان میں سے دو بہنیں اپنے باپ کو خریدلیں ۔جس میں بڑی بہن نے 30روپے اور چھوٹی بہن نے 20روپے شامل کرکے 50روپے میں اپنے باپ کو خریدا۔تو خریدتے ہی وہ آزاد ہوجائے گا اوراس کی ولاء، ان خریدنے والیوں کے لئے ہوگی۔

اب اگر باپ مرجائے اور کچھ ترکہ چھوڑے تو اس ترکہ کا ''ثلثان'' تینوں بہنوں کے لئے فرضی حصہ ہوگا۔اور باقی جو بچے گا وہ ان دونوں (خریدنے والیوں) کے درمیان تقسیم ہوگا۔اس طرح کہ اس ثلث کے پانچ حصے کریں گے جن میں سے 3 بڑی کو اور 2 چھوٹی کو دیں گے۔اس طرح اصل مسئلہ 3 سے بنائیں گے۔جس میں سے ثلثان (2سہام) تینوں بیٹیوں کو اور ایک ثلث (1) خریدنے والیوں کو دیں گے۔اور یہ 2حصے تین بہنوں پر پورے پورے تقسیم نہیں ہورہے جبکہ ان حصص (2)اور رؤوس (3) کے درمیان نسبت تباین کی ہے۔تو ہم نے جمیع عدد رؤوس (3) کو محفوظ کرلیا۔یونہی ایک سہم دو خریدار بیٹیوں کے سہامُ الولاء (5) پر پورا پورا تقسیم نہیں ہورہا۔

اب گویا کہ 5رؤوس اور 1 سہم ہے۔اوران دونوں کے درمیان نسبت تباین کی ہے اوراس مجموعے کو محفوظ کرلیا۔جبکہ ہمارے پاس اس سے قبل محفوظ شدہ عدد 3 تھا۔حاصل شدہ دونوں عددوں میں نسبت تباین کی ہے۔اس لئے دونوں کو آپس میں ضرب دی تو (۳×۵=۱۵) حاصل ضرب 15 ہوا۔ پھراس 15 کو اصل مسئلہ (3) کے ساتھ ضرب دی تو (۱۵×۳=۴۵) حاصل ضرب 45 ہوا۔اس سے تصحیح کی جائے گی۔اصل مسئلہ سے تینوں بیٹیوں کے 2 سہام تھے۔ان کو بھی 15 کیساتھ ضرب دی تو (۱۵×۲=۳۰) حاصل ضرب 30 آیا۔یہ حصہ (بطور فرض) ہے تینوں بیٹیوں کا۔اس طرح کہ ہر بیٹی کو 10،10 سہام آئیں۔اصل مسئلہ سے صغریٰ اور کبریٰ کے لئے ولاء سے (1) سہم تھا۔اس کو بھی 15 کے ساتھ ضرب دی تو (۱۵×۱=۱۵) حاصل ضرب 15 ہوا۔ یہ حصہ ہے تصحیح سے دو خریدار بیٹیوں کا۔اب یہ سہام ،ولاء کی مناسبت سے ان میں تقسیم کئے۔بڑی کے تین اخماس (3/5) تھے اور چھوٹی کے دو اخماس (2/5) چنانچہ 15 کے 3 اخماس 9 ہیں کیونکہ پندرہ کا ایک خمس (3) ہوتا ہے اس لئے بڑی کو تین اخماس یعنی کہ 9 سہام دیئے اور چھوٹی کو 2 اخماس یعنی کہ 6 سہام دیئے۔اب اس تقسیم سے بڑی کے پاس کل سہام 19 ہوگئے۔کیونکہ 10 سہام اس کو بطور فرض ملے تھے اور 9 سہام اس کو بطور ولاء ملے ہیں۔چھوٹی کے لئے کل سہام 16 ہیں کیونکہ فرضی حصہ میں اس نے 10 سہام پائے تھے اور 6 سہام بطور ولاء پائے۔کل سہام 16 ہوگئے۔درمیانی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بہن (جس نے باپ کوخریدنے میں شرکت نہیں کی تھی) کے کل سہام 10 ہیں جو کہ اس کو فرضی حصہ میں ملے تھے۔اس طرح

بڑی کے سہام	10+9=19
چھوٹی کے سہام	10+6=16
درمیانی کے سہام	10.....=0
کل سہام	45

سوال

ولاء کے سہام تو پچاس تھے آپ نے پانچ کیسے کردیئے؟

جواب

اس لئے کہ چھوٹی اور بڑی بہن کے مالوں میں نسبت **توافق بالعشر** کی تھی۔کیونکہ بڑے سے بڑا عدد جو دونوں کو فنا کردے وہ 10 ہے۔چنانچہ (30) کا عشر (3) ہے اور (20) کا عشر 2 ہے اور ان دونوں کا مجموعہ 5 ہے اور یہ 5 ورثاء کے عدد رؤوس کے قائم مقام ہے۔اس لئے کہ باقی ماندہ ثلث کو کبریٰ (بڑی بیٹی) اور صغریٰ (چھوٹی بیٹی) پر تقسیم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان دونوں کے مالوں کے ساتھ کوئی مناسبت ہو۔اوران کے مالوں کی نسبت ان دونوں کے وفق ہیں۔

نوٹ

یہ مسئلہ دراصل عصباتِ نسبیہ کا تتمہ ہے اوراس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے پیش کیا گیا ہے کہ عتق اگرچہ غیراختیاری ہو پھر بھی ولاء حاصل ہوتی ہے۔

اس مقام کی تفصیل یہ ہے کہ قرابت تین قسم کی ہوا کرتی ہے۔

(i) قرابت قریبہ

جس میں ذی رحم محرم کی ولاء حاصل ہوتی ہے۔

اس قرابت کی دوصورتیں ہیں کہ یا تو بطریق اصلیت ہوگی جیسا کہ ماں، باپ اور اجداد اوپر تک۔یا بطریق فرعیت ہوگی جیسا کہ اولاد اور اولاد کی اولاد نیچے تک۔

قرابتِ قریبہ کا حکم

کوئی شخص ان میں سے کسی کا مالک بن جائے تو خواہ وہ آزاد کرنا چاہے یا نہ چاہے یہ آزاد ہوجائیں گے اور خریدار کو اس آزاد شدہ کی ولاء حاصل ہوگی۔

(ii) قرابتِ متوسطہ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وہ قرابت جواصول وفروع کے علاوہ ہوتی ہے۔اس قرابت میں بہن، بھائی،ان کی اولاد،چچے، پھوپھیاں،خالائیں اور ماموں شامل ہیں۔ان کی اولاد شامل نہیں ہے۔

قرابتِ متوسطہ کا حکم

جو شخص ان میں سے کسی کا مالک بن جائے تو وہ بھی اس پر آزاد ہوجاتے ہیں خواہ خریدنے والے کا آزاد کرنے کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔

قرابت کی اس قسم کے حکم میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ بغیر ارادہ کے آزاد نہیں ہونگے

(iii) قرابتِ بعیدہ

یہ قرابت ان رشتہ داروں کی ہے جو ذی رحم تو ہیں لیکن محرم نہیں ہیں جیسا کہ چچاؤں، پھوپھیوں،خالاؤں اور ماموؤں کی اولاد ہیں۔

قرابتِ بعیدہ کا حکم

جب کوئی شخص ان کا مالک ہوجائے تو بالاتفاق یہ بغیر ارادہ کے آزاد نہیں ہوتے۔

مولیٰ العتاقہ کے ذوی الارحام سے مقدم یا موخر ہونے میں اختلافِ ائمہ

مولیٰ العتاقہ، ذوی الارحام سے مقدم ہے یا نہیں اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف یہ ہے کہ مولیٰ العتاقہ، ذوی الارحام سے مؤخر ہے۔ان کے پاس اپنے مؤقف پر 2 دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ

''اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں''

اور میراث کی بنیاد قرابت پر ہے۔لہذا جو ذی رحم ہوگا وہ مولیٰ العتاقہ پر مقدم ہوگا کیونکہ مولیٰ العتاقہ،رشتہ دار نہیں ہوا کرتا۔

دوسری دلیل

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایک شخص نے غلام آزاد کیا۔تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ تیرا مولیٰ (آزاد کردہ) ہے۔اگر وہ تیرا شکریہ ادا کرے تو اس کے لئے بہت اچھا ہے اور اگر وہ تیری ناشکری کرے تو اُس کے لئے بہت بری بات ہے۔اور اگر وہ (آزاد کردہ) مر جائے اور اس کا کوئی عصبہ نہ ہو تو تُو اس کا ''وراث' ہوگا'' (۸۳)

اس حدیث میں آزادکنندہ کے وارث بننے کے لئے یہ شرط رکھی گئی ہے کہ آزادکردہ کا اپنا کوئی وارث نہ ہو جبکہ ذوی الارحام، ورثاء میں سے ہوا کرتے ہیں اس لئے اگر ذوی الارحام میں سے بھی کوئی موجود ہوا تو بھی یہ آزادکرنے والا ''مولیٰ العتاقہ'' عصبہ نہیں بنے گا۔اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ ذوی الارحام، مولیٰ العتاقہ سے مقدم ہوا کرتے ہیں۔

احناف کا مؤقف

ہمارے نزدیک **مولیٰ العتاقہ**، ذوی الارحام اور ردعلیٰ ذوی الفروض پر مقدم ہے، حضرت علی اور زید بن ثابت **رضی الله تعالیٰ عنهما** کا بھی یہی مؤقف ہے۔

دلیل

مولیٰ العتاقہ، عصبات میں سے ہے اور ''عصبات'' مطلقاً ذوی الارحام اور ردعلیٰ ذوی الفروض پر مقدم ہوا کرتے ہیں اس لئے **مولیٰ العتاقہ** بھی ان سے مقدم ہوگا۔

آیت کا جواب

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو مہاجرین اور انصار میں ایک عقد کروایا جس کی بناء پر مہاجرین اور انصار کو آپس میں بھائی بھائی بنادیا گیا تھا اس عقد کو ''عقدِ مواخاۃ'' کہا جاتا ہے۔اس عقد کے بعد مہاجرین وانصار میں اس قدر محبت اور بھائی چارہ قائم ہوگیا کہ وہ ایک دوسرے کو وراثت میں بھی حصہ دینے لگے۔اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کو منسوخ فرمایا کہ عقد مواخاۃ وموالاۃ کی وجہ سے جو تعلق قائم ہوتا ہے اس کی وجہ سے وراثت جاری نہیں ہوسکتی بلکہ ان لوگوں کی بجائے ذوی الارحام تمہارے وارث ہیں۔(۸۴)

اس آیت سے ثابت ہونے والے اس حکم کو تو ہم بھی مانتے ہیں کہ ذوی الارحام مولیٰ الموالاۃ اور مواخاۃ پر مقدم ہوا کرتے ہیں۔تاہم اس آیت سے مولیٰ العتاقہ کی تقدیم کی نفی نہیں ہوتی۔

حدیث کا جواب

حدیث شریف میں جو شرط ہے کہ'' آزادکردہ'' کا کوئی وارث نہ ہو تو آزادکنندہ اس کا عصبہ ہوگا۔ یہاں پر وارث سے مراد ''عصبہ'' ہے۔مطلق وارث نہیں ہے کہ ذوی الارحام کو بھی ان میں شامل کیا جاسکے۔کیونکہ پوری حدیث شریف پڑھیں تو آخر میں یہ ہے کہ'' اگر کوئی وارث نہ ہو تو تُو اس کا عصبہ ہے'' یہ نہیں کہا کہ ''تو اس کا وارث ہے'' اس سے معلوم ہوا کہ حدیث

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شریف کس مفہوم یہ ہے کہ اگر اس کا کوئی عصبہ نہ ہوتو تُو اس کا عصبہ ہوگا۔ جبکہ آزاد کردہ کا جب کوئی اور عصبہ موجود نہ ہوگا تو پھر مولیٰ العتاقہ اس کا عصبہ ہوگا۔اس لئے ہم کہتے ہیں کہ مولیٰ العتاقہ ،مقدم ہے ذوی الارحام پر اور ردعلیٰ ذوی الفروض النسبیہ پر

مسئلہ

گناہ کے لئے غلام آزاد کیا یا یہ کہہ کر کہ اس کو اس شرط پر آزاد کیا کہ اس کی ولاء میرے لئے نہ ہوگی تو آیا اس صورت میں آزادکنندہ کو ولاء حاصل ہوگی یا نہیں۔اس سلسلہ میں امام مالک اور احناف کا اختلاف ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف

حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ مذکورہ دونوں صورتوں میں اس شخص کو اِس آزاد کردہ کی ''ولاء'' حاصل نہ ہوگی۔

دلیل

اس لئے کہ ''ولاء'' ایک ''صلۂ شرعیہ'' ہے اور برے ارادے سے آزاد کرنے والا شخص معصیت کا مرتکب ہوا ہے اس لئے معصیت کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے وہ اس صلۂ شرعی سے محروم ہوجائے گا۔اور جس نے صراحتاً اپنی ولاء کی نفی کردی ہے تو گویا کہ اس نے اپنا ثابت ہونے والا حق رد کردیا۔اور کوئی شخص بھی اپنا ثابت شدہ حق رد کرسکتا ہے۔لہذا اس رد کے بعد اب وہ آزادکردہ کی ولاء کا حق دار نہ رہا۔

احناف کا مؤقف

ان مذکورہ دونوں صورتوں میں وہ شخص ''ولاء'' کا حقدار ہوگا۔

دلیل

ولاء کا سبب ''اعتاق'' ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ

''ولاء،آزادکنندہ کے لئے ہے''

اور یہ سبب مذکورہ دونوں صورتوں میں پایا گیا ہے بلکہ کسی بھی صورت میں اعتاق متحقق ہوجائے تو آزادکنندہ کو ولاء حاصل ہوگی۔مثلاً کہا کہ تو اس شرط پر آزاد ہے کہ تو ''سائبہ'' ہے سائبہ کا مطلب یہ ہے کہ ''تو آزاد ہے اور تیری ولاء کا حق کسی کے پاس بھی نہ ہوگا'' یا کسی مال کے عوض آزاد کیا یا بطریق کتابت آزاد کیا۔ہر صورت میں چونکہ اعتاق پایا گیا اس لئے ''ولاء'' کا حق ثابت ہوگا۔(۸۵)

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بَابُ الْحَجَبِ

اَلْحَجَبُ عَلٰی نَوْعَیْنِ حَجَبُ نُقْصَانٍ وَّهُوَحَجَبٌ عَنْ سَهْمٍ اِلٰی سَهْمٍ وَذٰلِكَ لِخَمْسَةِ نَفَرٍ لِلزَّوْجَیْنِ وَالْاُمِّ وَبِنْتُ الْاِبْنِ وَالْاُخْتِ لِاَبٍ وَّقَدْ مَرَّ بَیَانُهٗ وَحَجَبُ حِرْمَانٍ وَالْوَرَثَةُ فِیْهِ فَرِیْقَانِ فَرِیْقٌ لَایَحْجُبُوْنَ بِحَالٍ الْبَتَّةَ وَهُمْ سِتَّةٌ اَلْاِبْنُ وَالْاَبُ وَالزَّوْجُ وَالْبِنْتُ وَالْاُمُّ وَالزَّوْجَةُ وَفَرِیْقٌ یَّرِثُوْنَ بِحَالٍ وَّیَحْجُبُوْنَ بِحَالٍ وَهٰذا مَبْنِیٌّ عَلٰی اَصْلَیْنِ اَحَدُهُمَا هُوَ اَنَّ كُلَّ مَنْ یُدْلِی اِلَی الْمَیِّتِ بِشَخْصٍ لَّایَرِثُ مَعَ وُجُوْدِ ذَالِكَ الشَّخْصِ سِوَی اَوْلَادِ الْاُمِّ فَاِنَّهُمْ یَرِثُوْنَ مَعَهَا لِانْعِدَامِ اسْتِحْقَاقِهَا جَمِیْعَ التَّرِكَةِ وَالثَّانِی اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ كَمَا ذَكَرْنَا فِی الْعَصَبَاتِ وَالْمَحْرُوْمُ لَا یُحْجِبُ عِنْدَنَا وَعِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ یُحْجِبُ حَجْبَ النُّقْصَانِ كَالْكَافِرِ وَالْقَاتِلِ وَالرَّقِیْقِ وَالْمَحْجُوْبُ یُحْجِبُ بِالْاِتِّفَاقِ كَالْاِثْنَیْنِ مِنَ الْاِخْوَةِ وَالْاَخَوَاتِ فَصَاعِدًا مِنْ اَیِّ جِهَةٍ كَانَا فَاِنَّهُمَا لَایَرِثَانِ مَعَ الْاَبِ وَلٰكِنَّ یَّحْجُبَانِ الْاُمَّ مِنَ الثُّلُثِ اِلَی السُّدُسِ

ترجمہ

''حجب کی دوقسمیں ہیں حجبِ نقصان اوروہ ،محجوب ہونا ہے ایک سہم سے دوسرے سہم کی طرف اور یہ پانچ افراد کے لئے ہے ۔شوہر، بیوی، ماں، پوتی اورعلاتی بہن،اس کا بیان گزر چکا ہے اور(دوسری قسم)حجبِ حرمان(ہے)۔اوراس میں ورثہ کی دوقسمیں ہیں ایک فریق ایسا جوکہ کسی بھی حال میں (کلیۃً) محجوب نہیں ہوتا یہ 6افراد ہیں ،بیٹا،باپ،شوہر، بیٹی ،ماں اور بیوی۔ اورایک فریق ایسا ہے جوبعض احوال میں وراثت پاتا ہے اوربعض احوال میں محجوب ہوتا ہے اور یہ امور(دراصل)دوقاعدوں پر مبنی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر وہ رشتہ دار جومیت کی طرف کسی کے واسطے سے منسوب ہوتا ہے وہ اس (واسطے)کے ہوتے ہوئے محروم ہوتا ہے سوائے اخیافی بہن بھائیوں کے کہ وہ(باوجودیکہ ماں کے واسطے سے رشتہ دار ہوتے ہیں)ماں کی موجودگی میں بھی حصہ پاتے ہیں کیونکہ ماں کسی طور بھی جمیع ترکہ کی حقدار نہیں ہوتی (اس لئے اس سے بچ جانے والا مال اس کی اولاد کو ملتا ہے)اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہے وہ زیادہ حقدار ہے جیسا کہ ہم نے عصبات کے باب میں اس کی تفصیل بیان کردی ہے اور ہمارے نظریئے کے مطابق میراث سے محروم رہنے والا شخص کسی دوسرے کے لئے حاجب نہیں بن سکتا،اورحضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک وہ حجبِ نقصان کا باعث بن سکتا ہے مثلاً کافر، قاتل اورغلام اور(جوخود)محجوب(ہوتا ہے وہ دوسروں کے لئے)بالاتفاق حاجب بن سکتا ہے جیسا کہ دویا دو سے زیادہ بہن بھائی کسی بھی جہت سے ہوں کہ یہ باپ کے ہوتے ہوئے وراثت نہیں پاتے لیکن ماں کوثلث سے سدس کی طرف محجوب کردیتے ہیں ۔

باب الحجب

حجب کامعنی

حجب کا لغوی معنی ''روکنا'' ہے اسی لئے اُس چیز کوحجاب کہتے ہیں جس کے ساتھ کسی چیز کو ڈھانپ لیا جائے کیونکہ وہ (حجاب بھی)نظروں کو اس چیز تک پہنچنے سے روک دیتا ہے ۔اصطلاح اہل فرائض میں کسی مخصوص شخص کو کسی دوسرے شخص کی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

موجودگی میں وراثت سے کلی یا جزوی طور پر محروم کردینا ''حجب'' کہلاتا ہے۔

حجب کی اقسام

حجب کی دوقسمیں ہیں۔(i)حجبِ نقصان(ii)حجبِ حرمان

حجب نقصان

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص وراثت کے زیادہ حصہ کا مستحق ہوتا ہے لیکن کسی دوسرے آدمی کی موجودگی اس کے حصہ میں کمی کا باعث بن جاتی ہے یعنی کہ اس کی عدم موجودگی میں جتنا ملنا تھا اب موجودگی میں اس سے کم ملے۔

حجب کی اس قسم سے 5 آدمی متاثر ہوتے ہیں۔

(i) شوہر، کہ اولاد نہ ہوتو اس کو نصف ملا کرتا ہے اور اولاد اس کو نصف سے محروم کردیتی ہے اور صرف ربع (1/4) پر گزارا کرنے پر مجبور کردیتی ہے۔

(ii) بیوی، کہ اولاد نہ ہوتو یہ ربع (1/4) کی مستحق ہوتی ہے لیکن اولاد اس کو ربع (1/4) سے ثمن (1/8) تک لے جاتی ہے۔

(iii) ماں، کہ میت کی اولاد نہ ہواور نہ ہی دو بہنیں یا دو بھائی ہوں تو ثلث پاتی ہے اور ان میں سے کوئی موجود ہوتو اس صورت میں ماں کو ثلث نہیں بلکہ سدس لینا پڑتا ہے۔

(iv) پوتی، کہ صلبی بیٹی نہ ہوتو اکیلی نصف پاتی ہے لیکن جب کوئی صلبی بیٹی بھی ساتھ ہوتو اس کو صرف سدس ملتا ہے۔

(v) علاتی بہن، کہ عینی بہن کی عدم موجودگی میں نصف پاتی ہے لیکن ایک عینی بہن کی موجودگی میں نقصان کا شکار ہوجاتی ہے اور نصف کی بجائے سدس پاتی ہے۔

حجب حرمان

اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے وارث کو اس کی وراثت سے بالکل ہی محروم کردے اور کچھ بھی نہ حاصل کرنے دے۔

نوٹ

حجب کی اس قسم سے کچھ لوگ تو متاثر ہوتے ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو حجب کی اس قسم سے کبھی بھی متاثر نہیں ہوتے۔ جو (مکمل طور پر) کبھی بھی محروم نہیں ہوتے وہ کل 6 قسم کے لوگ ہیں تین مرد اور تین عورتیں۔

محجوب بحجب حرمان نہ ہونے والے ورثاء

وہ وارث جو حجب حرمان سے کبھی بھی محجوب نہیں ہوتے وہ تین مرد اور دو عورتیں ہیں۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(i)بیٹا،باپ،شوہر

(ii)بیٹی،ماں،بیوی

یہ ایسے لوگ ہیں جو بالکلیہ (مکمل طور وراثت سے) کبھی بھی محروم نہیں ہوتے۔

سوال

باپ نے اگر بیٹے کو قتل کر دیا تو وراثت سے بالکلیہ محروم ہوجاتا ہے۔آپ نے کیسے کہہ دیا کہ یہ لوگ کبھی حجب حرمان کے ساتھ محجوب نہیں ہوتے؟

جواب

ہماری بحث اس صورت میں ہے کہ کسی وارث کی موجودگی دوسرے کے لئے محرومی کا باعث بن جائے اور اگر وہ موجود نہ ہوتو محرومی بھی نہ ہوجبکہ پیش کردہ مثال میں محرومیت کی وجہ وہ نہیں ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔

مذکورہ ورثاء کے علاوہ جتنے بھی ورثاء ہیں سب کے سب حجب حرمان کا شکار ہوتے ہیں سوائے ان کے کہ جو عصبات ہوں یا ذوی الفروض ہوں۔حجب حرمان سے ورثاء کے متاثر ہونے کی دو وجوہات میں کوئی ایک ہوتی ہے۔

علت نمبر......1۔

ہر وہ وارث جو میت کی طرف کسی کے واسطے سے منسوب ہو،تو اس واسطہ کی موجودگی میں یہ ذی واسطہ وارث نہیں بن سکتا۔جیسا کہ پوتا،کہ ایک شخص (بیٹے) کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوتا ہے اس لئے جب تک واسطہ (بیٹا) خود موجود ہوتا ہے یہ ذی واسطہ (پوتا) محروم رہتا ہے۔

سوال

اخیافی بھائی باوجودیکہ میت کی طرف منسوب تو ماں کے واسطے سے ہوتے ہیں لیکن ماں کی موجودگی میں محروم نہیں ہوتے بلکہ ماں کے ساتھ حصہ پاتے ہیں۔کیوں؟

جواب

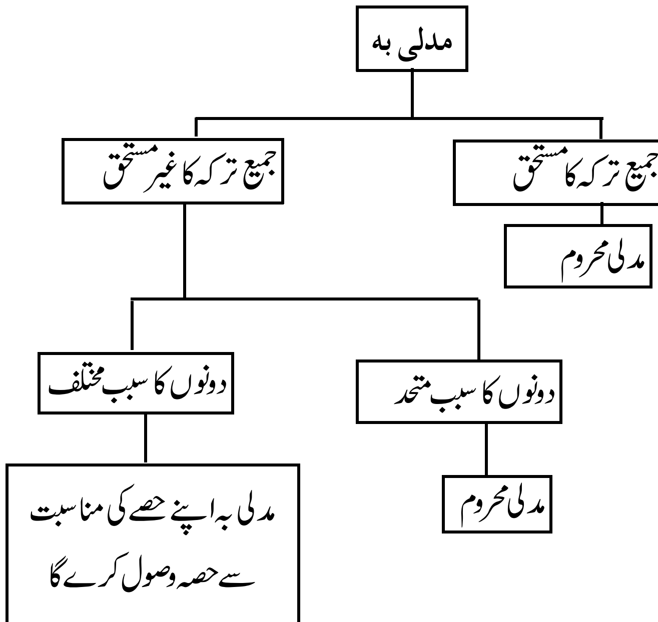
اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں کسی بھی صورت میں جمیع ترکہ کی مستحق نہیں ہوتی ، بلکہ اس کو دینے کے بعد کچھ نہ کچھ بچ جاتا ہے ۔اس لئے وہ بچا ہوا ان کو مل جاتا ہے۔

فائدہ

اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ مدلٰی بہ دوحال سے خالی نہ ہوگا کہ جمیع ترکہ کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ بصورتِ اول مدلِی کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔خواہ مدلی اور مدلٰی بہ کا سببِ وراثت ایک ہو جیسا کہ باپ اور دادا بیٹا اور پوتا۔خواہ دونوں کا سببِ وراثت مختلف

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہو۔جیسا کہ باپ اور بہن بھائی ۔ان صورتوں میں جب مدلٰی بہ سارا مال وصول کرلے گا تو مدلِی کے لئے کچھ بھی نہیں بچے گا ۔ اور بصورتِ ثانی (جبکہ مدلٰی بہ جمیع مال نہیں سمیٹے گا تو) دو حال سے خالی نہیں ہوگا کہ مدلٰی بہ اور مدلی دونوں کا سببِ وراثت ایک ہوگا یا مختلف ہونگے ۔بصورتِ اول ،مدلِی محروم ہوجائے گا کیونکہ جب سبب کی بناء پر مدلٰی بہ نے حصہ وصول کرلیا تو اس سبب سے جو حصہ بنتا تھا وہ اس نے لے لیا۔اس سبب سے اب کوئی حصہ باقی ہی نہیں رہا جو مدلِی کو دیا جائے۔جبکہ مدلی کے پاس کوئی دوسرا سبب نہیں ہے کہ اپنے لئے الگ حصہ نکلوا سکے ۔ جیسا کہ ماں اور نانی اور بصورت ثانی (مدلِی اور مدلٰی بہ کا سببِ وراثت الگ الگ ہوتو) مدلٰی بہ اپنے سبب سے جو حصہ بنتا ہوگا وصول کرلے گا اور مدلی کا سبب چونکہ اس کے سبب سے الگ ہے اس لئے اپنے سبب کی وجہ سے جتنا حصہ اس کا بنتا ہوگا وہ اس کو مل جائے گا اور بالکلیہ محروم نہ ہوگا۔



for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سوال

ماں بھی تو جمیع ترکہ کی مستحق ہوجاتی ہے مثلاً جب دیگر ورثاء اوراصحاب فرائض ساتھ نہ ہوں ۔تو آپ نے پیچھے یہ کیسے کہہ دیا کہ ماں کسی بھی صورت میں جمیع ترکہ کی حقدار نہیں ہوسکتی ۔

جواب

ہمارے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ماں ایک جہت سے کبھی بھی جمیع ترکہ کی مستحق نہیں ہوسکتی جبکہ آپ نے جومثال دی ہے اس میں ماں،ایک جہت سے جمیع ترکہ کی مستحق نہیں ہوتی بلکہ کچھ حصہ ذی فرض کے طور پر پاتی ہے اور باقی ردعلیٰ ذوی الفروض کے طور پر لیتی ہے ۔لہذا ہم نے جس چیز کا انکار کیا ہے آپ نے وہ ثابت نہیں کیا اور جو آپ نے ثابت کیا ہے ہم نے اس کا انکار نہیں کیا ۔

علت نمبر......2۔

الاقرب فالاقرب

یعنی کہ جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہوتا ہے وہی زیادہ مستحق ہوتا ہے جیسا کہ باب العصبات میں گزرا کہ وہ قربِ درجہ کی وجہ سے ترجیح پاتے ہیں چنانچہ ان میں سے اقرب، ابعد کو محروم کر دیتا ہے ۔جیسا کہ باپ،دادا کو اور بیٹا، پوتے کو محروم کر دیتا ہے ۔

یہی علت غیر عصبات میں بھی جاری ہوتی ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ وہ یہ کہ اگر اقرب وابعد کا سببِ وراثت ایک ہوتو اقرب، ابعد کے لئے حاجب بن جاتا ہے ۔جیسا کہ علاتی بہنیں جبکہ دوعینی بہنوں کے ساتھ ہوں،دادیاں جب کہ ماں کے ساتھ ہوں، پوتیاں جبکہ دوصلبی بیٹیوں کے ساتھ ہوں کہ ان میں ماں ،دادیوں کو، بیٹیاں، پوتیوں کو،اور عینی بہنیں،علاتی بہنوں کو اس لئے محروم کرتی ہیں کہ ان میں سے ہر قسم کا سببِ وراثت ایک ہے ۔

نوٹ

وراثت سے مکمل طور پر محروم شخص کے دوسروں کے لئے حاجب بننے یا نہ بننے کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے ۔

احناف کا مذہب

جو شخص خود بالکلیہ وراثت سے محروم ہوتا ہے وہ کسی دوسرے کے لئے حاجب نہیں بن سکتا نہ **حجبِ نقصان** کے ساتھ اور نہ ہی **حجب حرمان** کے ساتھ ۔احناف کا اور عام صحابہ کرام **علیهم الرضوان** کا یہی مذہب ہے ۔

احناف کی دلیل

روایت ہے کہ ایک مسلمان عورت فوت ہوئی اور اس نے ایک مسلمان شوہر، دو مسلمان اخیافی بھائی اور ایک کافر بیٹا چھوڑا ۔تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ شوہر کو نصف اور دونوں بھائیوں

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کو ثلث دیا جائے اور باقی عصبہ کے لئے اگر بیٹے کے علاوہ کوئی ہوتو اس کو دے دیں گے ورنہ بھائیوں کو ردعلیٰ ذوی الفروض کے طور پر دیں گے ۔اگر کافر بیٹا حاجب ہوتا تو زوج کو نصف کی بجائے ربع ملتا اور بھائیوں کو بھی کچھ نہ ملتا۔حالانکہ زوج نصف ملا اور بھائیوں کو بھی حصہ ملا،جس سے پتہ چلا کہ **محروم عن الوراثت** حاجب نہیں ہے نہ حاجبِ نقصان اور نہ ہی حاجب حرمان جیسا کہ کافر،قاتل اورغلام۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس سلسلہ میں دو روایتیں ہیں:

(i)............ جو محروم بالکلیہ ہو وہ حاجب نقصان تو ہوسکتا ہے، حاجب حرمان نہیں ہوسکتا جیسا کہ کافر،قاتل اور غلام۔

(ii)............ جو محروم بالکلیہ ہو وہ حاجبِ نقصان بھی ہوسکتا ہے اور حاجبِ حرمان بھی ہوسکتا ہے ۔جیسا کہ کافر اور قاتل اور غلام کہ یہ خود محروم ہیں لیکن ساتھ ساتھ یہ حاجبِ نقصان بھی ہیں ۔

محروم کے حاجب نقصان ہونے پر دلیل

یہ حجب نص سے ثابت ہے جو''ولد''اور''اخ'' کے لفظوں کے ساتھ منقول ہے اور یہ لفظ (ولد اور اخ) ہر اولاد اور بھائی کو شامل ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر،آزاد ہو یا غلام یا قاتل ہو۔اور اگر اس کے ساتھ مسلمان ہونے کی قید لگائیں گے تو نص پر زیادتی ہوگی جو کہ نسخ کے مترادف ہے اور نص کے کسی حکم کو خبر واحد کے ساتھ منسوخ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نسخ کے لئے نص،اجماع اور خبر مشہور کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

محروم عن الوراثت کے حاجبِ حرمان نہ ہونے کی دلیل

اس لئے کہ یہ حجب اس اعتبار سے ہوتا ہے کہ اقرب کی موجودگی میں ابعد کلی طور پر محروم ہوجاتا ہے اور یہ صورت تبھی متحقق ہوسکتی ہے کہ اقرب، مستحق وراثت ہو۔اس لئے حجب کی اس قسم میں محروم کے حاجب ہونے کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔جبکہ حجب نقصان میں یہ احتمال موجود ہوتا ہے کہ حاجب خود محروم ہو کیونکہ حجبِ نقصان اکثر سے اقل کی طرف منتقل کرنے کو کہتے ہیں ۔اور حجب کی یہ صورت پائے جانے کے لئے حاجب کے وارث ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔کیونکہ جو اس معنی کے اعتبار سے حاجب ہوگا وہ خود وارث ہو یا نہ ہو بہرصورت محجوب کو اکثر حصہ سے اقل کی طرف تو منتقل کر ہی دیتا ہے۔

جمہور کا مذہب

جمہور فقہاء کے نزدیک **محروم عن الوارث** کسی کے لئے حاجب نہیں ہوسکتا نہ حجب حرمان کے ساتھ اور نہ ہی حجب نقصان کے ساتھ۔

جمہور کی دلیل

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لفظ ''ولد'' اور ''اخوة'' اگرچہ عام ہے جو کہ ہر بھائی اوراولاد کوشامل ہےلیکن اس کا ذکر عام مقام پرنہیں ہوا بلکہ مخصوص وراثت کے باب میں اس کا ذکر ہوا ہے اورمخصوص بابِ وراثت میں ''ولد'' اور ''اخوة'' کا ذکرکرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں پر اولاد اور بھائی سے مراد وہ اولاد اور بھائی ہے جو وارث ہوں کیونکہ جو بالکل وراثت کا اہل ہی نہ ہوگا اس کو تو وراثت کے مستحق ہونے کے سلسلہ میں مردے کی طرح سمجھتے ہیں تو اسی طرح حجب کے سلسلے میں بھی نااہل کو مردہ ہی سمجھیں گے کیونکہ اس میں وراثت کی اہلیت ہی نہیں ہے۔تو گویا کہ مردہ ہی ہوا۔

سوال

جب بھائی ،باپ کے ساتھ ہوں تو ماں کو ثلث سے سدس کی طرف محروم کردیتے ہیں اورخود محروم ہوتے ہیں۔تو دیکھئے یہاں پر نااہل کو مردہ نہ سمجھا گیا۔عجیب مردہ ہے کہ ماں کو ثلث سے سدس کی طرف منتقل کر گیا۔

جواب

یہ نااہل نہیں ہے بلکہ اس کا اہل ہونا ثابت ہے یہ وراثت کا اہل تو ''ہے''۔کیا ہوا کہ اس موجودہ صورت میں ایک شرط مفقود ہونے کی وجہ سے وراثت نہ پاسکا۔تو کسی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اگرکوئی وراث حصہ نہ پاسکے تو کیا اس کو ورثاء کی فہرست ہی سے نکال دیا جائے گا۔

نیز یہ کہ کافر جب حجبِ حرمان کا باعث نہیں بن سکتا تو حجبِ نقصان کا باعث بھی نہیں بن سکتا کیونکہ حجب حرمان ونقصان میں کوئی خاص فرق نہیں ہے سوائے اس بات کے کہ حجبِ حرمان میں **تقدیم الاقرب علیٰ الابعد** پورے حصص میں ہوتا ہے یعنی کہ جو اقرب ہوتا ہے وہ پوری کی پوری وراثت میں مقدم ہوتا جبکہ حجبِ نقصان میں حاجب کی بعض حصہ وراثت میں تقدیم ہوتی ہے یعنی کہ اس حجب میں بھی حاجب مقدم ہوتا ہےلیکن بعض حصہٗ وراثت میں ۔چنانچہ جب حاجب میں صفتِ وراثت کا پایا جانا حاجب حرمان ہونے کے لئے شرط ہے تو حجبِ نقصان کے لئے بھی تو شرط ہونی چاہئے ۔

جوشخص حجب حرمان سے مجوب ہو وہ حاجبِ حرمان بھی ہوسکتا ہے اورحاجبِ نقصان بھی ہوسکتا ہے اس میں ہمارا اورحضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتفاق ہے ۔جیسا کہ دو بھائی یا بہنیں عینی ہوں ،علاتی یا اخیافی ،یہ باپ کے ساتھ ہوں تو خود تو وراثت سے محروم ہوتے ہیں لیکن ماں کو ثلث سے سدس کی طرف منتقل کردیتے ہیں ۔

یونہی **محجوب بحجب حرمان** دوسرے کے **محجوب بحجب حرمان** ہونے کا باعث بن جاتا ہے۔کیونکہ باپ کی ماں ،باپ کی موجودگی میں **محجوب (بحجبِ حرمان)** ہوتی ہے۔اور ماں کی نانی کے لئے حاجب ہوتی ہے ۔اس میں سب کا اتفاق ہے اگرچہ دلائل سب کے الگ الگ ہیں ۔

مثلاً اسی فیصلہ کو حضرت عبداللہ بن مسعود اس طرح مانتے ہے کہ محروم بالکلیہ بھی حاجب ہوتا ہے حالانکہ وہ تو کسی طرح وارث بھی نہیں ہوتا۔اسی طرح **محجوب** بھی اگرچہ خود تو محروم ہے لیکن دوسرے کے لئے حاجب ہے۔بلکہ یہ صورت

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تو سابقہ سے اولیٰ ہوگی کیونکہ سابقہ صورت میں تو وہ سرے سے وارث ہی نہیں ۔جبکہ موجودہ صورت میں وہ کم از کم وارث تو ہے ۔چنانچہ اس صورت میں اس کو بدرجہ اولیٰ حاجب ہونا چاہئے ۔

اوراسی کو جمہور اس طرح مانتے ہیں کہ جو محروم بالکلیہ ہو اس کو تو ہم بمنزلہ معدوم کردیتے ہیں کیونکہ وہ من کل الوجوہ وراثت سے نااہل ہے ۔جبکہ **محجوب** من وجہ اہل ہوتا ہے اور من وجہ نااہل ہوتا ہے ۔تو حقِ وراثت پانے میں اس کو میت کی طرح سمجھتے ہیں اس لئے وراثت سے وہ محروم ہوتا ہے ۔اور حجب کے سلسلے میں اس کو زندہ سمجھتے ہیں اس لئے وہ اپنے مجوب کے حق میں وارث ہے ۔کہ اگر اس کا موجودہ حاجب نہ ہوتا تو یہ خود حاجب ہوتا۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بَابُ مَخَارِجِ الْفُرُوْضِ

اِعْلَمْ اَنَّ الْفُرُوْضَ الْمَذْكُوْرَةَ فِى كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى نَوْعَانِ اَلْاَوَّلُ النِّصْفُ وَالرُّبْعُ وَالثُّمْنُ وَالثَّانِى الثُّلُثَانِ وَالثُّلُثُ وَالسُّدُسُ عَلَى التَّضْعِيْفِ وَالتَّنْصِيْفِ فَاِذَا جَاءَ فِى الْمَسَائِلِ مِنْ هٰذِهِ الْفُرُوْضِ اُحَادًا اُحَادًا فَمَخْرَجُ كُلِّ فَرْضٍ سَمِيُّهٗ اِلَّا النِّصْفُ وَهُوَ مِنَ اثْنَيْنِ كَالرُّبُعِ مِنْ اَرْبَعَةٍ وَالثُّمُنُ مِنْ ثَمَانِيَةٍ وَّالثُّلُثُ مِنْ ثَلٰثَةٍ وَّاِذَا جَاءَ مَثْنٰى اَوْ ثَلٰثٌ وَّهُمَا مِنْ نَوْعٍ وَّاحِدٍ فَكُلُّ عَدَدٍ يَّكُوْنُ مَخْرَجًا لِجُزْءٍ فَذٰلِكَ الْعَدَدُ اَيْضًا يَّكُوْنُ مَخْرَجًا لِضِعْفِ ذٰلِكَ الْجُزْءِ وَلِضِعْفِ ضِعْفِهٖ كَالسِّتَّةِ هِىَ مَخْرَجٌ لِلسُّدُسِ وَلِضِعْفِهٖ وَلِضِعْفِ ضِعْفِهٖ وَاِذَا اخْتَلَطَ النِّصْفُ مِنَ الْاَوَّلِ بِكُلِّ الثَّانِى اَوْ بِبَعْضِهٖ فَهُوَ مِنْ سِتَّةٍ وَاِذَا اخْتَلَطَ الرُّبُعُ بِكُلٍّ اَوْ بِبَعْضِهٖ فَهُوَ مِنْ اثْنَى عَشَرَ وَاِذَا اخْتَلَطَ الثُّمُنُ بِكُلِّ الثَّانِى اَوْ بِبَعْضِهٖ فَهُوَ مِنْ اَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ

ترجمہ

''کتاب اللہ میں مذکورہ فروض دوقسم کے ہیں پہلی قسم نصف، ربع اور ثمن اور دوسری قسم ثلثان ،ثلث اورسدس ہے ان کو تضعیف اورتنصیف دونوں طریقوں سے ذکر کیا جاسکتا ہے۔چنانچہ جب مسائل میں ان فروض میں سے کوئی اکیلا اکیلا آئے تو ہر فرض کا مخرج اس کا ہم نام عدد ہوگا سوائے نصف کے کہ اس کا مخرج 2 ہوگا۔مثلاً ربع (1/4) کا مخرج اربعہ(4) ثمن(1/8) کا ثمانیہ(8) اورثلث(1/3) کا ثلاثہ(3) ہوگا۔اور جب دویا تین فروض آجائیں اوروہ دونوں ایک ہی نوع سے متعلق ہوں تو ہروہ عدد جوکسی ایک جزء کا مخرج ہو وہی اس جزء کے دگنے اوردگنے کے دگنے کا مخرج ہوگا مثلاً 6 کہ یہ سدس (1/6) کا عدد ہے اوراس (سدس یعنی 1/6) کے دگنے (ثلث یعنی 1/3) اوردگنے کے دگنے (ثلثان 2/3) کا بھی مخرج ہے ۔اور جب پہلی نوع کا نصف دوسری نوع کے تمام یا بعض کے ساتھ مل جائے تو مسئلہ 6 سے بنے گا اور جب ربع (1/4) نوع ثانی کے تمام یا بعض کے ساتھ مل جائے تو مسئلہ 12 سے بنے گا اور جب ثمن(1/8) نوع ثانی کے تمام یا بعض کے ساتھ مل جائے تو مسئلہ 24 سے بنے گا''

باب مخارج الفروض

مخرج کی تعریف

مخارج ،مخرج کی جمع ہے ۔مخرج کا معنیٰ ''نکلنے کی جگہ''اصطلاح اہل فرائض میں اس عدد کو کہتے ہیں جس سے کوئی کسر صحیح نکل سکے ۔چونکہ سب فروض کسور ہیں اس لئے ان کے مخارج بھی کسور کے مخارج ہیں ۔جب تک مخرج نکالنے کا قاعدہ معلوم نہ ہوتقسیم وراثت ایک انتہائی مشکل ترین امر ہے ۔اس لئے تقسیم وراثت کے قوانین سے قبل مخرج نکالنے کا ضابطہ بیان کیا جارہا ہے۔

کتاب اللہ میں جن فروض (حصص) کا ذکر کیا گیا ہے وہ دوطرح کے ہیں ۔

پہلی نوع:............نصف(1/2)،ربع (1/4)،ثمن(1/8)

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دوسری نوع:............ثلثان (2/3)، ثلث (1/3)، سدس (1/6)

قوله علیٰ التضعیف والتنصیف الخ

نوٹ: یہاں پر بھی مصنف نے **تضعیف وتنصیف** کہا ہے اس کی وضاحت پیچھے "**باب معرفة الفروض ومستحقیها**" میں گزر چکی ہے۔

قوله فاذا جاء فی المسائل الخ

مخرج نکالنے کے قواعد

قاعدہ نمبر 1۔

جب کسی مسئلہ میں ان فروض میں سے ایک ایک آئے تو اس فرض کا مخرج اس کا ہمنام عدد ہوگا۔ مثلاً اگر مسئلہ میں صرف "ربع" ہو، تو مسئلہ "اربعہ" (4) سے بنے گا۔ جیسا کہ کسی نے شوہر اور بیٹا چھوڑا ہو تو چونکہ ذی فرض صرف شوہر ہے اور اس کا حصہ ربع ہے تو مسئلہ 4 سے بنے گا۔

مسئلہ 4

شوہر	بیٹا
ربع	مابقی
1	3

اور اگر مسئلہ میں صرف ثمن (1/8) پایا جائے تو اس کے ہمنام عدد ثمانیہ (8) سے مسئلہ بنے گا جیسا کہ کسی نے بیوی اور بیٹا چھوڑے ہوں۔ تو بیوی کا اس صورت میں ثمن ہے اس لئے مسئلہ 8 سے بنا کر ایک حصہ بیوی کو دیں گے اور مابقی 7 بیٹے کو۔

مسئلہ 8

بیوی	بیٹا
ثمن	مابقی
1	7

اور اگر مسئلہ میں صرف "ثلثان" یا صرف "ثلث" پایا جائے تو مسئلہ اس کے ہمنام مخرج "ثلاثہ" سے بنے گا۔ جیسا کہ کسی نے دو بیٹیاں اور باپ چھوڑے ہوں تو دو بیٹیوں کا اس صورت میں "ثلثان" ہوتا ہے اس لئے اس کے ہمنام "ثلاثہ" سے مسئلہ بنائیں گے۔ اس میں سے دو حصے دو بیٹیوں کو دیں گے اور باقی ماندہ باپ کو۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسئلہ 3

2 بیٹیاں	باپ
ثلثان	مابقی
2	1

اور اگر مسئلہ میں صرف ''ثلث'' آئے تب بھی مسئلہ اس کے ہمنام عدد ''ثلاثۃ'' سے مسئلہ بنائیں گے۔ جیسا کہ کسی نے ماں اور باپ چھوڑے ہوں تو اس صورت میں ماں کا چونکہ ثلث ہوا کرتا ہے اس لئے مسئلہ 3 سے بنائیں گے جس میں سے ماں کو ایک اور مابقی باپ کو دیا جائے گا۔

مسئلہ 3

ماں	باپ
ثلث	مابقی
1	2

اور اگر مسئلہ میں صرف ''سدس'' آئے تو مسئلہ اس کے ہم نام عدد ''ستۃ'' (یعنی 6) سے بنائیں گے۔ جیسا کہ کسی نے باپ اور بیٹا چھوڑے ہوں۔ اس صورت میں باپ کا فرضی حصہ ''سدس'' ہوتا ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنائیں گے جس میں سے ایک حصہ باپ کو اور مابقی 5 بیٹے کو دیں گے۔

مسئلہ 6

باپ	بیٹا
سدس	مابقی
1	5

ان مذکورہ امثلہ سے یہ قاعدہ اچھی طرح واضح ہو گیا کہ جب کسی مسئلہ میں فروض میں سے کوئی بھی تنہا پایا جائے تو اسی کسر کے ہمنام عدد سے مسئلہ بناتے ہیں۔ لیکن یہاں یہ بات یاد رہے کہ نصف کا ہمنام کوئی عدد نہیں ہے۔ اس لئے کسی مسئلہ میں اگر فقط ''نصف'' پایا جائے تو مسئلہ دو سے بنائیں گے۔ جیسا کہ کسی نے شوہر اور بیٹا چھوڑے ہوں، اس صورت میں شوہر کا نصف ہوتا ہے اسلئے مسئلہ 2 سے بنا کر ایک حصہ شوہر کو اور مابقی بیٹے کو دیں گے۔ جیسا کہ درج ذیل نقشہ سے واضح ہے۔

مسئلہ 2

شوہر	بیٹا
نصف	مابقی
1	1

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قاعدہ نمبر2۔

اگر مسئلہ میں دو یا دو سے زیادہ فروض آجائیں تو پھر دیکھیں گے کہ وہ سب فروض ایک ہی نوع سے تعلق رکھتے ہیں یا مختلف انواع سے ۔اگر ایک نوع سے تعلق رکھتے ہوں تو ان میں سے سب سے چھوٹے فرض کے مخرج سے مسئلہ بنائیں گے ۔کیونکہ جو مخرج چھوٹے فرض کا ہوگا اسی سے بڑا اور بڑے سے بڑا تقسیم ہو جائے گا یعنی اگر کسی مسئلہ میں نصف ،ربع اور ثمن جمع ہو رہے ہوں تو ان میں سب سے چھوٹا ثمن ہے اور اس کا مخرج 8 ہے ۔اس لئے اگر مسئلہ 8 سے بنالیا جائے تو اسی سے ربع بھی نکل آئے گا اور نصف بھی، کیونکہ 8 کا ربع 2 اور نصف 4 ہے اور یہ دونوں عدد 8 میں بلا کسر موجود ہیں ۔

اب مذکورہ بالا قاعدہ کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں ۔

1۔مسئلہ میں ''نصف اور ربع'' جمع ہونے کی مثال۔

جیسا کہ کسی نے شوہر، بیٹی اور باپ چھوڑے ہوں ۔اس صورت میں شوہر کا ربع اور ایک بیٹی کا نصف ہے ۔ان دونوں میں چھوٹا ربع ہے اس لئے اسی کے مخرج (اربعہ) سے مسئلہ بنے گا ۔جس میں سے شوہر کو 1 اور بیٹی کو 2 اور ماقبی (1) باپ کو

مسئلہ 4

شوہر	بیٹی	باپ
ربع	نصف	ماقبی
1	2	1

2۔مسئلہ میں ''نصف اور ثمن'' جمع ہونے کی مثال۔

جیسا کہ کسی نے بیوی، بیٹی اور باپ وارث چھوڑے ہوں ۔تو اس صورت میں بیوی کا ثمن ،بیٹی کا نصف اور باپ کا ماقبی ہوگا ۔یہاں پر ایک ہی نوع کے دو فرض ''نصف اور ثمن'' جمع ہو رہے ہیں اور ان میں سے چھوٹا ''ثمن'' ہے اس لئے اسی کے مخرج سے مسئلہ بنائیں گے اور اسی سے نصف بھی نکل آئے گا ۔چنانچہ 8 سے مسئلہ بنا کر 1 سہم بیوی کو ،4 سہام بیٹی کو اور باقی ماندہ 3 سہام باپ کو دیں گے ۔

مسئلہ 8

بیوی	بیٹی	چچا
ثمن	نصف	ماقبی
1	4	3

نوٹ:

''ربع'' اور ''ثمن'' جمع نہیں ہو سکتے ،کیونکہ ''ثمن'' بیوی کا ہوا کرتا ہے تو یقیناً اس وقت شوہر فوت ہوا ہوگا اور ''ربع'' یا بیوی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کا ہوتا ہے یا شوہر کا۔تو جب بیوی ثمن کی حقدار ہوگی تو ربع کی نہیں ہوگی ۔کیونکہ یا تو میت کی اولاد ہوگی یا نہیں ہوگی ۔جب وہ'' ثُمن'' کی حقدار ہوئی ہے تو اس کا مطلب لازمی طور پر یہی ہے کہ میت کی اولاد ہے۔پس جب اولاد ہے تو وہ کسی طور بھی'' ربع'' کی حقدار نہیں ہوسکتی ۔اور ربع کا دوسرا حقدار شوہر ہوا کرتا ہے وہ فوت ہو چکا ہے ۔اس لئے'' ربع'' کے جو دو احتمالات تھے وہ دونوں ہی منتفی ہو گئے ۔

3۔''سدس اور ثلث'' جمع ہونے کی مثال:

جیسا کہ کسی نے ماں اور دو اخیافی بہنیں اور ایک بھائی چھوڑا ہو ۔اس صورت میں ماں کا سدس اور دو اخیافی بہنوں کا ''ثلث'' ہوگا ۔مسئلہ میں ایک نوع کے ''سدس'' اور ''ثلث'' جمع ہو رہے ہیں اور ان دونوں میں سے چھوٹا ''سدس'' ہے ۔اس لئے مسئلہ 6 سے بنائیں گے ۔جس میں سے ماں کو 1 ،اور دو اخیافی بہنوں کو 2 دیں گے اور بقیہ 3 بطور عصبہ بھائی کو ملیں گے ۔

مسئلہ 6

ماں	2 اخیافی بہنیں	بھائی
سدس	ثلث	مابقی
1	2	3

4۔''سدس'' اور ''ثلثان'' جمع ہونے کی مثال ۔

مثلاً کسی نے ماں ،دو حقیقی بہنیں اور باپ چھوڑا ہو ۔ایسی صورت میں ماں کا سدس ، دو حقیقی بہنوں کا ثلثان اور باپ کا مابقی بطور عصبہ ۔اس مسئلہ میں ایک نوع کے سدس اور ثلثان جمع ہوئے ۔ان میں سے ''سدس'' چھوٹا ہے اس لئے اس کے مخرج (6) سے مسئلہ بنے گا ۔جس میں سے ماں کو 1 ،دو حقیقی بہنوں کو 4 اور مابقی 1 باپ کو ۔

مسئلہ 6

ماں	2 حقیقی بہنیں	باپ
سدس	ثلثان	مابقی
1	4	1

5۔''ثلث'' اور ''ثلثان'' جمع ہونے کی مثال ۔

مثلاً کسی نے دو عینی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں چھوڑی ہوں ۔اس صورت میں دو عینی بہنوں کا ثلثان اور دو اخیافی بہنوں کا ثلث ہوگا ۔مسئلہ میں ''ثلثان'' اور ''ثلث'' جمع ہو رہے ہیں ۔ان میں سے چھوٹا ''ثلث'' ہے اس لئے اس کے مخرج (3) سے مسئلہ بنایا ،جس میں سے دو عینی بہنوں کو 4 اور دو اخیافی بہنوں کو 2 سہام ملیں گے ۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسئلہ 6

2اخیافی بہنیں	2عینی بہنیں
ثلث	ثلثان
2	4

6۔''سدس،ثلث اورثلثان''جمع ہونے کی مثال۔

جیسا کہ کسی نے ماں ،دوحقیقی بہنیں اوردواخیافی بہنیں چھوڑی ہوں ،ایسی صورت میں ماں کا سدس ،دوحقیقی بہنوں کاثلثان اوردواخیافی بہنوں کا ثلث ہے اس مسئلہ میں ایک ہی نوع کے تمام فروض جمع ہورہے ہیں ۔اوران میں سب سے چھوٹا ''سدس'' ہےاس لئے مسئلہ اس کےمخرج (6) بنایا گیا۔جس میں سے ماں کو 1،دوحقیقی بہنوں کو 4اوردواخیافی بہنوں کو 2دیں گےاس طرح مسئلہ میں عول ہوجائے گا 7 کی طرف۔

مسئلہ 6عول7

2اخیافی بہنیں	2عینی بہنیں	ماں
ثلث	ثلثان	سدس
2	4	1

(فائدہ)

جب مسئلہ میں ایک سے زیادہ فروض جمع ہوجائیں اوروہ سب ایک ہی نوع سے تعلق رکھنے والے نہ ہوں بلکہ بعض کا تعلق پہلی نوع کے ساتھ ہواوربعض کا دوسری کے ساتھ تو پھراس میں درج ذیل تفصیل ہے۔

(۱) پہلی نوع کا نصف دوسری نوع کے ساتھ جمع ہورہا ہوگا۔

(۲) پہلی نوع کا ربع دوسری نوع کے ساتھ جمع ہورہا ہوگا۔

(۳) پہلی نوع کا ثمن دوسری نوع کے ساتھ جمع ہورہا ہوگا۔

قولہ واذااختلط النصف الخ

قاعدہ نمبر3

پہلی نوع کا''نصف'' دوسری نوع کےکل یا بعض کے ساتھ جمع ہورہا ہو۔تو مسئلہ 6سے بنائیں گے۔

نصف،تمام نوع ثانی کےساتھ جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر،ماں ،دوعینی بہنیں اوردواخیافی بہنیں چھوڑی ہوں ۔تو اس صورت میں شوہر کا نصف،ماں کا

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سدس، دو عینی بہنوں کا ثلثان اور دو اخیافی بہنوں کا ثلث ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا نصف، نوع ثانی کے تمام فروض کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ چنانچہ مسئلہ 6 سے بنایا جس میں سے 3 سہام شوہر کو، 1 سہم ماں کو، 4 سہام دو عینی بہنوں کو اور 2 سہام دو اخیافی بہنوں کو دیں گے اس طرح (۳+۱+۴+۲=۱۰) عول ہو گیا 10 کی طرف۔

مسئلہ 6 عول 10

شوہر	ماں	2 عینی بہنیں	2 اخیافی بہنیں
نصف	سدس	ثلثان	ثلث
3	1	4	2

نصف اور ثلث جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر اور دو اخیافی بہنیں چھوڑی ہوں تو اس صورت میں شوہر کا نصف اور دو اخیافی بہنوں کا ثلث ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا نصف، نوع ثانی کے ثلث کے ساتھ جمع ہو رہا ہے اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنا کر 3 سہام شوہر کو اور 2 سہام اخیافی بہنوں کو دیئے۔

مسئلہ 6

شوہر	2 اخیافی بہنیں
نصف	ثلث
3	3=1+2

نصف اور ثلثان جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر اور دو عینی بہنیں چھوڑی ہوں تو شوہر کا نصف اور 2 عینی بہنوں کا ثلثان ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا نصف، نوع ثانی کے ''ثلثان'' کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ چنانچہ قانون کے مطابق 6 سے مسئلہ بنائیں گے جن میں سے 3 سہام شوہر کو اور 4 سہام دو عینی بہنوں کو دیں گے اس طرح (۳+۴=۷) عول ہو جائے گا 7 کی طرف۔

مسئلہ 6 عول 7

شوہر	2 عینی بہنیں
نصف	ثلثان
3	4

نصف اور سدس جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے ماں اور بیٹی چھوڑی ہو کہ اس صورت میں بیٹی کا نصف اور ماں کا سدس ہے۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اول کا نصف جمع ہو رہا ہے نوع ثانی کے سدس کے ساتھ ۔تو قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنائیں گے جس میں سے بیٹی کو 3 اور ماں کو 1 دیں گے ۔ باقی جو بچیں گے وہ بھی اِنہیں کو رد کے طور پر ملیں گے ۔

مسئلہ 6 رد 2 تصحیح 4

بیٹی	ماں
نصف	سدس
۳	۱

نصف ،ثلث اورثلثان جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر، 2 عینی بہنیں دواخیافی بہنیں چھوڑی ہوں تو ایسی صورت میں شوہر کا نصف ، اخیافی بہنوں کا ثلث اور عینی بہنوں کا ثلثان ہوگا ۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا نصف ،نوع ثانی کے ثلث اور ثلثان کے ساتھ جمع ہو رہا ہے ۔اب قانون کے مطابق 6 سے مسئلہ بنائیں گے جس میں سے شوہر کو 3 دیں گے ،اخیافی بہنوں کو 2 اور عینی بہنوں کو 4 ۔اس طرح (۲+۴+۳=۹) عول ہوجائے گا 9 کی طرف ۔

مسئلہ 6 عول 9

شوہر	2 اخیافی بہنیں	2 عینی بہنیں
نصف	ثلث	ثلثان
3	2	4

نصف ،ثلثان اورسدس جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر، ماں اور دوعینی بہنیں چھوڑی ہوں، اس صورت میں شوہر کا نصف ، ماں کا سدس اور عینی بہنوں کا ثلثان ہے ۔دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کے نصف کے ساتھ نوع ثانی کا سدس اور ثلثان جمع ہو رہا ہے ۔تو قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنائیں گے جس میں سے 3 سہام شوہر کو، 1 سہم ماں کو اور 4 سہام عینی بہنوں کو دیں گے۔ اس طرح (۴+۱+۳=۸) عول ہوجائے گا 8 کی طرف ۔

مسئلہ 6 عول 8

شوہر	ماں	2 عینی بہنیں
نصف	سدس	ثلثان
3	1	4

نصف ،ثلث اورسدس جمع ہونے کی مثال

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جیسا کہ کسی نے شوہر،2اخیافی بہنیں اور ماں چھوڑی ہوں ۔شوہر کا نصف ،اخیافی بہنوں کا ثلث اور ماں کا سدس ہے ۔دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا نصف ،نوع ثانی کے ثلث اور سدس کے ساتھ جمع ہورہا ہے ۔چنانچہ قانون کے مطابق مسئلہ 6سے بنایا جس میں سے شوہر کو 3 سہام ،ماں کو 1 اوراخیافی بہنوں کو 2 سہام ملیں گے ۔

مسئلہ 6

شوہر	ماں	دواخیافی بہنیں
نصف	سدس	ثلث
3	1	2

قولہ واذا اختلط الربع الخ

قاعدہ نمبر4

پہلی نوع کا ''ربع'' دوسری نوع کے تمام یا بعض کے ساتھ جمع ہوتو مسئلہ 12 سے بناتے ہیں ۔

ربع اور نوع ثانی کے تمام فروض جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے بیوی ،ماں ،دوعینی بہنیں اور دواخیافی بہنیں چھوڑی ہوں ۔اس صورت میں بیوی کا ربع ،ماں کا سدس ،عینی بہنوں کا ثلثان اوراخیافی بہنوں کا ثلث ہے ۔دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ربع ،نوع ثانی کے سدس ،ثلث اور ثلثان کے ساتھ جمع ہورہا ہے ۔چنانچہ قانون کے مطابق مسئلہ 12 سے بنائیں گے 3سہام بیوی کو ،2ماں کو ،8 عینی بہنوں کو اور 4 اخیافی بہنوں کو دیں گے اس طرح (۳+۲+۸+۴=۱۷)عول ہوجائے گا 17 کی طرف ۔

مسئلہ 12 عول 17

بیوی	ماں	2 عینی بہنیں	2اخیافی بہنیں
ربع	سدس	ثلثان	ثلث
3	2	8	4

ربع اور ثلثان جمع ہونے کی مثال

مثلاً کسی نے شوہر اور دو بیٹیاں چھوڑی ہوں ۔اس صورت میں شوہر کا ربع اور دو بیٹیوں کا ثلثان ہے ،دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ربع نوع ثانی کے ثلثان کے ساتھ جمع ہورہا ہے ۔چنانچہ قاعدہ کے مطابق مسئلہ 12 سے بنائیں گے جس میں سے شوہر کو 3 اور دو بیٹیوں کو 8 دیں گے ۔باقی جو ایک بچے گا وہ رد کے طور پر دوبارہ بیٹیوں کو دیا جائے گا۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسئلہ 12

شوہر	2 بیٹیاں
ربع	ثلثان
3	9=1+8

ربع اور ثلث جمع ہونے کی مثال

مثلاً کسی نے بیوی اور ماں چھوڑی ہو۔ بیوی کا ربع اور ماں کا ثلث ہوگا۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ربع، نوع ثانی کے ''ثلث'' کے ساتھ جمع ہورہا ہے۔ چنانچہ قاعدہ کے مطابق مسئلہ 12 سے بنایا جس میں سے بیوی کو3اور ماں کو 4دیئے اس کے بعد باقی ماندہ ''ماں'' کودوبارہ دیئے جائیں گے۔

مسئلہ 12

بیوی	ماں
ربع	ثلث
3	9=6+3

ربع اور سدس جمع ہونے کی مثال

مثلاً کسی نے بیوی اور ایک اخیافی بہن چھوڑی ہو۔تو بیوی کا ''ربع'' اور اخیافی بہن کا ''سدس'' ہوگا۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ربع، نوع ثانی کے ''سدس'' کے ساتھ جمع ہورہا ہے۔ چنانچہ قانون کے مطابق مسئلہ 12 سے بنائیں گے جس میں سے بیوی کو 3اور اخیافی بہن کو 2 سہام دیں گے۔اور جو باقی بچے گا اس میں رد کے قوانین کے مطابق عمل کریں گے۔

مسئلہ 12 رد 4

بیوی	1اخیافی بہن
ربع	سدس
ذی فرض و بالرد 1	ذی فرض و بالرد 3

ربع، ثلثان اور سدس جمع ہونے کی مثال

مثلاً کسی نے بیوی، ماں اور دو عینی بہنیں چھوڑی ہوں۔ بیوی کا ربع، ماں کا ''سدس'' اور دو عینی بہنوں کا ''ثلثان'' ہوگا۔ دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کے ربع کے ساتھ نوع ثانی کا ''ثلثان'' اور ''سدس'' جمع ہورہے ہیں، تو قانون کے مطابق 12 سے مسئلہ بنا کر اس میں سے بیوی کو 3، ماں کو2 اور عینی بہنوں کو 8 سہام دیں گے۔اس طرح (۳+۲+۸=۱۳) عول ہوجائے گا13 کی طرف۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسئلہ 12 عول 13

2 عینی بہنیں	ماں	بیوی
ثلثان	سدس	ربع
8	2	3

ربع ،ثلث اورثلثان جمع ہونے کی مثال

مثلاً کسی نے بیوی ،دوعینی بہنیں اوردواخیافی بہنیں چھوڑی ہوں ۔بیوی کا ربع ،عینی بہنوں کا ''ثلثان'' اوراخیافی بہنوں کا ''ثلث'' ہوگا ۔دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ربع ،نوع ثانی کے'' ثلثان'' اور'' ثلث'' کے ساتھ جمع ہورہاہےتو قانون کے مطابق 12 سے مسئلہ بنا کر اس میں سے بیوی کو 3،عینی بہنوں کو8اوراخیافی بہنوں کو 4 سہام دیں گے اس طرح (۸+۴+۳=۱۵)عول ہوجائے گا15 کی طرف ۔

مسئلہ 12 عول 15

2اخیافی بہنیں	2 عینی بہنیں	بیوی
ثلث	ثلثان	ربع
4	8	3

ربع ،ثلث اورسدس جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے بیوی ،ماں اوردواخیافی بہنیں چھوڑی ہوں ۔اس میں بیوی کا ربع ،ماں کا''سدس'' اوراخیافی بہنوں کا ''ثلث'' ہے ۔دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ربع ،نوع ثانی کے'' ثلث'' اور''سدس'' کے ساتھ جمع ہورہا ہے چنانچہ قانون کے مطابق 12 سے مسئلہ بنا کراس میں سے بیوی کو 3،ماں کو 2 اوراخیافی بہنوں کو 2 دیئے ۔

مسئلہ 12 رد 3

2اخیافی بہنیں	ماں	بیوی
ثلث	سدس	ربع
6=2+4	3=1+2	3

واذااختلط الثمن الخ

قاعدہ نمبر 5

نوع اول کا ثمن ،نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ جمع ہوا ہوتو مسئلہ 24 سے بنائیں گے ۔

نوع اول کے ''ثمن'' کا جمیع نوع ثانی کے ساتھ جمع ہونا احناف کے نزدیک متصورنہیں ہے البتہ حضرت عبداللہ بن

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک محروم شخص دوسرے کے لئے حجب نقصان کا باعث بن سکتا ہے مثلا میت نے اپنا بیٹا کافر یا قاتل چھوڑا اور ساتھ بیوی ، ماں ، دو حقیقی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں چھوڑیں تو اس صورت میں محروم بیٹا زوجہ کے لئے حاجب ہوگا چنانچہ بیوی کو بجائے ''ربع'' کے'' ثمن'' ملے گا اور ماں کا سدس،عینی بہنوں کا ثلثان اور اخیافی بہنوں کا ثلث ۔

دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ثمن ،نوع ثانی کے تمام فروض کے ساتھ جمع ہوگیا ۔لیکن احناف کے نزدیک ثمن ،نوع ثانی کے جمیع فروض کے ساتھ کسی طور بھی جمع نہیں ہوسکتا کیونکہ ہمارے نزدیک **محروم عن المیراث** ،دوسرے کے لئے حاجب نہیں ہوسکتا۔تو جب بیٹا کافر یا قاتل ہے تو وہ بیوی کے لئے ربع سے ثمن کی طرف حاجب نہیں ہوسکے گا اور اگر بیٹا مسلمان فرض کریں تو بیوی کو اگرچہ ثمن مل جائے گا لیکن اس صورت میں ثلث والا کوئی نہیں رہتا کیونکہ بیٹے کے ہوتے ہوئے ماں کو بھی سدس ملتا ہے اور بہن بھائی تو ویسے ہی اس کے ہوتے ہوئے محروم ہوتے ہیں اور اگر بیوی کا ثمن رکھنے کے لئے ایک بیٹی فرض کریں تو اب بیوی کا ثمن ہوجائے گا ،ماں کے لئے سدس بھی ہوجائے گا لیکن ثلثان نہیں پایا جائے گا۔

اور اگر ثلثان اور ثمن دونوں متحقق کرنے کے لئے دو بیٹیاں فرض کریں تو بیوی کو ثمن ،بیٹیوں کو ثلثان اور ماں کو سدس تو مل جائے گا،لیکن ثلث پانے والا کوئی نہ رہا کیونکہ اولاد کے ہوتے ہوئے ماں سدس پاتی ہے اور اخیافی بہن بھائی ویسے ہی محروم ہوتے ہیں ۔مطلب یہ کہ نوع اول کے ثمن کا نوع ثانی کے جمیع فروض کے ساتھ جمع ہونا ہمارے نزدیک متصور نہیں ہے ۔

نوع اول کا ''ثمن'' جب نوع ثانی کے بعض کے ساتھ جمع ہو رہا ہو تو اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں ۔

(1) نوع اول کا ثمن , نوع ثانی کے ثلثان اور سدس کے ساتھ جمع ہو رہا ہو۔ جیسا کہ کسی نے بیوی، ماں، دو بیٹیاں اور بھائی چھوڑے ۔اس کا مسئلہ قانون کے مطابق 24 سے بنایا جائے گا جس میں سے بیوی کو 3 ،ماں کو 4،دو بیٹیوں کو 16 اور بھائی کو 1 ملے گا۔

مسئلہ 24

بیوی	ماں	2 بیٹیاں	بھائی
ثمن	سدس	ثلثان	ماقبی
3	4	16	1

نوع اول کا ثمن ،نوع ثانی کے ثلثان کے ساتھ جمع ہو رہا ہو،جیسا کہ کسی نے بیوی 2 بیٹیاں اور چچا چھوڑے ہوں ۔بیوی کا ثمن،دو بیٹیوں کا ثلثان اور چچوں کا مابقی ہے ۔دیکھئے یہاں پر نوع اول کا ثمن ،نوع ثانی کے ثلثان کے ساتھ جمع ہو رہا ہے ۔قانون کے مطابق مسئلہ 24 سے بنایا جس میں سے بیوی کو 3،دو بیٹیوں کو 16 اور ماقبی 5 چچوں کو دیئے ۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسئلہ 24

1 چچا	2 بیٹیاں	بیوی
مابقی	ثلثان	ثمن
5	16	3

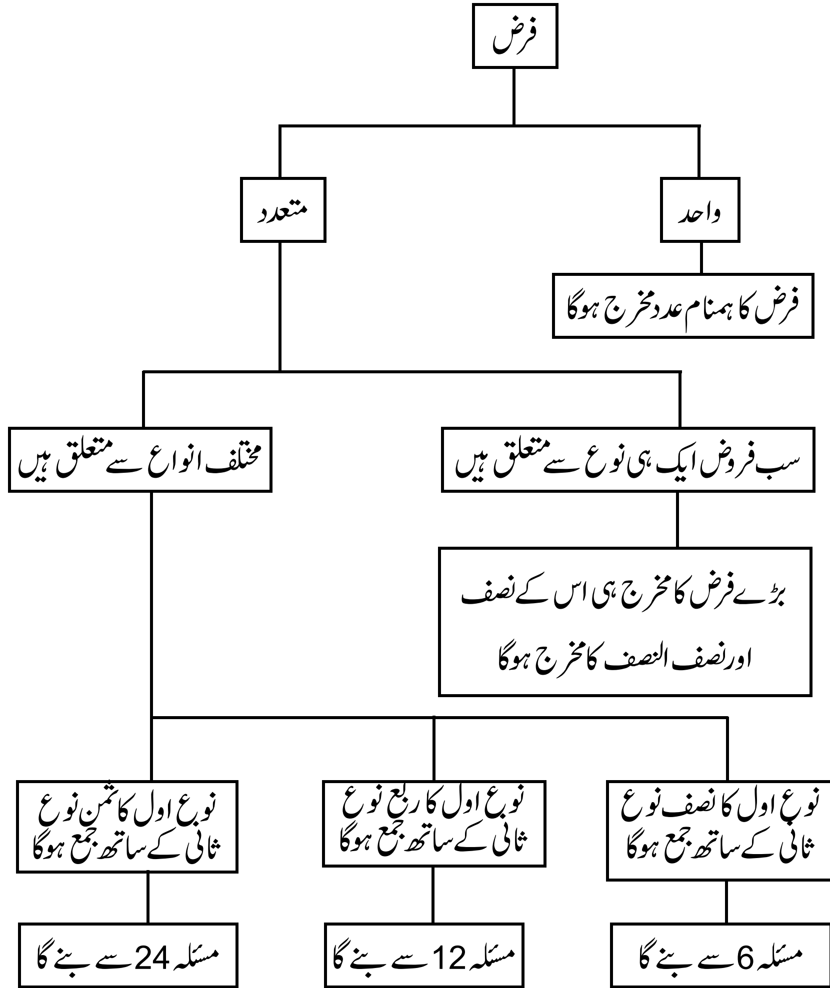
نوع اول کا ثمن ،نوع ثانی کے سدس کے ساتھ جمع ہو رہا ہو،جیسا کہ کسی نے بیوی ماں،اور بیٹا چھوڑے ۔بیوی کا ثمن،ماں کا سدس،اور مابقی بیٹے کا ہے ۔دیکھئے اس مسئلہ میں نوع اول کا ثمن ،نوع ثانی کے سدس کے ساتھ جمع ہو رہا ہے ۔تو قانون کے مطابق مسئلہ 24 سے بنائیں گے جس میں سے بیوی کو 3،ماں کو 4اور بیٹے کو 17 ملیں گے ۔

مسئلہ 24

بیٹا	ماں	بیوی
مابقی	سدس	ثمن
17	4	3

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

﴿فروض کے مخارج نکالنے کے متعلق نقشہ﴾



for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بَابُ الْعَوْلِ

اَلْعَوْلُ اَنْ يُّزَادَ عَلَى الْمَخْرَجِ شَیْءٌ مِّنْ اَجْزَائِهٖ اِذَا ضَاقَ عَنْ فَرْضٍ اِعْلَمْ اَنَّ مَجْمُوْعَ الْمَخَارِجِ سَبْعَةٌ اَرْبَعَةٌ مِّنْهَا لَاتَعُوْلُ وَهِیَ الِاثْنَانِ وَالثَّلٰثَةُ وَالْاَرْبَعَةُ وَالثَّمَانِيَةُ وَثَلَاثَةٌ مِّنْهَا قَدْ تَعُوْلُ اَمَّا السِّتَّةُ فَاِنَّهَا تَعُوْلُ اِلٰى عَشَرَةٍ وِتْرًا وَّشَفْعًا وَاَمَّا اثْنَا عَشَرَ فَهِیَ تَعُوْلُ اِلٰى سَبْعَةَ عَشَرَ وِتْرًا لَاشَفْعًا وَاَمَّا اَرْبَعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ فَاِنَّهَا تَعُوْلُ اِلٰى سَبْعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ عَوْلًا وَّاحِدًا كَمَا فِی الْمَسْاَلَةِ الْمِنْبَرِيَّةِ وَهِیَ امْرَاَةٌ وَّبِنْتَانِ وَاَبَوَانِ وَلَايَزَادُ عَلٰى هٰذَا اِلَّا عِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَاِنَّ عِنْدَهٗ تَعُوْلُ اِلٰى اَحَدٍ وَّثَلٰثِيْنَ

ترجمہ

''عول یہ ہے کہ جب مخرج ،فرض سے تنگ ہوجائے تو اس کے اجزاء میں سے بعض اجزاء کا اضافہ کرکے مخرج کو بڑا کرنا ۔جان لیجئے کہ کل مخارج 7 ہیں جن میں سے چار مخارج (2,3,4,8) میں عول نہیں ہوتا اور بقیہ تین مخارج (6,12,24) میں کبھی کبھی عول ہوتا ہے چنانچہ 6، کا عدد 12 تک طاق اور جفت اعداد میں عول کرتا ہے ، 12 کا عدد 17 تک صرف طاق اعداد میں عول کرتا ہے جفت میں نہیں کرتا اور 24 کا عدد صرف ایک ہی عول کرتا ہے اور وہ بھی صرف 27 تک ۔جیسا کہ مسئلہ منبریہ میں ہے اور وہ ایک بیوی ، دو بیٹیاں ، ماں اور باپ ہیں ۔اس عدد کا عول اس سے آگے نہیں بڑھتا البتہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس عدد کا عول 31 تک ہوتا ہے''

قوله العول ان یزاد الخ

عول کی تعریف

عول کا لغوی معنی رفع ''بلندی'' ہے اور اہل فرائض کی اصطلاح میں جب مخرج تنگ ہوجائے اور اصحاب فرائض کے حصص پورے نہ نکل رہے ہوں بلکہ حصص زیادہ ہوں اور وہ مخرج سے بڑھ جائیں تو مخرج کو کچھ بڑھا دینے کا نام عول ہے ۔

کل مخارج سات ہیں''۲،۴،۸،۳،۶،۱۲،۲۴''

ان میں سے پہلے چار ایسے ہیں جن میں عول ہوتا ہی نہیں ،اور بقیہ تین (۶،۱۲،۲۴) میں کبھی عول ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا ۔مطلب یہ کہ صرف تین مخارج (۶،۱۲،۲۴) میں عول ہوتا ہے اور وہ بھی کبھی کبھی ۔تینوں مخارج میں عول کی تفصیل درج ذیل ہے ۔

قوله اما الستة فانها تعول الخ

''6'' کا عول

6 کا عدد 10 تک ''عول'' کرتا ہے ۔جفت میں بھی اور طاق میں بھی ،یعنی کہ اس کا عول 10,9,8,7 میں ہوتا ہے ۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(1)

’’6‘‘ کا’’7‘‘ کی طرف عول

یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب کہ اس کے ساتھ اس کا اپنا سدس (1/6) شامل ہو۔عول کی یہ صورت حال مختلف طریقوں سے پائی جاسکتی ہے۔

(i)جب مسئلہ میں نصف اورثلثان جمع ہوجائیں۔

جیسا کہ کسی نے شوہراوردوحقیقی بہنیں چھوڑی ہوں۔

اس صورت کا مسئلہ 6سے بنے گا۔اس میں سےشوہر کے لئے 3 اوردوعینی بہنوں کے لئے 4۔اس طرح مسئلہ’’7‘‘ کی طرف عول کرجائے گا۔چنانچہ کل مال کوسات حصوں میں تقسیم کرکےشوہرکو 3 اوردونوں عینی بہنوں کو 4 حصے دئے جائیں گے۔

مسئلہ 6 عول 7

زوج	2 عینی بہنیں
نصف	ثلثان
3	4

(ii)جب مسئلہ میں دونصف اورایک سدس جمع ہوجائیں۔

جیسا کہ کسی نے زوج ،ایک عینی بہن اورایک اخیافی یاعلاتی بہن چھوڑی ہو۔اس کا مسئلہ بھی 6 سے بنے گا ۔اس میں سے 3 شوہرکو ،3 عینی بہن کواور 1 اخیافی یا علاتی بہن کودیئے جائیں گے ۔اس طرح (3+3+1=7) سات کی طرف عول ہوجائے گا۔

مسئلہ 6 عول 7

شوہر	عینی بہن	اخیافی بہن
نصف	نصف	سدس
3	3	1

(iii)مسئلہ میں ثلثان ،ثلث اورسدس جمع ہوجائیں۔

جیسا کہ کسی نے ایک حقیقی بہن ،ایک علاتی بہن،دواخیافی بہنیں اورایک دادی چھوڑی ہو۔اصل مسئلہ 6 سے بنے گا ۔کیونکہ نوع اول کا نصف ،نوع ثانی کے بعض کے ساتھ جمع ہورہا ہے ۔لہذا 6 سے مسئلہ بنایا، اس میں سے 3 حقیقی بہن کے لئے ۔1 علاتی بہن کے لئے تکملة للثلثین (ثلثین مکمل کرنے کے لئے) 1 دادی کے لئے ،2 اخیافی بہنوں کے لئے۔ یوں 3+1+1+2=7 عول ہوگیا’’7‘‘ کی طرف ۔اب تقسیم 6 سے نہیں کریں گے بلکہ 7 سے کریں گے ۔یعنی کہ کل مال کے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سات حصے بنالئے جائیں گے۔جن میں سے حقیقی بہن کو 3،اخیافی بہنوں کو 2،1 دادی کواور 1 علاتی بہن کو۔یوں ساتوں حصے تقسیم ہوجائیں گے۔

مسئلہ 6 عول 7

عینی بہن	علاتی بہن	2اخیافی بہنیں	دادی
نصف	سدس	ثلث	سدس
3	1	2	1

(2)

''6'' کا ''8'' کی طرف عول

یہ اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ اس کے ساتھ اس کا اپنا ''ثلث'' ہو۔

اس کی بھی مختلف صورتیں ہونگی۔مثلاً

(i)......مسئلہ میں دو نصف اور ایک ثلث جمع ہوجائے۔

جیسا کہ کسی نے شوہر،حقیقی بہن،اور ماں چھوڑی ہو۔ایسی صورت میں مسئلہ 6 سے بنے گا۔جس میں سے 3 شوہر کے لئے ،3 بہن کے لئے اور 2 ماں کے لئے ہونگے۔اس طرح (8=2+3+3 عول) ہوگیا ''8'' کی طرف۔چنانچہ اب ان ورثاء میں اصل مسئلہ یعنی 6 کی بجائے ''8'' سے تقسیم ہوگی۔

مسئلہ 6 عول 8

شوہر	عینی بہن	ماں
نصف	نصف	ثلث
3	3	2

(ii)......جب مسئلہ میں نصف،ثلثان اور سدس جمع ہوجائیں۔

جیسا کہ کسی نے شوہر،دوعینی بہنیں،اور ماں چھوڑی ہو۔تو اصل مسئلہ 6 سے بنے گا جس میں سے 3 حصے شوہر کے لئے ،4 حصے دوعینی بہنوں کے لئے اور 1 حصہ ماں کے لئے ہوگا، اس طرح (8=1+4+3) آٹھ کی طرف عول ہوجائے گا ۔اور تمام ورثاء میں تقسیم 8 سے ہوگی۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسئلہ 6 عول 8

شوہر	دوعینی بہنیں	ماں
نصف	ثلثان	سدس
3	4	1

نوٹ

سب سے پہلے جس مسئلہ میں عول کیا گیا وہ یہی مسئلہ تھا۔

یہ مسئلہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں پیش آیا تھا۔آپ نے اکابر صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ ایک مسئلہ میں سہام 6 اور ذوسہام 8 ہیں۔اس میں غور وخوض کر کے کوئی مناسب حل نکالا جائے ؟اوراس بات کا فیصلہ کیا جائے کہ یہ 6سہام ،8اصحابِ فرائض میں کیسے تقسیم کیے جائیں؟

جناب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشورہ

اگر 6سہام سے حصص پورے نہیں ہو پارہے تو تمام سہام میں تھوڑی تھوڑی کمی کر کے سہام میں اصحاب فرائض کی تعداد کے مطابق اضافہ کرلیا جائے ۔چنانچہ اس مسئلہ میں بجائے 6 کے ،8 سے تقسیم کی جائے ۔اس طرح تمام میں پورے پورے سہام تقسیم ہوجائیں گے۔

اس مشورے کوتمام صحابہ کرام نے اتفاق رائے سے منظور کرلیا،چنانچہ اسی کے مطابق فیصلہ کرتے ہوئے 6 کا8 کی طرف عول کرکے اسی کے مطابق وراثت تقسیم کردی گئی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس کا اس مسئلہ سے اختلاف

جناب سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس فیصلے سے انکار کردیا اورعول کی مخالفت کی ۔آپ سے کسی نے پوچھا کہ اگرآپ اس بات سے متفق نہ تھے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی زندگی میں اختلاف کا اظہار کیوں نہ کیا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ والدمحترم کی ہیبت سے میں خوف زدہ تھا جس وجہ سے میں ان کی زندگی میں نہ بول سکا۔

اعتراض

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا گیا کہ جب آپ عول کے قائل ہی نہیں ہیں تو جن مسائل میں مخرج تنگ ہوجاتا ہے ان میں آپ کیا فیصلہ کرتے ہیں؟

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جواب

جو وارث آخری درجہ کا ہوتا ہے۔ (جیسا کہ بیٹیاں اور بہنیں) ہم ان کے حصے میں کمی کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ حصہ مقرر سے غیر مقرر کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دلیل کی وضاحت

دراصل آپ اصحاب فرائض کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ کچھ وہ اصحاب فرائض جن کو صرف مقررہ حصہ ہی ملتا ہے۔ اور کچھ ایسے اصحاب فرائض جن کو حصہ تو ملتا ہے مگر وہ حصہ مقرر نہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو مخرج کی تنگی سے متاثر ہوتے ہیں۔

پہلی دلیل

وراثت کے حصص خود رب ذوالجلال نے مقرر فرمائے ہیں اور وہ ایسی ذات ہے جس سے کائنات کے صحراؤں میں موجود ریت کا کوئی ذرہ بھی مخفی نہیں ہے۔ جو سمندر کے بے کنار پانی میں موجود قطروں کی تعداد جانتا ہے۔ جس کا ہر کام حکمت سے بھر پور ہوتا ہے۔ جو جہل اور خطا سے منزہ ہے۔ ایسی ذات سے یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ کسی کے مال میں دو نصف اور ثلث ایک ساتھ رکھ دے کیونکہ جب کسی کل سے دو نصف نکال لئے جائیں تو پھر باقی کچھ نہیں بچتا۔ تو وہ ذات کسی کے مال میں ایسے حصے کیونکر مقرر فرما سکتی ہے جو کل مال سے نکل ہی نہ سکتے ہوں۔

دوسری دلیل

وراثت کا یہ قانون ہے کہ جب وراثت کے ساتھ اتنے حقوق متعلق ہو جائیں کہ مال وراثت سے وہ پورے نہ کئے جا سکتے ہوں تو ایسی صورت میں جو مقدم ہوتا ہے اس کو اختیار کیا جاتا ہے اور مؤخر کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ تجہیز و تکفین اور ادائیگی دیون، کہ اگر مال صرف اتنا ہی ہو جس سے صرف تجہیز و تکفین ہی ہو سکتی ہو یا تجہیز کے بعد قرض خواہوں میں سارا مال تقسیم ہو جائے تو ایسی صورت میں تجہیز و تکفین اور ادائیگی دیون کو ترجیح دی جاتی ہے اور ورثاء کو کچھ نہیں ملتا۔

تیسری دلیل

اصحاب فرائض دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔

(i)......ایسے اصحاب فرائض جن کو دو طرح کے مقرر حصوں میں سے کوئی ایک ملتا ہے۔ یعنی کہ یا تو ان کا ایک مقررہ حصہ ہوگا یا نہیں۔ اگر نہیں ہوگا تو یہ اس حصہ سے دوسرے مقررہ حصہ کی طرف منتقل ہو جائیں گے۔ جیسا کہ اولاد نہ ہو تو شوہر کا حصہ نصف ہوتا ہے۔ اور اگر اولاد ہو تو پھر یہ ربع (1/4) کا مستحق ہوتا ہے۔ اس میں دیکھیں کہ شوہر ''نصف'' سے ''ربع'' کی طرف منتقل ہوا۔ تو جس سے منتقل ہوا وہ بھی مقررہ ہے اور جس کی طرف منتقل ہوا وہ بھی مقرر ہے۔

(ii)......ایسے اصحاب فرائض کہ جب یہ اپنے حصہ سے منتقل ہوتے ہیں تو کوئی خاص معین حصہ نہیں پاتے بلکہ غیر معین

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حصہ پاتے ہیں جیسا کہ بیٹیاں اور بہنیں کہ ان کا حصہ ''ثلثان'' ہوتا ہے لیکن اگر ان کے ساتھ مل کر کوئی ان کو عصبہ بنادے تو اس صورت میں ان کا حصہ معین نہیں رہتا بلکہ اب **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر ان کو حصہ ملتا ہے۔

چونکہ پہلے نمبر کے اصحاب فرائض، دوسرے نمبر والوں سے اقویٰ ہوتے ہیں۔ لہذا جو وارث معین حصہ سے معین کی طرف منتقل ہوا، اس کو مقدم رکھیں گے۔ کیونکہ وہ قبل از انتقال اور بعد از انتقال معین حصے والا یعنی کہ ذی فرض ہی رہا اور جو ''معین'' حصے سے ''غیر معین'' کی طرف منتقل ہوا وہ من وجہٍ ''ذی فرض'' ہے اور من وجہٍ ''عصبہ'' ہے۔ لہذا جو **من کل الوجوہ** ذی فرض ہے وہ مقدم ہوگا اس پر جو من وجہٍ ذی فرض ہے اور من وجہٍ عصبہ ہے، کیونکہ ذی فرض بہر حال عصبہ سے مقدم ہوا ہی کرتا ہے اور جب ذی فرض دو طرح کے ہوں ایک خالص ذی فرض اور دوسرا وہ جس میں خالص فرضیت نہیں ہے بلکہ اس میں عصوبت بھی ہے تو یقیناً جو خالص ذی فرض ہے اسی کو مقدم رکھیں گے لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ جو وارث کمزور ہوگا اس کا حصہ کم کر دیا جائے گا اور باقی تمام ورثاء کو پورا پورا حصہ دیں گے۔

جمہور کی فقہاء کرام کا مذہب اور دلیل

جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ اصحاب فرائض جتنے بھی ہیں سب کے سب ترکہ میں برابر ہوتے ہیں کیونکہ وہ سببِ استحقاق میں برابر ہوتے ہیں۔ اور ان سب کا سببِ استحقاق قرآن کریم کی نص ہے جیسا کہ رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا:

وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ

''اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا''

اور یہ قانون ہے کہ جو لوگ استحقاق کے سبب میں برابر ہوں وہ استحقاق میں بھی برابر ہوتے ہیں۔ لہذا اگر مخرج میں وسعت ہو تو یہ سب اپنا اپنا حصہ لیں گے۔

اور اگر مخرج تنگ ہو جائے تو نقصان سب کو ہوگا کیونکہ سبب میں سب برابر ہیں اس بات کو یوں سمجھیں کہ اگر مال کم ہو اور قرض خواہ زیادہ، تو ایسی صورت میں یہ نہیں کرتے کہ بعض کو تو پورا پورا قرضہ دے دیا جائے اور بعض کو بالکل ہی محروم کر دیں یا بعض کو کم محروم کریں اور بعض کو زیادہ، بلکہ سب کو ان کے اصل حصہ کے تناسب سے جتنا حصہ میں آئے دیتے ہیں۔ یہاں پر غور کریں، جب مال تمام ''قرض خواہوں'' میں پورا نہ ہوسکا تو سب کے حصوں میں کمی کر دی۔ اسی طرح '' فرائض'' میں بھی ہوگا کہ جب مخرج تنگ ہو جائے تو ان سب کے حصص میں کمی کر کے کل حصص بڑھا لئے جائیں گے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جواب

اب رہا مسئلہ یہ کہ جو حصص پورے ہی نہیں ہوسکتے وہ اللہ عزوجل نے مقرر کیسے فرما دیئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی صورت میں ان کا ''معین حصہ'' مراد نہیں ہوتا۔ بلکہ مراد یہ ہوتا ہے کہ اس ترکہ میں ان کا حصہ بھی ہے لیکن جتنا ظاہری نص میں ہے اتنا نہیں بلکہ اس کے تناسب کے مطابق حصہ ہوگا۔ کیونکہ جتنا حصہ ظاہری الفاظ سے سمجھ آیا وہ تو پورا پورا دیا ہی نہیں جاسکتا

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لہذا اب اس کا ایسا معنیٰ مراد لیں گے جس پر عمل کرنا ممکن ہو اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے ان کے حصہ کا تناسب بیان کر دیا ہے چنانچہ قرآن کے بیان کردہ تناسب سے ان سب کو حصہ ملے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قیاس کا جواب

یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ تجہیز کو ادائیگی دیون پر مقدم اس لئے کیا جاتا ہے کہ یہ حقوق مترتبہ ہیں۔ یعنی یہ ایسے حقوق ہیں جن میں ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ جبکہ اصحاب فرائض میں سے کوئی بھی اس طرح مقدم ومؤخر نہیں ہے بلکہ سب استحقاق میں برابر ہیں کیونکہ ان سب کی وجہ استحقاق برابر ہے اور یہ قانون ہے کہ جو افراد وجہ استحقاق میں برابر ہوں وہ استحقاق میں بھی برابر ہوتے ہیں۔ اب جبکہ تجہیز واصحاب فرائض میں فرق ہے تو ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا۔

ذی فرض مطلق کو ذی فرض وعصبہ پر تقدیم کے اعتراض کا جواب

فرض سے عصوبت کی طرف انتقال سے ضعف اس صورت میں آسکتا ہے کہ عصبہ ہونا ذی فرض ہونے سے ضعیف سبب ہو جبکہ یہاں تو معاملہ ہی برعکس ہے کیونکہ عصوبت اسبابِ وراثت میں سب سے مضبوط اور قوی سبب ہے۔ اور یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جب تک کمزور سبب تھا تب تک تو مقدم تھا اور جب اس کے ساتھ اس سے بھی زیادہ قوی حق شامل ہو گیا تو اب یہ دو سببوں کے ہوتے ہوئے کمزور ہو جائے۔

ہذا حق وہی ہے جو ہم نے کہا کہ جب مخرج تنگ ہو جائے اور حصص کے اعتبار سے تمام میں سہام تقسیم نہ ہو سکیں تو ایسی صورت میں تمام کے سہام میں کچھ کچھ کمی کر کے سہام میں اتنا اضافہ کر لیا جائے کہ ان تمام اصحاب فرائض پر سہام پورے ہو جائیں۔

سوال

جب عصوبت سب سے قوی سبب ہے تو پھر اصحاب فرائض کو عصبات پر مقدم کیوں کیا؟

جواب

قیاس تو یہی چاہتا تھا کہ عصبات کو ہی مقدم کریں لیکن ''ذی الفروض'' کے متعلق چونکہ نص آگئی ہے اس لئے ہم نے قیاس کو چھوڑ کر پہلے'' ذوی الفروض'' کو حصہ دیا۔ جب نص پر بقدر ضرورت عمل ہو چکا تو اب ہم اپنے قیاس پر لوٹ آئے اور عصبات میں ترکہ تقسیم کر دیا۔

''6'' کا''9'' کی طرف عول

9،6 کی طرف عول کرتا ہے (اپنے نصف کے اضافہ کے ساتھ) اس کی بھی مختلف صورتیں ہیں۔

(i) جب مسئلہ میں نصف، ثلثان، اور ثلث جمع ہو رہے ہوں۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مثلاً کسی نے شوہر،2عینی بہنیں اور2اخیافی بہنیں چھوڑیں ہوں،اصل مسئلہ 6 سے بنے گا،جس میں سے 3 سہام شوہر کے لئے،4 سہام دو حقیقی بہنوں کے لئے اور2اخیافی بہنوں کے لئے ہونگے۔اس طرح (9=2+4+3) کل 9 حصص ہوجائیں گے چنانچہ مسئلہ 9 کی طرف عول کرجائے گا۔

مسئلہ 6 عول 9

شوہر	2عینی بہنیں	2اخیافی بہنیں
نصف	ثلثان	ثلث
3	4	2

(ii)جب مسئلہ میں 2 نصف،ثلث اور سدس جمع ہوجائیں۔

جیسا کہ کسی نے شوہر،ایک عینی بہن،دواخیافی بہنیں اور ماں چھوڑی ہوتو اصل مسئلہ 6 سے بنے گا شوہر کو3،ایک عینی بہن کو3،دواخیافی بہنوں کو2اور ماں کو 1۔اس طرح (9=1+2+3+3) کل سہام 9 ہوئے،لہذا اب 6 کی بجائے 9 سہام بنائیں گے اور درج ذیل طریقہ کے مطابق ورثاء میں تقسیم کردیں گے۔

مسئلہ 6 عول 9

شوہر	1 حقیقی بہن	2اخیافی بہن	ماں
نصف	نصف	ثلث	سدس
3	3	2	1

’’6‘‘ کا’’10‘‘ کی طرف عول

’’6‘‘ اپنے ثلثان کے ساتھ مل کر’’10‘‘ کی طرف عول کرتا ہے۔یہ اس صورت میں ہوگا جب مسئلہ میں نصف،2 ثلث اور سدس جمع ہوجائیں۔جیسا کہ کسی نے شوہر،2 حقیقی بہنیں،2اخیافی بہنیں اور ماں چھوڑی ہو،تو اصل مسئلہ 6 سے بنے گا،3 حصے شوہر کے لئے،4 چار حصے دو حقیقی بہنوں کے لئے اور ایک حصہ ماں کے لئے اور2 حصے اخیافی بھائیوں کے لئے ہونگے۔اس طرح کل سہام (10=2+1+4+3) دس ہوجائیں گے،لہذا 6 کی بجائے اب ترکہ درج ذیل صورت کے مطابق 10 سے تقسیم کیا جائے گا۔

مسئلہ 6 عول 10

شوہر	2 حقیقی بہنیں	2اخیافی بھائی	ماں
نصف	ثلثان	ثلث	سدس
3	4	2	1

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قولہ واما اثنا عشرہ الخ

12 کا عول

12 کا عدد 17 تک عول کرتا ہے لیکن تمام اعداد میں نہیں بلکہ صرف طاق اعداد میں یعنی کہ 13، 15 اور 17 کی طرف۔ یہ عدد 12 اور 14 کی طرف عول نہیں کرتا۔

''12'' کا ''13'' کی طرف عول

''12'' کا عدد ''13'' کی طرف عول کرتا ہے چھٹے حصے (۲) کا نصف (۱) بڑھا کر۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب کسی مسئلہ میں ربع، ثلثان اور سدس جمع ہورہے ہوں جیسا کہ کسی نے زوجہ، 2 عینی بہنیں، اور ایک اخیافی بہن چھوڑی ہو، اس صورت میں چونکہ بیوی کا حصہ ربع، نوع ثانی کے بعض حصص کے ساتھ جمع ہورہا ہے، اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 12 سے بنے گا، جس میں سے بیوی کو 3، دوحقیقی بہنوں کو 8 اور اخیافی بہن کو 2 حصے ملیں گے اس طرح کل حصص (3+2+8=13) ہو جائیں گے اور 13 کی طرف عول ہو جائے گا۔

مسئلہ 12 عول 13

بیوی	1 اخیافی بہن	2 حقیقی بہنیں
ربع	سدس	ثلثان
3	2	8

''12'' کا ''15'' کی طرف عول

''12'' کا عدد ''15'' کی طرف عول کرتا ہے 12 پر اس کے ایک چوتھائی کے اضافہ کے ساتھ۔ اس کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں۔

(i) جب مسئلہ میں ربع ثلثان اور ثلث جمع ہورہے ہوں جیسا کہ کسی نے بیوی، 2 اخیافی بھائی اور 2 حقیقی بہنیں چھوڑی ہوں، ایسی صورت میں اصل مسئلہ 12 سے بنے گا جس میں سے بیوی کے لئے 3، دواخیافی بھائیوں کے لئے 4 اور دوحقیقی بہنوں کے لئے 8 حصص ہونگے۔ اس طرح کل حصص (3+4+8=15) ہونگے جس کی وجہ سے 15 کی طرف عول ہوجائے گا۔

مسئلہ 12 عول 15

بیوی	دواخیافی بہنیں	دوحقیقی بہنیں
ربع	ثلث	ثلثان
3	4	8

(ii) جب مسئلہ میں ربع، ثلثان اور 2 سدس جمع ہوجائیں۔ جیسا کہ کسی نے بیوی، دوعینی بہنیں، ایک اخیافی بہن اور ماں

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چھوڑی ہو۔ایسی صورت میں اصل مسئلہ 12 سے بنے گا جس میں سے 3 حصے بیوی کے لئے ،8 حصے دوعینی بہنوں کے لئے ،2 اخیافی بہن کے لئے اور 2 حصے ماں کے لئے ہونگے، اس طرح کل حصص (15=8+2+2+3) ہوجائیں گے اور ''15'' کی طرف عول ہوگا۔اس کی صورت یہ ہوگی۔

مسئلہ 12 عول 15

بیوی	دوعینی بہنیں	ایک اخیافی بہن	ماں
ربع	ثلثان	سدس	سدس
3	8	2	2

''12'' کا ''17'' کی طرف عول

''12'' کا عدد ''17'' کی طرف عول کرتا ہے (بارہ کے چوتھائی اوراس کے نصف کے اضافہ کے ساتھ)

یہ اس صورت میں ہوگا جبکہ مسئلہ میں ربع ،ثلثان ،ثلث اورسدس جمع ہوجائیں ۔جیسا کہ کسی نے بیوی ،ماں ،دوحقیقی بہنیں،اوردواخیافی بہنیں چھوڑی ہوں ۔توایسی صورت میں بھی مسئلہ 12 سے بنے گا جس میں سے بیوی کے لئے 3،ماں کے لئے 2، دواخیافی بہنوں کے لئے 4،دوحقیقی بہنوں کے لئے 8۔اس طرح کل حصص (17=8+4+2+3) ہوجائیں گے اور''17'' سترہ کی طرف عول ہوگا۔

مسئلہ 12 عول 17

بیوی	دوحقیقی بہنیں	دواخیافی بہنیں	ماں
ربع	ثلثان	ثلث	سدس
3	8	4	2

قولہ واماالاربعة وعشرون الخ

''24'' کا عول

''24'' کا عدد صرف ایک ہی عدد کی طرف عول کرتا ہے اوروہ ہے ''27'' یہ اس وقت ہوگا جب مسئلہ میں ثمن،ثلثان،اورسدسان جمع ہورہے ہوں ۔جیسا کہ کسی نے بیوی ، ماں ، باپ اوردو بیٹیاں چھوڑی ہوں تو چونکہ مسئلہ میں بیوی کا ثمن دوسری نوع کے ساتھ جمع ہورہا ہے اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 24 سے بنے گا،جس میں سے 3 بیوی کے لئے ، 16 دو بیٹیوں کے لئے ،4 ماں کے لئے اور 4 باپ کے لئے۔ اس طرح (27=4+4+16+3) ستائیس (27) کی طرف عول ہوگیا،مسئلہ کی تقسیم 27 سے ہوگی۔

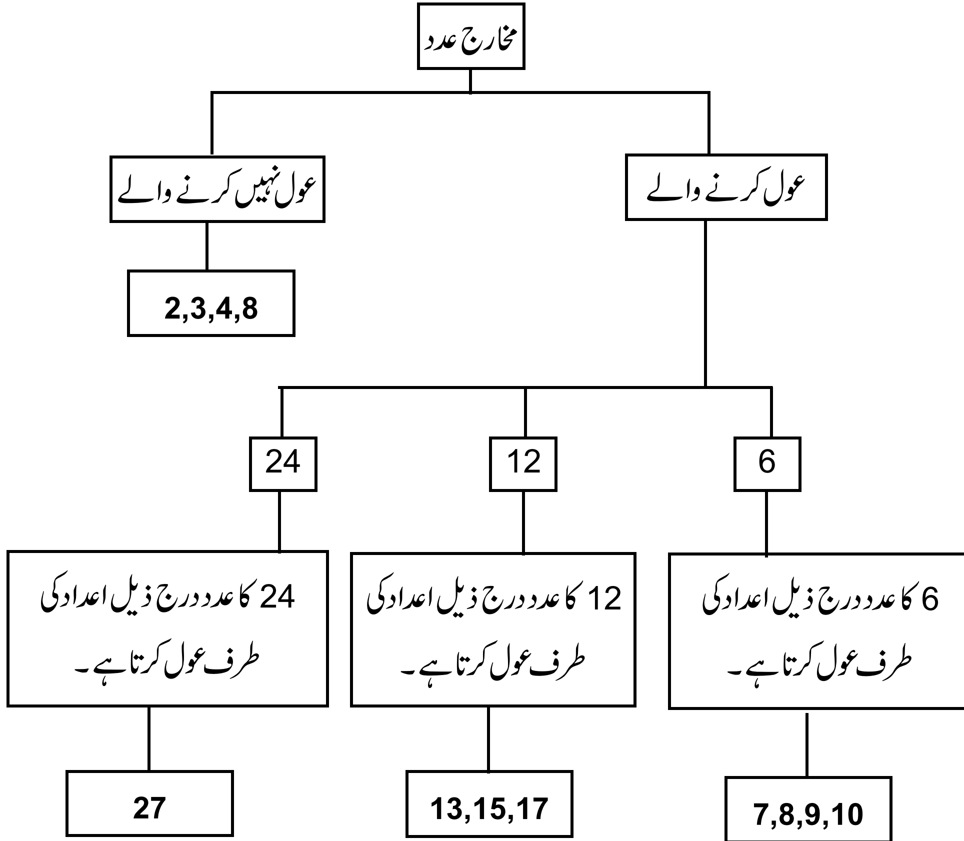
for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسئلہ 24 عول 27

باپ	ماں	دو حقیقی بیٹیاں	بیوی
سدس	سدس	ثلثان	ثمن
4	4	16	3

مسئلہ منبریہ

نوٹ:۔ اس مسئلہ کو ''مسئلہ منبریہ'' کہتے ہیں ۔منبریہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم منبر شریف پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے دوران خطبہ یہ مسئلہ پوچھ لیا آپ نے اسی وقت توقف کئے بغیر برجستہ جواب دیا اور خطبہ کی روانی میں بھی فرق نہ آنے دیا۔تو چونکہ یہ مسئلہ منبر پر بیان کیا گیا تھا اس لئے اس کو ''منبریہ'' کہتے ہیں۔



for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَصْلٌ فِی مَعْرِفَةِ التَّمَاثُلِ وَالتَّدَاخُلِ وَالتَّوَافُقِ وَالتَّبَايُنِ بَيْنَ الْعَدَدَيْنِ

تَمَاثُلُ الْعَدَدَيْنِ كَوْنُ اَحَدِهِمَا مُسَاوِيًا لِلْاٰخَرِ وَتَدَاخُلُ الْعَدَدَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ اَنْ يَّعُدَّ اَقَلُّهُمَا الْاَكْثَرَ اَىْ يُفْنِيْهِ اَوْ نَقُوْلُ هُوَ اَنْ يَّكُوْنَ اَكْثَرَ الْعَدَدَيْنِ مُنْقَسِمًا عَلَى الْاَقَلِّ قِسْمَةً صَحِيْحَةً اَوْ نَقُولُ هُوَ اَنْ يَّزِيْدَ عَلَى الْاَقَلِّ مِثْلَهٗ اَوْ اَمْثَالَهٗ فَيُسَاوِىْ الْاَكْثَرَ اَوْ نَقُوْلُ هُوَ اَنْ يَّكُوْنَ الْاَقَلُّ جُزْءً لِّلْاَكْثَرِ مِثْلُ ثَلَاثَةٍ وَّتِسْعَةٍ وَتَوَافُقُ الْعَدَدَيْنِ اَنْ لَّا يَعُدَّ اَقَلُّهُمَا الْاَكْثَرَ وَلٰكِنْ يَّعُدُّهُمَا عَدَدَ ثَالِثٍ كَالثَّمَانِيَةِ مَعَ الْعِشْرِيْنَ تَعُدُّهُمَا اَرْبَعَةٌ فَهُمَا مُتَوَافِقَانِ بِالرُّبْعِ لِاَنَّ الْعَدَدَ الْعَادَّ لَهُمَا مَخْرَجٌ لِجُزْءِ الْوَفْقِ وَتَبَايُنُ الْعَدَدَيْنِ اَنْ لَّا يَعُدَّ الْعَدَدَيْنِ مَعًا عَدَدَ ثَالِثٍ كَالتِّسْعَةِ مَعَ الْعَشَرَةِ وَطَرِيْقُ مَعْرِفَةِ الْمُوَافَقَةِ وَالْمُبَايَنَةُ بَيْنَ الْعَدَدَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ اَن يُّنْقَصَ مِنَ الْاَكْثَرِ مِقْدَارَ الْاَقَلِّ مِنَ الْجَانِبَيْنِ مَرَّةً اَوْمِرَارًا حَتىٰ اتَّفَقَا فِى دَرَجَةٍ وَّاحِدَةٍ فَاِنِ اتَّفَقَا فِى وَاحِدٍ فَلَاوَفْقَ بَيْنَهُمَا وَاِنِ اتَّفَقَا فِى عَدَدٍ فَهُمَا مُتَوَافِقَانِ بِذَالِكَ الْعَدَدِ فَفِى الِاثْنَيْنِ بِالنِّصْفِ وَفِى الثَّلٰثَةِ بِالثُّلُثِ وَفِى الْاَرْبَعَةِ بِالرُّبُعِ هٰكَذا اِلَى الْعَشَرَةِ وَفِى مَاوَرَاءِ الْعَشَرَةِ يَتَوَافَقَانِ بِجُزْءٍ مِّنْهُ اَعْنِى فِى اَحَدَ عَشَرَ بِجُزْءٍ مِنْ اَحَدَ عَشَرَ وَفِى خَمْسَةَ عَشَرَ بِجُزْءٍ مِنْ خَمْسَةَ عَشَرَ فَاعْتَبِرْهٰذَا

ترجمہ

''دوعددوں میں تماثل ان دونوں میں سے ایک کا دوسرے کے برابر ہونا ہے اور دومختلف عددوں کا تداخل یہ ہے کہ ان میں سے چھوٹا بڑے کوفنا کر سکے۔ یا یوں کہیئے کہ بڑے عدد کا چھوٹے پر پوراپورا تقسیم ہونا (تداخل) ہے۔ یا یوں کہیئے کہ چھوٹے پر اسی کی مثل اضافہ کرتے رہیں تو ایک وقت میں چھوٹا عدد بڑے کے برابر ہوجائے۔ یا یوں کہیئے کہ چھوٹا عدد بڑے کا جزء ہوجیسا کہ 3اور9۔ اور دوعددوں میں توافق یہ ہے کہ ان میں سے چھوٹا عدد بڑے کو پوراپورا تقسیم نہ کر سکے لیکن ایک تیسرا عدد ایسا پایاجاتا ہوجو کہ ان دونوں کو تقسیم کرسکے جیسا کہ 8اور20 تو یہ دونوں متوافق بالربع ہیں۔ کیونکہ ان دونوں کو تقسیم کرنے والا عدد وفق کے جزء کا مخرج ہے اور دوعددوں کے درمیان تباین یہ ہے کہ نہ تو دونوں عددوں میں سے ایک دوسرے کو تقسیم کر سکے اور نہ ہی کوئی تیسرا عدد ایسا ہو جوان دونوں کو تقسیم کرسکے جیسا کہ 9اور10۔ اور دوعددوں کے درمیان موافقت اور مباینت معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بڑے عدد سے چھوٹے کی مقدار کے مطابق کمی کردی جائے۔ یہ عمل دونوں جانب سے ایک ایک مرتبہ یا (ایک سے) زیادہ مرتبہ کریں یہاں تک یہ دونوں عدد ایک درجے میں آکر برابر ہوجائیں، اگر یہ کسی ایک درجے میں برابر ہوں تو یہ عدد''متوافق'' ہیں۔ چنانچہ 2 میں برابر ہوں تو ان کے درمیان''توافق بالنصف''ہے اور تین میں برابر ہوں تو ان کے درمیان''توافق بالثلث''ہے اور چار میں''توافق بالربع''ہے، دس تک یونہی توافق چلتا رہے گا اور دس کے بعد اوپر تک ہر عدد کے ایک جزء میں توافق ہوگا مثلاً گیارہ میں گیارہ کے ایک جزء میں توافق ہوگا اور پندرہ میں پندرہ کے ایک جزء میں توافق ہوگا اسی طرح آخر تک توافق شمار کیا جائے گا۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دوعددوں کے درمیان نسبت کی پہچان

دوعددوں کے درمیان نسبت چار طرح کی ہوسکتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں عدد ایک ہی جیسے ہونگے یا نہیں ۔اگر ایک جیسے ہیں تو ان کے درمیان نسبت ''تماثل'' کی ہوگی اور وہ اعداد متماثلین کہلائیں گے اور اگر وہ دونوں عدد ایک ہی جیسے نہیں ہیں بلکہ ایک چھوٹا اور دوسرا بڑا ہے تو پھر دیکھیں گے کہ ان میں سے چھوٹا عدد، بڑے کو فنا کرسکتا ہے یا نہیں یعنی بڑا عدد، چھوٹے پر پورا پورا تقسیم ہوتا ہے یا نہیں ۔اگر ہوتا ہے تو ان دونوں کے درمیان نسبت ''تداخل'' کی ہے اور وہ دونوں متداخلین ہونگے اور اگر بڑا عدد، چھوٹے پر پورا پورا تقسیم نہیں ہورہا تو پھر دیکھیں گے کہ کوئی تیسرا ایسا عدد ہے جو ان دونوں کو پورا پورا تقسیم کردے؟ اگر کوئی تیسرا ایسا عدد پایا جائے تو ان دونوں کے درمیان نسبت ''توافق'' کی ہوگی اور یہ دونوں متوافقین ہونگے اور اگر کوئی تیسرا عدد ایسا نہ ہو جو ان دونوں کو برابر تقسیم کردے تو ان دونوں کے درمیان نسبت ''تباین'' کی ہوگی اور یہ اعداد متبائنین ہونگے ۔

تماثل

ایک عدد کا دوسرے عدد کے مساوی ہونا ''تماثل'' کہلاتا ہے جیسا کہ 4 اور 4 ۔کہ دونوں عدد ایک دوسرے کے مساوی ہیں ۔جن دوعددوں میں نسبت ''تماثل'' کی ہو ان اعداد کو متماثلین کہا جاتا ہے ۔

تداخل

اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں ۔

(i) دوعددوں میں سے ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا ہو اور بڑے عدد کو چھوٹے پر تقسیم کریں تو چھوٹا بڑے کو فنا کردے ۔

(ii) بڑا عدد چھوٹے پر پورا پورا تقسیم ہوجائے ۔

(iii) چھوٹے کے ساتھ اسی کی مثل اضافہ کریں تو ایک مرتبہ میں وہ بڑے عدد کے برابر ہوجائے ۔

(ix) بڑے عدد سے اس چھوٹے عدد کے برابر عدد نکالتے جائیں تو بڑا عدد ایک مقام میں اس چھوٹے عدد کے برابر رہ جائے ۔

جیسا کہ 8 اور 16 کہ ان میں 8، 16 کو پورا پورا تقسیم کردیتا ہے اور سولہ میں سے دو مرتبہ 8 نکالیں تو سولہ فنا ہوجائے ۔یونہی اگر 8 میں اس جیسا ایک اور جز شامل کردیں تو یہ 16 کے برابر ہوجائے ۔یونہی اگر 16 میں سے 8 کے برابر ایک جزء کم کریں تو وہ بڑا جزء اس چھوٹے کے برابر چھوٹے جزء کے برابر رہ جائے ۔معلوم ہوا کہ 8 اور 16 میں نسبت تداخل کی ہے ۔اور جن دو اعداد میں نسبت تداخل کی ہو انہیں متداخلین کہا جاتا ہے ۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

توافق

دوعددوں میں توافق یہ ہے کہ نہ تو وہ دونوں ایک جیسے ہوں اور نہ ہی ان میں کا چھوٹا عدد بڑے کو فنا کرسکے بلکہ ایک تیسرا ایسا عدد ان دونوں کو پورا پورا تقسیم کردے۔جیسا کہ 8اور12 کہ نہ تو8،12 کے برابر ہے کہ دونوں متماثلین کہلائیں اورنہ 8،12 کو پورا پورا تقسیم کرتا ہے کہ متداخلین کہلائیں ہاں ایک عدد ایسا ہے جو ان دونوں کو پورا پورا تقسیم کردیتا ہے اور وہ عدد"4" ہے۔کیونکہ اگر8 کو اس عدد پر تقسیم کیا جائے تو یہ 8 کو پورا پورا تقسیم کردے گا یونہی 12 کو4پر تقسیم کریں تو یہ 12،4 کو بھی پورا پورا تقسیم کردیتا ہے۔معلوم ہوا کہ 8اور12 میں نسبت "توافق" کی ہے اورجن دوعددوں میں یہ نسبت پائی جائے ان کو متوافقین کہا جاتا ہے۔

تباین

دونوں عدد نہ تو ایک جیسے ہوں، نہ چھوٹا بڑے کو پورا پورا تقسیم کرے اور نہ ہی کوئی تیسرا عدد ان دونوں کو تقسیم کرے، تو ایسے دوعددوں کے درمیان نسبت"تباین" ہوگی اور وہ دونوں عدد متبائنین ہونگے۔جیسا کہ 5،7 کہ یہ دونوں نہ تو متماثلین ہیں نہ متداخلین ھی ں اور نہ ہی متوافقین ہیں بلکہ متباینین ہیں۔

قولہٗ معرفۃ الموافقۃ الخ

نسبتوں کی پہچان کا طریقہ

دوعددوں میں نسبت معلوم کرنی ہو تو پہلے یہ دیکھیں گے کہ دونوں عدد ایک جیسے ہیں یا نہیں اگر ایک جیسے ہیں تو ان کے درمیان نسبت تماثل کی ہوگی جیسے 7اور7۔اوراگر ایک جیسے نہیں ہیں بلکہ ایک چھوٹا اور دوسرا بڑا ہے تو پھر ان میں کے چھوٹے کو بڑے میں سے نفی کریں۔اب وہ عدد(جو پہلے بڑا تھا اب نفی کرنے کے بعد)اس چھوٹے سے کم ہوجائے گا اب اس چھوٹے کو بڑے (جو پہلے چھوٹا تھا) سے نفی کریں۔یونہی ایک دوسرے سے نفی کرتے جائیں اور دیکھیں کہ آخر میں ایک بچتا ہے یا نہیں اگر بالکل آخر میں ایک بچ جائے تو ان دونوں عددوں کے درمیان نسبت"تباین" ہے اور وہ دونوں عدد متبائنین ہونگے ۔جیسا کہ 7اور10 کہ پہلے 10 میں سے 7 نفی کئے تو باقی 3 بچے اب 3 چھوٹا ہے اور7 بڑا،تو7 سے 3 نفی کئے باقی 4 بچے اب پھر چونکہ 3 چھوٹا ہے اس لئے 3 کو پھر 4 سے نفی کیا تو باقی 1 بچا۔اب 1 چھوٹا اور تین بڑا ہے تو3 سے 1 نفی کیا تو2 بچے ۔پھر اس 2 میں سے 1 نفی کیا تو باقی 1 بچا۔ان میں دیکھیں کہ بڑے اور چھوٹے دونوں عددوں کا اتفاق ایک پر ہوا اور جب اس طرح نفی کرتے رہنے کے بعد دونوں اعداد کا اتفاق ایک پر ہو تو ان دونوں عددوں کے درمیان نسبت"تباین" ہوتی ہے لہذا7اور10 دونوں عددوں میں نسبت"تباین" ہے۔

اوراگر چھوٹے کو بڑے سے نفی کرتے رہیں لیکن دونوں کا اتفاق ایک پر نہیں بلکہ اس سے اوپر کسی عدد پر ہوجائے تو ان دونوں کے درمیان نسبت"توافق" ہے اور وہ دونوں عدد متوافقین ہونگے جیسا کہ 8اور 12 کہ ایک مرتبہ 12 سے 8 کو نفی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیا تو باقی 4 بچے اب 4 چھوٹا اور 8 بڑا ہے۔ لہذا 4 کو 8 سے نفی کیا تو باقی 4 بچے۔ اب دیکھیں کہ دونوں عدد 4 میں آ کر متفق ہو گئے تو معلوم ہوا کہ 8 اور 12 کے درمیان نسبت ''توافق'' ہے اور یہ دونوں عدد متوافقین ہیں۔

جس عدد پر اتفاق ہو اس کا جو مخرج ہوتا ہے اس پر دونوں کا توافق ہوتا ہے، چونکہ یہاں پر وہ عدد 4 ہے اور چار کا مخرج ''ربع'' ہے لہذا یوں کہیں گے کہ 8 اور 12 میں توافق بالربع ہے اور اس توافق کے ساتھ اسی جیسے کتنے اجزاء شامل کریں کہ یہ سب مل کر دوبارہ چھوٹا یا بڑا عدد پورا ہو جائے تو کل جتنے اجزاء مل کر اس کے برابر ہونگے ان کے مجموعے کو اس پورے ہونے والے عدد کا ''وفق'' کہیں گے مثلاً 8 اور 12 متوافق بالربع ہیں یعنی کہ ان کا توافق 4 پر ہوا اب اس 4 کے ساتھ اگر ایک اور اسی جیسا جزء یعنی کہ 4 شامل کر دیں تو دو 4 مل کر چھوٹا عدد پورا کر دیں گے معلوم ہوا کہ 8 کا وفق 2 ہے اور 4 کے ساتھ دو مزید 4 ہوں تو یہ تین اجزاء مل کر بارہ کا عدد پورا کرتے ہیں معلوم ہوا کہ 12 کا وفق 3 ہے۔

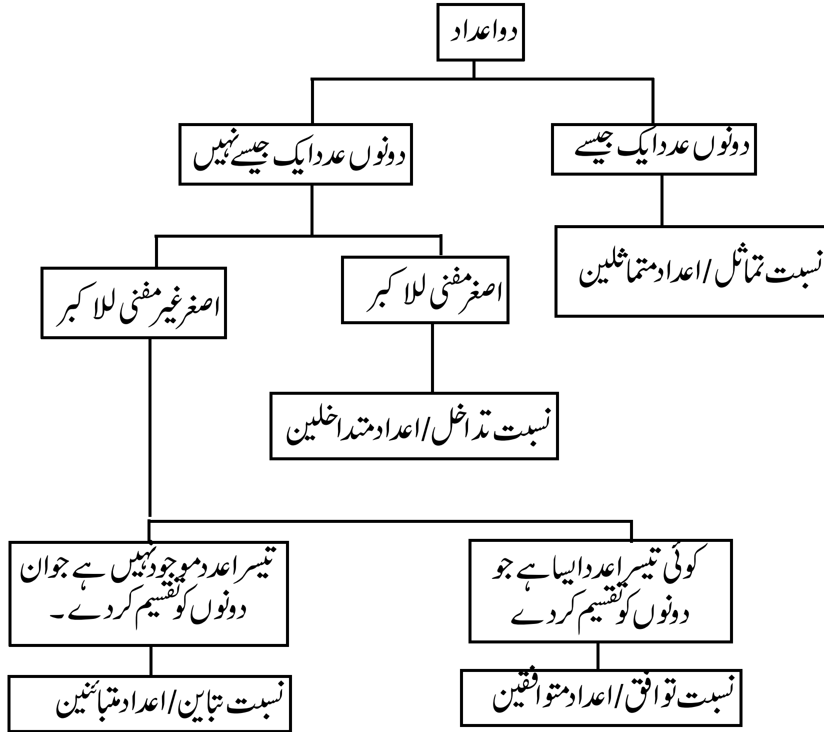
توافق کا قانون

توافق کا قانون یہ ہے کہ جس عدد پر دونوں کا اتفاق ہوا دیکھیں گے کہ یہ کس کا مخرج تھا۔ یہ جس عدد کا مخرج تھا وہی عدد اس کا توافق ہوگا مثلا اگر کوئی سے دو عدد 2 میں اتفاق کریں تو چونکہ 2، نصف کا مخرج ہے اس لئے وہ اعداد متوافق بالنصف ہونگے۔ اور اگر کوئی دو اعداد 3 پر آ کر متفق ہوتے ہیں تو چونکہ 3 ثلث کا مخرج ہے اس لئے وہ دونوں عدد متوافقین بالثلث ہونگے جیسا کہ 9 اور 12 کہ 3 ایک ایسا عدد ہے جو دونوں کو پورا پورا تقسیم کر کے فناء کر سکتا ہے اور 3 مخرج ہے ثلث کا۔ لہذا 9 اور 12 متوافقین بالثلث ہونگے اور چونکہ 3 کے ساتھ اسی جیسے دو اجزاء اور بھی ملائیں تو یہ تینوں اجزاء مل کر چھوٹے عدد یعنی 9 کے برابر ہو جاتے ہیں لہذا یہ کہیں گے کہ 9 کا وفق 3 ہے اور اسی طرح کے 4 اجزاء ملیں تو بڑے عدد یعنی کہ 12 کے برابر ہوتے ہیں اس لئے یہ کہیں گے کہ 12 کا وفق 4 ہے

یونہی جو دو عدد 4 پر جمع ہونگے وہ متوافقین بالربع ہونگے جیسا کہ 8 اور 12 کہ ان دونوں کو تقسیم کرنے والا ایک عدد ''4'' موجود ہے۔ اور چونکہ 4، ربع کا مخرج ہے اس لئے 8 اور 12 متوافقین بالربع ہونگے اور چونکہ 4 جیسے کل دو اجزا مل جائیں تو چھوٹے عدد کے برابر ہوتا ہے اس لئے کہیں گے کہ 8 کا وفق 2 ہے اور 12 کا وفق 3 ہے۔ یونہی جو دو عدد 5 پر آ کر جمع ہونگے وہ متوافقین بالخمس ہونگے، جو 6 پر جمع ہونگے وہ متوافق بالسدس ہونگے اسی طرح دس تک اور دس سے آگے جہاں سے گیارہ اور بارہ کی گنتی شروع ہوتی ہے جو عدد وہاں جمع ہونگے ان کے بارے میں کہیں گے کہ یہ ایک ایسے جزء پر متوافق ہیں کہ اگر اس عدد کو اس جزء جیسے اجزاء پر تقسیم کریں تو یہ جزء ان میں سے ایک ہو مثلا 44 اور 55 کہ دونوں کو 11 پورا پورا تقسیم کر سکتا ہے اور 44، 55 دونوں متوافق ہیں گیارہ پر جو کہ 44 اور 55 کا ایک جزء ہے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

﴿دو عددوں کے درمیان پائی جانے والی نسبتوں کا نقشہ﴾



for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَلتَّصْحِيْحُ

يُحْتَاجُ فِي تَصْحِيْحِ الْمَسَائِلِ اِلٰى سَبْعَةِ اُصُوْلٍ ثَلٰثَةٌ بَيْنَ السِّهَامِ وَالرُّؤُسِ وَاَرْبَعَةٌ بَيْنَ الرُّؤُسِ وَّالرُّؤُسِ اَمَّا الثَّلَاثَةُ فَاَحَدُهَا اِنْ كَانَتْ سِهَامُ كُلِّ فَرِيْقٍ مُنْقَسِمَةٌ عَلَيْهِمْ بِلَاكَسْرٍ فَلَاحَاجَةَ اِلَى الضَّرْبِ كَاَبَوَيْنِ وَبِنْتَيْنِ وَالثَّانِي اِنِ انْكَسَرَ عَلٰى طَائِفَةٍ وَّاحِدَةٍ وَلٰكِنْ بَيْنَ سِهَامِهِمْ وَرُؤُسِهِمْ مُوَافَقَةٌ فَيُضْرَبُ وَفْقُ عَدَدِ رُؤُسِ مَنِ انْكَسَرَتْ عَلَيْهِمُ السِّهَامُ فِي اَصْلِ الْمَسْأَلَةِ وَعَوْلِهَا اِنْ كَانَتْ عَائِلَةً كَاَبَوَيْنِ وَعَشَرِ بَنَاتٍ اَوْ زَوْجٍ وَّاَبَوَيْنِ وَسِتِّ بَنَاتٍ وَّالثَّالِثُ اَنْ لَّاتَكُوْنَ بَيْنَ سِهَامِهِمْ وَرُؤُسِهِمْ مُوَافَقَةٌ فَيُضْرَبُ كُلُّ عَدَدِ رُؤُسِ مَنِ انْكَسَرَتْ عَلَيْهِمُ السِّهَامُ فِي اَصْلِ الْمَسْأَلَةِ وَعَوْلِهَا اِنْ كَانَتْ عَائِلَةً كَاَبٍ وَّاُمٍّ وَّخَمْسِ بَنَاتٍ اَوْ زَوْجٍ وَّخَمْسِ اَخَوَاتٍ لِاَبٍ وَّاُمٍّ وَاَمَّاالاَرْبَعَةُ فَاَحَدُهَا اَنْ يَّكُوْنَ الْكَسْرُ عَلٰى طَائِفَتَيْنِ اَوْ اَكْثَرَ وَلٰكِنْ بَيْنَ اَعْدَادِ رُؤُسِهِمْ مُمَاثَلَةٌ فَالْحُكْمُ فِيْهَا اَنْ يُّضْرَبَ اَحَدُالاَعْدَادِ فِي اَصْلِ الْمَسْأَلَةِ مِثْلُ سِتُّ بَنَاتٍ وَّثَلٰثُ جَدَّاتٍ وَثَلٰثَةُ اَعْمَامٍ وَالثَّانِي اَنْ يَّكُوْنَ بَعْضُ الاَعْدَادِ مُتَدَاخِلًا فِي الْبَعْضِ فَالْحُكْمُ فِيْهَا اَنْ يُّضْرَبَ اَكْثَرُ الاَعْدَادِ فِي اَصْلِ الْمَسْأَلَةِ مِثْلُ اَرْبَعُ زَوْجَاتٍ وَثَلٰثُ جَدَّاتٍ وَّاثْنَى عَشَرَ عَمًّا وَالثَّالِثُ اَنْ يُّوَافِقَ بَعْضُ الاَعْدَادِ بَعْضًا فَالْحُكْمُ فِيْهَا اَنْ يُّضْرَبَ وَفْقُ اَحَدِ الاَعْدَادِ فِي جَمِيْعِ الثَّانِي ثُمَّ مَابَلَغَ فِي وَفْقِ الثَّالِثِ اِنْ وَّافَقَ الْمَبْلَغَ الثَّالِثُ وَاِلَّافَالْمَبْلَغُ فِي جَمِيْعِ الثَّالِثِ ثُمَّ الْمَبْلَغُ فِي الرَّابِعِ كَذَالِكَ ثُمَّ الْمَبْلَغُ فِي اَصْلِ الْمَسْأَلَةِ كَاَرْبَعِ زَوْجَاتٍ وَثَمَانِيَ عَشَرَبِنْتًا وَّخَمْسَ عَشَرَةَ جَدَّةً وَسِتَّةَ اَعْمَامٍ وَّالرَّابِعُ اَنْ تَكُوْنَ الاَعْدَادُ مُتَبَائِنَةً لَّايُوَافِقُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَالْحُكْمُ فِيْهَا اَنْ يُّضْرَبَ اَحَدُالاَعْدَادِ فِي جَمِيْعِ الثَّانِي ثُمَّ مَا بَلَغَ فِي جَمِيْعِ الثَّالِثِ ثُمَّ مَا بَلَغَ فِي جَمِيْعِ الرَّابِعِ ثُمَّ مَااجْتَمَعَ فِي اَصْلِ الْمَسْأَلَةِ كَامْرَأَتَيْنِ وَسِتِّ جَدَّاتٍ وَعَشَرِ بَنَاتٍ وَّسَبْعَةِ اَعْمَامٍ

ترجمہ

مسائل کی تصحیح میں سات اصولوں کی ضرورت پڑتی ہے ان میں سے تین اصول تو سہام اور رؤوس کے متعلق ہیں اور چار اصول رؤوس اور رؤوس کے متعلق۔ تین کی تفصیل یہ ہے کہ اگر ہر فریق کے سہام ان پر بغیر کسر کے پورے پورے تقسیم ہوجائیں تو ایسی صورت میں کسی ضرب وغیرہ کی ضرورت نہیں پڑے گی جیسا کہ ماں، باپ اور دو بیٹیاں۔ اور دوسرا یہ ہے کہ اگر ایک طائفہ پر ان کے سہام ٹوٹ جائیں لیکن ان کے سہام اور رؤوس کے درمیان موافقت ہو تو جس طائفہ کے سہام ٹوٹے ہیں ان کے عدد رؤوس کے وفق کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے اور اس کے عول سے ضرب دیں گے اگر مسئلہ عائلہ ہو۔ جیسا کہ ماں، باپ اور دس بیٹیاں یا شوہر ماں، باپ اور چھ بیٹیاں۔ اور تیسرا یہ کہ ان کے سہام اور رؤوس کے درمیان نسبت موافقت کی نہ ہو تو جس فریق پر ان کے سہام ٹوٹ رہے ہیں ان کے جمیع عدد رؤوس کو اصل مسئلہ سے اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اس کے عول سے ضرب دیں گے۔ جیسا کہ ماں باپ، اور پانچ بیٹیاں یا شوہر اور پانچ عینی بہنیں۔

بقیہ چار قوانین میں سے ایک یہ ہے کہ کسر دو یا دو سے زیادہ فریقوں میں واقع ہو رہی ہو لیکن ان فریقوں کے عدد رؤوس

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں مماثلت ہوتو ان کے سلسلہ میں حکم یہ ہے کہ ان اعداد میں سے کسی ایک کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے۔ جیسا کہ چھ بیٹیاں ،تین دادیاں، اور تین چچے۔

دوسرا یہ ہے کہ بعد اعداد دیگر بعض میں متداخل ہوں تو ان کے متعلق حکم یہ ہے کہ ان اعداد میں سے بڑے کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے۔ جیسا کہ 4 بیویاں، 3 دادیاں اور 12 چچے۔

تیسرا یہ ہے کہ بعض اعداد بعض سے متوافق ہوں تو ان کے لئے حکم یہ ہے کہ اعداد کے وفق کو دوسرے عدد کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں گے پھر مبلغ کو تیسرے عدد کے وفق میں ضرب دیں گے اگر تیسرا عدد اس مبلغ کے متوافق ہے ورنہ مبلغ کو تیسرے کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں گے پھر اس کے مبلغ کو چوتھے کے ساتھ اسی طرح تمام اعداد کے ساتھ کریں گے پھر سب کے مبلغ کو اصل مسئلہ کے ساتھ ضرب دیں گے جیسا کہ 4 بیویاں، 18 بیٹیاں، 15 دادیاں اور 6 دادے

چوتھا یہ ہے کہ تمام فریقوں کے عددرؤس کی آپس میں نسبت تباین کی ہوتو ان کے متعلق حکم یہ ہے کہ ایک فریق کے اعداد کو دوسرے کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں پھر جو جواب آئے اس کو تیسرے کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں پھر اس ضرب سے جو جواب آئے اس کو چوتھے کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں پھر تمام فریقوں کا مجموعی حاصل ضرب ہو اس کو اصل مسئلہ کے ساتھ ضرب دیں جیسا کہ دو بیویاں، 6 دادیاں، 10 بیٹیاں اور 7 چچے''

تصحیح کا بیان

قولہ یحتاج فی تصحیح المسائل الیٰ الخ

جب ورثاء میں تقسیم ہونے والے سہام کسی ایک فریق یا کئی فریقوں میں پورے پورے تقسیم نہ ہوسکیں تو پھر ان میں تصحیح کی ضرورت ہوتی ہے۔ تصحیح کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جن اجزاء میں تقسیم کرنے کے لئے کسر لازم آتی ہو وہ کسر ختم کردی جائے اسی کی مثلا یوں سمجھیں کہ کسی جگہ تقسیم انعامات میں پانچ آدمی نعام کے حقدار قرار پائے اور انعام کے لئے پانچ سو روپے کا ایک نوٹ ہے۔ اب یہ ایک نوٹ پانچ افراد میں کیسے تقسیم کریں گے یا تو پھاڑ کر تین ٹکڑے کردیں اور سب کو ایک ایک ٹکڑا دے دیں تو اس انعام کا کسی کو بھی کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ اس لئے اس کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ ایک ایک سو روپے کے پانچ نوٹ لئے جائیں اور ہر ایک کو ایک ایک نوٹ دے دیا جائے۔ اب نہ نوٹ پھاڑنا پڑے گا اور نہ کوئی خرابی لازم آئے گی۔ یہ جو ہم نے پانچ سو والے نوٹ کے انعام کو ایک ایک سو والے پانچ نوٹوں میں تقسیم کیا اسی کا نام تصحیح ہے

وراثت میں بھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایک فریق میں افراد 6 ہیں، ان کے لئے سہام 4 ہیں۔ تو یہ 4 سہام اگر 6 افراد پر پورے پورے تقسیم کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے لہذا پورے پورے تقسیم کرنے کے لئے ہم سہام ہی اتنے بنالیتے ہیں کہ کوئی سہم کاٹ کر نہ دینا پڑے۔

چنانچہ تصحیح کے کل 7 قواعد ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قولہ اما الثلاثۃ فاحدھا ان کانت سھام الخ

قاعدہ نمبر(1)

ورثاء میں جتنے فریق ہیں ان میں اوران کے سہام میں نسبت تماثل کی ہوایسی صورت میں تصحیح کی ضرورت نہیں پڑے گی اور چونکہ سہام اورروؤس برابر ہیں اس لئے سب پر برابرتقسیم ہوجائیں گے۔ جیسا کہ کوئی شخص ماں،باپ اوردوبہنیں چھوڑکرمراہو۔ایسی صورت میں چونکہ سدس،ماں کا،سدس باپ کا اورثلثان دو بہنوں کا ہے،اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنے گا،جس میں سے 1 سہم ماں کا،1 سہم باپ کا اور 4 سہام دو بہنوں کے ہونگے، دونوں بہنوں کو 2,2 سہم آجائیں گے۔اورکسی قسم کی تصحیح کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

مسئلہ 6

ماں	باپ	2بیٹیاں
سدس	سدس	ثلثان
1	1	4

اس کے علاوہ 6 قاعدے ہیں،ان میں سے دوکا تعلق ایسے مسئلہ کے ساتھ ہے کہ ورثاء میں سے صرف ایک فریق ایسا ہو جس کے سہام ان کے رؤوس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہورہے اورچار کا تعلق ایسی صورت کے ساتھ ہے کہ ورثاء میں ایک سے زیادہ فریق متاثر ہورہے ہیں اوران کے سہام ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہورہے۔

قولہ والثانی ان انکسر علی طائفۃ واحدۃ الخ

قاعدہ نمبر(2)

''اصل مسئلہ یاعول ضرب وفق رؤوس برابر ہے تصحیح کے''

جب ورثاء میں سے ایک فریق ایسا ہوجس کے سہام ان کے درمیان پورے پورے تقسیم نہ ہوسکتے ہوں توایسی صورت میں دیکھیں گے کہ اس فریق کے افراد کتنے ہیں؟ (ان افرادکو ہم رؤوس کہتے ہیں)ان کے حصہ میں آتے سہام کتنے ہیں؟ اوران رؤوس اورسہام کے درمیان نسبت کیا ہے؟ اگران کے درمیان نسبت ''توافق'' کی ہوتو یہ قاعدہ نمبر 2 ہے۔ایسی صورت میں تصحیح کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ رؤوس کا وفق نکالیں،جب وفق نکل آئے تو دیکھیں کہ مسئلہ میں عول ہے یانہیں؟اگرمسئلہ میں عول نہیں ہے توپھر رؤوس کے وفق کو اصل مسئلہ کے ساتھ ضرب دیں اورحاصلِ ضرب سے حصص تقسیم کریں۔یہاں یہ بات یادرہے کہ جس عدد سے اصل مسئلہ یا عول کوضرب دیں گے اسی عدد سے تمام فریقوں کے سہام کوبھی ضرب دیں گے اورجو جواب آئے اس کے مطابق سہام تقسیم کریں،ان شاء اللہ سہام پورے پورے تقسیم ہوجائیں گے۔

مسئلہ غیر عائلہ کی مثال

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جیسا کہ کوئی شخص ماں، باپ اور دس بیٹیاں چھوڑ کر مرا ہو۔ اس صورت میں ماں کا سدس، باپ کا سدس، اور دس بیٹیوں کا ثلثان ہے۔ تو قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنے گا۔ 1 حصہ ماں کے لئے، 1 حصہ باپ کے لئے اور بقیہ 4 حصے دس بیٹیوں کے لئے۔ اب دس بیٹیوں میں 4 سہام پورے پورے تقسیم نہیں ہوسکتے تو چونکہ ایک ہی فریق متاثر ہو رہا ہے اس لئے قاعدہ نمبر 2 کے مطابق حل کریں گے، حل کرنے کے لئے قاعدہ نمبر 2 کے مطابق متاثرہ فریق کے رؤوس اور سہام میں نسبت دیکھی تو وہ ''توافق'' کی تھی اور یہ **متوافقین بالنصف** ہیں، اس طرح 10 کا وفق 5 آئے گا اور چونکہ مسئلہ غیر عائلہ ہے اس لئے رؤوس کے وفق ''5'' کو اصل مسئلہ ''6'' کے ساتھ ضرب دی تو (5x6=30) حاصل ضرب 30 ہوا۔ اب ماں اور باپ کے سہام ''ایک'' کو بھی ''5'' ہی سے ضرب دی تو (۵×۱=۵) حاصل ضرب 15 ہوا۔ لہذا ماں کو اور باپ کو پانچ پانچ سہام دیئے۔ باقی 20 بچے۔ جبکہ 10 بیٹیوں کے سہام ''4'' تھے ان چار کو بھی پانچ سے ضرب دی تو (۴×۵=۲۰) ہوا۔ لہذا دس بیٹیوں کو دو، دو سہام دیئے تو اب یہ سہام پورے پورے تقسیم ہوگئے۔ اور کوئی سہم بھی کاٹنا نہیں پڑا۔

مسئلہ 6 تصحیح 30

ماں	باپ	10 بیٹیاں
سدس	سدس	ثلثان
۱×۵=۵	۱×۵=۵	۴×۵=۲۰

مسئلہ عائلہ کی مثال

جیسا کہ کوئی عورت شوہر، ماں، باپ اور 6 بیٹیاں چھوڑ کر مرے۔ اس میں شوہر کا ربع، ماں باپ کا ''سدس'' اور 6 بیٹیوں کا ''ثلثان'' ہوگا۔ چونکہ مسئلہ میں نوع اول کا ربع جمع ہو رہا ہے نوع ثانی کے بعض کے ساتھ۔ اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 12 سے بنے گا۔ اس میں سے ربع (3 سہام) شوہر کے۔ سدس (2 سہام) ماں کے اور اتنے ہی باپ کے اور ثلثان (8 سہام) ٦ بیٹیوں کے لئے ہیں۔ اس طرح اصل مسئلہ تو 12 سے بنا تھا پھر (3+2+2+8=15) پندرہ کی طرف عول ہوگیا

شوہر اور ماں باپ کے سہام تو ان میں برابر تقسیم ہوگئے لیکن 6 بیٹیوں میں 8 سہام کی تقسیم مشکل ہوگئی۔ بیٹیوں کے رؤوس اور ان کے سہام یعنی 8 اور 6 میں نسبت دیکھی تو ''توافق'' تھی۔ رؤوس کا وفق نکالا تو ''3'' نکلا۔ اور مسئلہ میں چونکہ عول ہے اس لئے اصل مسئلہ (12) کے ساتھ ضرب دینے کی بجائے ہم نے رؤوس کے وفق کو عول کے ساتھ ضرب دی، تو (۳×۱۵=۴۵) حاصل ضرب 45 ہوا۔ شوہر کے 3 سہام کو بھی 3 ہی کے ساتھ ضرب دی (تو ۳×۳=۹) حاصل ضرب 9 ہوا۔ لہذا پینتالیس میں سے 9 سہام شوہر کو دیئے۔ ماں اور باپ کے 2، 2 سہام تھے ان کو بھی 3 سے ضرب دی تو (۲×۳=٦) حاصل ضرب 6 ہوا۔ ماں اور باپ دونوں کو 6، 6 سہام دیئے۔ (شوہر، ماں اور باپ کے کل سہام ۲۱ ہوئے) 45 میں سے 21 نکالے تو باقی 24 بچے۔ بیٹیوں کے 8 سہام کو بھی تین سے ضرب دی تو (۳×۸=۲۴) حاصل ضرب 24 ہوا۔ لہذا یہ چوبیس سہام 8 بیٹیوں کے لئے ہونگے۔ ہر بیٹی کے لئے تین تین۔ دیکھئے! تمام سہام ورثاء میں پورے پورے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تقسیم ہوگئے اور کسی قسم کی کٹوتی وغیرہ کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

مسئلہ 12 عول 15x3= تصحیح 45

شوہر	ماں	باپ	6 بیٹیاں
ربع	سدس	سدس	ثلثان
۳×۳=۹	۲×۳=۶	۲×۳=۶	۸×۳=۲۴

قولہ والثالث ان لاتکون الخ

قاعدہ نمبر (۳)

''جمیع عدد رؤوس ضرب اصل مسئلہ یا عول برابر ہے تصحیح کے''

ایک فریق کے سہام ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور اس متاثرہ فریق کے رؤوس کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت تباین کی ہو تو ایسی صورت میں جمیع عدد رؤوس کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے اور ماحصل سے تمام افراد کے حصص نکال لیں گے اور اگر مسئلہ میں ''عول'' ہو تو جمیع عدد رؤوس کو ''عول'' سے ضرب دیں گے، جو حاصل ضرب آئے گا اس سے حصص کی تقسیم ہوگی

مسئلہ غیر عائلہ کی مثال

کسی نے شوہر، دادی، اور 3 اخیافی بہنیں چھوڑی ہوں، اس صورت میں زوج کا حصہ ''نصف'' ہوگا کیونکہ اولاد نہیں ہے اور اولاد نہ ہو تو شوہر کو ''نصف'' ملا کرتا ہے، دادی کا ''سدس'' اور تین اخیافی بہنوں کا ''ثلث''۔ چونکہ مسئلہ میں ایک ہی نوع کے فرائض ہیں اور ان میں سب سے چھوٹا حصہ ''سدس'' ہے اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ ''6'' سے بنے گا، اس میں سے 3 حصے شوہر کو ملیں گے، 1 حصہ دادی کو اور 2 حصے تینوں اخیافی بہنوں کو۔

اس مسئلہ میں غور کیجئے! تین اخیافی بہنوں کے لئے 2 حصے ہیں۔ 2 حصوں کو 3 پر پورا پورا تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ اور ان کے سہام اور رؤوس میں نسبت ''تباین'' کی ہے اس لئے متاثرہ فریق کے جمیع عدد رؤوس کو اصل مسئلہ سے ضرب دی تو (۳×۶=۱۸) حاصل ضرب 18 ہوا، لہذا مسئلہ 18 سے حل ہوگا۔ اب جس طرح اصل مسئلہ کو 3 سے ضرب دی اسی طرح تمام سہام کو بھی 3 سے ضرب دیں گے۔ چنانچہ شوہر کے 3 سہام کو 3 سے ضرب دی تو (۳×۳=۹) حاصل ضرب 9 ہوا۔ اس لئے شوہر کو 18 میں سے 9 سہام دیئے جائیں گے۔ باقی 9 بچے۔ یونہی دادی کے ایک سہم کو بھی 3 سے ضرب دی تو وہ (۱×۳=۳) تین ہوگئے لہذا تین سہام دادی کو دیئے۔ باقی 6 بچے۔ یونہی اخیافی بہنوں کے 2 سہام کو بھی 3 سے ضرب دی تو (۲×۳=۶) ان کے کل سہام 6 ہوگئے۔ لہذا جو 6 باقی بچے ہوئے تھے وہ تین بہنوں کو اس طرح دے دیئے کہ ہر بہن کے دو سہام ہوں (۶÷۳=۲) اس طرح وہ کسر جو اس فریق کے رؤوس پر سہام تقسیم کرنے میں آرہی تھی اس سے بچ گئے اور تمام سہام پورے پورے تقسیم ہوگئے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسئلہ 6×3= تصحیح 18

شوہر	دادی	3 اخیافی بہنیں
نصف	سدس	ثلث
۹=۳×۳	۳=۳×۱	۶=۳×۲

حصص کی پڑتال ۹+۳+۶=۱۸

مسئلہ عائلہ کی مثال

کسی نے شوہر اور پانچ بہنیں چھوڑی ہوں تو اس صورت میں شوہر کا حصہ ''نصف'' ہوگا اور پانچ بہنوں کے لئے ''ثلثان''، چونکہ مسئلہ میں نوع اول کا نصف دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہے اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنے گا اس میں سے ''نصف'' (یعنی 3) شوہر کا، اور ثلثان'' (یعنی کہ 4)، بہنوں کا ہے۔ اس طرح (۳+۴=۷) 7 کی طرف عول ہو جائے گا۔ پانچ بہنوں کے لئے چار حصے تھے جو کہ ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان کے رؤس وسہام میں نسبت تباین کی ہے۔ چنانچہ متاثرہ فریق کے جمیع عدد کو عول سے ضرب دی تو (۵×۷=۳۵) حاصل ضرب 35 ہوا۔ چنانچہ مسئلہ کی تصحیح 35 سے ہوگی۔ شوہر کے سہام (3) کو بھی 5 سے ضرب دیں گے تو (۳×۵=۱۵) 35 میں سے 15 سہام شوہر کو دیں گے۔ یونہی بہنوں کے سہام (4) کو بھی 5 سے ضرب دی تو (۴×۵=۲۰) کل سہام 20 ہوئے۔ شوہر کو 15 سہام دے کر باقی 20 بچے تھے تو یہ بیس سہام پانچ بہنوں کے لئے ہیں اس طرح کہ ہر بیٹی کو 4،4 ملیں گے اس طرح (۴×۵=۲۰) یہ سہام جو اس تصحیح سے پہلے پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے تھے اب ہو جائیں گے۔

مسئلہ ۶ عول ۷×۵= تصحیح ۳۵

شوہر	5 عینی بہنیں
نصف	ثلثان
۱۵=۵×۳	۴=۵÷۲۰=۵×۴

حصص کی پڑتال ۱۵+۲۰=۳۵

قولہ واما الاربعۃ الخ

جب مسئلہ میں ایک سے زیادہ فریق ایسے ہو جائیں جن کے سہام ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو پا رہے تو ان کا مسئلہ حل کرنے کے لئے چار قاعدے مقرر کئے گئے ہیں

قولہ فاحدھا ان یکون الخ

قاعدہ نمبر 4

''کسی ایک فریق کے جمیع عدد رؤس ضرب اصل مسئلہ یا عول برابر ہے تصحیح کے''

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جتنے فریق متاثر ہو رہے ہیں ان کی آپس میں نسبت تماثل کی ہو تو ایسی صورت میں ان میں سے کسی ایک کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے۔ مماثلت سے یہاں یہ مراد ہے کہ ایک فریق کے رؤوس کی تعداد اور دوسرے فریق کے رؤوس کی تعداد میں نسبت تماثل کی ہو یا اگر بعض فریقوں کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت توافق بنتی ہو تو پھر ایسے رؤوس کے وفق کی نسبت دیگر فریقوں کے رؤوس کے ساتھ تماثل کی بنتی ہو۔ ایسی دونوں صورتوں میں کسی ایک عدد کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں پھر سب فریقوں کے سہام کو اسی عدد سے ضرب دیں، جو جواب آئے اس کے مطابق سہام تقسیم کر دیں۔

جیسا کہ کوئی شخص 6 بیٹیاں، 3 دادیاں اور 3 چچے چھوڑ کر مرا۔ بیٹیوں کا ''ثلثان'' دادیوں کا ''سدس'' اور مابقی چچوں کا۔ چونکہ تمام سہام ایک ہی نوع سے تعلق رکھتے ہیں اور چھوٹا ''سدس'' ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنایا۔ بیٹیوں کا ثلثان (۴) دادیوں کا سدس (۱) اور مابقی (۱) چچوں کا۔

اس مسئلہ میں غور کریں۔ نہ تو 6 بیٹیوں میں 4 سہام پورے پورے تقسیم ہو رہے ہیں، نہ تین دادیوں میں ایک سہم تقسیم ہو رہا ہے اور نہ ہی تین چچوں میں ایک سہم پورا پورا تقسیم ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہاں پر ایک سے زیادہ فریق ایسے ہیں جن کے سہام ان پر تقسیم نہیں ہو پا رہے۔

چنانچہ ان فریقوں کے رؤوس کی ایک دوسرے کے ساتھ نسبت دیکھی تو وہ ''تماثل'' کی تھی یعنی کہ 3 چچے، 3 دادیاں اور 6 بیٹیوں کے رؤوس کی نسبت ان کے سہام (۴) کے ساتھ توافق بالنصف کی ہے اور 6 کا وفق 3 ہے۔ تو جیسا کہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا کہ اگر کسی فریق کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت توافق کی ہو تو اصل رؤوس کی بجائے ان کے وفق کی دیگر فریقوں کے رؤوس کے ساتھ نسبت دیکھتے ہیں۔ چنانچہ 6 کے وفق 3 کی نسبت 3 اور 3 کے ساتھ تماثل کی ہے۔ موجودہ قاعدہ کے مطابق ان میں سے کسی ایک کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے اصل مسئلہ 6 تھا تو 3 کو 6 سے ضرب دی تو ۳×۶=۱۸ ہوئے۔

اب اس مسئلہ کی تصحیح 18 سے ہوگی۔ اور اصل مسئلہ کو چونکہ 3 سے ضرب دی تھی اس لئے تمام فریقوں کے سہام کو بھی تین سے ضرب دی۔ اس طرح بیٹیوں کا حصہ (۴×۳=۱۲) ہوا۔ دادیوں کا حصہ (۱×۳=۳) ہوا اور چچوں کا حصہ (۱×۳=۳) ہوا۔ اور 18 میں سے 12 حصے بیٹیوں کو اس طرح دیئے کہ ہر بیٹی کو 2، 2 حصے آئیں (۲+۲+۲+۲+۲+۲=۱۲) باقی بچے 6 حصے۔ ان میں سے دادیوں کو 3 اس طرح دیئے کہ ہر دادی کو ایک ایک حصہ آیا (۱+۱+۱=۳) باقی بچے 3۔ یہ تینوں حصے تین چچوں کو اس طرح دیئے کہ ہر ایک چچا کو ایک ایک حصہ آیا (۱+۱+۱=۳)۔ لیجئے جن سہام کو تقسیم کرنے میں کسر آ رہی تھی اب ان فریقوں پر پورے پورے تقسیم ہو رہے ہیں۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسئلہ ۶×۳ تصحیح ۱۸

6بیٹیاں	3دادیاں	3چچے
ثلثان	سدس	مابقی
۴×۳=۱۲÷۶=۲	۱×۳=۳÷۳=۱	۱×۳=÷۳=۱

حصص کی پڑتال ۱۲+۳+۳=۱۸

قولہ والثانی ان یکون بعض الاعداد الخ

قاعدہ نمبر 5

''سب سے بڑا عدد ضرب اصل مسئلہ یا عول برابر ہے تصحیح کے''

جن ایک سے زیادہ فریقوں کے سہام ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے ان کی آپس میں نسبت تداخل کی ہو۔ایسی صورت میں جو عدد،سب سے بڑا ہوگا اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اور ماحصل سے مسئلہ کی تصحیح کریں گے۔

جیسا کہ کسی نے 4بیویاں ،3دادیاں اور 12چچے چھوڑے ہوں ۔چاروں بیویوں کے لئے ربع ،دادیوں کے لئے سدس اورچچوں کے لئے مابقی ۔چونکہ نوع اول کا''سدس،،نوع ثانی کے ساتھ جمع ہو رہا ہے،اس لئے 12 سے مسئلہ بنایا۔بارہ میں سے ربع (3)بیویوں کو،سدس (2) دادیوں کواور مابقی (7) چچوں کو۔

دیکھئے! 4بیویوں میں 3حصے پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور چار بیویوں میں اوران کے سہام (3) میں نسبت'' تباین،، کی ہے،اس لئے یہاں سے اصل رؤس (۴) کو محفوظ کرلیا۔تین دادیوں اوران کے سہام (۲) میں بھی نسبت''تباین،، کی ہے، اس لئے ان کے بھی رؤس (3) کو محفوظ کرلیا اور 12 چچوں اوران کے سہام (7) میں بھی نسبت''تباین،، کی ہے، اس لئے ان کا بھی کل (12) محفوظ کرلیا۔محفوظ شدہ اعداد''۴،۳،۱۲'' ہیں،ان تینوں میں سے 3 اور 4 دونوں کی 12 کے ساتھ نسبت''تداخل،، کی ہے، کیونکہ ان میں سے 3 بھی 12 کو فنا کرسکتا ہے اور 4 بھی ۔لہٰذا موجودہ قاعدہ کے مطابق ان میں سے بڑے عدد(12) کو اصل مسئلہ(12) سے ضرب دی تو (۱۲×۱۲=۱۴۴) حاصل ضرب 144 آیا،معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کی تصحیح 144 ہے۔

چونکہ اصل مسئلہ کو 12 سے ضرب دی تھی اس لئے اب تمام فریقوں کے سہام کو بھی 12 سے ضرب دیں گے اور جو جواب آئے گا اس کو 144 سے نفی کردیں گے۔چار بیویوں کے سہام 3 تھے۔ان کو بارہ سے ضرب دی تو (۱۲×۳=۳۶) جواب 36 آیا،ان کو 36 سہام دیئے ۔اس طرح کہ ہر ایک کو (۳۶÷۴=۹) سہام آئے ۔باقی (۱۴۴-۳۶=۱۰۸) 108 سہام بچے ۔دادیوں کے سہام 2 تھے ان کو بھی 12 سے ضرب دی تو (۱۲×۲=۲۴) جواب 24 آیا۔چنانچہ دادیوں کو 24 سہام دیئے اس طرح کہ ہر دادی کو (۲۴÷۳=۸) 8 سہام آئیں گے۔باقی (۱۰۸-۲۴=۸۴) 84 سہام بچے۔چچوں کے سہام 7 تھے ان کو بھی 12 سے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ضرب دی تو (۱۲×۷=۸۴) 84 جواب آیا۔ لہذا جو 84 باقی تھے وہ ان چچوں کو دیئے ۔اس طرح کہ ہر چچا کو (۸۴÷۱۲=۷) 7 سہام آئیں گے ۔اس طرح اس مسئلہ میں موجودہ تمام فریقوں کے سہام ان پر پورے پورے تقسیم ہو گئے ۔

مسئلہ ۱۲×۱۲= تصحیح ۱۴۴

م

4 بیویاں	3 دادیاں	12 چچے
ربع	سدس	مابقی
۳×۱۲=۳۶÷۴=۹	۲×۱۲=۲۴÷۳=۸	۷×۱۲=۸۴÷۱۲=۷

حصص کی پڑتال (۳۶+۲۴+۸۴=۱۴۴)

<u>قولہ والثالث یوافق بعض الاعداد الخ</u>

قاعدہ نمبر 6

''جمیع فریقوں کی ضربوں کا ماحصل ضرب اصل مسئلہ یا عول برابر ہے تصحیح کے''

جب متاثرہ فریقوں کی آپس میں نسبت توافق کی ہو تو ایسی صورت میں پہلے یہ دیکھیں کہ کون کون سے رؤوس ایسے ہیں جن کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت توافق کی ہے اور کون کون سے رؤوس کی ''تباین'' ۔جن رؤوس کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت ''تباین'' کی ہے ان کو بعینہ محفوظ کر لیں اور جن کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت ''توافق'' کی ہے ان کا وفق محفوظ کر لیں پھر جو اعداد محفوظ شدہ ہوں ان کی آپس میں نسبت پر غور کریں اگر اس ماحصل میں اور اس عدد میں توافق ہو تو اس کے وفق میں ورنہ جمیع میں ضرب دیں ۔جو جواب آئے اس کو اگلے عدد کے ساتھ دیکھ لیں اگر وہ کسی رؤوس کا وفق ہو تو اس کے ساتھ اور اصل رؤوس ہوں تو اس کے ساتھ ضرب دے دیں اس کا جو جواب آئے گا اس کی اگلے فریق کے ساتھ نسبت دیکھیں گے اگر وہ وفق ہے تو اس کے ساتھ ۔نہیں تو بعینہ رؤوس کے ساتھ ضرب دیں گے، اسی طرح سب فریقوں کے ساتھ کریں گے، جو جواب آئے اس کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے جو اس کا جواب آئے گا اُس سے مسئلہ کی تصحیح ہو گی ۔

مثلاً کسی نے 4 بیویاں ، 18 بیٹیاں، 15 دادیاں اور 6 چچے چھوڑے ۔چار بیویوں کا حصہ ثمن ،اٹھارہ بیٹیوں کا ثلثان، پندرہ دادیوں کا سدس اور چھ چچوں کے لئے مابقی ۔غور کریں مسئلہ میں ''ثمن'' دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہے، اس لئے مسئلہ 24 سے بنے گا ۔ بیویوں کے 3 ۔باقی بچے 21 ۔بیٹیوں کے 16 ۔باقی بچے 5 ۔دادیوں کے لئے 4 ۔باقی بچا ایک یہ چچوں کے لئے ۔

ان رؤوس اور سہام پر غور کریں! چار بیویوں پر تین سہام پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان رؤوس اور سہام میں نسبت ''تباین'' کی ہے چنانچہ بعینہ رؤوس (4) کو محفوظ کر لیا ۔ 18 بیٹیوں پر 16 سہام بھی پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان رؤوس وسہام میں نسبت ''توافق بالنصف'' کی ہے اور رؤوس کا وفق 9 ہے، لہذا ''9'' کو بھی محفوظ کر لیا، پندرہ دادیوں پر 4 سہام

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بھی پورے پورے تقسیم نہیں ہورہے اوران کے رؤس اور سہام میں نسبت ''تباین'' کی ہے اس لئے ان کے رؤس کو بعینہ محفوظ کرلیا۔6 چچوں پران کے سہام بھی پورے پورے تقسیم نہیں ہورہے اوران کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت ''تباین'' کی ہے چنانچہ ان کا بھی بعینہ رؤس کومحفوظ کرلیا۔کل محفوظ شدہ اعداد(۴،۹،۱۵،۶) ہیں۔

اب ان کی آپس میں نسبت دیکھی تو4اور6میں نسبت ''توافق بالنصف'' ہے اس لئے موجودہ قاعدہ کے مطابق ایک(6) کے وفق (3) کو دوسرے (۴) کے جمیع کے ساتھ ضرب دی تو(۴×۳=۱۲)12 حاصل ضرب ہوا۔اب 12اور 9میں نسبت توافق بالثلث ہے،اس لئے 12 کو9 کے وفق (۳) کے ساتھ ضرب دی تو(۱۲×۳=۳۶) حاصل ضرب 36ہوا۔اب 36اور15 میں نسبت دیکھی توتوافق بالثلث کی ہے اور15 کاوفق 5 ہے۔تو36 کو5 سے ضرب دی تو(۳۶×۵=۱۸۰) حاصل ضرب180 ہوا۔اس 180 کواصل مسئلہ (۲۴) سے ضرب دی تو (۱۸۰×۲۴=۴۳۲۰)حاصل ضرب 4320 ہوا۔لہذ امسئلہ کی تصحیح 4320سے ہوگی۔

چونکہ اصل مسئلہ کو 180 سے ضرب دی تھی اس لئے قانون کے مطابق تمام فریقوں کے سہام کوبھی 180 ہی سے ضرب دیں گے، چنانچہ بیویوں کے 3سہام کو 180 سے ضرب دی تو(۱۸۰×۳=۵۴۰) حاصل ضرب 540ہوا۔لہذا540 سہام چار بیویوں کو دیئے اس طرح کہ (۵۴۰÷۴=۱۳۵) ہر بیوی کو 135 سہام آئیں گے۔ جب 4320سے 540 نفی کئے تو (۴۳۲۰-۵۴۰=۳۷۸۰) 3780سہام باقی بچے ۔اب بیٹیوں کے 16 سہام کو 180 سے ضرب دیں تو(۱۸۰×۱۶=۲۸۸۰) حاصل ضرب 2880 لہذا بیٹیوں کو یہ سہام اس طرح دیئے کہ (۲۸۸۰÷۱۸=۱۶۰) ہر بیٹی کو 160 سہام آئیں ۔یہ حصہ بھی نکالا تو (۳۷۸۰-۲۸۸۰=۹۰۰) باقی 900 سہام بچے ۔اب دادیوں کے سہام 4 کوبھی 180 کیساتھ ضرب دی تو(۱۸۰×۴=۷۲۰) حاصل ضرب 720 ہوا۔لہذا یہ 720 پندرہ دادیوں میں اس طرح تقسیم کریں گے کہ (۷۲۰÷۱۵=۴۸) ہرایک دادی کو 48 سہام آئیں گے۔چچوں کے سہام کوبھی 180 سے ضرب دی تو(۱۸۰×۱=۱۸۰) حاصل ضرب 180 ہی رہا۔لہذا6 چچوں میں یہ سہام اس طرح تقسیم کئے کہ ہر چچا کو(30) سہام آئے (۱۸۰÷۶=۳۰) لیجئے جن فریقوں پران کے سہام پورے پورے تقسیم نہیں ہورہے تھے اب وہ بلاکسر پورے پورے تقسیم ہوگئے۔

مسئلہ۲۴×۱۸۰= تصحیح ۴۳۲۰

م

4بیویاں	18بیٹیاں	15دادیاں	6چچے
ثمن	ثلثان	سدس	مابقی
۱۸۰×۳=۵۴۰÷۴=۱۳۵	۱۸۰×۱۶=۲۸۸۰÷۱۸=۱۶۰	۱۸۰×۴=۷۲۰÷۱۵=۴۸	۱۸۰×۱=۱۸۰÷۶=۳۰

حصص کی پڑتال (۵۴۰+۲۸۸۰+۷۲۰+۱۸۰=۴۳۲۰)

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قولہ والرابع ان تکون الاعداد الخ

قاعدہ نمبر 7

''ایک فریق کا عدد رؤوس ضرب دوسرے فریق کا عدد رؤوس ضرب اصل مسئلہ یاعول برابر ہے تصحیح کے''

جب متاثرہ فریقوں کے رؤوس کی آپس میں نسبت تباین کی ہوتو ایسی صورت میں ہر فریق کے جمیع رؤوس کو دوسرے فریق کے جمیع رؤوس کے ساتھ ضرب دیں گے۔ جو حاصل ضرب ہواس کو اگلے فریق کے جمیع رؤوس کے ساتھ ضرب دیں گے پھر اس سے جو حاصل ضرب ہوگا اس کو اگلے فریق کے جمیع رؤوس کے ساتھ ضرب دیں گے ان سے جو حاصل ضرب آئے گا اس کو اگلے فریق کے جمیع رؤوس کے ساتھ ضرب دیں گے اسی طرح تمام رؤوس کے ساتھ کریں گے پھر جب جمیع رؤوس پورے ہو جائیں گے تو جو حاصل ضرب ہوگا اس کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے اور پھر حسبِ سابق تمام سہام کو اسی عدد سے ضرب دے کر سہام تقسیم کر دیں گے۔

جیسا کہ کسی شخص نے 2 بیویاں ،6 دادیاں،10 بیٹیاں اور 7 چچے چھوڑے ہوں ۔ ان میں دو بیویوں کا حصہ ''ثمن'' ہے ، چھ دادیوں کا حصہ ''سدس'' ہے ،دس بیٹیوں کا حصہ ''ثلثان'' ہے اور چھ چچوں کا حصہ ''مابقی'' چونکہ مسئلہ میں نوع اول کا ''ثمن'' دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہے اس لئے مسئلہ 24 سے بنا۔ بیویوں کو 3، دادیوں کو 4، بیٹیوں کو 16 اور چچوں کو مابقی (1)

اس مسئلہ میں غور کریں! دو بیویوں پر 3 سہام پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت ''تباین'' کی ہے، لہذا ان کے اصل رؤوس ''2'' کو محفوظ کرلیا ، یونہی 6 دادیوں پر 4 سہام پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت ''توافق بالنصف'' کی ہے۔ لہذا اصل رؤوس کی بجائے ان کے وفق ''3'' کو محفوظ کرلیا، یونہی 10 بیٹیوں میں ان کے سہام ''16'' پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور 10 کی 16 کے ساتھ ''نسبت'' توافق بالنصف '' کی ہے اور ''10'' کا وفق ''5'' ہے۔ لہذا یہاں بھی اصل عدد رؤوس کی بجائے ان کا وفق ''5'' محفوظ کرلیا ، یونہی ''7'' چچوں پر ''1'' پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا اور ان کی اپنے سہم کے ساتھ نسبت تباین کی ہے لہذا ان کا اصل عدد رؤوس ''7'' محفوظ کرلیا۔

اس طرح اب تک کل محفوظ شدہ اعداد ''۲،۳،۵،۷'' ہوئے ۔ ان اعداد کی آپس میں نسبت دیکھی تو ''تباین'' کی ہے لہذا ،ایک ''عدد رؤوس'' کو دوسرے ''عدد رؤوس'' کے ساتھ ضرب دیں گے۔ چنانچہ '' 2'' کو ''3'' کے ساتھ ضرب دی۔ تو (۲×۳=۶) حاصل ضرب 6 ہوا۔ اس حاصل ضرب کو ''5'' سے ضرب دی تو (۶×۵=۳۰) ''30'' جواب آیا۔ اس حاصل ضرب کو ''7'' کے ساتھ ضرب دی تو (۳۰×۷=۲۱۰) ''210'' جواب آیا۔ اس جمیع حاصل ضرب کو اصل مسئلہ ''24'' کے ساتھ ضرب دی تو (۲۱۰×۲۴=۵۰۴۰) حاصل ضرب ''5040'' ہوا۔

اب مسئلہ کی تصحیح اسی حاصل ضرب (5040) سے ہوگی اور قانون کے مطابق تمام سہام کو بھی ''210'' کے ساتھ ضرب دیں گے۔ چنانچہ ''2'' بیویوں کے سہام ''3'' تھے ''3'' کو ''210'' کے ساتھ ضرب دی (۲۱۰×۳=۶۳۰) تو حاصل ضرب ''

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

630 ‘‘ہوا۔لہذا دو بیویوں کو’’630 ‘‘اس طرح دیئے کہ ہر ایک کو(۶۳۰÷۲=۳۱۵)’’315 ‘‘سہام آئیں۔یونہی دادیوں کے سہام’’4 ‘‘تھے ان کو بھی’’210 ‘‘کے ساتھ ضرب دی تو (۲۱۰×۴=۸۴۰) حاصل ضرب’’840 ‘‘ہوا۔یہ’’840 ‘‘چھ دادیوں میں اس طرح تقسیم کریں گے کہ ہر ایک دادی کو(۸۴۰÷۶=۱۴۰)’’ایک سو چالیس‘‘سہام آئیں گے۔

جب 5040 میں سے بیویوں کے 630 سہام نکالے تو (۵۰۴۰-۶۳۰=۴۴۱۰) 4410 سہام باقی بچے۔پھر ان میں سے دادیوں کے 840 نکالے تو(۴۴۱۰-۸۴۰=۳۵۷۰) 3570 سہام باقی بچے۔

دس بیٹیوں کے سہام 16 تھے، ان کو بھی 210 کے ساتھ ضرب دی تو(۲۱۰×۱۶=۳۳۶۰)حاصل ضرب 3360 ہوا۔لہذا یہ 3360 دس بیٹیوں میں اس طرح تقسیم کئے کہ ہر ایک بیٹی کو(۳۳۶۰÷۱۰=۳۳۶)336 آئیں۔باقی ماندہ 3570 میں سے ان کا حصہ(۳۳۶۰) نکالا تو(۳۵۷۰-۳۳۶۰=۲۱۰)210 سہام باقی بچے۔

سات چچوں کا ایک سہم تھا اس کو بھی دوسودس کے ساتھ ضرب دی تو(۲۱۰×۱=۲۱۰)حاصل ضرب 210 ہوا۔چنانچہ 7 چچوں کو 210 سہام اس طرح دیئے کہ ہر ایک چچا کو(۲۱۰÷۷=۳۰)30 سہام آئے۔اس طرح وہ تمام سہام پورے پورے تقسیم ہو گئے جو اپنے اپنے رؤوس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے تھے

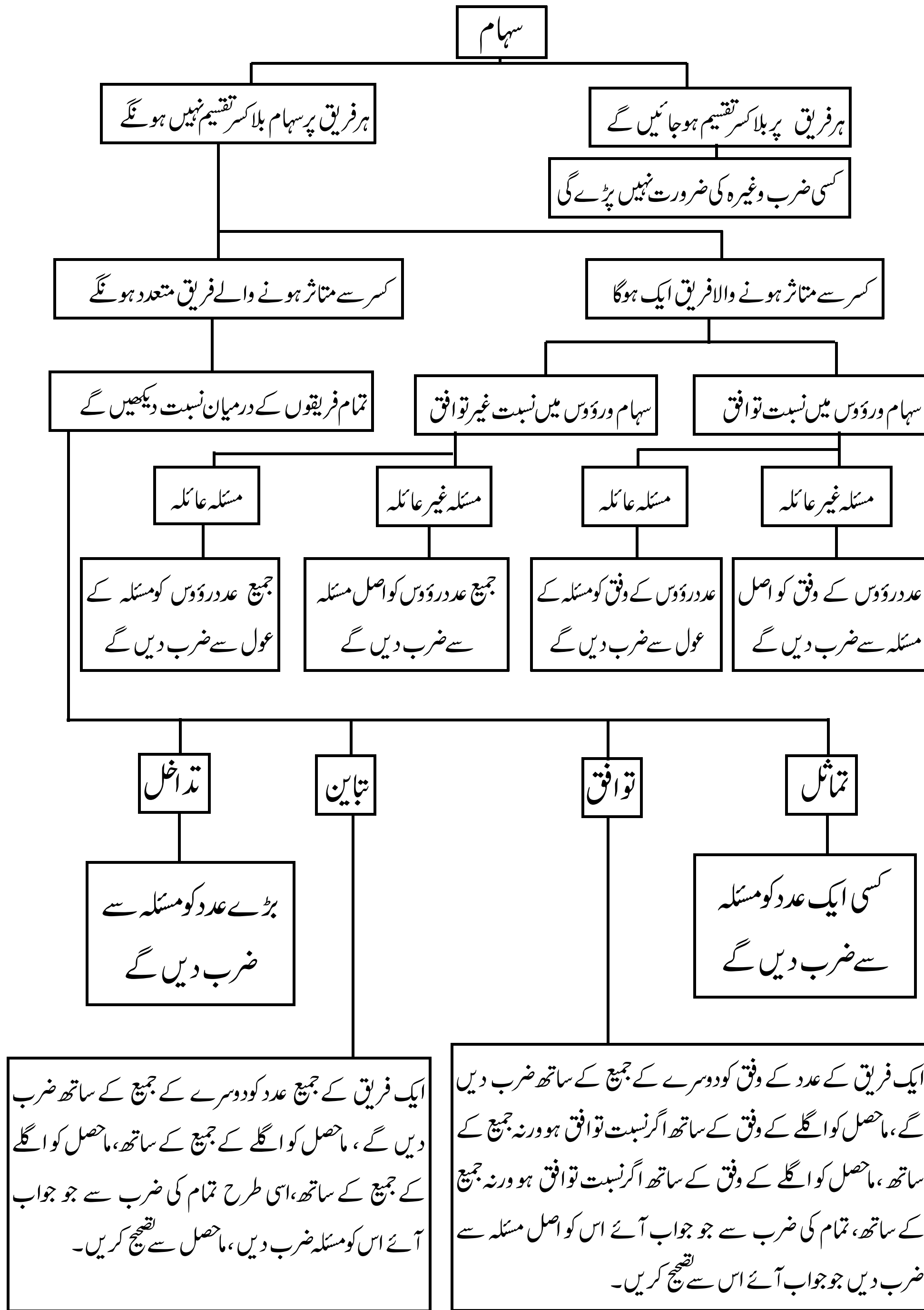
مسئلہ ۲۴×۲۱۰= تصحیح ۵۰۴۰

م

2 بیویاں	6 دادیاں	10 بیٹیاں	7 چچے
ثمن	سدس	ثلثان	مابق
۳×۲۱۰=۶۳۰÷۲=۳۱۵	۴×۲۱۰=۸۴۰÷۶=۱۴۰	۱۶×۲۱۰=۳۳۶۰÷۱۰=۳۳۶	۱×۲۱۰=۲۱۰÷۷=۳۰

حصص کی پڑتال(۶۳۰+۸۴۰+۳۳۶۰+۲۱۰=۵۰۴۰)

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari



for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَصْلٌ

وَاِذَااَرَدْتَّ اَنْ تَعْرِفَ نَصِيْبَ كُلِّ فَرِيْقٍ مِّنَ التَّصْحِيْحِ فَاضْرِبْ مَا كَانَ لِكُلِّ فَرِيْقٍ مِنْ اَصْلِ الْمَسْأَلَةِ فِي مَاضَرَبْتَهٗ فِي اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ فَمَا حَصَلَ كَانَ نَصِيْبُ ذٰلِكَ الْفَرِيْقِ وَاِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَعْرِفَ نَصِيْبَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ اٰحَادِ ذَالِكَ الْفَرِيْقِ فَاقْسِمْ مَا كَانَ لِكُلِّ فَرِيْقٍ مِنْ اَصْلِ الْمَسْأَلَةِ عَلٰى عَدَدِ رُؤسِهِمْ ثُمَّ اضْرِبِ الْخَارِجَ فِي الْمَضْرُوْبِ فَالْحَاصِلُ نَصِيْبُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ اٰحَادِ ذَالِكَ الْفَرِيْقِ وَوَجْهٌ اٰخَرُوَهُوَ اَنْ تَقْسِمَ الْمَضْرُوْبَ عَلٰى اَيِّ فَرِيْقٍ شِئْتَ ثُمَّ اضْرِبِ الْخَارِجَ فِي نَصِيْبِ الْفَرِيْقِ الَّذِيْ قَسَمْتَ عَلَيْهِمُ الْمَضْرُوْبَ فَالْحَاصِلُ نَصِيْبُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ اٰحَادِ ذَالِكَ الْفَرِيْقِ وَوَجْهٌ اٰخَرُ وَهُوَ طَرِيْقُ النِّسْبَةِ وَهُوَ الْاَوْضَحُ وَهُوَ اَنْ تَنْسُبَ سِهَامَ كُلِّ فَرِيْقٍ مِنَ اَصْلِ الْمَسْأَلَةِ اِلٰى عَدَدِرُؤسِهِمْ مُفْرَدًا ثُمَّ تُعْطِيْ بِمِثْلِ تِلْكَ النِّسْبَةِ مِنَ الْمَضْرُوْبِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ اٰحَادِ ذَالِكَ الْفَرِيْقِ

ترجمہ

جب تصحیح میں سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا ارادہ ہو،تو ضرب دے ہر فریق کے اس حصہ کو جو اس کو اس اصل مسئلہ سے حاصل ہوا اس عدد کے ساتھ جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی ہے جو جواب آئے گا وہ اس متعلقہ فریق کا حصہ ہوگا، پھر تقسیم کردے ان حصص کو جو اصل مسئلہ سے اس کو حاصل ہوئے اس فریق کے عدد روؤس پر، پھر جو جواب آئے اس کو اس عدد سے ضرب دے جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی ۔جوجواب آئے گا وہ اس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔ اوردوسرا طریقہ یہ ہے کہ مضروب کو جس فریق پر چاہیں اس پر تقسیم کردیں پھر جوجواب آئے اس کو اس فریق کے حصہ میں ضرب دیں جن پر مضروب کو تقسیم کیا تھا، جو جواب آئے گا،اس فریق کے افراد کا حصہ ہوگا، ایک اور طریقہ ہے، وہ طریقۂ نسبت ہے اور یہی سب سے زیادہ واضح ہے وہ یہ ہے کہ اصل مسئلہ سے حاصل ہونے والے سہام کی ان میں سے ہر فریق کے عدد روؤس کے ساتھ نسبت دیکھی جائے اور اسی تناسب سے مضروب میں سے اس متعلقہ فریق کے ہر فرد کا حصہ نکال لیا جائے''

قولہ واذااردت ان تعرف نصیب الخ

تصحیح میں سے ہر فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ

فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا ایک طریقہ تو ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ تصحیح کے بعد فریق کا جتنا حصہ نکلا اس کو اس کے روؤس پر تقسیم کردو۔ جو جواب آئے وہ اس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہے ۔جیسا کہ سابقہ مثال میں ہم نے 10 بیٹیوں کے حصہ میں آنے والے 3360 سہام کو ان کے عدد روؤس ''10'' پر تقسیم کیا تو ہر بیٹی کا حصہ 336 نکل آیا۔ یہ طریقہ انتہائی آسان اور عام فہم ہے اس کے علاوہ کتاب میں ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کے جو طریقے بیان کئے گئے ہیں اب وہ پیش کئے جاتے ہیں۔

ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اگر ہر فریق کا حصہ معلوم کرنا ہو تو اصل مسئلہ کو جس عدد سے ضرب دیکر مسئلہ کی تصحیح کی تھی اسی عدد کے ساتھ اب ہر فریق کے سہام (جو کہ ان کو اصل مسئلہ سے ملے تھے) کو بھی ضرب دیں گے جو جواب آئے گا وہی اس فریق کا حصہ ہوگا۔جیسا کہ سابقہ مثالوں میں ہم نے جب مسئلہ 24 سے بنایا تو تصحیح کے لئے اس کو 210 سے ضرب دی تھی اس لئے 6 دادیوں کا حصہ معلوم کرنے کے لئے ان کے سہام (جو ان کو اصل مسئلہ سے ملے تھے) کو بھی 210 ہی سے ضرب دی تو حاصل ضرب 840 آیا اور یہی دادیوں کا حصہ ہے۔

قولہ واذااردت ان تعرف نصیب کل واحد الخ

فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ

جب فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا ہو تو صاحب کتاب نے اس کے تین قاعدے بیان کئے ہیں۔

قولہ فاقسم ما کان لکل فریق الخ

قاعدہ نمبر 1

''فریق کے اصل مسئلہ سے بننے والے سہام ÷ اس فریق کے عدد رؤوس × وہ عدد جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی = ہر فریق کا حصہ''

یعنی ہر فریق کو اصل مسئلہ سے جو سہام ملے تھے ان سہام کو ان کے عدد رؤوس پر تقسیم کریں، جو جواب آئے گا اس کو اس عدد کے ساتھ ضرب دیں جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دے کر تصحیح کی تھی، جو جواب آئے گا وہ ہر فریق کا حصہ ہوگا۔

اس قاعدے کے تحت اُسی مسئلہ میں 10 بیٹیوں میں سے ہر ایک کا حصہ نکال کر دیکھیں۔چنانچہ ان کے سہام دیکھے تو 16 تھے ان کو دس پر تقسیم کیا کیونکہ اس فریق کے عدد رؤوس 10 ہیں، تو جواب (۱۶÷۱۰=۱.۶) 1.6 آیا۔اب اس جواب کو 210 کے ساتھ ضرب دی کیونکہ تصحیح کے لئے اصل مسئلہ کو اسی کے ساتھ ضرب دی تھی تو جواب (۲۱۰×۱.۶=۳۳۶) 336 آیا۔معلوم ہوا کہ ہر بیٹی کا حصہ 336 ہے۔

قولہ ووجہ آخر الخ

قاعدہ نمبر 2

''وہ عدد جس کے ساتھ تصحیح کے لئے اصل مسئلہ کو ضرب دی تھی ÷ اس فریق کے عدد رؤوس × اس فریق کے سہام = مطلوبہ فریق کے ہر فرد کا حصہ''

یعنی تصحیح کے لئے اصل مسئلہ کو جس عدد سے ضرب دی تھی اُسی عدد کو اُس فریق کے رؤوس پر تقسیم کردیں جس کے افراد کے حصص معلوم کرنا مقصود ہو۔اس سے جو جواب آئے اس کو اس فریق کے سہام کے ساتھ ضرب دے دیں۔اب جو جواب آئے گا وہی اس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جیسا کہ سابقہ مثال میں بیٹیوں میں سے ہر ایک کا حصہ معلوم کرنا ہوتو210 کو (جس کے ساتھ اصل مسئلہ کوضرب دی تھی)10 (جوکہ مطلوبہ فریق کا عدد رؤوس ہے)پر تقسیم کیا تو جو اب (۲۱۰÷۱۰=۲۱)21 آیا ۔ اب اس حاصل جواب کو 16 (بیٹیوں کے سہام جو ان کو اصل مسئلہ سے ملے تھے) کے ساتھ ضرب دی تو جواب (۲۱×۱۶=۳۳۶)336 آیا۔معلوم ہوا کہ ہر بیٹی کا حصہ 336 ہے۔

قولہ ووجہ آخر وھوطریق النسبۃ الخ

قاعدہ نمبر 3

ہر فریق کے بارے میں یہ دیکھ لیں کہ اس کے رؤوس اور سہام میں نسبت کیا ہے؟ جونسبت اس عدد رؤوس کو اپنے سہام کے ساتھ ہو،وہی نسبت اس عدد سے نکال کر اس فریق کے ہر فرد کو دے دیں گے وہی اس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔

جیسا کہ سابقہ مثال میں بیٹیوں کا حصہ نکالنے کے لئے ہم نے بیٹیوں کے عدد رؤوس اور سہام میں نسبت دیکھی تو یہ تھی'' رؤوس ،سہام کی ایک مثل اور ایک مثل کے تین خمس ہے(کیونکہ 16 کو اگر 10 کے تناظر میں دیکھیں تو اس میں ایک 10 کی مثل موجود ہے اور اگر 10 کا پانچواں پانچواں حصہ نکالیں تو وہ 2 ہے ۔تو6،10 کے تین اخماس بنے چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ 6،10 کے تین اخماس کے برابر ہوتا ہے ۔(معلوم ہوا کہ 16 میں 10 کی ایک مثل اور 3اخماس موجود ہیں)یہی ایک مثل اور تین اخماس اگر ہم اس عدد کے لے لیں جس کے ساتھ اصل مسئلہ کوضرب دی تھی تو ہمیں ہر بیٹی کا حصہ معلوم ہو جائے گا۔ تو جس عدد کے ساتھ اصل مسئلہ کوضرب دی تھی وہ ہے 210۔تو ہم نے 210 کی ایک تو مثل لی اور 210 کے اگر ہم 5،5 حصے کریں تو(۲۱۰÷۵=۴۲)ایک خمس 42 بنا اب تین اخماس لینے کے لیے 42 کو 3 سے ضرب دیں گے چنانچہ تین اخماس (۴۲×۳=۱۲۶) 126 ہوئے اب دیکھیں کہ اس کی ایک مثل 210 تھی ،اس کو اور تین اخماس کو جمع کریں تو (۲۱۰+۱۲۶=۳۳۶) جواب 336 آیا۔یہی ہر بیٹی کا حصہ ہے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَصْلٌ فِی قِسْمَةِ التَّرِکَاتِ بَیْنَ الْوَرَثَةِ وَالْغُرَمَاءِ

اِذَاکَانَ بَیْنَ التَّصْحِیْحِ وَّالتَّرِکَةِ مُبَایَنَةٌ فَاضْرِبْ سِهَامَ کُلِّ وَارِثٍ مِنَ التَّصْحِیْحِ فِی جَمِیْعِ التَّرِکَةِ ثُمَّ اقْسِمْ الْمَبْلَغَ عَلٰی التَّصْحِیْحِ مِثَالُهٗ بِنْتَانِ وَاَبَوَانِ وَالتَّرِکَةُ سَبْعَةُ دَنَانِیْرَ وَاِذَا کَانَ بَیْنَ التَّصْحِیْحِ وَالتَّرِکَةِ مُوَافَقَةٌ فَاضْرِبْ سِهَامَ کُلِّ وَارِثٍ مِنَ التَّصْحِیْحِ فِی وَفْقِ التَّرِکَةِ ثُمَّ اقْسِمِ الْمَبْلَغَ عَلٰی وَفْقِ التَّصْحِیْحِ فَالْخَارِجُ نَصِیْبُ ذٰلِكَ الْوَارِثِ فِی الْوَجْهَیْنِ هٰذَالِمَعْرِفَةِ نَصِیْبِ کُلِّ فَرْدٍ وَاَمَّالِمَعْرِفَةِ نَصِیْبِ کُلِّ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ فَاضْرِبْ مَاکَانَ لِکُلِّ فَرِیْقٍ مِنْ اَصْلِ الْمَسْأَلَةِ فِی وَفْقِ التَّرِکَةِ ثُمَّ اقْسِمِ الْمَبْلَغَ عَلٰی وَفْقِ الْمَسْأَلَةِ اِنْ کَانَ بَیْنَ التَّرِکَةِ وَالْمَسْأَلَةِ مُوَافَقَةٌ وَّاِنْ کَانَ بَیْنَهُمَا مُبَایَنَةٌ فَاضْرِبْ فِی کُلِّ التَّرِکَةِ ثُمَّ اقْسِمِ الْحَاصِلَ عَلٰی جَمِیْعِ الْمَسْأَلَةِ فَالْخَارِجُ نَصِیْبُ ذٰلِكَ الْفَرِیْقِ فِی الْوَجْهَیْنِ اَمَّا فِی قَضَاءِ الدُّیُوْنِ فَدَیْنُ کُلِّ غَرِیْمٍ بِمَنْزِلَةِ سِهَامِ کُلِّ وَارِثٍ فِی الْعَمَلِ وَمَجْمُوْعُ الدُّیُوْنِ بِمَنْزِلَةِ التَّصْحِیْحِ وَاِنْ کَانَ فِی التَّرِکَةِ کُسُوْرٌ فَابْسُطِ التَّرِکَةَ وَالْمَسْأَلَةَ کِلْتَیْهِمَا اَیْ اجْعَلْهُمَا مِنْ جِنْسِ الْکَسْرِ ثُمَّ قَدِّمْ فِیْهِ مَارَسَمْنَا هٗ

ترجمہ

جب تصحیح اور ترکہ میں نسبت تباین کی ہوتو تصحیح میں سے ہر وارث کے سہام کو جمیع ترکہ سے ضرب دیں گے، جو جواب آئے گا اس کو ''تصحیح'' پر تقسیم کریں گے اس کی مثال دو بیٹیاں ،ماں اور باپ اور ترکہ 7 دینار ہے۔اور جب تصحیح اور ترکہ میں نسبت ''توافق'' کی ہوتو تصحیح میں سے ہر فریق کے حصہ کو ترکہ کے وفق میں ضرب دیں گے،اس سے جو جواب آئے اس کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کردیں گے ،جو جواب آئے گا وہ اس وارث کا حصہ ہوگا دونوں وجھوں میں ۔ یہ تو قانون ہے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا۔ان میں سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فریق کو جو اصل مسئلہ سے حصہ حاصل ہوا اس کو ترکہ کے وفق میں ضرب دیں اگر ترکہ اور مسئلہ میں موافقت ہو۔اور اگر ان کے درمیان نسبت تباین کی ہوتو کل ترکہ سے ضرب دیں اور جو جواب آئے اس کو جمیع مسئلہ کے ساتھ ضرب دیں گے جو جواب آئے گا وہ دونوں صورتوں میں متعلقہ فریق کا حصہ ہوگا۔ اور قرضہ جات کی ادائیگی میں ہر قرض خواہ کے قرضہ کی حیثیت وارث کے سہام جیسی ہوگی۔اور کل قرضہ جات کی حیثیت تصحیح جیسی ہوگی اور اگر ترکہ میں کسریں ہوں تو ترکہ اور مسئلہ کو پھیلا لیں یعنی ان دونوں کو کسر کی جنس سے کرلیا جائے پھر جیسے پیچھے قوانین بیان کئے گئے ہیں ان کے مطابق تقسیم وغیرہ کی جائے۔

ورثاء اور قرض خواہوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

ترکہ اور تصحیح (وہ عدد جس سے سہام تقسیم کئے گئے خواہ اصل مسئلہ ہو یا عول ہو یا تصحیح) کے درمیان نسبت تماثل کی ہوگی یا نہیں اگر نسبت تماثل کی ہوگی تو پھر کام آسان ہے ہر ایک فریق کو ان کا حصہ پورا پورا دے دیا جائے گا اور اگر نسبت تماثل کی نہیں ہے تو پھر تین حال سے خالی نہیں کہ یا تو نسبت تباین کی ہوگی یا توافق کی یا تداخل کی ۔تباین کی صورت میں ہر فرد کے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سہام (جو اصل مسئلہ سے ملے تھے) کو جمیع ترکہ کے ساتھ ضرب دیں گے اور جو حاصل ضرب ہوگا اس کو کل تصحیح پر تقسیم کر دیں گے۔ اور اگر ترکہ و تصحیح میں نسبت توافق کی ہو تو ہر فرد کے سہام کو ترکہ کے وفق میں ضرب دیں گے اور حاصل ضرب کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کر دیں گے اور اگر نسبت تداخل کی ہو تو پھر بھی توافق والا معاملہ کریں گے۔

قوله اذا كان بين التصحيح والتركة مباينة الخ

تصحیح اور ترکہ کے درمیان تباین کا قانون

''ہر فرد کا وہ حصہ جو اس کو تصحیح سے ملا × کل ترکہ ÷ کل تصحیح = ہر فرد کا ترکہ سے حصہ''

یعنی ہر فرد کو جو حصہ تصحیح سے ملا ہے اس کو کل ترکہ سے ضرب دیں جو جواب آئے اس کو کل تصحیح پر تقسیم کر دیں جو جواب آئے گا وہ ہر فرد کا حصہ ہوگا۔

جیسا کہ کسی شخص نے زوج، ماں اور دو عینی بہنیں چھوڑیں، اس میں دو بہنوں کا ثلثان، ماں کا سدس، اور زوج کا نصف ہے۔ چونکہ مسئلہ میں ایک ہی نوع کے حصص ہیں اور ان میں چھوٹا ''سدس'' ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنے گا۔ اس میں سے 3 سہام زوج کے، 1 ماں کا اور دو بہنوں کے 4 ہیں (ہر بہن کے دو سہم) اس طرح مسئلہ (۳+۱+۲+۲=۸) عول کر گیا 8 کی طرف۔ اگر ہم یہ فرض کریں کہ کل ترکہ 25 دینا تھے تو اس 25 (کل ترکہ) اور 8 (عول) کے درمیان تباین کی نسبت ہے۔

اگر ہم ہر وارث کا حصہ نکالنا چاہیں تو مذکورہ بالا قاعدے کے مطابق زوج کے سہام (3) کو ضرب دیں گے کل ترکہ (25) کے ساتھ (۳×۲۵=۷۵) تو حاصل ضرب 75 آئے گا۔ پھر اس حاصل ضرب کو عول (8) پر تقسیم کر دیں گے (۷۵÷۸=۹.۳۷۵) یعنی کہ نو دینار اور ایک دینار کے تین اثمان (ایک دینار کے اگر 8 حصے کئے جائیں تو ان 8 حصوں میں سے ''3'' تین اثمان کہلائیں گے) جواب آتا ہے۔ پچیس دیناروں سے شوہر کا یہی حصہ ہے۔ یونہی ماں کے حصہ (1 جو اس کو تصحیح سے ملا تھا) کو کل ترکہ سے ضرب دو (۲۵×۱=۲۵) تو جواب 25 آتا ہے۔ اب 25 کو کل تصحیح (8) پر تقسیم کر دیں (۲۵÷۸=۳.۱۲۵) تو جواب 3 دینار اور ایک ثمن آئے گا۔ ماں کا یہی حصہ ہے۔

یونہی ہر بہن کے حصہ (2 جو ان کو تصحیح سے ملا تھا) کو ضرب دی کل ترکہ 25 کے ساتھ تو جواب (۲۵×۲=۵۰) پچاس آیا۔ اب اس حاصل ضرب کو تقسیم کیا عول (8) پر تو جواب (۵۰÷۸=۶.۲۵) 6 دینار اور ایک ربع آیا۔ یہ ہر بہن کا حصہ ہے۔

اب ان تقسیم کردہ حصص کی پڑتال یوں کرتے ہیں کہ جتنے سہام ہر فریق کو دیئے ان کو جمع کر کے دیکھ لیں اگر حاصل جواب وہی آئے جس کو تقسیم کرنا شروع کیا تھا تو آپ کی تقسیم صحیح ہوگی۔

چنانچہ (9 دینار اور 3 اثمان + 3 دینار اور 1 ثمن + 6 دینار اور 1 ربع + 6 دینار اور ربع)

= (۹+۳+۶+۶=۲۴ دینار، ۳ ثمن + ا ثمن + ربع + ربع = 1 دینار)

= 24 دینار + 1 دینار = 25 دینار۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس پڑتال سے معلوم ہوا کہ تمام فریقوں کے سہام صحیح تقسیم ہوئے ہیں۔

قولہ واذا کان بین التصحیح والترکۃ موافقۃ الخ

تصحیح اور ترکہ کے درمیان توافق کا بیان اور یہی تداخل کا بھی ہے

''ہرفرد کا حصہ (جوان کو تصحیح سے ملا)×ترکہ کا وفق ÷ تصحیح کا وفق = ہرفرد کا ترکہ سے حصہ''

یعنی ہرفرد کا وہ حصہ جو ان کو تصحیح سے ملا اس کو کل ترکہ کے وفق کے ساتھ ضرب دیں اس کا جو جواب آئے اس کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کریں جو جواب آئے گا وہ تصحیح میں سے ہرفرد کا حصہ ہوگا۔

توافق کی مثال

جیسا کہ کوئی عورت شوہر، ماں اور دوعینی بہنیں چھوڑ کر مری ہو،شوہر کا نصف، ماں کا سدس، اور دو بہنوں کا ثلثان، ایک ہی نوع کے حصص ہیں اور چھوٹا ''سدس'' ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنایا نصف(۳) شوہر کا سدس (1) ماں کا اور ثلثان (4) دو بہنوں کے (۲+۲=۴) اس طرح (۳+۱+۴=۸)عول ہوگیا 8 کی طرف۔

فرض کریں کہ کل ترکہ 50 دینار ہے 8 اور 50 میں توافق بالنصف کی نسبت ہے اس لئے شوہر کے سہام 3 کو ترکہ کے وفق 25 سے ضرب دی تو(۲۵×۳=۷۵)حاصل ضرب 75 ہوا۔اب اس حاصل ضرب کو تصحیح یعنی عول(8) کے وفق (4) پر تقسیم کیا تو (۷۵÷۴=۱۸.۷۵)18 دیناراور 3 ربع جواب آیا۔ یہی حصہ شوہر کا ہے۔یونہی ماں کے حصہ 1 کو ضرب دی کل ترکہ(50) کے وفق (25) کے ساتھ تو حاصل ضرب (۱×۲۵=۲۵)حاصل ضرب 25 آیا پھر اس کو تصحیح (8) کے وفق (۴) پر تقسیم کیا تو حاصل تقسیم 6 دیناراور ربع آیا، یہ حصہ ہے ماں کا۔ اس تصحیح میں سے دو بہنوں کے دو، دوسہام تھے ان کو کل ترکہ (50) کے وفق (۲۵) سے ضرب دی تو (۴×۲۵=۱۰۰)جواب 100 آیا۔اس کو تصحیح (8) کے وفق (۴) پر تقسیم کیا تو(۱۰۰÷۴=۲۵)تو 25 جواب آیا اور یہ حصہ ہے دو بہنوں کا پچاس دینار میں سے۔

اس تقسیم کی پڑتال کرلیں 18 دیناراور 3 ربع + 6 دیناراور 1 ربع + 25 دینار

=25 دینار+ 18 دینار+ 6 دینار+ (3 ربع + 1 ربع = 1 دینار)

=50 دینار۔

قولہ فالخارج نصیب ذالك الوارث فی الوجهین الخ

مذکورہ دوقاعدے بیان کئے گئے ہیں ایک تصحیح اور ترکہ کے درمیان تباین والا اور دوسرا تصحیح اور ترکہ کے درمیان توافق والا دونوں قاعدے بیان کرنے کے بعد دونوں کے متعلق اکٹھا بیان کردیا کہ اس طرح ضرب دینے سے جو جواب آئے گا اصل مسئلہ سے متعلقہ وارث کا وہی حصہ ہوگا۔یعنی تصحیح اور ترکہ کے درمیان نسبت تباین کی ہو یا توافق کی۔جب مذکورہ قانون کے مطابق ضرب اور تقسیم کی جائے گی تو جو جواب آئے گا وہ اس وارث کا حصہ ہوگا۔ ہم نے تباین کی مثال اس کے ساتھ الگ اور توافق

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور تداخل کی مثال الگ بیان کردی ہے۔

تداخل کی مثال

جیسا کہ کوئی عورت، شوہر، ماں اور دو عینی بہنیں چھوڑ کر مرے تو شوہر کا نصف، ماں کا سدس اور دو بہنوں کا ثلثان ہے۔ یہ سب ایک ہی نوع کے حصص ہیں اوران میں سے چھوٹا سدس ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنایا۔ نصف (3) شوہر کو، سدس (1) ماں کو اور ثلثان (4) دو بہنوں کو (۲+۲=۴) دیئے۔ اس طرح (۳+۱+۴=۸) عول ہو گیا 8 کی طرف۔

فرض کریں کہ ترکہ 24 دینار ہیں اور تصحیح وترکہ میں نسبت تداخل کی ہے یہاں پر اگر توافق دیکھیں تو سب سے بڑا عدد 4 ہے جو ان دونوں کو تقسیم کرسکتا ہے تو 24 کا وفق 6 ہوگا۔ شوہر کے سہام (3) کو ضرب دیں ترکہ کے وفق 6 کے ساتھ تو (۶×۳=۱۸) جواب 18 آیا۔ اس 18 کو تقسیم کریں تصحیح کے وفق (2) پر تو (۱۸÷۲=۹) جواب 9 آیا۔ یہی حصہ ہے شوہر کا۔ یونہی ماں کے ایک سہم کو ضرب دیں 6 کے ساتھ تو (۶×۱=۶) جواب 6 آیا۔ اس حاصل ضرب کو تصحیح کے وفق (2) پر تقسیم کیا تو (۶÷۲=۳) جواب 3 آیا۔ یہی حصہ ہے ماں کا۔ اسی طرح ایک بہن کے حصہ (2) کو ضرب دی ترکہ کے وفق (6) کے ساتھ تو (۶×۲=۱۲) حاصل ضرب 12 ہوا۔ اب حاصل ضرب کو تقسیم کیا تصحیح کے وفق (2) پر تو (۱۲÷۲=۶) حاصل تقسیم 6 ہوا۔ اسی طرح دوسری بہن کا حصہ بھی نکلے گا وہ بھی یقیناً 6 ہی ہوگا۔ یوں تمام افراد کو ان کے اپنے اپنے حصے کے مطابق ترکہ مل جائے گا۔

اب آخر میں اس تقسیم کی بھی پڑتال کرلیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ ہماری تقسیم درست تھی

پڑتال۔۔۔۔۔(۹+۳+۶+۶=۲۴)

نوٹ:

یہ تو طریقہ تھا اس صورت کے لئے کہ ترکہ میں کسر نہ ہو۔ اگر کسر ہو جیسا کہ ترکہ 25 دینار اور ثلث ہو تو اس کو تقسیم کرنے کا طریقہ درج ذیل ہے:

صحیح اعداد × کسر کا مخرج +۱= کل ترکہ)، (تصحیح × کسر کا مخرج = کل تصحیح) اس کا استعمال دو طرح سے ہوتا ہے۔

(i) اگر تصحیح اور ترکہ میں توافق ہو تو "فرد کے وہ سہام جو تصحیح سے حاصل ہوئے × ترکہ (جو کہ صحیح اعداد کو کسر کے ساتھ ضرب دینے اور ان میں ایک جمع کرنے سے حاصل ہوا) کا وفق ÷ تصحیح (جو کہ اصل تصحیح کو کسر کے مخرج کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوئی) کا وفق = مطلوبہ فرد کا حصہ"

(ii) اگر تصحیح اور ترکہ میں نسبت تباین کی ہو تو "فرد کے وہ سہام جو تصحیح سے حاصل ہوئے تھے × کل ترکہ (جو کہ صحیح اعداد اور کسر کے مخرج کے ساتھ ضرب دینے اور ان میں ایک جمع کرنے سے حاصل ہوا) ÷ کل تصحیح (جو کہ کسر کے مخرج کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ہوئی) = مطلوبہ فرد کا حصہ"

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یعنی ایسی رقم جس میں کسر آرہی ہو اس سے کسر کو الگ کر لیں، کسر کا مخرج دیکھیں کیا ہے؟ اگر کسر ثلث ہوئی تو اس کا مخرج 3 ہوگا، اگر ربع ہوئی تو اس کا مخرج 4 ہوگا۔ اگر خمس ہوئی تو اس کا مخرج 5 ہوگا علیٰ ہذا القیاس جیسا کہ پیچھے مخرج کے باب میں گذرا۔ پھر بغیر کسر والی پوری رقم کو کسر کے مخرج کے ساتھ ضرب دیں جو جواب آئے اس میں کسر کو (یہاں یہ بات یاد رہے کہ کسر کو ایک پورا عدد کے طور پر) جمع کر دیں بلکہ یوں کہیں کہ حاصل ضرب میں ایک جمع کر دیں، اسی طرح جس عدد سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی تھی اس کو بھی ترکہ کے کسر کے مخرج کے ساتھ ضرب دیں۔ اس طرح آپ کے پاس دو حاصل ضرب آچکے ہیں ایک تو صحیح اعداد کو کسر کے مخرج سے جو ضرب دی تھی اس کا حاصل اور دوسرا وہ کہ جس عدد سے مسئلہ کی تصحیح کی تھی اس کو ترکہ کی کسر کے مخرج سے ضرب دی تھی اس کا حاصل۔

اب جیسے سابقہ قاعدہ میں آپ نے پڑھا اسی طرح کریں، پہلے تو یہ دیکھیں کہ تصحیح کا جو حاصل ہے اس میں اور ترکہ کے حاصل میں نسبت کیا ہے؟ اگر توافق کی ہے تو ہر وارث کو جو حصہ تصحیح سے حاصل ہوا تھا اس کو ترکہ کے وفق کے ساتھ ضرب دیں اور ماحصل کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کر دیں جو جواب آئے گا وہی اس فرد کا حصہ ہوگا اور اگر تصحیح اور ترکہ میں تباین ہے تو پھر جس فرد کا حصہ معلوم کرنا مقصود ہے اس کے ان سہام کو جو اس کو تصحیح سے حاصل ہوئے ترکہ کے کل کے ساتھ ضرب دیں اور ماحصل کو کل تصحیح پر تقسیم کر دیں جو جواب آئے گا وہی اس فرد کا حصہ ہوگا۔

مثال

جیسا کہ مذکورہ مسئلہ میں اگر ترکہ 25 دینار اور ثلث ہو تو پہلے صحیح اعداد (25) کو ضرب دیں گے کسر (ثلث) کے مخرج (3) کے ساتھ تو (۲۵×۳=۷۵) جواب 75 آئے گا۔ اس حاصل ضرب میں ایک جمع کر دیں گے تو (۷۵+۱=۷۶) جواب 76 آیا۔ چونکہ مسئلہ 6 سے بنا تھا اور عول ہوا تھا 8 کی طرف۔ تو 8 کو بھی کسر کے مخرج (3) سے ضرب دی تو (۸×۳=۲۴) حاصل ضرب 24 آیا۔ اب یوں سمجھیں گویا کہ ہمارے پاس کل ترکہ 76 سہام اور تصحیح 24 ہے۔ شوہر کے سہام 3 تھے ان کو کل ترکہ کے ساتھ ضرب دی تو (۷۶×۳=۲۲۸) حاصل ضرب 228 آیا۔ اب اس 228 کو تقسیم کیا تصحیح (24) پر تو (۲۲۸÷۲۴=۹.۵) "9 مکمل اور ایک آدھا" جواب آیا یہی شوہر کا حصہ ہے۔ اسی طرح ماں کے ایک حصہ کو بھی ضرب دی 76 کے ساتھ تو (۷۶×۱=۷۶) جواب 76 آیا اب اس کو تقسیم کیا 24 پر تو (۷۶÷۲۴=۳.۱۶) تین مکمل اور ایک سدس۔ یہی حصہ ہے ماں کا۔ اسی طرح بہن کے دو سہام کو ضرب دی 76 سے تو (۷۶×۲=۱۵۲) حاصل ضرب 152 ہوا۔ اب اس حاصل ضرب کو ہم نے تقسیم کیا 24 پر تو (۱۵۲÷۲۴=۶.۳۳) 6 مکمل اور ایک ثلث جواب آیا۔ یہی حصہ ہے ایک بہن کا اسی طرح دوسری بہن کا بھی 6 اور ثلث حصہ ہوگا۔

پڑتال:

(9 اور نصف + 3 اور 1 سدس + 6 اور 1 ثلث + 6 اور 1 ثلث) =

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(24+ثلثان+سدس+نصف)=(24،ثلثان+ثلثان)=

(24+1+ثلث)=(25+ثلث)=کل ترکہ

تصحیح میں سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ

تصحیح اور ترکہ میں نسبت توافق کا بیان

اگر تصحیح اور ترکہ میں نسبت توافق کی ہو تو ہر فریق کو تصحیح میں سے جو حصہ ملا اس کو ترکہ کے وفق سے ضرب دیں جو جواب آئے اس کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کر دیں جو جواب آئے گا وہ اس فریق کا تصحیح میں سے حصہ ہوگا۔

جیسا کہ کسی نے شوہر، چار عینی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں چھوڑی ہوں تو اصل مسئلہ 6 سے بنے گا جس میں سے نصف (3 سہام) شوہر کے، دو ثلث (4 سہام) عینی بہنوں کے اور ثلث (2 سہام) اخیافی بہنوں کے ہونگے اس طرح (۳+۴+۲=۹) عول ہو جائے گا 9 کی طرف۔

اگر فرض کریں کہ کل ترکہ 30 دینار ہیں تو ترکہ اور تصحیح کے درمیان نسبت توافق بالثلث کی ہے۔ شوہر کے تصحیح میں سے 3 سہام تھے ان کو ترکہ (۳۰) کے وفق (۱۰) کے ساتھ ضرب دی تو (۳×۱۰=۳۰) حاصل ضرب 30 آیا۔ اس 30 کو مسئلہ کے وفق (۳) پر تقسیم کیا تو جواب 10 آیا۔ یہ حصہ ہے شوہر کا 30 میں سے۔ عینی بہنوں کے سہام اصل مسئلہ سے 4 تھے۔ ان کے سہام کو ضرب دی ترکہ کے وفق (10) کے ساتھ تو حاصل ضرب 40 آیا۔ پھر اس حاصل ضرب کو تقسیم کیا مسئلہ (30) کے وفق (10) پر تو جواب 13 اور ایک ثلث آیا۔ یہ حصہ ہے چار عینی بہنوں کا تیس دیناروں میں سے۔ دو اخیافی بہنوں کے اصل مسئلہ میں سے 2 سہم تھے ان کو ترکہ (30) کے ثلث (10) کے ساتھ ضرب دی تو حاصل ضرب (20) آیا۔ اس کو تقسیم کیا مسئلہ کے ثلث پر تو حاصل تقسیم 6 اور دو ثلث آیا۔ یہ حصہ ہے دو اخیافی بہنوں کا ترکہ میں سے۔

نوٹ:

جب تصحیح اور ترکہ میں نسبت تداخل کی ہو تو اس کے متعلق احکام نسبت توافق والے ہی ہیں اس لئے اس کو مصنف نے الگ بیان نہیں کیا ہے۔

تصحیح اور ترکہ میں نسبت تباین کا بیان

اور اگر تصحیح و ترکہ میں نسبت تباین کی ہو تو ہر فریق کو تصحیح میں سے جو حصہ ملا ہے اس کو کل ترکہ کے ساتھ ضرب دیں گے، جو جواب آئے گا اس کو جمیع تصحیح پر تقسیم کر دیں گے جو جواب آئے گا وہ اس فریق کا حصہ ہوگا۔ جیسا کہ کسی نے شوہر، چار عینی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں چھوڑی ہوں تو مسئلہ 6 سے بنے گا جس میں سے نصف (3 سہام) شوہر کے، دو ثلث (4 سہام) عینی بہنوں کے اور ایک ثلث (2 سہام) اخیافی بہنوں کے۔ اس طرح عول ہو جائے گا 9 کی طرف

فرض کریں کہ کل ترکہ 32 دینار ہیں تو تصحیح اور ترکہ میں نسبت ''تباین'' کی ہے۔ چنانچہ شوہر کے تصحیح سے حاصل شدہ سہام

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(3) کو جمیع ترکہ (32) سے ضرب دی تو حاصل ضرب 96 آیا۔اس حاصل ضرب کو تقسیم کیا جمیع مسئلہ (9) پر تو حاصل تقسیم 10 اور دو ثلث آئے۔ یہ حصہ ہے شوہر کا 32 دیناروں میں سے۔عینی بہنوں کے چار سہام کو بھی جمیع ترکہ سے ضرب دی تو حاصل ضرب 128 آیا۔اس کو جمیع مسئلہ (9) پر تقسیم کیا تو حاصل تقسیم 14 اور دو تُسُع (1/9 ایک تُسُع ہوتا ہے) اخیافی بہنوں کے دو سہام کو جمیع ترکہ کے ساتھ ضرب دی تو حاصل ضرب 64 آیا۔اس حاصل ضرب کو تقسیم کیا جمیع مسئلہ پر تو حاصل تقسیم 7 اور ایک تُسُع آیا۔

قولہ واما فی قضاء الدیون الخ

قرض خواہوں کے درمیان وراثت تقسیم کرنے کا طریقہ

اس کا بہت آسان طریقہ ہے وہ یہ کہ ہر قرض خواہ کو ایک وارث کی طرح سمجھیں اور اس کا قرضہ ایسے سمجھیں جیسے وارث کے حصے میں سہام ہوتے ہیں اور تمام قرض خواہوں کا مجموعی قرضہ جو میت کے ذمہ تھا اس کو وراثت کی طرح سمجھیں اور وہی معاملہ کریں جو ورثاء کے ساتھ کیا تھا (یاد رہے کہ یہ ضرورت اس وقت پیش آئے گی جب میت نے اتنا مال نہ چھوڑا کہ تجہیز و تکفین کے بعد جو بچے وہ تمام قرض خواہوں کو پورا ہو سکے بلکہ قرضہ کی بہ نسبت مال کم چھوڑا ہو،اگر تجہیز و تکفین کے بعد مال اتنا ہے کہ تمام قرض خواہوں کے قرضے ادا ہو سکتے ہیں تو پھر اس تقسیم وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی۔

مثال

جیسا کہ کوئی شخص مرا،اس نے 9 دینار چھوڑے اور اس پر دو آدمیوں کا قرضہ تھا، ان میں سے ایک کے 10 دینار، دوسرے کے 5۔ہم نے یوں کیا کہ دونوں کے قرضوں کو جمع کیا تو 15 دینار ہو گئے یہ سمجھو کہ تصحیح ہوگئی۔اب 9 اور 15 میں نسبت دیکھی تو وہ توافق بالثلث کی تھی۔اب اس طرح کیا کہ جس قرض خواہ کے 10 دینار قرضہ تھا اس کے دس کو ضرب دی 15 کے وفق 3 کے ساتھ تو (۱۰×۳=۳۰) حاصل ضرب 30 آیا۔اس حاصل ضرب کو ہم نے تقسیم کیا تصحیح کے وفق (مجموع دیون کا وفق جو کہ 5 ہے) پر تو جواب (۳۰÷۵=٦) 6 آیا یہ حصہ اس قرض خواہ کو دیا جائے گا جس کا قرضہ 10 دینار تھا۔اور جس کے 5 دینار قرضہ تھا جب اس کے 5 کو ہم نے ضرب دی ترکہ کے وفق (3) کے ساتھ تو (۵×۳=۱۵) جواب 15 آیا۔پھر جب اس کو تصحیح کے وفق (5) پر تقسیم کیا تو (۱۵÷۵=۳) جواب 3 آئے گا یہی حصہ ہوگا اس قرضہ خواہ کا جس کا قرضہ 5 دینار تھا۔

تباین کی مثال

مثلاً مذکورہ مثال ہی میں اگر ترکہ 13 دینار فرض کریں۔تو تصحیح اور ترکہ کے درمیان نسبت تباین کی ہوگی، اب دس دیناروں والے کے 10 دیناروں کو ضرب دیں گے کل ترکہ (13) کے ساتھ تو (۱۰×۱۳=۱۳۰) حاصل ضرب 130 ہوگا۔اس

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حاصل ضرب کو تقسیم کریں کل تصحیح پر تو (۱۳۰÷۱۵=۸.۶۶) جواب 8 اور 2 ثلث آئے گا۔ یہی حصہ دیا جائے گا اس قرض خواہ کو جس کا قرض 10 دینار تھا۔ اور جس کا قرض 5 دینار تھا اس کے 5 کو ضرب دیں گے کل ترکہ (13) کے ساتھ تو (۱۳×۵=۶۵) حاصل ضرب 65 آئے گا۔ اس حاصل ضرب کو تقسیم کریں گے تصحیح (قرضوں کا مجموعہ جو کہ 15 ہے) پر تو (۶۵÷۱۵=۴.۳۳) جواب 4 اور ثلث آیا اس قرض خواہ کو یہ حصہ دیا جائے گا

پڑتال:

=8 اور 2 ثلث+4 اور 1 ثلث

=12 دینار+2 ثلث+1 ثلث

=12 دینار+(3 ثلث=1 دینار)

=(13) دینار

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَصْلٌ فِی التَّخَارُجِ

مَنْ صَالَحَ عَلٰی شَیْءٍ مِنَ التَّرِکَةِ فَاطْرَحْ سِهَامَهٗ مِنَ التَّصْحِیْحِ ثُمَّ اقْسِمْ مَا بَقِیَ مِنَ التَّرِکَةِ عَلٰی سِهَامِ الْبَاقِیْنَ کَزَوْجٍ وَّاُمٍّ وَعَمٍّ فَصَالَحَ الزَّوْجُ عَلٰی مَا فِی ذِمَّتِهٖ مِنَ الْمَهْرِ وَخَرَجَ مِنَ الْبَیْنِ فَتُقْسَمُ بَاقِی التَّرِکَةُ بَیْنَ الاُمِّ وَالْعَمِّ اَثْلَاثًا بِقَدْرِ سِهَامِهِمَا سَهْمَانِ لِلْاُمِّ سَهْمٌ لِلْعَمِّ اَوْ زَوْجَةٌ وَّاَرْبَعَةُ بَنِیْنَ فَصَالَحَ اَحَدُالْبَنِیْنَ عَلٰی شَیْءٍ وَخَرَجَ مِنَ الْبَیْنِ فَیُقْسَمُ بَاقِی التَّرِکَةُ عَلٰی خَمْسَةٍ وَّعِشْرِیْنَ سَهْمًا لِلْمَرْاَةِ اَرْبَعَةُ اَسْهُمٍ وَلِکُلِّ ابْنٍ سَبْعَةٌ

ترجمہ

''جوشخص کسی چیز پر صلح کرلے ترکہ سے تو تصحیح میں سے اس کے سہام ختم کردیئے جائیں پھر بقیہ ترکہ باقی ماندہ ورثاء پران کے سہام کے مطابق تقسیم کردیا جائے۔جیسا کہ شوہر ماں اور چچا،تو شوہر نے صلح کرلی اس حق مہر پر جو اس کے ذمہ تھا اور ورثاء میں سے نکل گیا۔تو باقی ترکہ ماں اور چچا کے درمیان ان کے سہام کے مطابق اثلاثاً تقسیم کیا جائے گا۔دوسہام ماں کے لئے اورایک سہم چچا کے لئے۔یابیوی اور چار بیٹے ہوں ان میں سے ایک بیٹے نے کسی چیز پر صلح کرلی اور ورثاء میں سے نکل گیا تو باقی ترکہ پچیس سہام میں تقسیم کرکے چار سہم بیوی کو دیں گے اور ہر بیٹے کو سات سہام''

تخارج کا بیان

تخارج کا مطلب یہ ہے کہ تمام ورثاء کی رضا مندی سے کوئی ایک وراث کوئی چیز لے کر اپنے حصۂ وراثت سے دست بردار ہوجائے۔ایسی صورت میں جب مسئلہ بنائیں گے تو اس کو''وارث'' فرض کریں گے،پھر جب تقسیم کریں گے تو کل مال کو انہی حصص پر تقسیم کریں گے جو ان کو اصل مسئلہ سے ملے تھے مثلاً کوئی عورت،شوہر،ماں اور چچا چھوڑ کر مری،شوہر کہے کہ میرے ذمہ جو عورت کا مہر واجب تھا وہ مجھے معاف کردیں اس کے بدلے میں اپنے حصہ وراثت سے دست بردار ہوتا ہوں۔تمام ورثاء بھی اس بات پر راضی ہوجائیں تو ایسا کرنا صحیح ہے اسی کا نام''تخارج'' ہے۔ورثاء میں چونکہ شوہر کا نصف اور ماں کا ثلث ہے اسلئے مسئلہ 6 سے بنا،جن میں سے 3 شوہر کے،2 ماں کے اور مابقی یعنی 1 چچا کا ہے۔

اب اصل مسئلہ میں ماں کے 2 اور چچا کا 1 ہے۔(اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر چچا کو ایک سہم ملے گا تو ماں کو دو،چچا کو دوملیں گے تو ماں کو چار)۔اس لئے اب کل ترکہ کے 3 حصے کرلئے جائیں گے جن میں 2 ماں کو اور ایک چچا کو دیں گے۔ جیسا کہ کسی نے 45 دینار چھوڑے،شوہر نے مہر پر صلح کرلی،اب ماں اور چچا کے درمیان یہ ترکہ تقسیم کرنا ہے تو یوں کریں گے کہ کل ترکہ کے 3 حصے کریں گے تو 15،15،15 کے تین حصے ہوجائیں گے اب ان میں سے دو حصے (30 دینار) ماں کو اور ایک حصہ (15 دینار) چچا کو دیئے جائیں گے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسئلہ ۶ طرح ۳ رد ۳

شوہر	ماں	چچا
نصف	ثلث	مابقی
×	۲	۱

یونہی اگر کسی نے زوجہ اور 4 بیٹے چھوڑے ہوں تو چونکہ زوجہ کا ثمن ہوتا ہے اس لئے مسئلہ 8 سے بنائیں گے، اس میں سے ایک حصہ زوجہ کا اور باقی سات حصے چار بیٹوں کے۔ ان میں سے ایک بیٹے نے اپنے حصہ پر صلح کر لی تو اس کا حصہ بھی ساقط کر کے دوسروں کے ساتھ شامل کریں گے اور ان کے کل سہام 25 بنائیں گے جن میں سے 4 بیوی کو اور بقیہ 21 تین بیٹوں کے لئے ہونگے اس طرح کہ ہر بیٹے کے لئے سات سات سہام ہونگے۔

مسئلہ ۲۵

بیوی	3 بیٹے
ثمن	مابقی
۴	۷+۷+۷=۲۱

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بَابُ الرَّدِّ

اَلرَّدُّ ضِدُّ الْعَوْلِ مَافَضُلَ عَنْ فَرْضِ ذَوِی الْفُرُوْضِ وَلَا مُسْتَحِقَّ لَهٗ یُرَدُّ عَلٰی ذَوِی الْفُرُوضِ بِقَدْرِ حُقُوقِهِمْ اِلَّا عَلٰی الزَّوْجَیْنِ وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الصَّحَابَةِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ وَبِهٖ اَخَذَاَصْحَابُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَقَالَ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَلْفَاضِلُ لِبَیْتِ الْمَالِ وَبِهٖ اَخَذَ مَالِكٌ وَّالشَّافِعِیُّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی ثُمَّ مَسَائِلُ الْبَابِ عَلٰی اَقْسَامٍ اَرْبَعَةٍ اَحَدُهَا اَنْ یَّكُوْنَ فِی الْمَسْأَلَةِ جِنْسٌ وَّاحِدٌ مِمَّنْ یُّرَدُّ عَلَیْهِ عِنْدَ عَدَمِ مَنْ لَّایُرَدُّ عَلَیْهِ فَاجْعَلِ الْمَسْئَلَةَ مِنْ رُؤسِهِمْ كَمَالَوْتَرَكَ بِنْتَیْنِ اَوْ اُخْتَیْنِ اَوْ جَدَّتَیْنِ فَاجْعَلِ الْمَسْأَلَةَ مِنَ اثْنَیْنِ وَالثَّانِی اِذَااجْتَمَعَ فِی الْمَسْئَلَةِ جِنْسَانِ اَوْ ثَلٰثَةُ اَجْنَاسٍ مِمَّنْ یُّرَدُّ عَلَیْهِ عِنْدَ عَدَمِ مَنْ لَّایُرَدُّ عَلَیْهِ فَاجْعَلِ الْمَسْأَلَةَ مِنْ سِهَامِهِمْ اَعْنِی مِنَ اثْنَیْنِ اِذَاكَانَ فِی الْمَسْأَلَةِ سُدُسَانِ اَوْ مِنْ ثَلٰثَةٍ اِذَا كَانَ فِیْهَا ثُلُثٌ وَّسُدُسٌ اَوْ مِنْ اَرْبَعَةٍ اِذَا كَانَ فِیْهَا نِصْفٌ وَّسُدُسٌ اَوْ مِنْ خَمْسَةٍ اِذَا كَانَ فِیْهَاثُلُثَانِ وَسُدُسٌ اَوْ نِصْفٌ وَّسُدُسَانِ اَوْنِصْفٌ وَّثُلُثٌ وَّالثَّالِثُ اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ الاَوَّلِ مَنْ لَّایُرَدُّ عَلَیْهِ فَاَعْطِ فَرْضَ مَنْ لَّایُرَدُّ عَلَیْهِ مِنْ اَقَلِّ مَخَارِجِهٖ فَاِنِ اسْتَقَامَ الْبَاقِی عَلٰی رُؤسِ مَنْ یُّرَدُّ عَلَیْهِ فَبِهَا كَزَوْجٍ وَّثَلٰثِ بَنٰتٍ وَّاِنْ لَّمْ یَسْتَقِمْ فَاضْرِبْ وَفْقَ رُؤسِهِمْ الْبَاقِی كَزَوْجٍ وَّسِتِّ بَنَاتٍ وَاِلَّا فَاضْرِبْ كُلَّ رُؤسِهِمْ فِی مَخْرَجِ فَرْضِ مَنْ لَّایُرَدُّ عَلَیْهِ فَالْمَبْلَغُ تَصْحِیْحُ الْمَسْأَلَةِ كَزَوْجٍ وَّخَمْسِ بَنَاتٍ وَالرَّابِعُ اَنْ یَّكُوْنَ مَع الثَّانِی مَنْ لَّایُرَدُّ عَلَیْهِ فَاقْسِمْ مَابَقِیَ مِنْ مَخْرَجِ فَرْضِ مَنْ لَّایُرَدُّ عَلَیْهِ عَلٰی مَسْأَلَةِ مَنْ یُّرَدُّ عَلَیْهِ فَاِنِ اسْتَقَامَ فَبِهَا وَهٰذافِی صُوْرَةٍ وَّاحِدَةٍ وَهِیَ اَنْ یَّكُوْنَ لِلزَّوْجَاتِ الرُّبُعُ وَالْبَاقِی بَیْنَ اَهْلِ الرَّدِّ اَثْلَاثًا كَزَوْجَةٍ وَّاَرْبَعِ جَدَّاتٍ وَسِتِّ اَخَوَاتٍ لِاُمٍّ وَاِنْ لَّمْ یَسْتَقِمْ فَاضْرِبْ جَمِیْعَ مَسْئَلَةِ مَنْ یُّرَدُّ عَلَیْهِ فِی مَخْرَجِ فَرْضِ مَنْ لَّا یُرَدُّ عَلَیْهِ فَالْمَبْلَغُ مَخْرَجُ فُرُوْضِ الْفَرِیْقَیْنِ كَاَرْبَعِ زَوْجَاتٍ وَّتِسْعِ بَنَاتٍ وَّسِتِّ جَدَّاتٍ ثُمَّ اضْرِبْ سِهَامَ مَنْ لَّایُرَدُّ عَلَیْهِ فِی مَسْئَلَةِ مَنْ یُّرَدُّ عَلَیْهِ وَسِهَامُ مَنْ یُّرَدُّ عَلَیْهِ فِیْمَا بَقِیَ مِنْ مَّخْرَجِ فَرْضِ مَنْ لَّایُرَدُّ عَلَیْهِ وَاِنِ انْكَسَرَ عَلٰی الْبَعْضِ فَتَصْحِیْحُ الْمَسَائِلِ بِالاُصُوْلِ الْمَذْكُوْرَةِ

ترجمہ

ردعول کی ضد ہے، ذوی الفروض کے حصوں سے جو بچ جائے اورعصبات میں سے کوئی حقدار نہ بچا ہوتو یہ ذوی الفروض پر ان کے حقوق کے مطابق دوبارہ لوٹا دیا جائے گا۔سوائے زوجین کے۔یہی قول ہے عام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اوراسی کو ہمارے اصحاب نے اختیار کیا ہے اورحضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بچا ہوا ''بیت المال'' کے لئے ہے اوراسی کو امام مالک اورامام شافعی رحمۃ اللہ علیہمانے اختیار کیا ہے۔پھراس باب کے مسائل چاراقسام پر ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مسئلہ میں صرف ایک جنس ہواور کوئی من لا یرد علیہ موجود نہ ہو،تو دو سے مسئلہ بنائیں گے۔جیسا کہ 2 بٹیاں یا2 بہنیں یا2 دادیاں چھوڑی ہوں۔تو مسئلہ 2 سے بنائیں گے۔اوردوسری قسم یہ ہے کہ جب مسئلہ میں دوجنسیں یا تین اجناس جمع ہوں جن پرلوٹایا جاتا ہے جبکہ کوئی من لا یرد علیہ موجود نہ ہو،تو مسئلہ ان کے سہام سے بنایا جائے گا۔یعنی دو سے مسئلہ بنائیں گے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جب کہ مسئلہ میں دوسدس ہوں یا تین سے مسئلہ بنائیں گے جبکہ مسئلہ میں ایک ثلث اورایک سدس ہو۔یا4سے مسئلہ بنائیں گے جبکہ مسئلہ میں نصف اورسدس ہو یا مسئلہ 5 سے بنائیں گے جبکہ مسئلہ میں دوثلث اورایک سدس یا نصف اوردوسدس ہوں یانصف اورایک ثلث ہو۔اورتیسری قسم یہ ہے کہ پہلے والوں کے ساتھ کویمن لا یردعلیہ موجود ہوتومن لا یردعلیہم کوان کا حصہ اقل مخارج سے دے دیا جائے گا۔پھر باقی ماندہ سہام اگرمن لا یردعلیہم کے رؤوس پر پورے پورے تقسیم ہوسکیں توفبھا جیسا کہ شوہر اورتین بیٹیاں اوراگر پوراپورا تقسیم نہ ہوسکے تو رؤوس کے وفق کوضرب دیں **من لایردعلیھم** کےفرض کےمخرج میں اگررؤوس اورمابقی میں نسبت توافق کی ہوجیسا کہ شوہراور چھ بیٹیاں ورنہ جمیع رؤوس کو **من لایردعلیھم** کےفرض کےمخرج میں ضرب دیں، جو جواب آئے گا وہ مسئلہ کی تصحیح ہوگی،جیسا کہ شوہراور پانچ بیٹیاں ۔اورچوتھی قسم یہ ہے کہ دوسرے والوں کے ساتھ **من لایردعلھیم** موجودہوں تو **من لایردعلیھم** کا حصہ نکالنے کے بعدمخرج سے جو بچ رہے وہ مابقی پرتقسیم کریں اگر پورے پورے تقسیم ہوجائیں توفبھا اور یہ صرف ایک ہی صورت میں ہوسکتا ہے اوروہ یہ ہے کہ بیویوں کے لئے ربع ہواور باقی اہل الرد کے درمیان اثلاثاً تقسیم کیا جائے جیسا کہ بیوی، چاردادیاں اور چھ اخیافی بہنیں ۔اوراگر پوراپورا تقسیم نہ ہوسکے تومن **یردعلیھم** کے جمیع مسئلہ کومن **لایردعلیھم** کےفرض کےمخرج میں ضرب دیں گے جو جواب آئے گا وہ دونوں فریقوں کے فروض کا مخرج ہوگا۔جیسا کہ چاربیویاں ،نوبیٹیاں اور چھ دادیاں پھرضرب دیں **من لایردعلیھم** کےسہام کو**من یردعلیھم** کےمسئلہ میں اورمن **یردعلیھم** کےسہام کو**من لایردعلیھم** کےفرض کےمخرج سے بچے ہوئے میں ضرب دیں گے اوراگر بعض پرسہام ٹوٹ جائیں تو مذکورہ اصول کےمطابق مسائل کی تصحیح کی جائے گی ۔

ردکابیان

قولہ الرد ضد العول الخ

رد،عول کی ضد ہے ۔اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سہام زیادہ ہوگئے اوران کو لینے والے لوگ کم ۔یعنی کہ عول میں لینے والے زیادہ اورسہام کم ہوتے ہیں یہاں اس کا الٹ ہوگیا کہ سہام زیادہ ہیں اور لینے والے کم ۔چنانچہ اصحاب فرائض کوان کے حصص دے دینے کے بعد جب کوئی عصبہ اوردوسراوارث نہ ہوجس کو یہ مالِ وراثت دیاجائے تواس بچے ہوئے مال کا کیا کِیاجائے گا؟ اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔

حضرت زیدرضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشادفرماتے ہیں:جو بچ جائے وہ دوبارہ ''**ذوی الفروض**'' کونہیں دیں گے بلکہ وہ'' **بیت المال**'' میں جمع کرادیا جائے گا۔

پہلی دلیل

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللہ تعالیٰ نے اصحاب فرائض کے حصص نصِ صریح کے ساتھ بیان فرمائے ہیں لہذا ان پر اگر ہم اضافہ کریں گے تو یہ شرعی حدود کی خلاف ورزی ہوگی اور قرآن کریم میں یہ ارشاد گرامی ہے:

مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے خواری کا عذاب ہے"

دوسری دلیل

جو مال زائد ہو اس کا کوئی مستحق نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی اس کا مستحق ہوتا تو اس کو مل جاتا۔ اس کا بڑھ جانا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا کوئی مستحق نہیں ہے اور جس کا کوئی مستحق نہ ہو وہ "بیت المال" کے لئے ہوتا ہے جیسا کہ کسی شخص کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال "بیت المال" میں دے دیا جاتا ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ جب پورے مال کا کوئی وارث نہ ہو تو وہ "بیت المال" میں دیا جاتا ہے تو جب بعض مال کوئی مستحق نہ ہوگا تو وہ بھی "بیت المال" میں ہی دیا جائے گا۔

احناف اور جمہور صحابہ کرام کا مذہب

ہمارا مذہب یہ ہے کہ وہ مال دوبارہ اصحاب فرائض پر لوٹایا جائے گا اور اس مرتبہ اصحاب فرائض میں سے زوج اور زوجہ کے علاوہ باقی سب کو ان کے حصہ کے مطابق دے دیں گے۔ یہی مسلک ہے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا بھی یہی مذہب ہے۔

پہلی دلیل

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

"اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے" (۸٦)

یعنی کہ میراث کے سلسلے میں رحم کی بنیاد پر الوالارحام میں سے بعض، بعض پر مقدم ہیں۔ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جمیع میراث میں "ذوی الارحام" کا بھی حصہ ہے ان کو یہ مال بطور صلہ رحمی کے دیا جاتا ہے اور میراث کے سلسلہ میں جو آیات ہیں وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کا ایک مقرر حصہ وراثت ہے جبکہ دونوں پر عمل کرنا واجب ہے اس لئے ہم حتیٰ الامکان دونوں پر عمل کریں گے۔ اس لئے آیات میراث کی بناء پر ہم نے ان کو ان کا مقررہ حصہ دیا اور پھر جو بچ گیا وہ ان کو اولوالارحام والی آیت کے پیش نظر صلہ رحمی کے طور پر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ چونکہ زوجین ذوی الارحام میں سے نہیں ہیں اس لئے ان کو رد میں شامل نہیں کیا

دوسری دلیل

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نبی اکرم ﷺ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کرنے کے لئے گئے تو حضرت سعد نے عرض کی :حضور ﷺ میری صرف ایک ہی بیٹی ہے اور کوئی وارث نہیں ہے۔ کیا میں اپنے جمیع مال کی وصیت کردوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے پھر عرض کی: حضور! ﷺ کیا نصف مال کی کردوں؟ آپ ﷺ نے پھر بھی منع فرمایا۔ یہاں تک کہ جب حضرت سعد نے عرض کی حضور! ﷺ ثلثِ مال کی کردوں؟ تو آپ نے فرمایا: ثلث بہتر ہے اور ثلث بہت ہے

اس حدیث سے یہ پتہ چلا کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ بیٹی جمیع مال کی وارث ہو جاتی ہے اور اس بات سے رسول اکرم ﷺ نے انکار بھی نہیں کیا

تیسری دلیل

حضرت سعد کو آقا علیہ السلام نے ''ثلث'' سے زائد کی وصیت کرنے سے منع کر دیا باوجودیکہ سوائے ایک بیٹی کے اور کوئی وارث بھی نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ لڑکی اگر نصف سے زائد کی **مستحق بالرد** نہ ہوتی تو حضرت سعد کے لئے **وصیت بالنصف** جائز ہوتا، لیکن آپ ﷺ نے **وصیت بالنصف** کو توان کے لئے جائز نہیں کیا، اس سے پتہ چلا کہ وہ لڑکی **مستحق بالرد** ہے اور یہی ہمارا دعویٰ تھا کہ جو مال اصحاب فرائض سے بچ جائے اور اس کو لینے والا کوئی دوسرا وارث نہ ہو تو وہ مال ان اصحاب فرائض پر لوٹایا جائے گا۔

چوتھی دلیل

حضرت مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاعنہ کے بیٹے کی وراثت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے ملاعنہکو ان کے بیٹے کے جمیع مال کا وارث بنایا۔

اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ کچھ حصہ تو اس کو بطور ذی فرض ملا اور باقی رد کے طور پر مل گیا اس کے علاوہ بیٹے کے جمیع مال کا وارث ہونے کی اور کوئی صورت نہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس طرح بقیہ اصحاب فرائض کو دوبارہ حصے دیئے جاتے ہیں اسی طرح زوجین کو بھی دیں گے اور کسی کو بھی محروم نہیں کریں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: تین اصحاب فرائض ایسے ہیں کہ جن کو دوبارہ تقسیم میں کچھ نہیں ملے گا۔

(i) زوج

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(ii)زوجہ

(iii)دادی

<u>قولہ ثم مسائل الباب علیٰ اقسام اربعۃ الخ</u>

باب الرد کے مسائل

اس باب کے مسائل چار قسم کے ہیں اس لئے کہ مسئلہ میں موجود ورثہ جن پر مال رد کیا جارہا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں کہ من یرد علیہم ایک جنس سے ہونگے یا متعدد اجناس سے ۔ بصورت اول پھر دو حال سے خالی نہیں کہ ورثاء میں کوئی من لا یرد علیہ ہیں یا نہیں ۔ بصورت اول تیسرا مسئلہ اور بصورت ثانی پہلا مسئلہ، یونہی بصورت ثانی بھی دو حال سے خالی نہیں کہ ان میں کوئی من **لا یرد علیہ** موجود ہے یا نہیں بصورت اول چوتھا مسئلہ اور بصورت ثانی دوسرا۔ اس طرح کل چار مسائل ہوئے ۔

(i)مسئلہ میں موجود ورثاء ایک ہی جنس سے تعلق رکھتے ہوں اور ان میں کوئی من **لا یرد علیہ** (ایسا شخص جو رد کا اہل نہیں ہے)نہ ہو

(ii)مسئلہ میں موجود ورثاء متعدد اجناس سے تعلق رکھتے ہوں اور ان میں کوئی **من لا یرد علیہ** (ایسا شخص جو رد کا اہل نہیں ہے)نہ ہو۔

(iii)مسئلہ میں موجود ورثاء ایک جنس سے تعلق رکھتے ہوں اور ان میں کوئی **من لا یرد علیہ** (ایسا شخص جو رد کا اہل نہیں ہے) بھی ہو۔

(iv)مسئلہ میں موجود ورثاء متعدد اجناس سے تعلق رکھتے ہوں اور ان میں کوئی **من لا یرد علیہ** (ایسا شخص جو رد کا اہل نہیں ہے) بھی ہو۔

<u>پہلا مسئلہ</u>

مسئلہ میں جنس ایک ہو اور کوئی **من لا یرد علیہ** نہ ہو۔

ایسی صورت میں اس جنس واحد کے جمیع رؤوس کو دیکھیں گے کہ کتنے ہیں جتنے ان کے رؤوس ہونگے اتنے سے مسئلہ بنائیں گے جیسا کہ میت نے دو بیٹیاں یا دو بہنیں یا دو دادیاں چھوڑی ہوں تو ایسی صورت میں ان کے سہام ایک جیسے ہیں ۔اور ان کی تعداد ''2'' ہے لہذا مسئلہ ''2'' سے بنائیں گے اور ایک ایک دونوں کو دے دیں گے ۔جیسا کہ عصبات میں ہوتا ہے یعنی کوئی دو بیٹے یا دو بھائی چھوڑ کر مرا ہو تو مسئلہ ''2'' سے بنائیں گے اور دونوں کو ایک ایک دے دیں گے کیونکہ کوئی اور وارث تو موجود ہے نہیں جس کو مالِ وراثت دیا جائے گا۔ لینے والے یہی ہیں لہذا انہیں میں تقسیم کیا جائے گا ۔اس لئے دو سے مسئلہ بنا کر ہر ایک کو ایک ایک دے دیا۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسئلہ۲

2بیٹیاں	یا	2دادیاں	یا	2بہنیں
۲=۱+۱	،	۲=۱+۱	،	۲=۱+۱

دوسرامسئلہ

جب مسئلہ میں دو یا دو سے زیادہ اجناس جمع ہوجائیں اور ساتھ کوئی **من لایرد علیہ** موجود نہ ہو، ایسی صورت میں مسئلہ **من یرد علیہ** کے سہام سے بنایا جائے گا یعنی کہ **من یرد علیہ** کے کل سہام دیکھ لیں گے کہ کتنے ہیں سب کے مجموعے سے مسئلہ بنالیں گے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر مسئلہ میں دو سدس جمع ہورہے ہوں تو مسئلہ دو سے بنے گا جیسا کہ کسی نے ایک دادی اور ایک اخیافی بہن چھوڑی ہو، چونکہ دادی کا سدس، اور اخیافی بہن کا بھی سدس ہوتا ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنایا ان میں سے ایک دادی اور ایک اخیافی بہن کا۔ چونکہ دونوں کے فرضی حصص برابر ہیں اسلئے اب جو بچا ہے وہ بھی ان پر برابر تقسیم کیا جائے گا اس لئے بقیہ چار بھی ان پر برابر تقسیم کریں گے تو ان کو مزید 2،2 سہام مل جائیں گے، اس طرح ان کے کل سہام تین تین ہوگئے، تو کیوں نہ ہم آغاز ہی سے مسئلہ دو سے بنالیں تا کہ ان دونوں کو نصف نصف آجائے۔

مسئلہ ۶ بالرد ۲

دادی	اخیافی بہن
سدس	سدس
1	1

ثلث اور سدس جمع ہونے کی مثال

اور اگر مسئلہ میں ثلث اور سدس ہوں تو مسئلہ 3 سے بنائیں گے جیسا کہ کسی نے ماں اور دو اخیافی بھائی چھوڑے اس میں ماں کا سدس اور دو اخیافی بھائیوں کا سدس ہے چونکہ مسئلہ میں سدس موجود ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنائیں گے اور اس میں سے ماں کو 1، اور دو اخیافی بھائیوں کو 2 سہام ملیں گے۔ کل سہام تین ہوئے۔ باقی بچے 3۔ اب یہ بھی ماں اور اخیافی بھائیوں کو ان کے سہام کے مطابق تقسیم کریں گے۔ ان کے سہام میں نسبت دو ایک کی ہے لہذا جس کے دو ہیں اس کو دو اور جس کا ایک ہے اس کو ایک دیں گے اب ماں کے پاس دو سدس یعنی کہ ثلث، اور بھائیوں کے پاس ثلثان ہے جب کہ ثلث اور ثلثان میں نسبت ایک اور دو کی ہے اور جہاں نسبت ایک اور دو کی ہو وہاں مسئلہ 3 سے حل ہوا کرتا ہے اس لئے ہم اول ہی سے کل سہام 3 کر لیتے ہیں، ان میں سے ایک ماں کو اور دو بھائیوں کو دے دیں گے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسئلہ ۶ بالرد ۳

2اخیافی بھائی	ماں
ثلث	سدس
۲	۱

نصف اورسدس جمع ہونے کی مثال

اوراگرمسئلہ میں نصف اورسدس ہوتوایسی صورت میں مسئلہ 4سے بنائیں گےجیسا کہ کسی نے بیٹی اور پوتی چھوڑی ہو بیٹی کا نصف اور پوتی کا سدس تکملة للثلثین چونکہ مسئلہ میں نوع اول کا نصف جمع ہورہا ہےنوع ثانی کے ساتھ،اس لئے مسئلہ 6سے بنایا۔بیٹی کے 3اور پوتی کا 1 سہم ہوگا۔باقی بچے دو۔نسبت تین اورایک کی ہےاور جہاں نسبت تین اورایک کی ہو وہاں مسئلہ 4سے بنایا کرتے ہیں تاکہ ایک کو تین اوردوسرے کوایک سہم مل سکے چنانچہ مسئلہ 4سے بنایا۔اس میں سے ایک پوتی کو اورتین بیٹی کو دیئے

مسئلہ ۶ بالرد ۴

پوتی	بیٹی
سدس	نصف
۱	۳

اوراگرمسئلہ میں ثلثان اورسدس،نصف اورسدسان یا نصف اورثلث جمع ہورہے ہوں تو مسئلہ 5سے بنائیں گے۔

ثلثان اورسدس کے جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے دو بیٹیاں اور ماں چھوڑی ہو چونکہ مسئلہ میں سدس سب سے چھوٹا ہے اس لئے مسئلہ 6سے بنایا جس میں سے دوبیٹیوں کے لئے 4اور ماں کے لئے 1۔ دونوں کے سہام میں نسبت ایک اور چار کی ہے اور جب نسبت ایک اور چار کی ہوتو مسئلہ 5سے بنایا کرتے ہیں تاکہ اس میں سے 4ایک کو اور 1 دوسرے کومل جائے لہذا مسئلہ پانچ سے بنایا جس میں سے 4دوبیٹیوں کو اور 1 ماں کو دیا۔

مسئلہ ۶ بالرد ۵

2بیٹیاں	ماں
ثلثان	سدس
4	1

نصف اورسدسان جمع ہونے کی مثال

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جیسا کہ کسی نے بیٹی ،ایک اخیافی بہن اور ماں چھوڑی ہو۔بیٹی کا نصف ،اخیافی بہن کا سدس اور ماں کا سدس ہے۔چونکہ مسئلہ میں ''سدس'' موجود ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنایا جس میں سے 3 بیٹی کے لئے ،1 اخیافی بہن کے لئے اور 1 ماں کے لئے ۔باقی بچا 1۔چونکہ تینوں کے اصل سہام میں نسبت تین اور ایک،ایک (گویا کہ تین اوردو) کی ہے اس لئے مسئلہ 5 سے بنایا جس میں سے تین بیٹی کو اور ایک ایک ماں اور اخیافی بہن کو دیئے۔

مسئلہ ٦ بالرد ٥

بیٹی	اخیافی بہن	ماں
نصف	سدس	سدس
3	1	1

نصف اور ثلث جمع ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے ایک عینی بہن اور دو اخیافی بہنیں چھوڑی ہوں تو عینی بہن کا نصف، اور دو اخیافی بہنوں کا ثلث ۔تو قانون کے مطابق مسئلہ 6 سے بنایا ۔جس میں سے 3 عینی بہن کو اور 2 اخیافی بہنوں کو دیئے، باقی بچا 1۔یہ دونوں فریقوں میں دو اور تین کی نسبت سے تقسیم ہوگا۔کیونکہ دونوں میں نسبت تین اور دو کی ہے اور جہاں نسبت 2 اور 3 کی ہو وہاں کل حصص پانچ بناتے ہیں تا کہ ایک فریق کو 3 اور دوسرے کو 2 حصے مل سکیں۔ چنانچہ ہم نے مسئلہ 5 سے بنایا اس میں سے 3 عینی بہن کو اور 2 اخیافی بہنوں کو دیئے۔

مسئلہ ٦ بالرد ٥

عینی بہن	2 اخیافی بہنیں
نصف	ثلث
3	2

نوٹ:۔مذکورہ مثالیں تو اس صورت کی ہیں کہ جتنے سے مسئلہ بنایا ہے وہ مـن یـرد علیـه کے رؤوس پر پورا پورا تقسیم ہو جائے اور اگر جس عدد سے مسئلہ بنایا گیا ہے وہ من یرد علیه کے رؤوس پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا تو پھر ان پر تقسیم کرنے کے لئے سابقہ قانون کے مطابق عمل کریں گے یعنی کہ متاثرہ فریق کو دیکھیں گے کہ ایک ہے یا زیادہ، اگر ایک ہو تو اگر رؤوس وسہام میں نسبت'' توافق'' کی ہے تو رؤوس کے وفق کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے اور حاصل ضرب سے مسئلہ حل کریں گے اور اگر رؤوس وسہام میں نسبت تباین کی ہے تو پھر جمیع رؤوس کو ضرب دیں گے اصل مسئلہ میں، جو حاصل ضرب ہوگا اس سے سہام تقسیم کریں گے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اوراگرمتاثرہ فریق ایک سے زیادہ ہوں تو پھران کے رؤوس میں نسبت دیکھیں گے اگر تداخل ہوتو سب سے بڑے کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے جو جواب آئے اس سے سہام تقسیم کریں۔اوراگرنسبت توافق کی ہوتو ایک کے وفق کو دوسرے کے کل کے ساتھ ضرب دیں گے جو جواب آئے گا اس کو اگلے کے وفق میں ضرب دیں گے اگراس فریق کے رؤوس اوراس کے سہام میں نسبت توافق کی ہو۔ورنہ جمیع رؤوس سے ضرب دیں گے، یہاں سے جو جواب آئے اس کو اگلے فریق کے اس وفق میں ضرب دیں گے جو اس کے رؤوس اورسہام میں بنا تھا یہ صورت اس وقت ہے کہ اس فریق کے رؤوس اورسہام میں نسبت توافق کی ہو،اگر تباین کی ہوتو جمیع رؤوس سے ضرب دیں گے۔علیٰ ہذالقیاس تمام فریقوں کے ساتھ کریں گے جب تمام کی ضربیں پوری ہوجائیں تو جو حاصل ضرب ہوگا اس کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے جو یہاں سے جواب آئے گا اس سے سہام تقسیم کریں گے۔سمجھانے کے لئے اس کی ایک مثال درج ذیل ہے۔

جیسا کہ کوئی شخص ایک بیٹی اورتین پوتیاں چھوڑکرمراہوتو بیٹی کا نصف اور پوتیوں کے لئے سدس ہے۔چنانچہ مسئلہ 6 سے بنایا، جس میں سے بیٹی کے لئے 3 اور پوتیوں کے لئے 1۔ چونکہ ان کے سہام میں نسبت 3اور1 کی ہے، اس لئے مسئلہ 4 سے بنایا، جس میں سے بیٹی کے لئے 3 اورتین پوتیوں کے لئے 1 سہم ہے۔یہ ایک سہم تین پوتیوں پر پوراپورا تقسیم نہیں ہورہا ، چونکہ متاثرہ فریق صرف ایک اوراس فریق کے سہام (1) کی اس کے رؤوس کے ساتھ نسبت ''تباین'' کی ہے، اس لئے جمیع رؤوس کو اصل مسئلہ 4 سے ضرب دی تو (۳×۴=۱۲) حاصل ضرب 12 ہوا۔اب بیٹی کے (3) سہام کو بھی 3 ہی سے ضرب دی تو (۳×۳=۹) حاصل ضرب 9 ہوا۔تو بیٹی کو 9 سہام دیئے باقی بچے 3۔اور پوتیوں کا ایک سہم تھا اس کو بھی 3 سے ضرب دی تو (۱×۳=۳) حاصل ضرب 3 ہوا۔تو یہ پوتیوں کو ایک ایک کرکے دیں گے، اس طرح تمام سہام پورے پورے تقسیم ہوگئے۔

مسئلہ ۶ بالرد ۴×۳= تصحیح ۱۲

بیٹی	3 پوتیاں
نصف	سدس
۳×۳=۹	۱×۳=۳÷۳=۱

تیسرا مسئلہ

جب مسئلہ میں **من یرد علیہ** ایک جنس کے ہوں اورساتھ کوئی **من لایرد علیہ** بھی موجود ہو، ایسی صورت میں **من لایرد علیہ** کو اس کے اقل مخارج سے حصہ دے کرفارغ کردیں گے (اقل مخارج سے یہاں یہ مراد ہے کہ اگر **من لایرد علیہ** زوج ہے تو اس کا مخرج 2 یا 4 ہوگا۔اوراگر **من لایرد علیہ** زوجہ ہے تو اس کا اقل مخارج 4 یا 8 ہوگا چنانچہ وہ جس کا بھی مستحق ہواس کو وہ دے کرفارغ کردیا جائے گا) پھراس کا حصہ نکالنے کے بعد دیکھیں گے کہ جو سہام باقی بچے ہیں وہ **من یرد علیہ** پر پورے پورے تقسیم ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر پورے پورے تقسیم ہوجائیں تو فبھا ورنہ ان میں نسبت دیکھیں گے اگر توافق کی ہوگی تو متاثرہ **من یرد علیہ** کے وفق کو ضرب دیں گے **من لایرد علیہ** کے فرض کے مخرج میں اوراگر نسبت تباین کی ہوتو من

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یرد علیہ کے جمیع رؤس کو ضرب دیں گے من لایرد علیہ کے فرض کے مخرج میں جو جواب آئے اس سے سہام تقسیم کریں گے۔

مثال نمبر 1

من لایرد علیہ کو اقل مخارج سے دے کر مابقی ان کے رؤس پر پورا پورا تقسیم ہو جائے تو اس کی مثال درج ذیل ہے۔
جیسا کہ کوئی عورت، شوہر اور تین بیٹیاں چھوڑ کر مری ہو تو اس میں شوہر کا ''ربع'' اور تین بیٹیوں کا ''ثلثان'' ہے اس میں اقل مخارج 4 ہے، لہذا اس میں سے شوہر کو ''ربع'' دیا۔ اصل مسئلہ میں سے اس کو نفی کر دیا، باقی بچے 3۔ یہ 3 تین بیٹیوں پر برابر تقسیم ہو جائیں گے ہر بیٹی کو ایک ایک سہم آئے گا اس طرح من لایرد علیہ کو دینے کے بعد مابقی من یرد علیہ کے رؤس پر پورا پورا تقسیم ہو گیا۔

مسئلہ ۴ بالرد ۳

شوہر	3 بیٹیاں
ربع	ثلثان
1	۳=۱+۱+۱

مثال نمبر 2

من لایرد علیہ کا حصہ نکال کر مابقی من یرد علیہ پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا اور ان رؤس و مابقی میں نسبت توافق کی ہے۔

جیسا کہ کوئی عورت، شوہر اور 6 بیٹیاں چھوڑ کر مری ہو تو شوہر کا ''ربع'' اور 6 بیٹیوں کا ''ثلثان'' ہوگا، اس میں اقل مخرج 4 ہے۔ لہذا مسئلہ 4 سے بنا کر شوہر کو اس کا حصہ (1) دے دیں گے باقی بچے 3۔ اب من یرد علیہ پر مابقی (3) پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے جبکہ ان کے رؤس اور مابقی میں نسبت ''توافق'' کی ہے اور 6 اور 3 متوافق بالثلث ہیں لہذا 6 کے وفق 2 کو ضرب دی من لایرد علیہ کے فرض (ربع) کے مخرج (۴) میں، تو (۴×۲=۸) حاصل ضرب 8 ہوا۔ اب قانون کے مطابق شوہر کے سہم (1) کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو (۱×۲=۲) حاصل ضرب 2 آیا۔ یہی حصہ ہے شوہر کا۔ یونہی بیٹیوں کے سہام (۳) کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو (۳×۲=۶) حاصل ضرب 6 آیا، چنانچہ ہر بیٹی کو ایک ایک سہم مل جائے گا۔

مسئلہ ۴×۲=۸ تصحیح

شوہر	6 بیٹیاں
ربع	ثلثان
۲	۶÷۶=۱

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مثال نمبر 3

من لایرد علیه کا حصہ نکال کر مابقی **من یرد علیه** پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا اور مابقی اور رؤوس کے درمیان نسبت تباین کی ہے۔

جیسا کہ کسی نے شوہر اور پانچ بیٹیاں چھوڑی ہوں ۔شوہر کا ''ربع'' اور پانچ بیٹیوں کا ''ثلثان'' ہے ۔ان کا اقل مخرج ''ربع'' ہے لہذا مسئلہ 4 سے بنا کر **من لایرد علیہ** کا حصہ (1) نکالا تو باقی 3 بچے، تین سہام پانچ رؤوس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے جبکہ **من یرد علیہ** کے رؤوس (5) اور ماقبی (3) میں نسبت تباین کی ہے لہذا جمیع رؤوس (5) کو ضرب دی **من لایرد علیہ** کے فرض (ربع) کے مخرج (4) کے ساتھ تو اس طرح (۵×۴=۲۰) حاصل ضرب 20 ہوا۔اب چونکہ اصل مسئلہ کو ضرب دی 5 کے ساتھ اس لئے شوہر کے سہام (1) کو بھی اسی 5 سے ضرب دی تو (۱×۵=۵) حاصل ضرب 5 آیا۔یہی حصہ ہے شوہر کا۔ یونہی بیٹیوں کے سہام (3) کو بھی ضرب دی 5 کے ساتھ تو (۳×۵=۱۵) حاصل ضرب 15 آیا۔ یہی حصہ پانچ بیٹیوں کا ۔اب اگر ہر بیٹی کا حصہ نکالنا ہو تو ان 15 کو تقسیم کردیں رؤوس (5) پر، چنانچہ 15 کو 5 پر تقسیم کیا تو (۱۵÷۵=۳) حاصل ضرب 3 آیا، معلوم ہوا کہ ہر بیٹی کا حصہ تین ہے (۳+۳+۳+۳+۳ = ۱۵) اس طرح تمام سہام پورے پورے تقسیم ہو گئے ۔

مسئلہ ۴×۵=۲۰

م

شوہر	5 بیٹیاں
ربع	ثلثان، رد
۱×۵=۵	۳×۵=۱۵

چوتھا مسئلہ

مسئلہ میں **من یرد علیه** دو یا دو سے زیادہ جنس کے ہوں اور ساتھ کوئی **من لایرد علیه** بھی موجود ہو۔

ایسی صورت میں **من لایرد علیہ** کا اقل مخرج سے حصہ نکال کر دیکھیں گے کہ ماقبی جو ہے وہ **من یرد علیہ** پر پورا پورا تقسیم ہو رہا ہے یا نہیں؟ اگر پورا پورا تقسیم ہو جائے تو کردیں گے اور اگر پورا پورا تقسیم نہ ہو تو پھر **من یرد علیہ** کے جمیع مسئلہ کو **من لایرد علیه** کے فرض کے مخرج میں ضرب دیں گے جو جواب آئے گا اس سے **من لایرد علیه** اور **من یرد علیه** کے سہام تقسیم کریں گے ۔

مثال نمبر 1

جب مسئلہ میں **من لایرد علیہ** کا حصہ نکال کر ماقبی **من یرد علیہ** پر پورا پورا تقسیم ہو جائے جیسا کہ کوئی شخص بیوی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

، چار دادیاں اور 6 اخیافی بہنیں چھوڑ کر مرا ہو تو بیوی کا ربع ، دادیوں کا سدس اور بہنوں کا ثلث ہے۔ان میں اقل '' ربع'' ہے۔اس لئے مسئلہ 4 سے بنایا ان میں سے ایک بیوی کو ملا ، باقی بچے 3۔اور من یرد علیه کے سہام میں نسبت دو اور ایک کی ہے کیونکہ دو سدس ہوں تو ایک ثلث بنتا ہے گویا کہ تین سدس تھے جن میں ایک سدس ایک طرف اور دو سدس ایک طرف۔جس طرف دو سدس تھے وہ دو مل کر ایک ثلث ہو گئے ، چونکہ دونوں کے سہام میں نسبت 1 اور 2 کی ہے اور جہاں ایسی نسبت ہو وہاں مسئلہ 3 سے بناتے ہیں تا کہ ایک کو 2 اور دوسرے کو 1 سہم مل جائے ، چنانچہ بقیہ تین میں سے ایک ''سدس'' دادیوں کو اور دو اخیافی بہنوں کو دے دیئے اس طرح تمام سہام ان کے فریقوں پر پورے پورے تقسیم ہو گئے۔

یہاں تک تو مسئلہ حل ہو گیا ، لیکن دادیاں 4 ہیں ، جبکہ ان کا سہم ایک ، جو کہ چار پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا۔ یونہی 6 بہنوں پر 2 سہام پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے۔ان کی تصحیح کے لئے پہلے ہم نے دیکھا کہ متاثرہ فریق ایک سے زیادہ ہیں تو ان کے رؤوس میں نسبت دیکھی۔ دادیوں کے سہام پورے نہیں ہو رہے اور ان کے سہام اور رؤوس میں نسبت تباین کی ہے ہم نے ''جدات'' کے جمیع عدد رؤوس (4) کو محفوظ کر لیا۔ یونہی 6 بہنوں پر 2 سہام پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے تھے ، جب کہ ان کے رؤوس اور سہام میں نسبت توافق بالنصف کی ہے۔ چنانچہ ان کے رؤوس کے وفق 3 کو محفوظ کر لیا۔ محفوظ شدہ اعداد ۴ اور ۳ ہیں اب ان محفوظ شدہ اعداد میں ہم نے نسبت دیکھی تو وہ ''تباین'' کی ہے۔ چنانچہ جمیع رؤوس کو جمیع سے ضرب دی تو (۴×۳=۱۲) حاصل ضرب 12 ہوا۔اب اس حاصل ضرب کو من لا یرد علیه کے فرض (ربع) کے مخرج (4) کیساتھ ضرب دی تو (۱۲×۴=۴۸) حاصل ضرب 48 ہوا۔اب اس سے تمام کے سہام تقسیم ہونگے۔

چنانچہ بیوی کا سہم ایک تھا اس کو بھی ضرب دی اسی عدد (12) کے ساتھ۔تو (۱۲×۱=۱۲) حاصل ضرب 12 ہوا۔یہی حصہ ہے بیوی کا۔اور دادیوں کا بھی ایک ہی حصہ تھا اس کو بھی ضرب دی 12 سے تو (۱۲×۱=۱۲) یہاں بھی حاصل ضرب 12 آیا۔ یہی حصہ ہے دادیوں کا۔ (۳+۳+۳+۳=۱۲) ہر دادی کو تین تین سہام ملیں گے۔یونہی 6 بہنوں کے 2 سہام کو بھی ضرب دی 12 سے تو (۱۲×۲=۲۴) حاصل ضرب 24 آیا۔یہی حصہ ہے بہنوں کا (۴+۴+۴+۴+۴+۴=۲۴) ہر بہن کو 4 سہام ملیں گے۔

مسئلہ ۴×۱۲= تصحیح ۴۸

م

6 اخیافی بہنیں	4 دادیاں	بیوی
ثلث	سدس	ربع
۲×۱۲=۲۴÷۶=۴	۱×۱۲=۱۲÷۴=۳	۱×۱۲=۱۲

مثال نمبر 2

جب مابقی سہام من یرد علیه کے فریقوں پر پورے پورے تقسیم نہ ہو رہے ہوں جیسا کہ کوئی چار بیویاں 9 بیٹیاں اور 6 دادیاں چھوڑ کر مرا ہو۔چار بیویوں کا ''ثمن'' 9 بیٹیوں کا ''ثلثان'' اور 6 دادیوں کا ''سدس'' ہے۔اب قانون کے مطابق مسئلہ 24 سے بننا چاہئے۔لیکن جیسا کہ پیچھے بھی ہم اقل مخرج ہی سے مسئلہ بناتے رہے ہیں اسی طرح یہاں بھی اقل مخرج سے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسئلہ بنائیں گے کیونکہ جس مسئلہ میں رد آرہا ہواس کو اقل مخرج ہی سے بناتے ہیں، چنانچہ اقل مخرج ''ثمن'' تھا اس لئے مسئلہ 8 سے بنایا۔جس میں سے ایک ثمن بیویوں کا۔اور باقی بچے 7۔اب **مـن یـرد عـلیـه** کے فریقوں کے سہام میں نسبت 4اور 1 کی ہے، کیونکہ ایک فریق کا سدس ہے اور دوسرے کا ثلثان۔اور سدس کو ڈبل کریں تو ثلث بنتا ہے اور ثلث کو ڈبل کریں تو ثلثان بنتا ہے جیسا کہ 1 کو ڈبل کریں تو 2 بنتا ہے اور 2 کو ڈبل کریں تو 4 بنتا ہے۔معلوم ہوا کہ دونوں کے سہام میں نسبت 4اور 1 کی ہے اور جہاں نسبت 4ور 1 کی ہو، وہاں مسئلہ 5 سے بنایا جاتا ہے تا کہ اس میں سے ایک کو 4اور دوسرے کو 1 مل جائے، اور ویسے بھی یہاں پر ''ثلثان'' اور ''سدس'' جمع ہو رہا ہے اور پیچھے گزرا کہ جب مسئلہ میں ''ثلثان'' اور ''سدس'' جمع ہو رہے ہوں تو مسئلہ 5 سے بناتے ہیں لہذا مسئلہ 5 سے بنایا۔اب باقی بچا ہے 7۔یہ سات، پانچ پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے تو اب یوں کریں گے کہ **من یـرد عـلیـه** کے جمیع مسئلہ (5) کو ضرب دیں گے **مـن لایـرد عـلیـه** (بیوی) کے فرض (ثمن) کے مخرج (8) کے ساتھ۔اس طرح (۸×۵=۴۰) حاصل ضرب 40 ہوا۔

اب چالیس سے دونوں فریقوں یعنی کہ **من یـرد علیه** اور **من لا یـرد علیه** کے سہام تقسیم کئے جائیں گے، ان سہام کی تقسیم کے لئے سابقہ قانون کا سہارا لیں گے کہ **من لا یرد علیه** کے فرض کے مخرج کو جس عدد سے ضرب دی ہے اسی عدد کے ساتھ تمام فریقوں کے سہام کو ضرب دیں گے جو جواب آئے وہی اس فریق کا حصہ ہوگا۔چنانچہ بیویوں کا حصہ ایک تھا اس کو ضرب دی 5 کے ساتھ (کیونکہ اسی کے ساتھ ضرب دی تھی 8 کو) تو (۱×۵=۵) حاصل ضرب 5 آیا۔یہی حصہ ہے چار بیویوں کا۔40 میں سے 5 نکالے تو باقی 35 بچے یہ ہے حصہ **مـن یـرد عـلیـه** کے جمیع فریقوں کا ان 35 کے پانچ حصے بنالو تو سات سات کے پانچ حصے بن جائیں گے (۳۵÷۵=۷) اب ان پانچ حصوں میں سے ایک حصہ (۷) دادیوں کو اور چار حصے (۲۸) 9 بیٹیوں کو دیں گے۔

یہاں تک یہ قانون مکمل ہوا ہے کہ تمام فریقوں کو اپنے اپنے سہام مل گئے لیکن ابھی ایک بات باقی ہے کہ ہر فریق کے ہر فرد کو اس کا حصہ نہیں ملا۔چنانچہ ہر فریق کے ہر فرد کو اس کا حصہ دینے کے لئے سابقہ تصحیح کے قانون کا سہارا لینا پڑے گا، ہم نے دیکھا کہ نہ تو بیویوں پر ان کے سہام پورے پورے تقسیم ہو رہے ہیں نہ دادیوں پر ان کے سہام اور نہ ہی بیٹیوں پر ان کے سہام پورے پورے تقسیم ہو رہے ہیں۔بیویوں کے سہام اور ان کے رؤس میں نسبت ''تباین'' کی ہے، اس لئے ان کے جمیع رؤس (۴) محفوظ کر لیا۔بیٹیوں کے سہام بھی ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے، جبکہ ان کے رؤس (۹) اور سہام (۲۷) میں بھی نسبت ''تباین'' کی تھی، اس لئے ان کے بھی جمیع رؤس (۹) کو محفوظ کر لیا۔یونہی دادیوں کے سہام (۷) بھی ان پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے تھے جب کہ اس فریق کے رؤس (۶) اور سہام (۷) کے درمیان بھی نسبت ''تباین'' کی تھی، اس لئے ان کے بھی جمیع رؤس (۶) کو محفوظ کر لیا، اس طرح ہمارے پاس جمع شدہ اعداد (۴،۹،۶) ہوئے۔

اب ہم ان کے درمیان نسبتیں دیکھیں گے، چنانچہ 4اور 6 کے درمیان توافق بالنصف کی نسبت ہے تو ہم نے 4 کے وفق (۲) کو ضرب دی دوسرے کے جمیع رؤس (۶) کے ساتھ تو (۶×۲=۱۲) حاصل ضرب 12 ہوا۔اب 12 اور 9 کے درمیان

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نسبت توافق بالثلث کی ہے اس حاصل ضرب 12 کو ضرب دی اس فریق کے رؤوس (۹) کے وفق (۳) کے ساتھ تو (۱۲×۳=۳۶) حاصل ضرب 36 ہوا۔ اس حاصل ضرب کو ضرب دی اصل مسئلہ (۴۰) کے ساتھ تو (۳۶×۴۰=۱۴۴۰) حاصل ضرب 1440 ہوا۔ اس سے ہر فریق کے حصص تقسیم کئے جائیں گے۔

قانون کے مطابق تمام کے سہام کو بھی اسی عدد کے ساتھ ضرب دیں گے جس عدد کے ساتھ اصل مسئلہ (۴۰) کو ضرب دی، چنانچہ بیویوں کے سہام چالیس میں سے پانچ تھے۔ اس 5 کو ضرب دی 36 کے ساتھ تو (۳۶×۵=۱۸۰) حاصل ضرب 180 آیا۔ یہ حصہ ہے بیویوں کا۔ اسطرح کہ ہر بیوی کو (۱۸۰÷۴=۴۵) 45 سہام ملیں گے۔ یوں (۴۵+۴۵+۴۵+۴۵=۱۸۰) تمام بیویوں کو ان کے سہام پورے پورے مل گئے۔ بیٹیوں کے 40 سہام میں سے 28 تھے ان کو بھی ضرب دی 36 کے ساتھ تو (۳۶×۲۸=۱۰۰۸) حاصل ضرب 1008 آیا۔ یہ 9 بیٹیوں کا حصہ ہے، اس طرح کہ ہر بیٹی کو (۱۰۰۸÷۹=۱۱۲) 112 سہام ملیں گے۔ دادیوں کے سہام 7 تھے, ان کو بھی 36 کے ساتھ ضرب دی تو (۳۶×۷=۲۵۲) تو حاصل ضرب 252 آیا۔ یہ حصہ ہے دادیوں کا۔ اس طرح کہ ہر دادی کو (۲۵۲÷۶=۴۲) 42 سہام ملیں گے۔ اس طریقے سے تمام سہام پورے پورے تقسیم ہو گئے۔

آخر میں اس تقسیم کی اگر پڑتال کرنا چاہیں تو وہ بھی کر سکتے ہیں۔ اس میں ہم نے بیویوں کو 180۔ بیٹیوں کو 1008 اور دادیوں کو 252 سہام دیئے۔ اب ہم ان کو جمع کر کے دیکھتے ہیں کہ تقسیم صحیح ہوئی یا نہیں چنانچہ (۱۰۸+۱۰۰۸+۲۵۲=۱۴۴۰) سب کو جمع کرنے کے بعد نتیجہ یہ نکلا کہ ہم نے جو تقسیم کی تھی وہ صحیح ہے۔

مسئلہ ۸×۵=۴۰×۳۶=۱۴۴۰

۴ بیویاں	۹ بیٹیاں	۶ دادیاں
ثمن	ثلثان	سدس
۱×۵=۵×۳۶=۱۸۰÷۴=۴۵	۲۸×۳۶=۱۰۰۸÷۹=۱۱۲	۷×۳۶=۲۵۲÷۶=۴۲

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بَابُ مُقَاسَمَةِ الْجَدِّ

قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ وَمَنْ تَابَعَهُ مِنَ الصَّحَابَةِ بَنُو الاَعْيَانِ وَبَنُو الْعَلَّاتِ لَايَرِثُوْنَ مَعَ الْجَدِّ وَهٰذَاقَوْلُ اَبِى حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ وَبِهٖ يُفْتىٰ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ يَرِثُوْنَ مَعَ الْجَدِّ وَهُوَ قَوْلُهُمَا وَقَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالىٰ وَعِنْدَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تعالىٰ عَنْهُ لِلْجَدِّ مَعَ بَنِى الاَعْيَانِ وَبَنِى الْعَلَّاتِ اَفْضَلُ الاَمْرَيْنِ مِنَ الْمُقَاسَمَةِ وَمِنْ ثُلُثِ جَمِيْعِ الْمَالِ وَتَفْسِيْرُ الْمُقَاسَمَةِ اَنْ يُّجْعَلَ الْجَدُّ فِى الْقِسْمَةِ كَاَحَدِالاِخْوَةِ وَبَنُوْ الْعَلَّاتِ يَدْخُلُوْنَ فِى الْقِسْمَةِ مَعَ بَنِى الاَعْيَانِ اِضْرَارًا لِلْجَدِّ فَاِذَا اَخَذَالْجَدُّ نَصِيْبَهٗ فَبَنُوالعَلَّاتِ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْبَيْنِ خَائِبِيْنَ بِغَيْرِ شَيْءٍ وَالْبَاقِى لِبَنِى الاَعْيَانِ اِلَّااِذَاكَانَتْ مِنْ بَنِى الاَعْيَانِ اُخْتٌ وَّاحِدَةٌ فَاِنَّهَا اِذَااَخَذَتْ فَرْضَهَا نِصْفَ الْكُلِّ بَعْدَ نَصِيْبِ الْجَدِّ فَاِنْ بَقِيَ شَيءٌ فَلِبَنِى الْعَلَّاتِ وَاِلَّا فَلَا شَيَ لَهُمْ كَجَدٍّ لَابٍ وَّاُمٍّ وَاُخْتَيْنِ لِاَبٍ فَبَقِيَ لِلْاُخْتَيْنِ لِاَبٍ عُشْرُ الْمَالِ وَتَصِحُّ مِنْ عِشْرِينَ وَلَوْ كَانَتْ فِى هٰذِهِ الْمَسْاَلَةِ اُخْتٌ لِاَبٍ لَمْ يَبْقَ لَهَا شَيْءٌ وَاِنِ اخْتَلَطَ بِهِمْ ذُوْسَهْمٍ فَلِلْجَدِّ هُنَا اَفْضَلُ الاُمُوْرِ الثَّلَاثَةِ بَعْدَ فَرْضِ ذِىْ سَهْمٍ اِمَّا الْمُقَاسَمَةُ كَزَوْجٍ وَّجَدٍّ وَاَخٍ وَاِمَّا ثُلُثُ مَابَقِيَ كَجَدٍّ وَجَدَّةٍ وَاَخَوَيْنِ وَاُخْتٍ وَاِمَّا سُدُسُ جَمِيْعِ الْمَالِ كَجَدٍّ وَجَدَّةٍ وَبِنْتٍ وَّاَخَوَيْنِ وَاِذَاكَانَ ثُلُثُ الْبَاقِى خَيْرًالِلْجَدِّ وَلَيْسَ لِلْبَاقِى ثُلُثٌ صَحِيْحٌ فَاضْرِبْ مَخْرَجَ الثُّلُثِ فِى اَصْلِ الْمَسْاَلَةِ فَاِنْ تَرَكَتْ جَدًّا اَوْ زَوْجًا وَبِنْتًا وَاُمًّا وَاُخْتًالِاَبٍ وَّاُمٍّ اَوْ لِاَبٍ فَالسُّدُسُ خَيْرٌ لِلْجَدِّ وَتَعُوْلُ الْمَسْئَلَةُ اِلىٰ ثَلَاثَةَ عَشَرَ وَلَاشَيْءَ لِلْاُخْتِ وَاعْلَمْ اَنَّ زَيْدَبْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ لَايَجْعَلُ الاُخْتَ لِاَبٍ وَّاُمٍّ اَوْ لِاَبٍ صَاحِبَةَ فَرْضٍ مَعَ الْجَدِّ اِلَّافِى الْمَسْئَلَةِ الاَكْدَرِيَّةِ وَهِيَ زَوْجٌ وَّاُمٌّ وَجَدٌّ وَّاُخْتٌ لِاَبٍ وَّاُمٍّ اَوْ لِاَبٍ فَلِلزَّوْجِ النِصْفُ وَلِلْاُمِّ الثُّلُثُ وَلِلْجَدِّ السُّدُسُ وَلِلْاُخْتِ النِّصْفُ ثُمَّ يُضَمُّ الْجَدُّ نَصِيْبَهٗ اِلىٰ نَصِيْبِ الاُخْتِ فَيَقْسِمَانِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الاُنْثَيَيْنِ لِاَنَّ الْمُقَاسَمَةَ خَيْرٌ لِلْجَدِّاَصْلُهَا مِنْ سِتَّةٍ وَّتَعُوْلُ اِلىٰ تِسْعَةٍ وَتَصِحُّ مِنْ سَبْعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ وَسُمِّيَتْ اَكْدَرِيَّةً لِاَنَّهَا وَاقِعَةُ اِمْرَأةٍ مِنْ بَنِى اَكْدَرَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ سُمِّيَتْ لِاَنَّهَا كَدَرَتْ عَلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ مَذْهَبَهٗ وَلَوْكَانَ مَكَانَ الاُخْتِ اَخًاوَّ اُخْتَانِ فَلَاعَوْلَ وَلَاَ اَكْدَرِيَّةَ

ترجمہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اوران کے متبعین صحابہ کرام نے فرمایا: بنواعیان اور بنوعلات دادا کے ساتھ حصہ نہیں پاتے۔ یہ قول امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اوراسی پر فتویٰ ہے اورحضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: یہ لوگ دادا کے ساتھ وراثت پاتے ہیں۔صاحبین ،امام مالک اورامام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے اورحضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دادا کے لئے بنواعیان کے ساتھ اور بنوعلات کے ساتھ مقاسمہ اورجمیع مال کے ثلث (دونوں امور) میں سے جو بہتر ہو وہ ہے اورمقاسمہ کی تفصیل یہ ہے کہ دادا کو تقسیم میں ایک بھائی قرار دیں گے اوربنوعلات تقسیم میں بنواعیان کے ساتھ شریک ہونگے دادا کا حصہ کم کرنے کے لئے جب دادااپنا حصہ لے لے گا تو بنوعلات بغیر کچھ لئے درمیان سے نکل جائیں گے۔اورجو باقی ترکہ ہوگاوہ بنواعیان کے لئے ہوگا مگر جب کہ بنی اعیان میں ایک بہن

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہو کیونکہ وہ اپنا فرضی حصہ کا نصف لے گی۔ دادا کے حصہ لینے کے بعد اگر کوئی چیز بچے تو وہ بنوعلات کے لئے ہوگی ورنہ ان کے لئے کچھ نہ ہوگا۔ جیسا کہ دادا، عینی بہن، اور دو علاتی بہنیں۔ علاتی بہنوں کے لئے مال کا دسواں حصہ ہوگا اور 20 سے اس کی تصحیح ہوگی اور اگر اس مسئلہ میں ایک علاتی بہن ہو تو اس کے لئے کچھ نہ ہوگا اور اگر ان میں کوئی ذی سہم شامل ہو تو دادا کے لئے ایسی صورت میں ذی سہم کا حصہ نکالنے کے بعد تین امور میں سے جو بہتر ہو، وہ ہوگا۔ یا تو مقاسمہ کیا جائے جیسا کہ شوہر، دادا اور بھائی۔ یا مابقی کا ثلث دیا جائے گا جیسا کہ دادا، دادی، دو بھائی اور ایک بہن ۔ یا جمیع مال کا سدس دیا جائے گا جیسا کہ دادا، دادی، بیٹی، اور دو بھائی ۔ اور جب باقی کا ثلث بہتر ہو اور باقی کا ''صحیح ثلث'' بچتا نہ ہو تو ثلث کے مخرج کو اصل مسئلہ کے ساتھ ضرب دیں۔ چنانچہ اگر کسی نے دادا، شوہر، ایک بیٹی، ماں، عینی بہن یا علاتی بہن چھوڑی ہو۔ تو دادا کے لئے سدس بہتر ہوگا اور مسئلہ 13 تک عول کر جائے گا اور بہن کے لئے کوئی چیز نہیں ہوگی اور یہ بھی جان لیجئے کہ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ عینی یا علاتی بہن کو دادا کے ساتھ مسئلہ اکدریہ کے علاوہ کہیں بھی ذی فرض نہیں بناتے اور وہ شوہر، ماں، دادی اور ایک عینی یا علاتی بہن ہے۔ شوہر کے لئے نصف، ماں کے لئے ثلث اور دادا کے لئے سدس ہوگا اور بہن کے لئے نصف پھر دادا کا حصہ بہن کے حصہ کے ساتھ ملایا جائے گا اور **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر ان دونوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔ کیونکہ دادا کے لئے مقاسمہ بہتر ہے اس کی اصل 6 سے ہے اور 9 کی طرف عول ہے اور اس کی تصحیح 27 سے ہے اور اس کو اکدریہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ان کا مذہب مکدر کر دیا تھا اور اگر بہن کی بجائے بھائی ہوتا یا دو بہنیں ہوتیں تو نہ عول ہوتا اور نہ اکدریت۔

مقاسمۃ الجد کا بیان

اس کا مطلب ہے کہ دادا کے ہوتے ہوئے بہن بھائیوں کا وراثت میں حصہ پانا۔

جب دادا کے ساتھ میت کے بہن بھائی بھی ہوں تو ان بہن بھائیوں کو میراث ملے گی یا نہیں؟ اگر ملے گی تو کس قدر؟ اور دادا کو اس صورت میں کیا ملے گا؟ اس باب میں یہ تمام اختلافات ذکر کئے جائیں گے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف

دادا کی موجودگی میں عینی بہن بھائیوں اور علاتی بہن بھائیوں کو کچھ نہیں ملتا بلکہ جس طرح یہ لوگ باپ کی وجہ سے محروم ہوتے ہیں اسی طرح یہ دادا کی موجودگی میں بھی محروم ہونگے اور وراثت میں حصہ نہیں پائیں گے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی قول ہے اور کبار صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین میں سے جنہوں نے آپ کے اس مؤقف کی تائید کی ہے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(۲) حضرت عبداللہ ابن زبیر بن عوام بن خولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۳) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۴) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۶) حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۷) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۸) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۹) ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
(۱۰) حضرت جابر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۱) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۲) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۳) قاضی شریح۔
(۱۴) حضرت عطاء۔
(۱۵) حضرت عروہ بن زبیر۔
(۱۶) حضرت عمر بن عبدالعزیز۔
(۱۷) حضرت حسن بصری۔
(۱۸) حضرت عبداللہ ابن سیرین۔
(۱۹) حضرت قتادہ۔
(۲۰) حضرت جابر بن زید۔
(۲۱) حضرت عبادہ بن صامت۔

رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ وَرَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالیٰ۔

صاحب کتاب کے نزدیک یہی قول مفتیٰ بہ ہے۔ جبکہ مبسوط میں یہ ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ یہی صحیح ہے۔

امام اعظم کی دلیل

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: زید بن ثابت اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا کہ اس نے بیٹے کے بیٹے کو بیٹا بنادیا لیکن باپ کے باپ کو باپ نہیں بنایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں طرف اتصال اور قرب ایک ہی طرح کا ہے۔ لہذا جب دادا مرجائے تو بیٹے کا بیٹا، بیٹے کی جگہ آجاتا ہے اور بھائیوں کو محروم کردیا جاتا ہے اسی طرح یوں بھی تو ہونا چاہئے کہ جب بیٹے کا بیٹا مرجائے تو باپ کا باپ، باپ کی جگہ آجائے تاکہ میت کے اخوات کو محروم کرسکے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صاحبین کا موٴقف

عینی اورعلاتی بہن بھائی دادا کے ساتھ حصہ پاتے ہیں ۔ جناب سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اورحضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہ موٴقف ہے نیز حضرت امام شافعی اورامام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ بھی اسی بات کے قائل ہیں ۔

صاحبین کی دلیل

دادا کی دو مشابہتیں ہیں (جیسا کہ آگے آرہاہے)اوردونوں کالحاظ رکھنا چاہئے ۔ چنانچہ ہم نے دادا کی، بھائیوں کے ساتھ مشابہت کا لحاظ کیا اورکہہ دیا کہ جب وہ مقاسمہ میں حصہ پائے گا تو ایک بھائی کے طور پر سمجھا جائے گا۔اور چونکہ یہ ایک اعتبار سے باپ کے مثل ہے اس لئے اس کا اعتبارکرتے ہوئے ہم نے کہا کہ جس طرح باپ کی وجہ سے اخیافی بہن بھائی محروم ہوجاتے ہیں اسی طرح دادا کے ہوتے ہوئے بھی یہ لوگ محروم ہوجاتے ہیں ۔

دادا کے مسئلہ میں اختلاف کی وجہ

دادا کے معاملہ میں اختلاف دراصل اس وجہ سے پیدا ہوا کہ دادا کے بارے میں احکام مختلف ہیں ۔بعض میں یہ بھائیوں کی مثل لگتا ہے اوربعض میں باپ کی مثل ۔

دادا کی باپ کے ساتھ مشابہت

(i)باپ کی موجودگی میں اخیافی بھائی محروم ہوتے ہیں اسی طرح دادا کی موجودگی میں بھی اخیافی بھائی محروم ہوجاتے ہیں

(ii)باپ اگرصغیر یا صغیرہ کا نکاح کردے توبالغ ہونے پر ان کو فسخ کا حق حاصل نہیں ہوتا اسی طرح دادا ان کا نکاح کردے تو بھی ان کو فسخ کا حق نہیں رہتا۔

(iii)ظاہرالروایہ میں ہے کہ باپ کی موجودگی میں بھائی کو ولایت نکاح حاصل نہیں ہوتی اسی طرح دادا کی موجودگی میں بھی بھائیوں کوولایت نکاح حاصل نہیں ہوتی ۔

(iv)باپ نے بیٹے کوقتل کردیا تو قصاصاً باپ کوقتل نہیں کیا جاتا اسی طرح دادا کوبھی پوتے کے قصاص میں قتل نہیں کیا جاتا۔

(v)باپ کی بیوی بیٹے پراوربیٹے کی بیوی باپ پرحرام ہے اسی طرح دادا کی بیوی پوتے پراور پوتے کی بیوی دادا پرحرام ہے۔

(vi)باپ کی گواہی بیٹے کےحق میں قبول نہیں اسی طرح دادا کی گواہی بھی پوتے کےحق میں قبول نہیں ۔

(vii)باپ بیٹے کی کنیز سے صحبت کرکے اس پیدا ہونے والے بچے کواپنی طرف منسوب کرے تو جائز ہے اوروہ کنیز باپ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی ام ولد بن جائے گی اسی طرح اگر دادانے پوتے کی کنیز سے وطی کی اور اس سے پیدا ہونے والے بچے کو اپنی طرف منسوب کیا تو جائز ہے اور وہ کنیز دادا کی ''ام ولد'' بن جائے گی

(viii) باپ پر بیٹے کی زکوٰۃ جائز نہیں اسی طرح دادا پر پوتے کی زکوٰۃ جائز نہیں۔

(ix) باپ کو بیٹے کے مال اور نفس میں تصرف کا حق حاصل ہے اسی طرح دادا کو بھی پوتے کے مال اور نفس میں تصرف کا حق حاصل ہے۔

بھائی کے ساتھ مشابہت

(i) اگر صغیر کا باپ نہ ہو بلکہ ماں اور بھائی ہو تو ماں اور بھائی پر اس کا نفقہ واجب ہے اور یہ وجوب اثلاثاً ہوگا یعنی کہ جس قدر یہ لوگ وراثت کے مال کے حق دار ہیں اسی مقدار میں ان پر نفقہ واجب ہے۔ ماں کا حصہ ثلث ہوتا ہے اور ما بقی بھائی کا۔ اسی طرح دو تہائی نفقہ بھائی پر اور ایک تہائی ماں پر لازم ہے۔ یونہی اگر ماں اور دادا ہوں تو اس صغیر کا نفقہ ماں اور دادا پر اثلاثاً ہوگا کیونکہ دادا پہلے تو ذی فرض کے طور پر اپنا فرضی حصہ (سدس) لے گا اور ماں کو اس کا حصہ ثلث دے کر ما بقی جو ہے وہ دادا بطور عصبہ لے گا۔ تو دادا کو دو تہائی ملا اور ماں کو ایک تہائی، اسی تناسب سے دونوں پر صغیر کا نفقہ واجب ہے چنانچہ دادا پر دو تہائی ہے جیسا کہ بھائی پر دو تہائی تھا اور ماں پر حسب سابق ایک تہائی۔

(ii) اگر بھائی تنگ دست ہو تو صغیر کا نفقہ اس پر واجب نہیں ہے اسی طرح دادا اگر تنگ دست ہے تو اس پر بھی صغیر کا نفقہ واجب نہیں رہتا۔

(iii) صدقہ فطر، صغیر کی طرف سے بھائی پر واجب نہیں اسی طرح دادا پر بھی واجب نہیں ہے۔

(iv) بھائی مسلمان ہو جائے تو اس کے صغیر بھائی کو تابعیت میں مسلمان نہیں سمجھا جاتا اسی طرح دادا مسلمان ہو جائے تو اس کی تابعیت میں پوتا مسلمان نہیں سمجھا جاتا۔

(v) بھائی اپنے کسی بھتیجے کے نسب کا اقرار کرے کہ میرا بھتیجا ہے حالانکہ اس کا بھائی موجود ہو تو اس کا یہ اقرار اس کے بھائی کی موجودگی میں (جب کہ بھائی منکر ہو) نہیں مانا جائے گا اسی طرح اگر دادا کسی کے بارے میں اقرار کرے کہ وہ میرا پوتا ہے جب کہ اس کا باپ زندہ ہو (اور وہ اس سے منکر ہو) تو دادا کا یہ اقرار نہیں مانا جائے گا۔

دادا جب بہن بھائیوں کے ساتھ وارث بن رہا ہو تو اس کو کیا ملے گا اور کیا نہیں؟ اس کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں ہے جب کہ اس کی مشابہتیں دو طرح کی موجود ہیں بعض اعتبارات سے بھائی کے ساتھ اور بعض اعتبارات سے باپ کے ساتھ۔ جیسا کہ ابھی اوپر گذرا۔ اس لئے فقہاء کا اس کے بارے میں شدید اختلاف ہو گیا کہ دادا کو کس کے ساتھ لاحق کریں چنانچہ

﴿1﴾ امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے جس طرح درج ذیل امور میں توقف کیا ہے اسی طرح دادا کی وراثت کی اس

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صورت میں بھی توقف فرمایا ہے۔

(الف) مسئلہ دہر میں توقف کیا اور فرمادیا ''مجھے معلوم نہیں کہ دھر کیا ہے۔

(ب) ختنہ کرنے کے وقت کے بارے میں بھی آپ نے سکوت فرمایا۔

(ج) مشرکین کے بچوں کے جنتی یا جہنمی ہونے کے بارے بھی سکوت فرمایا۔

(د) یزید کے ایمان وکفر کے متعلق بھی توقف فرمایا۔

﴿2﴾ بعض لوگوں نے دادا کے بارے میں فتویٰ کو ممتنع قرار دیا حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ہے کہ ''مجھ سے ہر قسم کا سوال کرلو لیکن مسئلہ جد (دادا) کے بارے میں کوئی نہ پوچھے'' نیز یہ بھی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جہنم میں جانا چاہتا ہے وہ دادا کے مسئلہ کے بارے میں فتویٰ صادر کردے۔

﴿3﴾ حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غور کرلیا جائے کہ

{i} دادا تنگ دست اور بھائی اور بہنیں خوش حال ہیں۔

{ii} بہن و بھائی تنگ دست اور دادا خوشحال ہے۔

{iii} دونوں کا حال برابر ہے۔

اگر دادا تنگدست ہے تو پھر دادا کو وراثت دے دو اوران بہن بھائیوں کو کچھ نہ دو اور اگر بہن بھائی تنگ دست ہوں اور دادا خوشحال تو بہن بھائیوں کو دو اور دادا کو کچھ نہ دو۔ اور اگر سب کا حال برابر ہے تو پھر سب کو برابر تقسیم کردو۔

﴿4﴾ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دادا کے ''سدس'' کے بارے میں صحابہ کرام **رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین** کا اجماع ہے اس لئے وہ ''سدس'' تو اس کو دے دو اور باقی سے دادا سے صلح یعنی تخارج کروالو۔

﴿5﴾ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر **رضی اللہ تعالیٰ عنہ** کے قول کو لیا ہے اور یہ قول ان کے علاوہ اور بھی تقریباً چودہ صحابہ کرام **علیھم الرضوان** کا ہے۔ کیونکہ آپ کا مذہب بالکل واضح ہے اور اس سلسلہ میں آپ سے جو روایتیں ہیں ان میں اختلاف نہیں ہے جبکہ حضرت عبیدہ السلمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دادا کے متعلق ستر کے قریب قصے سنے ہیں ان میں سے بعض، بعض سے موافقت نہیں رکھتے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ جناب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے آپ نے پوچھا کہ تم میں کوئی شخص ایسا ہے جس نے آقا علیہ السلام کو دادا کے متعلق فیصلہ فرماتے دیکھا ہو؟ تو ایک شخص کہنے لگا: میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادا کے بارے میں سدس کا فیصلہ فرمایا۔ آپ نے پوچھا کہ دادا کے ساتھ اور کون کون ورثاء تھے تو اس نے جواب دیا کہ اس کا مجھے علم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: تجھے کچھ علم نہیں۔ پھر ایک اور شخص نے کھڑا ہوکر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نے دادا کے لئے ''ثلث'' کا فیصلہ فرمایا۔ آپ نے پوچھا کہ دادا کے ساتھ اور کون کون سے ورثاء تھے؟ اس نے بھی کہا: اس کا مجھے کچھ علم نہیں۔ آپ نے فرمایا: تجھے بھی کچھ علم نہیں۔ اسی طرح ایک نے ''نصف'' کی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بات کی اور ایک نے ''جمیع مال'' کی شہادت دی ۔ پھر ایک مرتبہ صحابہ کرام کا دادا کے حصہ کے سلسلہ میں ایک گھر میں مشورہ ہورہا تھا تا کہ دادا کے متعلق کوئی متفقہ رائے اختیار کی جائے ،اچانک اس کمرہ کی چھت سے ایک سانپ گرا، تو سب لوگ وہاں سے نکل گئے ، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تم لوگ دادا کے متعلق ایک فیصلہ کرو۔

دادا کے متعلق تقسیم حصص کی وجہ حصر

دادا تین حال سے خالی نہ ہوگا یا تو اس کے ساتھ صرف عینی بہن بھائی ہونگے یا صرف علاتی بہن بھائی ہونگے یا عینی بھی ہونگے اور علاتی بھی ۔اور ہر صورت میں ان کے ساتھ کوئی ذی سہم ہوگا یا نہیں؟ اس طرح کل 6 اقسام بن گئیں ۔

(۱) دادا کے ساتھ صرف عینی بہن بھائی ہوں اور ساتھ کوئی ذی فرض بھی ہو۔

(۲) دادا کے ساتھ صرف عینی بہن بھائی ہوں اور ساتھ کوئی ذی فرض نہ ہو۔

(۳) دادا کے ساتھ صرف علاتی بہن بھائی ہوں اور ساتھ کوئی ذی فرض بھی ہو۔

(۴) دادا کے ساتھ صرف علاتی بہن بھائی ہوں اور ساتھ کوی ذی فرض نہ ہو۔

(۵) دادا کے ساتھ علاتی بہن بھائی بھی ہوں اور عینی بھی اور ساتھ کوئی ذی فرض ہو۔

(۶) دادا کے ساتھ علاتی بہن بھائی بھی ہوں اور عینی بھی اور ساتھ کوئی ذی فرض نہ ہو۔

نوٹ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ،حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات پر تو متفق ہیں کہ دادا کے ساتھ عینی اور علاتی بہن بھائیوں کو حصہ ملے گا لیکن ان کو حصہ تقسیم کیسے کیا جائے گا؟ اس بارے میں اختلاف ہے ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف

مقاسمہ اس وقت تک کریں گے جب تک اس مقاسمہ کے ذریعے سے ملنے والا حصہ کل مال کے سدس سے زیادہ یا برابر ہو۔اور اگر مقاسمہ کے ذریعے ملنے والا حصہ سدس سے کم ہوتو پھر مقاسمہ نہیں کریں گے بلکہ سدس ہی دیں گے کیونکہ دادا کا حصہ سدس سے کم نہیں ہوگا اس لئے جب دادا کے ساتھ دو تین یا چار عینی بھائی ہوں تو دادا کے لئے مقاسمہ بہتر ہے اور جب اس کے ساتھ پانچ بھائی ہوں تو مقاسمہ کرلیں یا سدس دے دیں دونوں طرح حصہ وہی ملے گا ۔اور اگر دادا کے ساتھ عینی بھائی 6 یا زیادہ ہوں تو ایسی صورت میں اگر مقاسمہ کرتے ہیں تو دادا کا حصہ سدس سے بھی کم ہو جائے گا اس لئے اس صورت میں دادا کے لئے سدس ہی ہوگا ۔

(۲) نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنوعلات کو تقسیم میں ہی شمار نہیں کرتے لہذا اگر دادا کے ساتھ ایک عینی بھائی اور ایک علاتی بھائی ہو تو ایسی صورت میں دادا اور بھائی میں مقاسمہ ہوگا ۔دونوں کے درمیان مال نصف نصف تقسیم ہوگا اور علاتی بھائی کو کچھ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہیں ملے گا۔

(۳) آپ کے نزدیک دادا کے ساتھ بہنیں ہوں تو دادا ان کو عصبہ نہیں بنا سکتا بلکہ دادا کے ساتھ بہن ہو تو وہ ذی فرض بنے گی لہذا جب دادا کے ساتھ ایک عینی بہن ہو اور ایک علاتی بہن، تو عینی بہن کو نصف مال ملے گا اور علاتی بہن کو سدس تکملة للثلثين اور مابقی دادا کو۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف

(۱) جب دادا عینی یا علاتی بھائیوں کے ساتھ ہو تو مقاسمہ کریں گے اس وقت تک کہ مقاسمہ سے ملنے والا حصہ ثلث کے برابر یا زائد ہو اور اگر ثلث سے کم ہو تو مقاسمہ نہیں کریں گے بلکہ کل مال کا ثلث دیں گے۔

(۲) بنوعلات اولاً تو تقسیم میں بنی اعیان کے ساتھ داخل ہونگے جب حصص مقرر ہو جائیں گے تو یہ نکل جائیں گے کیونکہ یہ لوگ دادا کے لئے حاجب ہوتے ہیں لیکن اس حجب سے ان کو کچھ نہیں ملتا بلکہ دادا کا حصہ کم کروا کے یہ لوگ درمیان سے نکل جاتے ہیں اور دادا کے حصہ سے بچا ہوا مال ''بنی اعیان'' لے لیتے ہیں۔ کیونکہ ''بنوعلات'' دادا کے ساتھ اس صورت میں وراثت پاتے ہیں جبکہ بنی اعیان نہ ہوں۔ اور بنی اعیان ہوں تو یہ محروم ہوتے ہیں۔ تو جس کے ساتھ یہ حصہ پاتے ہیں ان کے ساتھ ان کا اعتبار کرنا ضروری ہوگا اس لئے ہم نے دادا کے حق میں ان کی موجودگی کا اعتبار کیا۔ پھر جب دادا اپنا حصہ لے چکا تو اب عینی بھائی اور علاتی رہ گئے اور عینی کے ہوتے ہوئے علاتی بہن بھائی محروم ہو جاتے ہیں اس لئے ان کے حق میں ان کو ساقط مانا جائے گا اور ان کو کچھ نہیں ملے گا۔

مثال

جیسا کہ کسی نے ماں، ایک عینی بھائی اور ایک علاتی بھائی چھوڑا۔ اس صورت میں ماں کا سدس ہے۔ کیونکہ دو بھائی موجود ہوں تو وہ ماں کو ''ثلث'' سے ''سدس'' کی طرف محجوب کر دیتے ہیں کیونکہ جب یہ علاتی بھائی، عینی بھائیوں کے ساتھ ہوتے ہیں تو وراثت پاتے ہیں اور جب یہ حصہ لیں گے تو یقیناً ماں کا حصہ کم ہو جائے گا، لیکن ماں کو ''ثلث'' سے ''سدس'' کی طرف محجوب کرنے کے بعد عینی بھائیوں سے خود محجوب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب دادا کے ساتھ ایک عینی بھائی اور ایک علاتی بھائی ہو تو ''مقاسمہ'' اور ''ثلث جمیع المال'' دونوں برابر ہیں کیونکہ اگر مقاسمہ کریں گے تب بھی تین ہی سے کریں گے جس میں سے ایک دادا کا اور مابقی عینی بھائی کا اور علاتی بھائی کے لئے کچھ نہیں ہوگا۔ اور اگر یہیں پر علاتی بھائی کی بجائے علاتی بہن فرض کریں تو دادا کے لئے ''مقاسمہ'' بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں مسئلہ 5 سے بنے گا، اس میں سے دادا کے لئے 2 اور باقی 3 عینی بھائی کے لئے اور علاتی بہن کے لئے کچھ نہیں ہوگا۔ ہاں اگر ''بنی اعیان'' میں صرف ایک ہی بہن ہو تو اس صورت میں وہ اپنا حصہ (نصف) وصول کر لے گی اور ''سدس'' تو دادا کو دے ہی دیا ہے اب اگر کچھ باقی بچے تو وہ علاتی بہن بھائیوں کو دے دیا جائے گا ورنہ وہ محروم رہ جائیں گے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنھما کا مؤقف

(۱)دادا کے لئے مقاسمہ کریں گے جب تک کہ اس مقاسمہ کے ذریعے ملنے والا مال ''ثلث مال'' کے برابر یا اس سے زیادہ ہو۔اوراگر مقاسمہ سے ملنے والا حصہ ''ثلث'' سے کم ہے تو ''مقاسمہ'' نہیں کریں گے ۔(اس قول میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موافقت کی ہے)

(۲)جب بنی اعیان موجود ہوں تو مقاسمہ میں بنی العلات کو شمار نہیں کریں گے (اس میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موافقت کی ہے)

(۳)جب بہنیں اکیلی ہوں، ساتھ کوئی بھائی موجود نہ ہو،تو ''دادا'' ان کو عصبہ نہیں بناتا بلکہ یہ بہنیں ذی فرض رہتی ہیں (اس میں بھی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موافقت کی ہے)

مقاسمہ کی تفصیل

جب دادا کے لئے وراثت تقسیم کریں گے تو اس کو اسی طرح حصہ دیں گے جیسے بہنوں کے ساتھ بھائی کو ملتا ہے یعنی کہ علاتی بہن بھائیوں اوردادا کو **للذکر مثل حظ الانثیین** کےطور پر تقسیم کیا جائے گا۔یہ تقسیم تب کریں گے کہ اس کے لئے تقسیم بہتر ہواوراگر اس کے لئے ''کل مال کا ثلث'' بہتر ہوتو ''کل مال کا ثلث'' دیں گے کیونکہ اگر اولاد ہوتو دادا کو ''سدس'' ملتا ہے اور جب اولاد نہ ہوگی بلکہ عینی بہنیں یا بھائی ہوں تو اس کا حصہ دگنا ہوجائے گا اور ''سدس'' کا دگنا ''ثلث'' ہوتا ہے ۔دوسری بات یہ ہے کہ جب ماں اور باپ کے درمیان مال تقسیم کیا جاتا ہے تو ماں کو ''ثلث'' اور باپ کو ''ثلثان'' ملتا ہے، یہ ماں اور باپ کا پہلا درجہ ہے ۔ اوردادی،داداماں، باپ کے بعدوالے یعنی کہ دوسرے درجہ کے وارث ہیں تو اس درجہ میں جب دادی ''سدس'' پاتی ہے تو دادا کواس کا ڈبل ''ثلث'' ملنا چاہئے ۔

مقاسمہ اور ثلث میں سے بہتر دادا کا حصہ ہے

جیسا کہ دادا کیساتھ ایک بھائی ہوتو دادا بذریعہ مقاسمہ نصف مال لے گا کیونکہ اس صورت میں اس کے لئے ''مقاسمہ'' ہی بہتر ہے کہ اس طرح اس کو ''نصف'' مل گیا اگر ''مقاسمہ'' نہ کریں بلکہ اس کا حصہ دیں تو وہ ''ثلث'' ہے اس طرح دادا کو حصہ جو ''ثلث'' ملا یہ اُس حصہ سے کم ہے جو اسکو ''مقاسمہ'' کے ذریعے ملا ۔کیونکہ ''نصف'' بڑا ہوتا ہے ''ثلث'' سے ۔اوراگر دادا کے ساتھ دو بھائی ہوں تو چاہے ''مقاسمہ'' کرلیں یا ''ثلث'' دے دیں دونوں برابر ہیں کیونکہ ''مقاسمہ'' کے ذریعے بھی تو اسے ''ثلث'' ہی ملے گا۔اس لئے کہ یہاں دو بھائی اورایک دادا ہے اور یہاں پر دادا بھی بھائیوں کی طرح سمجھا جاتا ہے چنانچہ کل مال کے تین حصے کئے جائیں گے ،دو حصے دو بھائیوں کو اورایک حصہ دادا کو دیں گے اور تین میں کا ایک حصہ ''ثلث'' ہی تو ہوتا ہے ۔ اوراگر ''مقاسمہ'' نہ کریں تو بھی دادا کو ''ثلث'' ہی ملے گا اس لئے کہا گیا کہ جب دادا کے ساتھ دو بھائی ہوں تو ''مقاسمہ''

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور''ثلث'' میں سے جو چاہیں کرلیں کہ دادا کے لئے دونوں مساوی ہیں۔ اوراگر دادا کے ساتھ تین بھائی ہوں تو ایسی صورت میں دادا کے لئے ''ثلث'' بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں اگر''مقاسمہ'' کرتے ہیں تو تین بھائی اورایک دادا کے درمیان تقسیم کرنے کے لئے ہمیں مال چارحصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا جن میں سے تین حصے تین بھائیوں کو اورایک حصہ جو کہ کل مال کا ربع یعنی کہ چوتھا حصہ (1/4) ہے دادا کو ملے گا، جبکہ''مقاسمہ'' کی بجائے دادا کو اگر''ثلث'' دیں تو اس کے حق میں بہتر ہے اس لئے اس صورت میں دادا کے لئے مال کا''ثلث'' ہوگا۔

یونہی اگر دادا کے ساتھ دو یا تین بہنیں ہوں تو اس کے لئے مقاسمہ بہتر ہے کیونکہ دو بہنوں اور دادا میں حصہ تقسیم کرنا ہو تو کل چار حصے کرتے ہیں جن میں سے ایک ایک حصہ دونوں بہنوں کو اور دو حصے دادا کو ملیں گے چنانچہ اس طرح دادا کو نصف مل گیا جو کہ ثلث سے بہرحال بہتر ہے۔

اوراگر دادا اور تین بہنوں میں ترکہ تقسیم کرنا ہو تو کل پانچ حصے کریں گے جن میں سے تین حصے تین بہنوں کو اور دو حصے دادا کو دیں گے اس صورت میں بھی مقاسمہ ہی بہتر ہے، کیونکہ مقاسمہ کی بناء پر دادا کو دو اخماس ملے اور دو اخماس، ثلث سے زیادہ ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ تیس کو اگر پانچ برابر حصوں میں تقسیم کریں تو 6،6 کے پانچ حصے بن جائیں گے۔ اور 6، تیس کا ایک خمس ہے۔اب دیکھیں 30 کا ثلث، 10 ہے۔اور دو اخماس 12۔معلوم ہوا کہ دادا کو مقاسمہ کے ذریعے جو''2 اخماس'' ملے وہ''ثلث'' سے بہتر ہیں۔

اوراگر دادا کے ساتھ 4 بہنیں ہوں تو مقاسمہ اور ثلث میں سے جو بھی دے دیں ٹھیک ہے کیونکہ جب چار بہنوں اور دادا میں مقاسمہ کریں گے۔کل مال کے 6 حصے کریں گے جن میں سے چار حصے چار بہنوں کو دیں گے اور دو حصے دادا کو۔اور''6'' میں سے''2''، ثلث ہوا کرتا ہے۔معلوم ہوا کہ اس صورت میں چاہے''مقاسمہ'' کرلیں اور چاہے''ثلث'' دے دیں دونوں ہی برابر ہیں۔

اوراگر دادا کے ساتھ پانچ یا پانچ سے زیادہ بہنیں ہوں تو ان تمام صورتوں میں دادا کے لئے''ثلث'' ہی بہتر ہے۔ کیونکہ پانچ بہنوں اور دادا کے لئے جب تقسیم کریں گے تو کل مال کے 7 حصے بنائیں گے جن میں سے پانچ حصے پانچ بہنوں کو اور دو حصے دادا کو دیں گے اس صورت میں دادا کو دو سبع (2/7) ملے، جبکہ اگر''مقاسمہ'' نہ کریں بلکہ''ثلث'' دیں تو دادا کو زیادہ فائدہ ہے کیونکہ اس صورت میں دادا کو''2 سدس'' ملیں گے جبکہ''مقاسمہ'' کی صورت میں''2 سبع''(2/7) ملتے ہیں اور''2 سدس''(2/6) زیادہ ہیں''2 سبع''(2/7) سے۔ کیونکہ 21 کو اگر برابر سات حصوں میں تقسیم کیا جائے تو تین تین کے 7 حصے ہو جائیں گے۔ اس میں سے''3'' اس کا سبع (ساتواں حصہ) ہے اور 2 سبع''6'' ہونگے۔جبکہ 21 کا ثلث یعنی کہ تیسرا حصہ''7'' ہے۔اور 7 یقیناً 6 سے بڑا ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں دادا کے لئے''ثلث'' ہی بہتر ہے المختصر جن صورتوں میں دادا کے لئے''ثلث'' بہتر ہوگا ان صورتوں میں دادا کو''ثلث'' دیں گے اور جن صورتوں میں دادا کے لئے''مقاسمہ'' بہتر ہوگا ان صورتوں دادا کو بہن بھائیوں کے ساتھ شریک کر کے تقسیم کریں گے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قولہ الا اذا کانت من بنی الاعیان الخ

یہ استثناء یخرجون سے ہے یعنی کہ مذکورہ صورت میں تو ''بنی علات'' بغیر حصہ لئے ورثاء میں سے نکل جاتے ہیں لیکن درج ذیل صورت میں ان کو حصہ ملتا ہے۔

بنواعیان کے ہوتے ہوئے بنوعلات کے حصہ پانے کی ایک صورت

جب تقسیم کے لئے سہام بنائے جاتے ہیں تو اولاً بنوعلات بھی شامل ہوتے ہیں کیونکہ دادا سے یہ محجوب نہیں ہوتے پھر جب دادا اپنا حصہ وصول کر لیتا ہے تو اب یہ بنواعیان سے محجوب ہو جاتے ہیں ہاں ایک صورت یہ ہے کہ بنی اعیان میں سے صرف ایک بہن ہو تو اس صورت میں جب دادا اپنا حصہ وصول کر لے گا تو یہ بہن اس کے بعد کل مال کا نصف بطور فرضی حصہ پائے گی۔اس کے حصہ کے بعد اگر کچھ بچ جائے تو وہ ''بنوعلات'' کو ملے گا۔ جیسا کہ کسی نے ایک دادا، ایک عینی بہن اور دو علاتی بہنیں چھوڑی ہوں۔ یہاں پر دادا کے لئے ''مقاسمہ'' بہتر ہے کیونکہ مسئلہ میں تین بہنیں اور ایک دادا ہے جو کہ بھائی کے قائم مقام ہوتا ہے، چنانچہ تقسیم کے لئے مال کے کل پانچ سہام بنائے، جس میں سے 2 دادا کو دیئے، باقی بچے 3۔ایک عینی بہن کا حصہ ''کل مال کا نصف'' ہوتا ہے اور کل مال کا نصف ''اڑھائی'' بنتا ہے کیونکہ مسئلہ ''5'' سے بنایا تھا۔

مسئلہ میں چونکہ کسر آ رہی ہے اس کو ختم کرنے کے لئے ہم نے اس بہن کے فرض (نصف) کے مخرج (۲) کو ضرب دی اصل مسئلہ(5) کے ساتھ، تو (۲×۵=۱۰) حاصل ضرب 10 آیا۔ دادا کے سہام(۲) کو بھی اسی عدد کے ساتھ ضرب دیں گے تو (۲×۲=۴) حاصل ضرب 4 آیا۔ دادا کو 4 حصے دیئے۔ باقی بچے 6۔ان میں سے کل مال کا نصف (۵ سہام) ایک بہن کو دیئے۔ ایک سہم بچ گیا جو کہ دو علاتی بہنوں پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا ہے۔اس لئے اس کسر سے بچنے کے لئے علاتی بہنوں کے رؤس (2) کو ضرب دی اصل مسئلہ (۱۰) کے ساتھ، تو (۲×۱۰=۲۰) حاصل ضرب 20 آیا۔ چنانچہ اب 20 سے مسئلہ حل کیا۔دادا کے سہام 4 کو بھی اسی عدد سے ضرب دی جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی تھی (۲×۴=۸) حاصل ضرب 8 آئے گا، لہذا دادا کو 8 سہام ملے۔اور کل مال کا نصف (۱۰) سہام ایک عینی بہن کو دیئے۔ باقی بچے 2۔ یہ دو علاتی بہنوں کو دے دیئے۔اس طرح کہ ہر بہن کو ایک ایک سہم مل جائے گا۔

اس مثال میں غور کریں تو یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ ''2 علاتی'' بہنوں کو کل مال کا عُشر (1/10) ملا ہے، کیونکہ جب مسئلہ 5 سے کیا تو دو سہام دادا کو دیئے اور اڑھائی سہام، عینی بہن کو (جو کہ کل مال کا نصف ہے) دیئے۔ باقی آدھا بچا جو کہ دو علاتی بہنوں کو دینا ہے۔جب آدھے کو دو برابر حصوں میں تقسیم کریں گے تو ربع ،ربع کے دو حصے بن جائیں گے۔اور ایک حصے کا ربع، پانچ حصوں کا عشر ہوتا ہے۔

یہ تو اس صورت کی مثال تھی کہ عینی بہنوں سے کچھ بچ گیا جو کہ علاتی بہنوں کو دے دیا اور اگر علاتی بہنوں کے لئے کچھ بھی نہ بچے تو اس کی مثال درج ذیل ہے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بنواعیان کے ساتھ بنوعلات کے محروم ہونے کی مثال

اسی سابقہ مثال میں اگر 2 علاتی بہنوں کی بجائے صرف ایک بہن ہوتی تو اس کے لئے کچھ بھی نہ بچتا کیونکہ دادا اس صورت میں بطور مقاسمہ ''نصف'' لے لیتا کیونکہ ''مقاسمہ'' میں دادا بھائی کی طرح سمجھا جاتا ہے جب یہ دو بہنوں کے ساتھ ہوتا تو کل چار حصے کئے جاتے، جن میں سے دو حصے دادا لے لیتا جو کہ نصف ہے، اس نصف کے نکالنے کے بعد اب صرف ''نصف'' بچتا ہے، یہ نصف ''عینی بہن'' لے لیتی، تو کسی بھی چیز میں صرف دو ہی نصف ہوسکتے ہیں جن میں سے ایک دادا لے چکا اور دوسرا، عینی بہن۔ بنوعلات کے لئے کچھ بھی نہیں بچا اس لئے اس صورت میں ''بنوعلات'' محروم رہ جاتے ہیں۔

دادا کے ساتھ کوئی ذی سہم بھی ہو تو پھر دادا کے لئے تین امور میں سے جو بہتر ہو وہ دیا جائے گا (i) مقاسمہ (ii) کل مال کا سدس (iii) مابقی کا ثلث۔

مقاسمہ کے بہتر ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر، دادا اور بھائی چھوڑے ہوں تو مسئلہ 2 سے بنے گا، کیونکہ ایک نوع میں سے نصف موجود ہے، ان دو میں سے ایک سہم شوہر کو ملے گا اور دوسرا سہم دادا اور بھائی کے لئے آدھا آدھا ہوگا۔ یہاں کسر واقع ہوگئی چنانچہ ان کے رؤوس (۲) کو اصل مسئلہ (۲) کے ساتھ ضرب دی تو (۲×۲=۴) حاصل ضرب 4 ہوا۔ شوہر کے سہام (۱) کو بھی 2 سے ضرب دی تو اس کے کل سہام 2 ہوگئے۔ دادا کا ایک اور بھائی کا ایک۔ اس مثال میں غور کریں کہ دادا کو کیا ملا؟ دادا کو کل مال کا ''ربع'' ملا۔ تو ''مقاسمہ'' کی بناء پر دادا کو کل مال کا ربع مل گیا۔ جو کہ کل مال کے سدس اور مابقی (نصف) کے ثلث (کل کے سدس) سے بہتر ہے۔ معلوم ہوا کہ اس صورت میں دادا کے لئے مقاسمہ ہی بہتر ہے۔

ثلث مابقی کے بہتر ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے دادا، دادی، دو بھائی اور ایک بہن چھوڑی ہو تو یہاں پر مسئلہ 6 سے بنے گا جس میں سے دادی کے لئے سدس ہوگا۔ باقی بچے 5۔ پانچ کا ثلث نکالنا چاہا تو کسر آ گئی چنانچہ اسی ثلث کے مخرج (3) کے ساتھ ضرب دی اصل مسئلہ (6) کو تو (۶×۳=۱۸) حاصل ضرب 18 ہوگیا، قانون کے مطابق دادی کے ایک سہم کو بھی اسی عدد کے ساتھ ضرب دی جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی تھی تو (۱×۳=۳) حاصل ضرب 3 آیا۔ یہ حصہ ہے دادی کا۔ 18 میں سے 3 دادی کے لئے نکالے تو باقی 15 بچے۔ تو اس 15 کا ثلث 5 ہے۔ یہ دادا کو دیا، باقی بچے 10 سہام، جو کہ دو بھائیوں اور ایک بہن کے لئے ہیں۔ چنانچہ للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر دونوں بھائیوں کو 4، 4 اور ایک بہن کو دو سہام دے دیئے۔ اس طرح تقسیم پوری ہوگئی۔ ہم نے کہا کہ مذکورہ صورت میں دادا کے لئے ''مقاسمہ'' سے ''ثلث مابقی'' بہتر ہے۔ کیونکہ اگر یہاں ''مقاسمہ'' فرض کریں تو مسئلہ وہی 6 سے بنے گا، جس میں سے دادی کا ایک، باقی بچتے 5۔ اب جبکہ دادا کے لئے مقاسمہ کرنا ہے تو یقیناً اس کو

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایک بھائی کے طور پر لیں گے، اس طرح دو بھائی جو کہ چار بہنوں کے قائم مقام ہیں اور دادا 2 کے برابر ہے۔ اور ایک بہن خود موجود ہے۔ لہذا کل سات بہنیں بنتی ہیں۔ اس لئے مسئلہ 7 سے بنے گا جب کہ ہمارے پاس بچے ہوئے سہام 5 ہیں۔ جو کہ رؤوس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہورہے۔ ان سہام اور رؤوس میں نسبت تباین کی ہے اس لئے کل عدد رؤوس کو ضرب دی اصل مسئلہ کے ساتھ تو اس طرح (۶×۷=۴۲) حاصل ضرب 42 ہوا۔ جن میں سے سات سہام دادی کے لئے۔ باقی بچے 35۔ یہ دادا اور بہن بھائیوں میں یوں تقسیم ہونگے کہ دادا سمیت ہر بھائی کے دس دس سہام اور بہن کے پانچ۔

اس مثال میں غور کریں کہ دادا کو 42 میں سے 10 سہام حاصل ہوئے جب کہ ''ثلث مابقی'' میں دادا کو 18 میں 5 حصے (5/18) ملے تھے۔ اور اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ 18 میں سے 5 (5/18) افضل ہیں 42 میں سے 10 یعنی 5 میں سے 21 سہام سے۔ یونہی اس صورت میں ''ثلث مابقی'' سدس کل سے بھی بہتر ہے کیونکہ سدسِ کل کی صورت میں بھی مسئلہ 6 سے بنے گا جس میں سے دادا اور دادی کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا، باقی بچے 4، جو کہ ایک بہن اور دو بھائیوں کے لئے ہے۔ دو بھائی چونکہ 4 بہنوں کے مثل ہوتے ہیں اس لئے کل پانچ رؤوس ہوئے تو مسئلہ 5 سے بنانا پڑے گا، جبکہ مابقی 4 ہیں اور 4 اور 5 میں نسبت تباین کی ہے، چنانچہ جب عدد رؤوس 5 کو اصل مسئلہ 6 سے ضرب دی تو (۵×۶=۳۰) حاصل ضرب 30 ہوا۔ جس میں سے پانچ دادا کو اور پانچ دادی کو۔ باقی بچے 20، ان میں سے ہر بھائی کو 8،8 اور بہن کو 4 ملیں گے۔ اس صورت میں غور کریں کہ دادا کو 30 میں سے پانچ ملے ہیں جبکہ مقاسمہ کی صورت میں دادا کو 18 میں سے 5 ملے تھے۔ اور یقیناً 18 میں سے 5 زیادہ حصہ ہے 30 میں سے 5 سے۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا مسئلہ میں دادا کے لئے ''مقاسمہ'' اور ''سدسِ جمیع مال'' سے بہتر ''ثلث مابقی'' ہے۔

سدس جمیع مال بہتر ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے دادا، دادی، بیٹی اور دو بھائی چھوڑے ہوں۔ چونکہ مسئلہ میں نصف اور سدس جمع ہورہے ہیں اس لئے مسئلہ 6 سے بنے گا۔ بیٹی کے لئے نصف ہے اور وہ 3 ہے۔ دادی کے لئے سدس اور وہ 1 ہے۔ باقی بچے 2 سہام۔ اب اگر دادا دو بھائیوں کے ساتھ مقاسمہ کرے تو اس کو ان دو کا ''ثلث'' ملے گا، کیونکہ تین بھائیوں میں تقسیم کے لئے تین سہام کرنے پڑتے ہیں اور ہر ایک کو ایک ملتا ہے جو کہ کل مال کا ''ثلث'' ہوتا ہے تو اس صورت میں دادا کے لئے اگر مقاسمہ کریں تو اس کو مابقی 2 کا ثلث ملے گا اور چونکہ دو کا ثلث نہیں ہوتا اس لئے ہم نے ثلث حاصل کرنے کے لئے ثلث کے مخرج 3 کو ضرب دی اصل مسئلہ کے ساتھ، (۶×۳=۱۸) حاصل ضرب 18 آیا۔

اب قانون کے مطابق بیٹی کے تین سہام کو بھی ضرب دی جائے گی 3 کے ساتھ، کیونکہ اصل مسئلہ کو 3 کے ساتھ ضرب دی ہے۔ چنانچہ بیٹی کے تین سہام کو تین سے ضرب دی تو (۳×۳=۹) حاصل ضرب 9 آیا۔ یہ حصہ ہے بیٹی کا۔ دادی کا ایک حصہ تھا اس کو بھی تین سے ضرب دی تو (۳×۱=۳) حاصل ضرب 3 آیا۔ یہ حصہ دادی کا ہے۔ باقی بچے 6 تو اس کے تین برابر حصے کئے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۔ان میں سے ایک حصہ(جو کہ مابقی کا ثلث ہوگا)2ہے ۔چنانچہ دادا کو2 سہام اور دونوں بھائیوں میں سے ہر ایک کو دو دو سہام ملیں گے۔

اوراگر اس کو''مابقی کا ثلث'' دیتے ہیں تو وہ بھی یہی صورت ہوگی کیونکہ بیٹی نصف لے لیگی اور سدس دادی۔باقی بچیں گے 2۔ اور دو کا ثلث لینے کے لئے پھر اس کو ضرب دیں گے اصل مسئلہ کے ساتھ تو(۶×۳=۱۸) حاصل ضرب 18 آئے گا ۔حسب سابق اس میں سے 9 حصے بیٹی کے ،3 دادی کے ۔باقی بچے 6۔اور اس مابقی کا ثلث 2 ہے تو یہ دو سہام دادا کو دیئے اور ہر بھائی کو 2،2۔

غور کریں دونوں صورتوں میں دادا کو جو ملا ہے وہ 18 میں سے 2۔دوسرے لفظوں میں 9 میں سے 1 ملا ہے ۔اور اگر دادا کو سدسِ جمیع مال دیتے ہیں تو اس کو 6 میں سے ایک ملے گا اور یقیناً 1/6 بڑا ہوتا ہے 1/9 سے ۔معلوم ہوا کہ دادا کے لئے کل مال کا سدس ہی بہتر ہے۔

ایک اور مثال

جیسا کہ کسی عورت نے دادا،شوہر،بیٹی ،ماں اور ایک عینی بہن یا اخیافی بہن چھوڑی ہو۔تو چونکہ مسئلہ میں نصف ،ربع اور سدس جمع ہو رہے ہیں اس لئے اصل مسئلہ 12 سے بنائیں گے، جس میں سے شوہر کا ربع (تین سہام) دادا کا سدس(۲ سہام) بیٹی کا نصف(۶ سہام) اور ماں کے(سدس) 2۔اس طرح (۳+۲+۶+۲=۱۳) عول ہوگیا 13 کی طرف ۔اس صورت میں بہن کے لئے کچھ نہ ہوگا ،کیونکہ وہ بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بنتی ہے ۔اور یونہی حضرت زید کے نزدیک دادا کے ساتھ بھی بہنیں عصبہ بنتی ہیں۔اور ابھی ہم نے جو دادا کو سدس دیا وہ بطور عصبہ نہیں بلکہ ذی فرض کے طور پر دیا تھا۔

اب رہا یہ امر کہ اس صورت میں دادا کے لئے جمیع مال کا سدس لینا زیادہ بہتر کیسے ہے؟اس کی دلیل یہ ہے کہ سدسِ جمیع مال کی صورت میں دادا کو 13 میں سے 2 ملیں گے اور اگر یہاں مقاسمہ فرض کریں تو جب شوہر نے 12 میں سے ربع (۳ سہام) لے لئے ، بیٹی نے نصف(۶) لے لئے اور ماں نے سدس (۲ سہام) لے لئے ۔تو اب صرف ایک سہام باقی بچا ہے اور دادا اور بہنیں موجود ہیں جو کہ تین بہنوں کی طرح ہوئے تو مابقی کے 3 حصے ہونے چاہئیں،چنانچہ ثلث کے مخرج (۳) کو ضرب دی اصل مسئلہ کے ساتھ تو (۱۲×۳=۳۶) حاصلِ ضرب 36 آیا ۔اب بیٹی کے 6 سہام کو بھی ضرب دیں گے 3 کیساتھ تو (۶×۳=۱۸) حاصل ضرب 18 آیا۔یہ بیٹی کو دیا۔

یونہی شوہر کے تین سہام کو بھی ضرب دی 3 کے ساتھ تو(۳×۳=۹) حاصلِ ضرب 9 آیا۔یہ دیا شوہر کو۔اسی طرح ماں کے دوسہام کو بھی تین سے ضرب دی تو (۳×۲=۶) حاصلِ ضرب 6 ہوا۔یہ حصہ ہے ماں کا۔باقی بچے 3 سہام ۔جن میں سے 2 سہام دادا کو دیئے اور 1 سہم بہن کو۔

یونہی اگر دادا کو''مابقی کا ثلث'' دیتے ہیں تو یہی صورت ہوگی کہ 12 سے مسئلہ کریں گے ۔13 کی طرف عول ہوجائے گا

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۔سب کے سہام نکالنے کے بعد 1 باقی بچے گا جس کا ثلث نہیں ہوتا، اس کا ثلث حاصل کرنے کے لئے اصل مسئلہ کو ضرب دیں گے 3 کے ساتھ بالکل حسب سابق مسئلہ 36 سے بن جائے گا جس میں سے تین باقی بچیں گے اور مابقی کا ثلث وہی ایک ہوگا جو کہ دادا کو ملے گا ۔آپ غور کریں دادا کو کل مال کا ''سدس'' دیا تو اس کو 13 میں سے 2 ملے یعنی کہ 2/13۔اور مقاسمہ اور ''مابقی کے ثلث'' میں اس کو 36 میں سے 2 (یعنی 2/36 یعنی 1/13) مل رہے ہیں اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ 2/13 بہتر ہے 2/36 (یعنی 1/13) سے ۔معلوم ہوا کہ مذکورہ صورت میں دادا کے لئے سدسِ جمیع مال بہتر ہے ۔

نوٹ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہن کو دادا کے ساتھ ہمیشہ عصبہ بناتے ہیں ذی فرض نہیں بناتے ۔سوائے ایک مسئلہ کے ۔اور وہ مسئلہ ہے ''اکدریہ'' کہ اس میں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہن کو دادا کے ساتھ ذی فرض بناتے ہیں ۔

مسئلہ اکدریہ

جیسا کہ کسی نے دادا شوہر، ماں اور ایک عینی یا اخیافی بہن چھوڑی ہو۔تو اس مسئلہ میں زوج کے لئے نصف، ماں کے لئے ثلث ، دادا کے لئے سدس اور بہن کے لئے نصف حصہ ہے ۔اب چونکہ نصف جمع ہو رہا ہے ثلث اور سدس کے ساتھ، اس لئے مسئلہ بنایا 6 سے ۔3 سہام شوہر کو، 3 بہن کو، 1 دادا کو اور 2 ماں کو، اس طرح (۳+۳+۱+۲=۹) عول ہوگیا 9 کی طرف ۔چنانچہ مسئلہ 9 سے بنایا، جن میں سے 3 سہام شوہر کو، 3 بہن کو، 1 دادا کو اور 2 ماں کو دیئے ۔اب دیکھیں کہ دادا کے سہام کتنے ہیں؟ اور بہن کے کتنے ؟ دونوں کو جمع کرلیں چنانچہ دادا کے سہام (۱) اور بہن کے سہام (۳) کو جمع کیا تو حاصل جمع 4 ہوا ۔یہ چار سہام دادا اور بہن کے درمیان **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم کئے جائیں گے لیکن یہ چار سہام دادا اور بہن کے درمیان **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے کیونکہ دادا کو یہاں پر بھائی کی طرح حصہ ملنا ہے اور ایک بھائی دو بہنوں کی طرح ہوتا ہے اس طرح گویا کہ تین بہنیں ہوگئیں ۔جبکہ سہام چار ہیں جو کہ تین رؤوس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے اور ان سہام اور رؤوس میں نسبت تباین کی ہے اس کسر کو ختم کرنے کے لئے ان رؤوس کے جمیع مسئلہ (۳) کو ضرب دی اصل مسئلہ (۹) کے ساتھ تو (۳×۹=۲۷) حاصل ضرب 27 ہوا۔

اب 27 سے تصحیح ہوگی ۔چونکہ اصل مسئلہ سے شوہر کے تین سہام تھے اس لئے شوہر کے ان سہام کو بھی ضرب دی اس عدد کے ساتھ جس کے ساتھ اصل مسئلہ کو ضرب دی تھی، تو (۳×۳=۹) حاصل ضرب 9 ہوا۔ یہ حصہ ہے شوہر کا ۔دادا کا ایک سہم تھا اس کو بھی 3 سے ضرب دی تو (۳×۱=۳) حاصل ضرب 3 ہوا۔ یہ حصہ ہے دادا کا ۔بہن کے تین سہام کو بھی 3 سے ضرب دی تو (۳×۳=۹) حاصل ضرب 9 ہوا۔ یہ حصہ بہن کا ہے۔ماں کے 2 سہام کو بھی 3 سے ضرب دی تو (۲×۳=۶) حاصل ضرب 6 ہوا ۔یہ حصہ ماں کا ہے ۔اس طرح تمام سہام پورے پورے تقسیم ہوگئے (۹+۳+۹+۶=۲۷) اس تقسیم میں دادا کے حصہ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں 3 سہام اور بہن کے حصہ میں 9 سہام آئے ہیں ۔ان دونوں کو جمع کریں تو (۳+۹=۱۲) حاصل جمع 12 ہوا۔ اب یہ 12 سہام دادا اور بہن کے درمیان **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم کریں گے تو دادا کو 8 اور بہن کو 4 آجائیں گے اس طرح ان کے سہام بھی بغیر کسی کسر کے پورے پورے تقسیم ہوگئے (۸+۴=۱۲)

سوال

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہن کو کبھی تو ذی فرض بناتے ہیں جیسا کہ ابتداء میں جب مسئلہ بنایا تو بہن کو ذی فرض بنایا اور کبھی عصبہ بناتے ہیں جیسا کہ دادا کے ساتھ مقاسمہ کے وقت اس بہن کو عصبہ کردیا۔ایسا کیوں ہے؟ یا تو اس کو ابتداء میں بھی عصبہ بناتے ۔ اور اگر شروع میں ذی فرض بنایا ہے تو تقسیم کے وقت بھی اس کو ذی فرض بناتے ۔

جواب

یہاں پر حضرت زید نے ابتداءً بہن کو ذی فرض بنایا کہ وہ کہیں وراثت سے بالکلیہ ہی محروم نہ رہ جائے اور تقسیم کے وقت دادا کے ساتھ اس کو عصبہ بنایا تاکہ اس کا حصہ دادا کے حصہ سے بڑھ نہ جائے کیونکہ جب دادا کو بھائی کی طرح کرنا ہے تو پھر جو بہن بنے گی اس کا حصہ بھائی سے زیادہ تو نہیں ہوسکتا۔

سوال

پیچھے ایک مسئلہ گزرا ہے کہ جب کسی نے دادا، بیٹی اور عینی یا اخیافی بہن چھوڑی ہو تو وہاں پر آپ نے بہن کو ابتداءً ذی فرض کیوں نہیں بنایا وہاں تو آپ نے بہن کا بالکلیہ محروم ہونا برداشت کرلیا لیکن مسئلہ اکدریہ میں یہ برداشت کیوں نہیں ہورہا ۔سوال یہ ہے کہ سابقہ مسئلہ میں بھی بہن محروم ہورہی تھی آپ نے اس کو ذی فرض بنا کر محروم ہونے سے نہیں بچایا اور اس مسئلہ میں بھی بہن محروم ہورہی تھی لیکن آپ نے فوراً اس کو ذی فرض بنا کر محروم ہونے سے بچالیا۔ یہ فرق کیوں ہے؟

جواب

وہاں پر بہن کو ذی فرض بنانے سے مانع موجود تھا جب کہ یہاں پر کوئی مانع موجود نہیں ہے ،وہاں پر بیٹی موجود ہے اور بیٹی کے ساتھ بہن عصبہ بنا کرتی ہے اس لئے جب اس کو بیٹی کے ساتھ عصبہ بنادیا تو اب ذی فرض نہیں بنا سکتے جبکہ یہاں پر چونکہ بیٹی موجود نہیں ہے جو اس کو عصبہ بنائے اس لئے یہاں پر ہم نے بہن کو ابتداءً ذی فرض بنا کر بالکلیہ وراثت سے محروم ہونے سے بچالیا۔

اعتراض

آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ یہاں کوئی مانع موجود نہیں ہے ۔ یہاں بھی تو مانع موجود ہے، کیونکہ دادا بھی تو عینی یا اخیافی بہنوں کو عصبہ بنادیتا ہے تو جب یہاں پر بھی بہن کو عصبہ کرنے والا موجود ہے تو اس کے باوجود آپ نے بہن کو ذی فرض بنادیا

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جبکہ سابقہ مسئلہ میں بھی صورت حال یہی تھی کہ بہن کو عصبہ بنانے کے لئے بیٹی موجود تھی لیکن آپ نے ذی فرض نہیں بنایا مانع تو دونوں جگہ پر موجود ہے آپ ایک جگہ پر مانع کو مانتے ہیں اور دوسری جگہ نہیں مانتے۔ کیوں؟

جواب

جو مثال آپ پیش کررہے ہیں وہاں دو مانع موجود تھے ''بیٹی اور دادا'' جبکہ یہاں پر صرف ایک مانع (دادا) موجود ہے اور اس کے عصبہ کرنے کے بارے میں بھی اختلاف ہے جبکہ سابقہ مسئلہ میں دادا کے ساتھ ساتھ بیٹی بھی موجود تھی جو کہ بالاتفاق بہنوں کو عصبہ کر دیتی ہے اس لئے بیٹی کے ہوتے ہوئے ہم نے بہن کو ''عصبہ'' ہی کیا ''ذی فرض'' نہیں کیا۔ جب کہ صرف دادا کی موجودگی میں ہم نے بہن کو ''ذی فرض'' کردیا کیونکہ دادا کا عصبہ کرنا مختلف فیہ ہے۔

نوٹ

اگر سابقہ مسئلہ (اکدریہ) میں بہن کی بجائے بھائی یا دو بہنیں ہوتیں تو مسئلہ میں نہ تو عول ہوتا اور نہ ہی اکدریت ہوتی، کیونکہ جب بہن کی جگہ بھائی ہوگا تو جمیع مال کا سدس دادا کے لئے بہتر ہوگا تو مسئلہ 6 سے بنا کر اس کو جمیع مال کا سدس (۱) دے دیا جائے گا۔ زوج کا حصہ نصف تھا، اس کو نصف (۳ سہام) دیئے۔ باقی بچے 2۔ ماں کا ثلث تھا۔ تو 6 کا ثلث 2 ہوتا ہے۔ یہ ماں کو دیئے تو عول کی ضرورت نہ پڑی۔ اور اس مسئلہ میں اکدریت بھی نہیں رہتی۔ کیونکہ بھائی حضرت زید کے نزدیک بہر حال ''عصبہ'' ہی ہے اس لئے اس کو ذی فرض بنانے میں کسی کا بھی قول نہیں ہے، جب حضرت زید بھی اس کو عصبہ نہیں بناتے ہیں تو یہی تو اکدریت تھی کہ ایک مقام پر حضرت زید بہن کو ذی فرض بناتے ہیں اور دوسرے مقام پر عصبہ جب کہ اگر بہن کی جگہ بھائی ہو تو نہ حضرت زید کا ذہن اس کو ذی فرض بنانے کی طرف جائے اور نہ اکدریت پیدا ہو۔

مسئلہ اکدریہ کی وجہ تسمیہ

(i) یہ واقعہ بنو اکدر قبیلہ کی ایک عورت کے ساتھ پیش آیا تھا کہ وہ مرگئی تھی اور اس نے مذکورہ ورثاء چھوڑے، اس عورت کی وجہ سے اس مسئلہ کا نام مسئلہ اکدریہ ہوگیا۔

(ii) اس مسئلہ کی وجہ سے حضرت زید پر ان کا اپنا مذہب خلط ملط ہوگیا کیونکہ وہ دادا کے ساتھ عینی اور اخیافی بہن بھائیوں کو عصبہ بناتے ہیں لیکن اس مسئلہ میں آپ نے ان کو عصبہ نہیں بنایا تو چونکہ اس مسئلہ نے حضرت زید پر ان کا مذہب مکدر کر دیا تھا اس لئے اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں۔

(iii) بنو اکدر کے قبیلہ کا ایک شخص وراثت میں حضرت زید کے مسلک کو بہت پسند کرتا تھا خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اس سے یہ مسئلہ پوچھا تو اس کو صحیح جواب نہ آیا تو اس مسئلہ کو اس شخص کے قبیلہ کی طرف منسوب کر دیا گیا

(iv) کدر کا معنی ہے گدلا اور میلا ہونا چونکہ اہل فرائض پر یہ مسئلہ گدلا ہوگیا کہ دادا کے ساتھ بہن کو عصبہ بنائیں یا ذی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

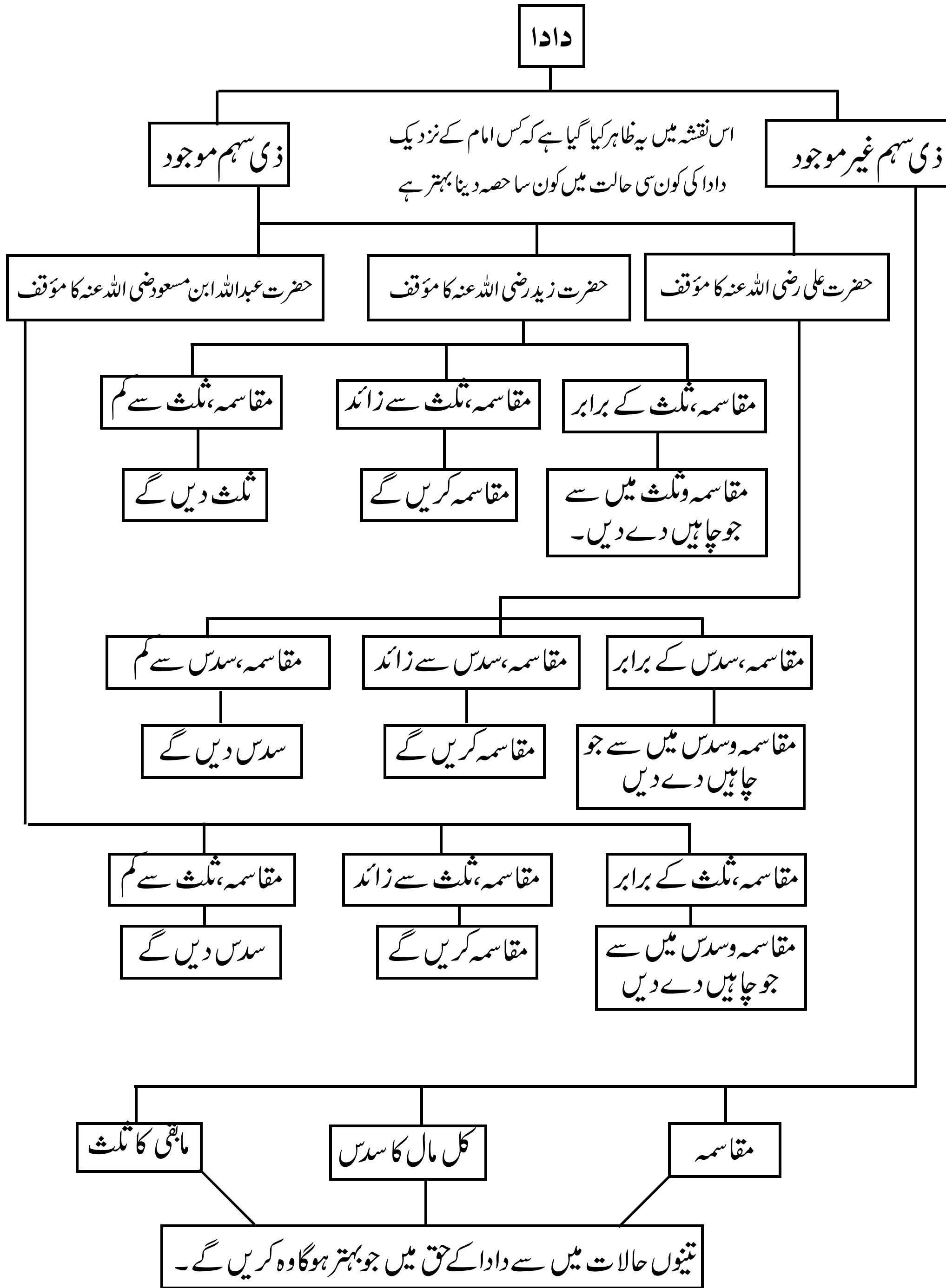
فرض اس لئے اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں۔

(۷) چونکہ دادا، بہن کے حصۂ وراثت کو گدلا کر دیتا ہے اس لئے اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں۔

نوٹ

اس مسئلہ کو **مربعة الجماعة**، **مسئله غراء**، اور **مسئله غالبه** بھی کہتے ہیں۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari



for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بَابُ الْمُنَاسَخَةِ

وَلَوْصَارَ بَعْضُ الاَنْصِبَاءِ مِيْرَاثًا قَبْلَ الْقِسْمَةِ كَزَوْجٍ وَّبِنْتٍ وَّاُمٍّ فَمَاتَ الزَّوْجُ قَبْلَ الْقِسْمَةِ عَنِ امْرَأَةٍ وَّاَبَوَيْنِ ثُمَّ مَاتَتِ الْبِنْتُ عَنِ ابْنَيْنِ وَبِنْتٍ وَّجَدَّةٍ ثُمَّ مَاتَتِ الْجَدَّةُ عَنْ زَوْجٍ وَّاَخَوَيْنِ فَالاَصْلُ فِيْهِ اَنْ تُصَحَّحَ مَسْأَلَةُ الْمَيِّتِ الاَوَّلِ وَتُعْطٰى سِهَامُ كُلِّ وَارِثٍ مِنَ التَّصْحِيْحِ ثُمَّ تُصَحَّحُ مَسْأَلَةُ الْمَيِّتِ الثَّانِى وَتُنْظَرُ بَيْنَ مَا فِى يَدِهٖ مِنَ التَّصْحِيْحِ الاوَّلِ وَبَيْنَ التَّصْحِيْحِ الثَّانِى ثَلٰثَةُ اَحْوَالٍ فَاِنِ اسْتَقَامَ مَا فِى يَدِهٖ مِنَ التَّصْحِيْحِ الاوَّلِ عَلَى الثَّانِى فَلَاحَاجَةَ اِلَى الضَّرْبِ وَاِنْ لَمْ يَسْتَقِمْ فَانْظُرْاِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا مُوَافَقَةٌ فَاضْرِبْ وَفْقَ التَّصْحِيْحِ الثَّانِى فِى التَّصْحِيْحِ الاوَّلِ وَاِنْ كَانَ بَيْنَهُمَامُبَايَنَةٌ فَاضْرِبْ كُلَّ التَّصْحِيْحِ الثَّانِى فِى كُلِّ التَّصْحِيْحِ الاوَّلِ فَالْمَبْلَغُ مَخْرَجُ الْمَسْأَلَتَيْنِ فَسِهَامُ وَرَثَةِ الْمَيِّتِ الاوَّلِ تُضْرَبُ فِى الْمَضْرُوْبِ اَعْنِى فِى التَّصْحِيْحِ الثَّانِى اَوْ فِى وَفْقِهٖ وَسِهَامُ وَرَثَةِ الْمَيِّتِ الثَّانِى تُضْرَبُ فِى كُلِّ مَافِى يَدِهٖ اَوْ فِى وَفْقِهٖ وَاِنْ مَاتَ ثَالِثٌ اَوْ رَابِعٌ اَوْ خَامِسٌ فَاجْعَلِ الْمَبْلَغَ مَقَامَ الاُوْلٰى وَالثَّالِثَةَ مَقَامَ الثَّانِيَةِ فِى الْعَمَلِ ثُمَّ فِى الرَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ كَذٰلِكَ غَيْرَ النِّهَايَةِ

ترجمہ

اگر بعض حصص تقسیم سے پہلے ہی میراث بن جائیں ،جیسا کہ شوہر، بیٹی اور ماں۔ پھر شوہر تقسیم سے پہلے مرجائے بیوی اور ماں باپ چھوڑ کر، پھر بیٹی مرجائے دو بیٹے ، بیٹی اوردادی چھوڑ کر، پھر دادی مرجائے شوہراوردو بھائی چھوڑ کر، تو اس میں اصل یہ ہے کہ پہلی میت کے مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی اور تصحیح میں سے ہر وارث کے سہام اس کو دیئے جائیں گے پھر میت ثانی کے مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی اور دیکھا جائے گا کہ اس میت کے پاس تصحیح اول کا مافی الید اور تصحیح ثانی کے درمیان (کیا نسبت ہے؟ جب غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ ان کے درمیان نسبتوں کے اعتبار سے) تین احوال ہونگے ، اگر تصحیح اول کا مافی الید، تصحیح ثانی کے برابر ہے تو کسی قسم کی ضرب وغیرہ کی حاجت نہیں ہے اور اگر برابر نہ ہو تو دیکھیں اگر ان کے درمیان موافقت ہے تو تصحیح ثانی کے وفق کو تصحیح اول کے ساتھ ضرب دیں اور اگر ان کے درمیان تباین ہو تو کل تصحیح ثانی کو کل تصحیح اول کے ساتھ ضرب دیں گے جو جواب آئے گا وہ دونوں مسئلوں میں مخرج ہوگا پھر میت اول کے ورثاء کے سہام کو مضروب کے ساتھ یعنی تصحیح ثانی کے ساتھ یا اس کے وفق کے ساتھ ضرب دیں اور میت ثانی کے ورثاء کو کل مافی الید کے ساتھ یا اس کے وفق کے ساتھ ضرب دیں گے ۔اور اگر تیسرا یا چوتھا یا پانچواں وارث مرجائے تو مبلغ کو مسئلہ اولیٰ کے قائم مقام سمجھا جائے گا اور عمل میں تیسرے مسئلہ کو مسئلہ ثانیہ کے قائم مقام سمجھا جائے گا۔ اور پھر چوتھے مسئلہ میں بھی اسی طرح ، پھر پانچویں مسئلہ میں بھی اسی طرح ۔اسی طرح الی غیر نہایہ (تصحیح کی جائے گی)

مناسخہ کا بیان

قولہ المناسخۃ الخ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مناسخہ کا لغوی معنی

مناسخہ ''نسخ'' سے ماخوذ ہے، یہ باب مفاعلہ سے یا تو اسم فاعل ہے یا اسم مفعول۔ جس کے مختلف معانی درج ذیل ہیں۔

(۱) نسخ کا ایک معنیٰ '' ازالہ'' ہے، جب سورج کی دھوپ پڑے تو کہا جاتا ہے ''**نسخت الشمس الظل**''(سورج نے سایہ زائل کر دیا)

(۲) یونہی نسخ کا معنیٰ '' **تغییر** '' بھی ہے جب ہوائیں کسی چیز کی نشانیاں مٹا دیں تو کہا جاتا ہے ''**نسخت الریح اٰثار الدیار**''(ہوا نے شہروں کے نشانات مٹا دیئے)۔

(۳) نسخ کا ایک معنیٰ '' **نقل**'' بھی آتا ہے جب کسی کتاب سے اس کا مفہوم نقل کر کے لکھا جائے تو کہا جاتا ہے ''**نسخت الکتاب**''(جو کچھ کتاب میں ہے اس کو نقل کر لیا گیا)

مناسخہ کا اصطلاحی معنی

اِنْتِقَالُ نَصِیبِ بَعْضِ الْوَرَثَةِ بِمَوْتِهٖ قَبْلَ الْقِسْمَةِ اِلیٰ مَن یَّرِثُ مِنْهُ

اصطلاحِ اہلِ فرائض میں ''کسی وارث کے قبل از تقسیم مرنے کی وجہ سے اس کے حصہ کا اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہوجانا'' مناسخہ کہلاتا ہے۔

مناسخہ کی تفصیل

اگر میت کا ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے اس کے ورثاء میں سے کوئی مر جائے تو دیکھیں گے کہ اس میتِ ثانی کے ورثاء وہی ہیں جو میتِ اول کے ورثاء تھے یا فرق ہے اگر دونوں کے ورثاء ایک ہی ہیں تو پھر یہ دیکھیں گے کہ ان ورثاء کے حصص میں فرق ہے یا نہیں؟ (یعنی اگر میتِ اول کی وراثت پا رہے ہوں تو کچھ سہام اور میت ثانی کی وراثت پا رہے ہوں تو کچھ اور سہام ملیں گے یا ایسا نہیں ہے۔) اگر تغیر واقع نہیں ہو رہا تو پھر میتِ اول کے لئے جو تصحیح بنائی ہے اسی میں سے سہام تقسیم کر دیں گے اور فوت شدہ کو یوں سمجھیں گے کہ گویا کہ وہ تھا ہی نہیں۔

اگر ورثاء میں فرق ہے تو پھر یہ دیکھنا ہے کہ میتِ ثانی کو میتِ اول سے جو سہام ملے ہیں ان سہام کی نسبت اس کے ورثاء کے مسئلہ کے ساتھ تماثل کی ہے توافق کی ہے یا تباین کی؟ اگر تماثل کی ہو تو ٹھیک ہے اسی طرح تقسیم کر دیں اور اگر ''توافق'' کی ہے تو پھر میتِ ثانی کے ورثاء کے مسئلہ کے وفق کو ضرب دیں میتِ اول کی تصحیح کے ساتھ اور ماحصل سے تمام کے سہام نکال لئے جائیں اور اگر نسبت ''تباین'' کی ہو تو میتِ ثانی کے جمیع مسئلہ کو ضرب دیں میتِ اول کی تصحیح کے ساتھ اور ماحصل سے تمام کے سہام نکال لئے جائیں۔

میت اول اور ثانی کے ورثاء اور ان کے سہام ایک ہونے کی مثال

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جیسا کہ کسی نے ایک ہی عورت سے چار بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑیں۔ ابھی وراثت تقسیم نہیں ہوئی تھی کہ ان چار بیٹیوں میں سے ایک فوت ہوگئی اوراس بیٹی کا ان بہن بھائیوں کے سوا اورکوئی وارث نہیں ہے تو چونکہ دونوں میتوں کے ورثاء بھی ایک ہی ہیں اوران کے سہام میں بھی فرق نہیں ہے اس لئے جمیع ترکہ، اس فوت شدہ کو چھوڑ کر باقی موجودورثہ میں **للذکر مثل حظ الانثیین** کےطور پر تقسیم ہوجائے گا تو یہاں پر الگ سے کسی اورتصحیح کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ مسئلہ 11 سے کریں گے جس میں سے 4 بھائیوں کے لئے 8 سہام ۔ ہر بھائی کو 2،2۔اورتین بہنوں کوایک ایک سہم مل جائے گا۔

میت اول اورثانی ورثاء ایک لیکن ان کے سہام الگ ہونے کی مثال

جیسا کہ کوئی شخص فوت ہوااوراس نے ورثاء میں ایک بیٹا ایک عورت سے اورتین بیٹیاں دوسری عورت سے چھوڑیں پھر قبل ازتقسیم کوئی ایک بیٹی مرگئی اوراس نے ورثہ میں یہی ایک علاتی بھائی اوردوعینی بہنیں چھوڑیں اب ان میں غورکریں، تینوں میتِ اول کے بطورعصبہ وارث ہیں کیونکہ یہ سب بیٹے ، بیٹیاں ہیں ۔اورمیتِ ثانی کے لئے یہ عصبات نہیں ہیں بلکہ بہنیں ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے ''ثلثان'' لیں گی اور ماںقی علاتی بھائی کے لئے۔دیکھا آپ نے !ورثاء تواگرچہ دونوں کے ایک ہی ہیں لیکن پہلی میت کی تصحیح میں یہ بطورعصبہ حصہ پارہے ہیں جس کی بناء پرلڑکے کو دونوں لڑکیوں کے برابرحصہ مل رہا تھا اور ہر بیٹی کواس سے نصف مل رہاتھا اورمیتِ ثانی کے مسئلہ سے بہنوں کواس بھائی سے ڈبل مل رہا ہے اور ہر بہن کو بھائی کے برابرمل رہاہے۔

میت اول اورثانی کے ورثاء الگ الگ ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی عورت (سلیمہ) نے شوہر(زید)بیٹی(کریمہ) اورماں (عظیمہ) چھوڑی۔پھرتقسیم سے پہلے ہی زوج (زید) مرگیا اوراس نے ورثاء میں بیوی(حلیمہ) اورماں(رحیمہ) باپ (عمرو) چھوڑے۔پھر بیٹی(کریمہ) بھی تقسیم سے پہلے مرگئی اوراس نے دوبیٹے (خالد،عبداللہ)، ایک بیٹی(رقیہ) اورنانی(عظیمہ) چھوڑی (یہ اس عورت کی ماں ہے جس کا سب سے پہلے انتقال ہوا یعنی کہ زینب کی) پھر یہ نانی بھی قبل ازتقسیم فوت ہوگئی اوراس نے ورثاء میں شوہراوردو بھائی چھوڑے

اس میں اولاً میتِ اول کی تصحیح کریں گے اورسابقہ قوانین کے مطابق اس کے ورثاء کوسہام دیں گے پھرمیت ثانی کی تصحیح بھی سابقہ قوانین کے مطابق کریں گے اوردیکھیں گے کہ اس میتِ ثانی کومیتِ اول کی تصحیح سے جوسہام ملے تھے اس کی نسبت اس تصحیح ثانی کے ساتھ تماثل کی ہے ،توافق کی یاتباین کی ۔اگرنسبت تماثل کی ہویعنی کہ میت اول کی تصحیح سے جواس کوحصہ ملا تھا وہ اس کے ورثاء میں پوراپوراتقسیم ہورہاہے تو پھرکسی دیگرضرب کی ضرورت نہیں ہے ۔بلکہ یہاں تصحیح اول اصل مسئلہ کے قائم مقام ہوگی اورتصحیح ثانی بمنزلہ رؤس کے ہوگی اورمیت ثانی کے ہاتھ میں میتِ اول سے ملے ہوئے جوسہام ہیں وہ ایسے ہیں جیسے اصل مسئلہ سے کسی فریق کے سہام ہوتے ہیں پس میت ثانی **کامافی الید** (جوکچھ میت کے ہاتھ میں موجود ہے)اس کے ورثاء میں پوراپوراتقسیم ہونے کی صورت میں وہی پہلی تصحیح ہی دونوں کے سہام تقسیم کرنے کے لئے کافی ہوگی ۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تماثل کی مثال

جیسا کہ کسی (سلیمہ) نے شوہر(زید)، بیٹی (کریمہ) اور ماں (عظیمہ) چھوڑی ہو اور تقسیم سے پہلے شوہر(زید) مر گیا اوراس نے ورثاء میں بیوی (حلیمہ)، ماں (رحیمہ) اور باپ (عمرو) چھوڑے ہوں۔ تومیت اول (سلیمہ) کے ورثاء میں شوہر(زید) کا ربع، بیٹی (کریمہ) کا نصف اور ماں (عظیمہ) کا سدس ہے۔ چونکہ مسئلہ میں ربع جمع ہو رہا ہے نوع ثانی کے ساتھ، اس لئے مسئلہ 12 سے بنایا۔ ان 12 میں سے 3 شوہر کے، 6 بیٹی کے اور 2 ماں کے۔ اس طرح کل سہام (۳+۶+۲=۱۱) 11 ہوئے۔ ایک باقی بچ گیا اور کوئی وارث موجود نہیں ہے جس کو یہ باقی ماندہ 1 دیا جائے۔ اس لئے یہ ایک بھی انہیں پر رد کیا جائے گا، رد کرنے کے لئے ہم نے اولاً **من لا یرد علیہ** (شوہر زید) کو اقل مخرج (۴) میں سے ایک سہم دے دیا، باقی 3 بچے اور ورثاء میں ایک بیٹی (کریمہ) اور ماں (رحیمہ) ہے۔ جن کے سہام کی نسبت 3 اور 1 کی ہے ۔ جہاں یہ نسبت پائی جائے وہاں مسئلہ 4 سے بنا کرتا ہے تا کہ اس میں سے تین بھی نکل سکے اور ایک بھی ۔ چنانچہ مسئلہ تو 4 سے بننا چاہئے لیکن مابقی 3 ہے۔ جو کہ 4 پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا اور ان میں نسبت تباین کی ہے اس لئے **من یرد علیہ** کے جمیع مسئلہ کو **من لا یرد علیہ** کے فرض (ربع) کے مخرج (۴) سے ضرب دی تو (۴×۴=۱۶) حاصل ضرب 16 آیا۔ اس سے تمام کے سہام کی تقسیم ہوگی اس لئے زوج (زید) کے سہام (۱) کو بھی ضرب دی (۴) کے ساتھ تو (۱×۴=۴) حاصل ضرب 4 آیا۔ یہ حصہ ہے شوہر(زید) کا۔ باقی بچے 12۔ اور بیٹی (کریمہ) اور ماں (عظیمہ) کے سہام میں نسبت ایک اور تین کی تھی اس لئے 12 کو ایک اور تین میں تقسیم کرنے کے لئے 4 حصوں میں تقسیم کیا تو تین تین کے چار حصے بن گئے ان میں سے تین حصے (۹ سہام) بیٹی (کریمہ) کو، اور ایک حصہ (۳ سہام) ماں (عظیمہ) کو دیئے۔

زید بھی تقسیم سے پہلے فوت ہو گیا جس نے ورثاء میں بیوی (حلیمہ)، باپ (عمرو) اور ماں (رحیمہ) چھوڑی، ان میں بیوی (حلیمہ) کا ربع اور ماں (رحیمہ) کا ''مابقی کا ثلث'' ہے اور باپ (عمرو) کے لئے ''مابقی'' کیونکہ وہ عصبہ ہے چنانچہ زید کو جو 4 سہام میتِ اول (سلیمہ) کی وراثت سے ملے تھے ان 4 میں سے ایک بیوی (حلیمہ) کو دیا۔ باقی بچے 3۔ ماں (رحیمہ) کے لئے ''مابقی کا ثلث'' ہے اس لئے تین کا ثلث (۱) ماں (رحیمہ) کو دیا۔ باقی بچے 2۔ یہ باپ (عمرو) کے لئے ہے، کیونکہ وہ عصبہ ہے جو کہ اصحاب فرائض سے بچا ہو مال لے لیتا ہے اس لئے باپ (عمرو) کو بقیہ 2 سہام دے دیئے ۔ اس طرح میت اول (سلیمہ) کے لئے جو تصحیح کی تھی اسی میں سے میتِ ثانی (زید) کے ورثاء کی بھی تصحیح ہو گئی کیونکہ اس میں میت کو تصحیح اول سے جو کچھ ملا تھا وہ اس کے ورثاء پر پورا پورا تقسیم ہو گیا۔

توافق کی مثال

جیسا کہ (مذکورہ مسئلہ میں) میت اول (سلیمہ) کے ورثاء میں سے اس کی بیٹی (کریمہ) قبل از تقسیم مر گئی اوراس نے ایک بیٹی (رقیہ) دو بیٹے (خالد، عبداللہ) اور ایک نانی (عظیمہ) چھوڑی۔ نانی (عظیمہ) کا حصہ سدس اور باقی بیٹی (کریمہ)

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور بیٹوں (خالد،عبداللہ) میں **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم ہوگا۔چونکہ مسئلہ میں سدس موجود ہے اس لئے مسئلہ 6 سے بنے گا۔اب ہم نے کریمہ کومیتِ اول سے ملا ہوا حصہ اور اس کے ورثاء کے مسئلہ میں نسبت دیکھی تو ''توافق'' کی تھی۔کیونکہ کریمہ کا حصہ میتِ اول سے 9 تھا۔9اور 6 میں **توافق بالثلث** کی نسبت ہے چنانچہ قانون کے مطابق تصحیح ثانی کے وفق (۲) کوضرب دی تصحیح اول (جو کہ اصل مسئلہ کے قائم مقام ہے) کے ساتھ تو (۱۶×۲=۳۲) حاصل ضرب 32 ہوا۔لہذا اب تمام کے مسائل 32 سے حل ہونگے۔

چونکہ اصل مسئلہ کو 2 سے ضرب دی ہے اس لئے اب اس تصحیح سے حصہ پانے والوں کے تمام سہام کوبھی 2 سے ضرب دیں گے۔تصحیح اول (سلیمہ والے مسئلہ) میں شوہر (زید) کے سہام 4 تھے ان کو بھی 2 سے ضرب دی تو (۴×۲=۸) حاصل ضرب 8 ہوا۔یہی شوہر (زید) کا حصہ ہے۔ماں کے تین سہام تھے ان کوبھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو حاصل ضرب 6 آیا۔

مسئلہ زید میں زوجہ کا ایک سہم تھا اس کوبھی 2 سے ضرب دی تو (۲×۱=۲) حاصل ضرب 2 ہوا۔یہ حصہ زوجہ (حلیمہ) کا ہے۔زید کے 8 سہام میں سے ماں (رحیمہ) کا ایک سہم تھا اس کو بھی 2 سے ضرب دی تو اس کا حاصل ضرب بھی 2 ہی آیا (جو کہ مابقی کا ثلث ہے) اس لئے 2 سہام ماں کو دے دیئے زید کے 8 سہام میں سے۔باپ (عمرو) کے 2 سہام تھے ان کوبھی 2 سے ضرب دی تو (۲×۲=۴) حاصل ضرب 4 ہوا۔یہ حصہ ملا باپ (عمرو) کو زید کے 8 سہام میں سے۔اس طرح زید کے حاصل کردہ 8 سہام بھی پورے پورے تقسیم ہوگئے۔تصحیح اول سے بیٹی کا حصہ 9 تھا۔اس کوبھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو (۹×۲=۱۸) بیٹی کے سہام 18 ہوگئے۔اب بیٹی کے ورثاء میں سے نانی کوسدس (۳ سہام) دیا۔باقی بچے 15۔یہ دو بیٹوں اور ایک بیٹی کے درمیان **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم کریں گے تو تین تین کے کل پانچ حصے بنائیں گے۔اب پانچ حصوں میں سے چار حصے بیٹوں کو اس طرح کہ ہر ایک کو دو دو حصے (۶،۶ سہام) ملیں گے۔اور ایک حصہ (۳ سہام) بیٹی کو۔اس طرح کریمہ کو ملنے والے 18 سہام بھی اس کے ورثہ میں تقسیم ہوگئے۔

پڑتال (۳+۶+۶+۳=۱۸)

تباین کی مثال

جیسا کہ میتِ اول (سلیمہ) کی ماں (عظیمہ) قبل از تقسیم فوت ہوگئی اور اس نے ورثاء میں شوہر اور دو بھائی چھوڑے تو ان ورثاء میں شوہر کا حصہ نصف ہے۔اور دو بھائیوں کا مابقی ہے۔اس لئے ان کا مسئلہ 4 سے بنے گا جبکہ عظیمہ کے پاس میتِ اول (اس کی بیٹی سلیمہ) اور میت ثالث (کریمہ) کی تصحیح سے ملا ہوا حصہ 9 سہام تھا۔9 سہام 4 رؤوس پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے جب کہ ان میں نسبت تباین کی ہے اس لئے ان کی تصحیح کے لئے ہم نے ان کے جمیع مسئلہ (۴) کوضرب دی میتِ اول کی تصحیح (۳۲) کے ساتھ تو (۳۲×۴=۱۲۸) حاصل ضرب 128 ہوا۔اب تمام کے سہام اسی سے تقسیم کئے جائیں گے تقسیم کا طریقہ یہ ہوگا کہ جن ورثاء کے سہام 32 والی تصحیح سے تھے ان سب کوبھی اسی عدد سے ضرب دیں گے جس کے ساتھ تصحیح

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اول (32) کوضرب دی تھی ۔اورجس کو4(جوکہ مسئلہ ثانیہ {زید کی وراثت تقسیم کرنے کے لئے 4 سے مسئلہ بنایا تھا} کی تصحیح تھی) میں سے سہام ملے تھے ان کے سہام کوان تمام کے ساتھ ضرب دیں گے جودادی کو ملا (اور وہ 9 ہے)

میتِ اول کی تصحیح (32والی) میں زید (جوکہ مسئلہ ثانیہ کی میت ہے) کی زوجہ (حلیمہ) کے دوسہام تھے۔ چنانچہ اس کے ان دوسہام کوبھی چارسے ضرب دی تو (۲×۴=۸) حاصل ضرب 8 ہوا۔ یہ حصہ ہے حلیمہ کا۔اسی مسئلہ میں باپ کے 4 سہام تھے ان کوبھی چار سے ضرب دی تو (۴×۴=۱۶) حاصل ضرب 16 ہوا۔ یہ حصہ باپ (عمرو) کا۔ اسی مسئلہ میں ماں (رحیمہ) کا حصہ 2 سہام تھے، اس کوبھی ضرب دی 4 کیساتھ تو (۴×۲=۸) حاصل ضرب8 ہوا۔ یہ حصہ ہے زید کی وراثت میں سے ماں (رحیمہ) کا۔میتِ ثالث (کریمہ جوکہ میتِ اول کی بیٹی ہے) کے ورثاء میں سے دوبیٹوں (خالد اورعبداللہ) کے لئے 32 میں سے 12 سہام تھے۔ ہرایک بیٹے کے لئے 6،6 سہام۔انکے 6 سہام کوبھی ضرب دی 4 کیساتھ تو (۶×۴=۲۴) حاصل ضرب 24 ہوا۔ یہ حصہ ہے میتِ ثالث (کریمہ) کے دونوں بیٹوں (خالد اورعبداللہ) میں سے ہرایک کا۔میتِ ثالث کی بیٹی (رقیہ) کو 32 میں سے 3 سہام ملے تھے۔اس کے تین سہام کوبھی ضرب دی 4 کیساتھ تو (۴×۳=۱۲) حاصل ضرب 12 آیا۔ یہ حصہ ہے کریمہ کی بیٹی (رقیہ) کا۔میتِ رابع (عظیمہ جس کا مسئلہ 4 سے بنا تھا) کے ورثاء میں سے شوہر کے لئے 4 میں سے 2 سہام تھے ان کی میت کا ''مافی الید'' 9 تھا۔توزوج (عبدالرحمٰن) کے سہام کوضرب دی اس کی میت (عظیمہ) کے مافی الید (۹) سے تو (۹×۲=۱۸) حاصل ضرب 18 ہوا۔ یہ حصہ ہے میتِ رابع کے ورثاء میں سے زوج (عبدالرحمٰن) کا۔اوراس میتِ رابع کے بھائیوں (عبدالکریم،عبدالرحیم) میں سے ہرایک کے لئے 4 میں سے ایک سہم تھا۔توان کے اس ایک ایک سہم کوبھی ضرب دی ان کی میت کے مافی الید (۹) کے ساتھ تو (۹×۱=۹) حاصل ضرب 9 ہوا۔ یہ حصہ میتِ رابع (عظیمہ) کے ورثاء میں سے ایک بھائی کا۔اوربعینہ یہی حصہ ہے میتِ رابع کے دوسرے بھائی کا۔اب پڑتال کرکے دیکھیں حلیمہ ۸ +عمرو۱۶+ رحیمہ ۸ + خالد۲۴+عبداللہ۲۴ + رقیہ۱۲ + عبدالرحمٰن ۱۸ +عبدالکریم۹+عبدالرحیم۹ = ۱۲۸) اس پڑتال کے بعد معلوم ہوا کہ تقسیم بالکل درست ہوچکی ہے۔ یونہی اگرمیتِ ثالث کا حصہ بھی ابھی تقسیم نہ کیا گیا ہوکہ یہ بھی مرجائے تواس کو حل کرنے کا طریقہ آسان ہے وہ یہ کہ اس تیسری میت کو دوسری کی جگہ رکھ لیں اوردوسری کو پہلی کی جگہ رکھ لیں اورپھر اسی سابقہ قانون کے مطابق ان میں تقسیم کردیں اسی طرح اگرمیتِ رابع کا مال ابھی تقسیم نہیں ہواتواس میتِ رابع کو دوسری کی جگہ اورمیتِ ثالث کو میتِ اول کی جگہ رکھ لیں اوران دونوں کے ساتھ میتِ اول اورثانی والامعاملہ کروہ ان شاء اللہ عزوجل صحیح جواب آئے گا۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسئلہ سلیمہ 4 بالرد 16×2=32×4=128

ماں (عظیمہ)	بیٹی (کریمہ)	شوہر (زید)
ثلث	نصف	ربع (اقل مخرج)
۳×۲=۶×۴=۲۴	۹×۲=۱۸×۴=۷۲	۴×۲=۸×۴=۳۲

مسئلہ زید 4 بینهما مماثلة فاستقام مافی الید ۴×۲=۸×۴=۳۲

(ماں رحیمہ)	باپ (عمرو)	بیوی (حلیمہ)
ثلث مابقی من الزوجہ	عصبہ	ربع (اقل مخرج)
۱×۲=۲×۴=۸	۲×۲=۴×۴=۱۶	۱×۲=۲×۴=۸

مسئلہ کریمہ 6 بینهما توافق بالثلث مافی الید ۹×۲=۱۸×۴=۷۲

ماں (عظیمہ)	بیٹا (عبداللہ)	بیٹا (خالد)	بیٹی (رقیہ)
سدس	عصبہ	عصبہ	عصبہ
۳×۲=۶	۶×۴=۲۴	۶×۴=۲۴	۳×۴=۱۲

مسئلہ عظیمہ 4 بینهما تباین مافی الید 9

بھائی (عبدالکریم)	بھائی (عبدالرحیم)	شوہر (عبدالرحمٰن)
عصبہ	عصبہ	نصف
۱×۹=۹	۱×۹=۹	۲×۹=۱۸

الاحیاء

عبدالکریم	عبدالرحیم	عبدالرحمٰن	عبداللہ	خالد	رقیہ	رحیمہ	عمرو	حلیمہ
۹	۹	۱۸	۲۴	۲۴	۱۲	۸	۱۶	۸

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بَابُ ذَوِی الاَرْحَامِ

ذُوالرَّحِمِ هُوَ كُلُّ قَرِيْبٍ لَيْسَ بِذِى سَهْمٍ وَّلَاعَصَبَةٌ وَكَانَتْ عَامَّةُ الصَّحَابَةِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَرَوْنَ تَوْرِيْثَ ذَوِى الاَرْحَامِ وَبِهٖ قَالَ اَصْحَابُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَ زَيْدُبْنُ ثَابِتٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَامِيْرَاثَ لِذَوِى الاَرْحَامِ وَيُوْضَعُ الْمَالُ فِى بَيْتِ الْمَالِ وَبِهٖ قَالَ مَالِكٌ وَّالشَّافِعِىُّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى وَذَوُوا الاَرْحَامِ اَصْنَافٌ اَرْبَعَةٌ اَلصِّنْفُ الاوَّلُ يَنْتَمِى اِلىٰ الْمَيِّتِ وَهُمْ اَوْلَادُ الْبَنَاتِ وَاَوْلَادُبَنَاتِ الابْنِ وَالصِّنْفُ الثَّانِى يَنْتَمِى اِلَيْهِمُ الْمَيِّتُ وَهُمُ الاَجْدَادُ السَّاقِطُوْنَ وَالْجَدَّاتُ السَّاقِطَاتُ وَالصِّنْفُ الثَّالِثُ يَنْتَمِى اِلٰى اَبَوَىِ الْمَيِّتِ وَهُمْ اَوْلَادُ الاَخَوَاتِ وَبَنَاتُ الاِخْوَةِ وَبَنُوا الاِخْوَةِ لِاُمٍّ وَالصِّنْفُ الرَّابِعُ يَنْتَمِى اِلٰى جَدَّىِ الْمَيِّتِ اَوْ جَدَّتَيْهِ وَهُمُ الْعَمَّاتُ وَالاَعْمَامُ لِاُمٍّ وَالاَخْوَالُ وَالْخَالَاتُ فَهٰٓؤلاءِ وَكُلُّ مَنْ يُدْلِى بِهِمْ ذَوِى الاَرْحَامِ رَوَى اَبُو سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِى حَنِيْفَةَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَّ اَقْرَبَ الاَصْنَافِ الصِّنْفُ الثَّانِى وَاِنْ عَلَوْاثُمَّ الاوَّلُ وَاِنْ سَفِلُوْا ثُمَّ الثَّالِثُ وَاِنْ نَزَلُوا ثُمَّ الرَّابِعُ وَاِنْ بَعُدُوا وَرَوَى اَبُويُوْسُفَ وَالْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ اَبِى حَنِيْفَةَ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَّ اَقْرَبَ الاَصْنَافِ الصِّنْفُ الاوَّلُ ثُمَّ الثَّانِى ثُمَّ الثَّالِثُ ثُمَّ الرَّابِعُ كَتَرْتِيْبِ الْعَصَبَاتِ وَهُوَ الْمَاخُوْذُبِهٖ وَعِنْدَ هُمَا الصِّنْفُ الثَّالِثُ مُقَدَّمٌ عَلٰى الْجَدِّاَبِ الاُمِّ لِاَنَّ عِنْدَهُمَا كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ اَوْلٰى مِنْ فَرْعِهٖ وَفَرْعُهٗ وَاِنْ سَفِلَ اَولىٰ مِنْ اَصْلِهٖ

ترجمہ

''ذوالرحم ہر وہ قریبی رشتہ دار ہے جو نہ تو ذی سہم ہواور نہ ہی عصبہ ہواور عام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ذوی الارحام کو وراثت دینے کے حق میں ہیں ۔اوراسی مذہب کو ہمارے اصحاب (احناف) نے اختیارکیا ہے اورحضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موٗقف یہ ہے کہ ذوی الارحام کو وراثت نہیں دی جائے گی بلکہ مال بیت المال میں رکھا جائے گا۔اسی مسلک کوامام مالک اور مام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ نے اختیارکیا ہے ۔اورذوی الارحام کی چارقسمیں ہیں پہلی قسم وہ جومیت کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور یہ بیٹیوں کی اولاد اور پوتیوں کی اولاد ہے۔اوردوسری قسم وہ ہے کہ جن کی طرف میت منسوب ہوتی ہے اور یہ ساقط دادے اورساقط دادیاں ہیں ۔تیسری قسم وہ ہے جومیت کے ماں باپ کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور یہ بہنوں کی اولاد، بھائیوں کی بیٹیاں اوراخیافی بھائیوں کے بیٹے ہیں اور چوتھی قسم وہ ہے کہ جو میت کے داداونانا کی طرف اوردادی ونانی کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور یہ پھوپھیاں اور ماں کی طرف کے چچے ہیں اور ماموں اورخالائیں ہیں ۔ابوسلیمان نے محمد بن حسن کے حوالے سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تمام اصناف میں سے میت کے سب سے زیادہ قریب دوسری قسم ہے اگر چہ اوپر تک ہوں پھر پہلی قسم اگر چہ نیچے تک ہوں پھر تیسری قسم اگر چہ نیچے تک ہوں پھر چوتھی قسم ہے اگر چہ دورتک ہوں ۔ابن سماعہ نے محمد بن حسن کے حوالے سے اورامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اورامام حسن بن زیادرحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم ابوحنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اقرب الاصناف پہلی قسم ہے پھر دوسری ، پھر تیسری ، پھر چوتھی۔جیسا کہ عصبات میں ترتیب ہے۔اسی پر فتویٰ ہے۔اورصاحبین کے نزدیک تیسری قسم اس دادا پر مقدم ہے جو ماں کا

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

باپ ہوتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک اُن (اصحاب صنف ثالث) میں سے ہر ایک اپنی فرع سے اولیٰ ہے اوراس (صنف ثانی) کی فرع اولیٰ ہے اس (صنف ثانی) کی اصل سے۔

ذوی الارحام کا بیان

ارحام جمع ہے "رحم" کی۔اوررحم اس مقام کو کہتے ہیں پیٹ میں جس مقام پر بچے کی پرورش ہوتی ہے اورلغت میں صاحب قرابت کو ذی رحم بولتے ہیں خواہ ذی فرض ہو یا نہ ہو۔اصطلاح اہل فرائض میں "**ذوالرحم**" ہر اس رشتہ دار کو کہتے ہیں جو نہ ذوی الفروض میں سے ہواور نہ ہی عصبات میں سے ہو۔یہ لوگ وراثت پاتے ہیں یا نہیں اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

ائمہ احناف کا مذہب

ائمہ احناف یعنی امام اعظم ابوحنیفہ،امام محمد،امام زفراورامام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذوی الارحام وراثت کے حقدار ہیں۔مسلک احناف کو درج ذیل کبارصحابہ کرام اورتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تائید حاصل ہے۔

- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت عبدللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت عبداللہ ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت مجاہد رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ائمہ شوافع اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب

ذوی الارحام وراثت میں حصہ نہیں پاتے ۔اصحاب فرائض سے جو بچ جاتا ہے وہ بیت المال میں رکھا جاتا ہے ۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک شاذ روایت بھی یہی ہے۔اس مؤقف کی پیروی کرنے والوں میں حضرت سعید ابن میسب ،حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں ۔حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی مؤقف ہے ۔

پہلی دلیل

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آیت میراث کے اندر'' ذوی الفروض'' اور''عصبات'' کا ذکر کیا ہے وہاں''ذوی الارحام'' کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔اگران کا بھی کوئی حصہ ہوتا تو وہ بھی قرآن پاک میں اس مقام پر بیان کر دیا جاتا **وما كان ربك نسيا** اور تیرا رب بھولنے والا نہیں ہے ۔

دوسری دلیل

جب رسول اکرم ﷺ سے پھوپھی اور خالہ کی میراث کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے جبریل نے بتایا کہ ان کے لئے کوئی وراثت نہیں ہے ۔

احناف کے دلائل

پہلی دلیل

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ

''اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں''اس آیت میں بتانا یہ مقصود ہے کہ وراثت کے حقدار''ذوی الارحام''ہی ہیں،عقد مواخاۃ کے ذریعے بننے والے بھائی وارث نہیں ہیں ۔اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم فرمائی (یعنی انصاری اور مہاجر صحابہ کرام کو ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنایا) اس مواخات کی بناء پر وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے حق تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی جس سے اس حکم کو منسوخ فرمایا اور حکم دیا کہ مواخات اور موالات سے قرابت مقدم ہے ۔چنانچہ اس زمانہ میں جو کچھ مواخات اور موالات کو حصہ ملتا تھا اس کو ذوی الارحام کی طرف منتقل فرمایا اور جو کچھ وراثت مولیٰ الموالات سے باقی رہا وہ توریثِ ذوی الارحام سے مؤخر ہوا۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے'' ذوی الارحام'' کی میراث کو بیان کر دیا اس میں تفصیل بیان نہیں کہ ذوی الارحام میں سے جو ذی فرض بھی ہے اور عصبہ بھی ہے انکا حصہ کیا ہے؟ اور جو ذی رحم صرف''ذی رحم''ہی ہیں''عصبہ''نہیں

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں، ان کا حصہ کیا ہے۔ اس آیت سے بالعموم ''ذوی الارحام'' کی وراثت ثابت ہوتی ہے جب اس آیت سے ''ذوی الارحام'' کی وارثت ثابت ہوگئی تو پھر آیت مواریث میں اس کا ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی۔ نیز ''ذوی الارحام'' کے وارث ہونے پر یہ آیت ہی تو دلالت کررہی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِمَّاتَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِیْبٌ مِمَّاتَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالاَقْرَبُوْنَ مِمَّاقَلَّ مِنْهُ اَوْکَثُرَنَصِیْبًامَفْرُوْضًا

''مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جوچھوڑ گئے ماں باپ اورقرابت والے اورعورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جوچھوڑ گئے ماں باپ اورقرابت والے ترکہ تھوڑا یا بہت حصہ ہے اندازہ باندھا ہوا''

یہاں پرلفظ ''رِجَال،نساء اوراقربون''ذوی الارحام کوبھی شامل ہے اب اگرکوئی تخصیص کا دعویٰ کرتا ہے تو دلیلِ خصوص اس کے ذمہ ہے۔

دوسری دلیل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مَوْلَی مَنْ لَامَوْلَی لَهٗ وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَاوَارِثَ لَهٗ

جس کا کوئی مولیٰ نہیں اس کا مولیٰ اللہ اوراس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور جس کا کوئی وارث نہیں اس کا وارث ماموں ہے۔ (۹۲)

اس حدیث سے بالکل واضح ہوگیا کہ ماموں جوکہ صرف ''ذی رحم'' ہے وہ بھی وارث بنتا ہے۔

تیسری دلیل

جب ثابت بن دحداح کا انتقال ہواتو حضور علیہ السلام نے قیس بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: کیا تم اس کا کوئی نسب جانتے ہو؟ تو حضرت قیس نے عرض کی۔ حضور! یہ تو ہم میں اجنبی تھے سوائے اس کے ایک بھانجے (ابولبانہ بن عبدالمنذر) کے اورکوئی بھی اس کا رشتہ دارنہیں ہے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کووراثت عطافرمائی۔ (۹۳)

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استدلال کا جواب

(i) آیتِ مواریث میں ''ذوی الارحام'' کا ذکر نہ ہونے کا جواب یہ ہے کہ جب **الوالارحام بعضھم اولیٰ ببعض** میں ''ذوی الارحام'' ثابت ہوچکی تو آیت مواریث میں اس کی وضاحت کی ضرورت نہ تھی۔

(ii) خالہ اور ماموں کو وراثت نہ دینے والی حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ آیت کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے، خالہ اور ماموں کے وراثت نہ پانے سے مراد یہ ہے کہ جب وہ کسی عصبہ کے ساتھ ہوں یا کسی **من یرد علیہ** ذی فرض کے ساتھ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہوں تو وراثت نہیں پاتے کیونکہ عصبہ کے ساتھ ہوتے ہوئے تو کوئی دوسرا وارث حصہ نہیں پاتا۔ یونہی من یرد علیہ کی موجودگی میں بھی ''ذوی الارحام'' محروم ہوجاتے ہیں۔

من یرد علیه کی قید اس لئے لگائی تا کہ **من لایرد علیه** نکل جائیں کیونکہ **من لایرد علیه** کے ہوتے ہوئے یہ ذوی الارحام محروم نہیں ہوتے۔

ذوی الارحام کی اقسام

ذوی الارحام کی 4 اقسام ہیں۔

(i) وہ رشتہ دار جو میت کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ یہ بیٹیوں کی اولاد ہے اگرچہ نیچے تک ہو خواہ مذکر ہوں یا مؤنث۔ اور پوتیوں کی اولاد بھی اسی قسم میں شامل ہے۔

(ii) وہ رشتہ دار جن کی طرف میت منسوب ہوتی ہے یہ وہ اوپر تک کے اجداد فاسد ہیں جو ذوی الفروض میں ساقط ہو گئے تھے، جیسا کہ نانا اور نانا کا باپ اور اوپر تک کی وہ جداتِ فاسدہ جو ذوی الفروض میں ساقط ہوگئی تھیں، جیسا کہ نانا کی ماں اور نانا کی ماں کی ماں۔

(iii) وہ رشتہ دار جو میت کے والدین کی طرف منسوب ہوتے ہیں یہ بہنوں کی اولاد ہیں۔ اگرچہ نیچے تک ہوں، یہ اولاد خواہ مذکر ہوں یا مؤنث اور خواہ سب عینی ہوں یا علاتی ہوں یا اخیافی ہوں۔ اسی قسم میں بھائیوں کی بیٹیاں بھی شامل ہیں اگرچہ نیچے تک ہوں یہ بھائی خواہ عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی۔ نیز اخیافی بھائیوں کے بیٹے بھی اسی میں شامل ہیں۔

سوال

(i) ان سابقہ مثالوں میں بھائیوں اور بہنوں کو کسی قید سے مقید نہیں کیا جبکہ بھائیوں کی اولاد کا تذکرہ آیا تو بھائی کے ساتھ (لِأُمٍ) کی قید لگادی۔ ایسا کیوں کیا؟

(ii) پیچھے کہا تھا ''وهم اولاد الاخوات'' اسی طرح یہاں بھی کہہ دیتے ''وهم اولاد **الاخوة**'' کہ اس طرح انداز بھی ایک جیسا رہتا اور اختصار بھی ہوجاتا۔ کیونکہ موجود انداز میں ان کو **بنات الاخوة** الگ اور **بنوالاخوة لام** الگ کہنا پڑا۔

جواب

اس لئے کہ بہنوں کی تمام اولاد اور بھائیوں کی بیٹیاں بہرصورت ''ذوی الارحام'' ہی ہیں، خواہ بھائی، بہن عینی ہوں، علاتی ہوں یا اخیافی جبکہ بھائیوں کے بیٹوں کا تذکرہ آیا تو بھائیوں کے ساتھ لِأُمٍ کی قید اس لئے لگائی تا کہ عینی اور علاتی بھائی نکل جائیں، کیونکہ انکی اولاد ''ذی رحم'' نہیں بلکہ ''عصبہ'' ہوا کرتی ہے۔ اس لئے اگر آپ کے بتائے ہوئے انداز کے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مطابق چلتے تو ''اختصار'' اگرچہ حاصل ہوجاتا لیکن یہ فرق واضح نہ ہوسکتا، حالانکہ یہ فرق بیان کرنا ضروری ہے۔ اس لئے یہاں مختصر لفظوں میں بات ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کا ایک یہی طریقہ تھا کہ بہنوں کی اولاد کو الگ اور بھائیوں کی بیٹیوں کو الگ بیان کیا جائے۔ اور جب بھائیوں کے بیٹوں کی بات کرنا ہو تو ان کے ساتھ لام کی قید لگا دو تا کہ فرق ہوجائے کہ بھائیوں کی تین قسمیں ہیں جن میں سے دو قسموں (عینی اور علاتی بھائی) کے بیٹے تو عصبہ ہوتے ہیں اور تیسری قسم (اخیافی بھائی) کے بیٹے عصبہ نہیں بنتے بلکہ ''ذوی الارحام'' بن کر وراثت پاتے ہیں۔

(iv) وہ رشتہ دار جو میت کے 2 دادا (باپ کا باپ اور ماں کا باپ) اور 2 دادیوں (باپ کی ماں اور ماں کی ماں) کی طرف منسوب ہوتے ہیں یہ پھوپھیاں ہیں جو کہ میت کے باپ کی بہنیں ہوتی ہیں خواہ عینی ہوں، علاتی یا اخیافی۔ اگر یہ بہنیں عینی یا علاتی ہوں تو میت کے دادا کی طرف باپ کی طرف سے منسوب ہوئیں۔ اور اگر وہ باپ کی اخیافی بہنیں ہوئیں تو میت کی دادی (باپ کی ماں) کی طرف باپ کی طرف سے منسوب ہوئیں۔ دونوں صورتوں میں پھوپھیاں ''ذوی الارحام'' بن رہی ہیں، اسی طرح چچے بھی اسی قسم میں شامل ہیں کیونکہ یہ لوگ میت کے باپ کے بھائی ہوتے ہیں، اگر ماں کی طرف سے ہوئے تو وہ بھی میت کی اس دادی کی طرف منسوب ہونگے جو باپ کی طرف سے دادی ہے (یعنی کہ میت کے باپ کی ماں)

سوال

اعمام میں ''لام'' کی قید کا اعتبار کیوں کیا گیا؟

جواب

اس لئے کہ جو چچا باپ کا عینی یا علاتی بھائی ہو وہ ''ذوی الارحام'' میں نہیں آتا بلکہ وہ ''عصبہ'' ہوتا ہے اس لئے یہاں اعمام کے ساتھ ''لام'' کی قید لگائی۔

ماموں اور خالائیں بھی ''ذوی الارحام'' کی اسی قسم میں شامل ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ میت کی ماں کے بہن بھائی ہوتے ہیں اس لئے اگر یہ عینی یا علاتی ہوئے تو یہ میت کے اس دادا کی طرف منسوب ہونگے جو ماں کی طرف سے ہے (یعنی کہ میت کی ماں کا باپ) اور اگر یہ لوگ اخیافی بہن بھائی ہوئے تو یہ میت کی اس دادی کی طرف منسوب ہوئے جو دادی ماں کی طرف سے ہے (یعنی کہ میت کی ماں کی ماں کی طرف) ذوی الارحام کی یہی چار اقسام تھیں جو بیان کردی گئی ہیں۔

اصناف اربعہ میں سے میت کے قریب تر کون ہے؟

امام اعظم کا مؤقف

اس سلسلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو اقوال ہیں۔

(ا) پہلا قول ابوسلیمان نے محمد بن حسن کے حوالے سے نقل کیا ہے، وہ یہ کہ چاروں اصناف میں سے میت کے سب سے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زیادہ قریب ''صنفِ ثانی'' ہے، اگر چہ اوپر تک ہو۔ پھر'' صنفِ اول'' ہے اگر چہ نیچے تک ہو۔ پھر'' صنفِ ثالث'' ہے اگر چہ نیچے تک ہو۔ اور پھر ''صنفِ رابع'' اگر چہ بہت دور کے ہوں۔

ابوسلیمان کی طرح عیسی بن ابان نے بھی محمد بن حسن کے حوالے سے امام اعظم کی یہ روایت نقل کی ہے۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوسرا قول امام ابویوسف اور حسن بن زیاد نے اور ابن سماعہ نے محمد بن حسن کے حوالے روایت کیا ہے کہ میت کے سب سے زیادہ قریب ''صنفِ اول'' ہے پھر'' صنفِ ثانی'' پھر'' صنف ثالث'' اور پھر'' صنف رابع''۔ جیسا کہ عصبات میں ترتیب تھی۔

امام اعظم کی دلیل

عصوبت دو قسم کی ہے (i) حقیقی (ii) معنوی

حقیقی عصوبت تو وہی ہے جس کا تذکرہ پیچھے ہوا۔ اور معنوی عصوبت سے مراد'' ذوی الارحام'' کی توریث ہے، چنانچہ جس طرح حقیقی عصوبت میں ترتیب ہوتی ہے اور صنفِ ثانی، صنفِ ثالث پر مقدم ہوتی ہے۔ اسی طرح عصوبتِ معنوی میں بھی ترتیب ہوگی۔ کہ صنفِ ثانی مقدم ہوگی صنفِ ثالث پر۔ لہذا جس طرح حقیقی عصوبت میں جدِ صحیح، بھائیوں پر مقدم ہوتا ہے اسی طرح عصوبت معنوی میں بھی جدِ فاسد، بھائیوں کی بیٹیوں اور بہنوں کے بیٹوں اور بیٹیوں پر مقدم ہوگا۔ اسی پر فتویٰ ہے۔

صاحبین کا مؤقف

امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک ''ذوی الاحام'' میں تیسری قسم یعنی بہنوں کی اولاد، بھائیوں کی بیٹیاں اور اخیافی بھائیوں کے بیٹے'' اَبُ الاُمّ ''یعنی نانا پر (جو کہ دادا کی جماعت سے ہے) پر مقدم ہے۔

صاحبین کی دلیل

تیسری قسم کا ہر فرد اپنی نوع یعنی اولاد پر مقدم ہے چنانچہ حقیقی بہن کا بیٹا حقیقی بہن کے پوتے پر مقدم ہے اور دوسری قسم (اجداد فاسد اور جداتِ فاسدہ) کی فرع (بیٹے اور بیٹیاں) اگر چہ کتنے ہی نیچے کے درجہ کے ہوں اپنی اصل (صنفِ ثانی) سے اولیٰ و مقدم ہیں۔ چنانچہ میت کی ماں کی ماں (پرنانی) اپنے باپ (جد فاسد) کی فرع ہے۔ لیکن یہ فرع اپنی اصل سے مقدم ہے، اس لئے کہ میت کی یہ نانی ''ذی فرض'' ہے اور پرنانی کا باپ ذی رحم ہے اور ذی فرض، ذی رحم سے فوقیت رکھتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔

صاحبین کے نزدیک تیسری قسم دوسری قسم پر مقدم ہے۔

نوٹ

لِاَنَّ عِنْدَهُمَا كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُم اَوْلٰی مِنْ فَرْعِهٖ وَفَرْعُهٗ وَاِنْ سَفِلَ اَوْلٰی مِنْ اَصْلِهٖ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ عبارت باب ذوی الارحام کے بالکل آخر میں ہے، اس عبات کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ سراجی کی ہے یا نہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ دراصل یہ عبارت کسی طالب علم نے اپنی ذاتی کتاب پر سبق پڑھتے ہوئے بطور حاشیہ لکھی تھی۔ بعد میں کسی دوسرے شخص نے ان سے یہ نقل کی تو وہ اصل متن اور حاشیہ میں فرق نہ کر پایا اور اس حاشیہ کو بھی متن میں ڈال دیا لیکن صاحب شریفیہ نے اس عبارت کو لیا ہے اور اس کی وضاحت کی کوشش کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہاں پر یہ عبارت موجود ہو بھی سہی تو پھر بھی مضمون میں کسی قسم کی غلطی نہیں ہے اور حتی المقدور ہم نے بھی اس کی توجیہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

فَصْلٌ فِی الصِّنْفِ الاوَّلِ

اَوْلٰهُمْ بِالْمِيْرَاثِ اَقْرَبُهُمْ اِلیٰ الْمَيِّتِ كَبِنْتِ الْبِنْتِ فَاِنَّهَا اَوْلیٰ مِنْ بِنْتِ بِنْتِ الابْنِ وَاِنِ اسْتَوَوْا فِی الدَّرَجَةِ فَوَلَدُالْوَارِثِ اَوْلَی مِنْ وَلِدِ ذَوِی الاَرْحَامِ كَبِنْتِ بْنَتِ الاِبْنِ فَاِنَّها اَوْلیٰ مِن ابْنِ بِنْتِ الْبِنْتِ وَاِنِ اسْتَوَتْ دَرَجَاتُهُمْ وَلَمْ يَكُنْ فِيْهِمْ وَلَدُ الْوَارِثِ اَوْ كَانَ كُلّهُمْ يُدْلُوْنَ بِوَارِثٍ فَعِنْدَ اَبِی يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالیٰ وَالْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ يَعْتَبِرُ اَبْدَانَ الْفُرُوْعِ وَيُقْسِمُ الْمَالَ عَلَيْهِم سَوَاءٌ اتَّفَقَتْ صِفَةُ الاُصُوْلِ فِی الذُّكُوْرَةِ وَالاُنُوْثَةِ اَوِ اخْتَلَفَتْ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ يَعْتَبِرُ اَبْدَانَ الْفُرُوْعِ اِنِ اتَّفَقَتْ صِفَةُ الاُصُوْلِ مُوَافِقًا لَهُمَا وَيَعْتَبِرُالاُصُوْلَ اِنِ اخْتَلَفَتْ صِفَاتُهُمْ وَيُعْطِی الْفُرُوْعَ مِيْرَاثَ الاُصُوْلِ مُخَالِفًا لَّهُمَا كَمَا اِذَاتَرَكَ ابْنَ بْنَتٍ وَّبِنْتَ بْنَتٍ عِنْدَهُمَايَكُوْنُ الْمَالُ بَيْنَهُمَا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الاُنْثَيَيْنِ بِاعْتِبَارِ الاَبْدَانِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ كَذَالِكَ لِاَنَّ صِفَةَ الاُصُوْلِ مُتَّفِقَةٌ وَلَوْتَرَكَ بِنْتَ ابْنِ بِنِتٍ وَ ابْنَ بِنْتِ بِنْتٍ عِنْدَهُمَا الْمَالُ بَيْنَ الْفُرُوْعِ اَثْلَاثًا بِاعْتِبَارِ الاَبْدَانِ ثُلُثَاهُ لِلذَّكَرِ وَثُلُثُهٗ لِلاُنْثٰى وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ الْمَالُ بَيْنَ الاُصُوْلِ اَعْنِی فِی الْبَطَنِ الثَّانِی اَثْلَاثًا ثُلُثَاهُ لِبِنْتِ ابْنِ الْبِنْتِ نَصِيْبُ اَبِيْهَا وَثُلُثُهٗ لِابْنِ بِنتِ الْبِنْتِ نَصِيْبُ اُمِّهٖ وَكَذٰلِكَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ اِذَا كَانَ فِی اَوْلادِ الْبَنَاتِ بُطُوْنٌ مُخْتَلِفَةٌ يُقْسَمُ الْمَالُ عَلیٰ اَوَّلِ بَطَنٍ اخْتَلَفَ فِی الاُصُولِ ثُمَّ يُجْعَلُ الذُّكُوْرُ طَائِفَةً وَالاُنَاثُ طَائِفَةٌ بَعْدَ الْقِسْمَةِفَمَا اَصَابَ الذُّكُوْرَ يُجْمَعُ وَيُقْسَمُ عَلٰی اَعْلیٰ الْخِلَافِ الَّذِی وَقَعَ فِی اَوْلَادِهِمْ وَكَذَالِكَ مَااَصَابَ الاُنَاثَ وَهٰكَذايَعْمَلُ اِلیٰ اَنْ يَّنْتَهِیَ بِهٰذَا الصُّوْرَةِ

م

بطن اول	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	ابن	ابن	ابن
ثانی	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
ثالث	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	ابن
رابع	بنت	بنت	بنت	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	بنت	بنت
خامس	بنت	بنت	ابن	بنت	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	ابن	بنت
سادس	بنت	ابن	بنت	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت

وَكَذٰلِكَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ يَاخُذُ الصِّفَةَ مِنَ الاَصْلِ حَالَ الْقِسْمَةِ عَلَيْهِ وَالْعَدَدَ مِنَ الْفُرُوْعِ كَمَا اِذَا تَرَكَ ابْنَیْ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِنْتِ بِنْتِ بِنْتٍ وَ بِنْتَ ابْنِ بِنْتِ بِنْتٍ وَبِنْتَیْ بِنْتِ ابْنِ بِنْتٍ بِھٰذِہٖ الصُّوْرَۃِ

م

بنت	بنت	بنت
بنت	بنت	ابن
بنت	ابن	بنت
ابنی	بنت	بنتی

عِنْدَ اَبِی یُوْسُفَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی یُقْسَمُ الْمَالُ بَیْنَ الْفُرُوْعِ اَسْبَاعًا بِاعْتِبَارِ اَبْدَانِھِمْ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی یُقْسَمُ الْمَالُ عَلٰی اَعْلَی الْخِلَافِ اَعْنِی فِی الْبَطْنِ الثَّانِی اَسْبَاعًا بِاعْتِبَارِ عدَدِ الْفُرُوْعِ فِی الاُصُوْلِ اَرْبَعَۃُ اَسْبَاعِہٖ لِبِنْتَیْ بِنْتِ ابْنِ بِنْتٍ نَصِیْبُ جَدِّھِمَا وَثَلَاثَۃُ اَسْبَاعِہٖ وَھُوَ نَصِیْبُ الْبِنْتَیْنِ یُقْسَمُ عَلٰی وَلَدَیْھِمَا اَعْنِی فِی الْبَطْنِ الثَّالِثِ اَنْصَافًا نِصْفُہٗ لِبِنْتِ ابْنِ بِنْتِ الْبِنْتِ نَصِیْبُ اَبِیْھَا وَالنِّصْفُ الاخَرُ لابْنَی بِنْتِ بِنْتِ البِنْتِ نَصِیْبُ اُمِّھَا وَتَصِحُّ الْمَسْئَلَۃُ مِنْ ثَمَانِیَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ وَقَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَشْھَرُ الرِّوَایَتَیْنِ عَنْ اَبِی حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی جَمِیْعِ ذَوِی الاَرْحَامِ وَعَلَیْہِ الْفَتْوٰی

ترجمہ

تمام ذوی الارحام میں وراثت کا سب سے زیادہ حق داروہ ہے جوسب سے زیادہ قریب ہے، جیسا کہ نواسی ، کہ یہ پوتی کی بیٹی سے مقدم ہے اوراگر سب درجہ میں برابر ہوں تو وارث کی اولاد ذوی الارحام کی اولاد سے زیادہ حقدار ہے جیسا کہ پوتی کی بیٹی نواسی کی بیٹی سے مقدم ہوگی اوراگر تمام قرب درجہ میں برابر ہوں اوران میں کوئی وارث کی اولاد نہ ہو یا تمام کے تمام وارث کی وجہ سے میت کے رشتہ دار ہوں تو امام ابو یوسف اورامام حسن بن زیاد **رحمھم اللہ تعالٰی** کے نزدیک فروع کے ابدان کا اعتبار کیا جائے گا اوران پر مال برابر برابر تقسیم کردیا جائے گا خواہ اصول کی صفت مذکر ومؤنث ہونے میں متفق ہو یا مختلف۔ اورامام محمد فروع کے ابدان کا اعتبار کرتے ہیں۔ اگر اصول کی صفت متفق ہو(اس صورت میں امام محمد، امام ابو یوسف اورامام حسن بن زیاد) دونوں کی موافقت کی ہے اوراصول کا اعتبار کرتے ہیں اگر ان کی صفات مختلف ہوں اورفروع کو اصول کی میراث دیتے ہیں اس صورت میں امام محمد نے (امام ابو یوسف اورامام حسن بن زیاد) دونوں کی مخالفت کی ہے۔ جیسا کہ کسی نے ایک نواسا اورنواسی چھوڑے ہوں تو امام ابو یوسف اورامام حسن بن زیاد کے نزدیک پورے کا پورا مال دونوں کے درمیان **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم کیا جائے گا ان کے ابدان کے اعتبار سے۔ اورامام محمد کے نزدیک بھی اسی طرح ۔کیونکہ اصول کی صفت متفق ہے اوراگر کسی نے نواسے کی بیٹی اورنواسی کا بیٹا چھوڑا ہوتو امام ابو یوسف اورامام حسن کے نزدیک ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے کل مال فروع کے درمیان اثلاثاً تقسیم ہوگا جن میں سے دوثلث لڑکے کو اورایک ثلث لڑکی کو دیا جائے گا۔ اورامام محمد کے نزدیک مال اصول میں یعنی بطن اول میں اثلاثاً تقسیم کیا جائے گا،2 ثلث نواسے کی بیٹی کے لئے اس

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے باپ کا حصہ ہوگا۔ اور ایک ثلث نواسی کے بیٹے کے لئے ہوگا اس کی ماں کا حصہ۔ اور اسی طرح امام محمد کے نزدیک جبکہ بیٹیوں کی اولاد میں مختلف بطون ہوں تو سب سے پہلے اس بطن پر مال تقسیم کیا جائے گا جو اصول میں مختلف ہیں، اس تقسیم کے بعد ان میں سے تمام مذکروں کو ایک جماعت اور مؤنثوں کو ایک الگ جماعت قرار دیا جائے گا۔ پھر مذکروں کی جماعت کو جو حصہ پہنچے گا وہ جمع کرلیا جائے گا اور اس کی اولادوں میں سے سب سے پہلے جہاں پر ذکورت وانوثت کا اختلاف پایا جائے وہاں پر تقسیم کریں گے اسی طرح جو مؤنثوں کو پہنچے وہ بھی جمع کرلیا جائے گا اور جس بطن میں ذکورت وانوثت کا اختلاف ہوا ان میں تقسیم کیا جائے گا۔ اسی طرح آخر تک تمام بطون میں عمل کیا جائے گا۔ درج ذیل صورت کی طرح

م

اول	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹا	بیٹا
ثانی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
ثالث	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹا
رابع	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی
خامس	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹی
سادس	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی

(تفصیل آگے آرہی ہے)

امام محمد اصل پر مال تقسیم کرتے وقت ''صفت'' اصل سے لیتے ہیں اور ''عدد'' میں فرع کرتے ہیں۔ جیسا کہ کسی نے ایک نواسی کے دونواسے چھوڑے ہوں اور ایک نواسی کی دو پوتیاں چھوڑی ہوں اور ایک نواسے کی دونواسیاں درج ذیل صورت کے مطابق

م

بطن اول	بیٹی	بیٹی	بیٹی
بطن ثانی	بیٹی	بیٹی	بیٹا
بطن ثالث	بیٹی	بیٹا	بیٹی
بطن رابع	۲ بیٹیاں	بیٹی	۲ بیٹیاں

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک ان کے ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے تمام مال فروع کے درمیان اسباعاً تقسیم کیا جائے گا۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال اس اختلاف پر جو اس کی اولاد میں واقع ہوا یعنی بطن ثانی میں اسباعاً تقسیم کیا جائے گا۔ فروع کے تعداد کا اصول میں اعتبار کرتے ہوئے، اس کے چار اسباع نواسے کی دونواسیوں کے لئے ان کے نانا کا حصہ اور اس کے تین اسباع جو کہ دو بیٹیوں کا حصہ ہے وہ ان کی اولادوں میں بطن ثالث میں انصافاً تقسیم کیا جائے گا۔ اس میں سے نصف نواسی کی پوتی کا اس کے باپ کا حصہ۔ اور دوسرا نصف نواسی کے دونواسوں کے لئے ان کی ماؤں کا حصہ۔ اور مسئلہ کی تصحیح 28 سے ہوگی۔ اور تمام ذوی الارحام میں امام محمد کا قول امام اعظم کی دونوں روایتوں سے زیادہ مشہور ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صنف اول کا بیان

مصنف جب اصناف اربعہ کی ترتیب بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب اصناف اربعہ کے وارث ہونے کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ ایک صنف کے افراد آپس میں کیسے اور کب وارث ہوتے ہیں۔

صنفِ اول کے اشخاص کی اقسام

پہلی صنف کے اشخاص دوطرح کے ہوتے ہیں۔

(i) بیٹیوں کی اولاد نیچے تک خواہ مرد ہوں یا عورتیں

(ii) پوتیوں کی اولاد نیچے تک خواہ مرد ہوں یا عورتیں۔

ان کی مختلف حالتیں ہیں

(i) ...... اس صنف کے اشخاص سب ایک ہی درجہ کے نہ ہوں بلکہ کوئی قریبی درجہ کا ذی رحم ہو اور کوئی دور کے درجہ کا۔ایسی صورت میں قریب کے درجہ والا مقدم ہوتا ہے دور کے درجہ والے سے۔یعنی کہ قریبی رشتہ دار کے ہوتے ہوئے دور کا رشتہ دار محروم ہوجاتا ہے۔جیسا کہ نواسی اور نواسی کی بیٹی کہ ان میں نواسی مقدم ہے نواسی کی بیٹی پر۔کیونکہ نواسی درجہ میں نواسی کی بیٹی کی بہ نسبت میت کے زیادہ قریب ہے لہٰذا اقرب نے ابعد کو محروم کر دیا۔

(ii)......قرب یا بعد میں تو سب برابر ہوں اس طرح کہ سب کے سب میت کے ایک درجہ کے رشتہ دا ہوں لیکن ان میں سے کوئی وارث (ذی فرض) کی اولاد ہو اور کوئی صرف ذوی الارحام کی اولاد ہو،تو ایسی صورت میں وارث کی اولاد مقدم ہوگی اور وہ دوسرے کو محروم کردے گی جیسا کہ پوتی کی بیٹی اور نواسی کا بیٹا۔کہ دونوں درجہ میں تو برابر ہیں لیکن پوتی کی بیٹی وارث کی اولاد ہے (کیونکہ پوتی وارث ہوتی ہے) اور نواسی کی بیٹی وارث کی اولاد نہیں ہے۔کیونکہ نواسی کا وراثت میں کوئی حصہ نہیں ہے (یہاں وراثت سے مراد ذی فرض یا عصبہ بن کر وراثت پانا ہے)

(iii)......درجہ کے قرب وبعد میں بھی سب برابر ہوں اور ولدِ وارث یا غیر وارث ہونے بھی سب برابر ہوں یعنی کہ سب کے سب وارث کی اولاد ہوں جیسا کہ بیٹی کا بیٹا (نواسا) اور بیٹی کی بیٹی (نواسی) یا کوئی بھی وارث کی اولاد نہ ہو جیسا کہ نواسے کی بیٹی اور نواسی کا بیٹا۔اس صورت میں ان کی اصل کو دیکھیں گے جو مذکر کی اولاد میں سے ہوگا اس کو جتنا ملے گا مؤنث کی اولاد کو اس سے آدھا ملے گا۔یہ قول جو ہم نے ذکر کیا ہے یہ امام محمد کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جبکہ مقابلہ میں امام ابو یوسف کا قول ہے دونوں کے مؤقف وضاحت کے ساتھ درج ذیل ہیں۔

امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد رحمهما الله تعالىٰ کا مؤقف

جب ایسی صورت پیدا ہوجائے کہ سب ''ذوی الارحام'' درجہ میں بھی برابر ہوں اور ولدِ وارث وغیر وارث ہونے میں بھی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

برابر ہوں ،تو فروع کے ابدان کو دیکھ لیں کہ کتنے ہیں؟ اورکون کون سے ہیں تو ان کی ذکورت اورانوثت دیکھتے ہوئے ان کو مال تقسیم کردیں گے، اس میں اس چیز کا فرق نہیں ہے کہ وہ فروع سب کی سب مذکر کی اولاد ہوں یا سب کی سب مؤنث کی اولاد ہوں یا بعض مذکر کی اور دیگر بعض مؤنث کی ۔ چنانچہ بیٹی کا بیٹا (نواسا) اور بیٹی کی بیٹی (نواسی) اگر موجود ہوں تو دونوں میں ترکہ **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم کیا جائے گا اس لئے نواسی کو نواسے سے نصف اور نواسے کو نواسی سے ڈبل ملے گا اور جیسا کہ نواسے کی بیٹی اور نواسی کا بیٹا موجود ہوں تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس صورت میں بھی ان دونوں کو **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر ترکہ ملے گا اس لئے نواسے کی بیٹی کو نواسی کے بیٹے کی بہ نسبت نصف ملے گا۔

امام محمد کا مؤقف

آپ کے نزدیک اولاً یہ دیکھیں گے کہ ان کی فروع کی اصل کیا ہے ایک ہی جیسی ہے مثلاً دونوں کی اصل ''مذکر'' ہے یا دونوں کی مؤنث یا مختلف ہیں ۔مثلاً بعض ''مذکر'' کی اولاد ہیں اور دیگر بعض ''مؤنث'' کی ۔اگر سب کے سب اصل میں ایک جیسے ہیں تو فروع کے ابدان کو دیکھ لیا جائے گا اور ان کی ذکورت وانوثت کے اعتبار سے ان میں مال تقسیم کردیا جائے گا، جیسا کہ بیٹی کا بیٹا (نواسا) اور بیٹی کی بیٹی (نواسی) موجود ہوں تو چونکہ دونوں کی اصل ایک ہے، اس لئے ان فروع کے ابدان کو دیکھ لیا جائے گا اور اس نواسا اور نواسی کے درمیان ترکہ **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم کیا جائے گا، جس طرح امام ابو یوسف کرتے ہیں اور اگر ان کے اصول میں اختلاف ہے یعنی کہ بعض مذکر کی اولاد ہیں اور دیگر بعض مؤنث کی ۔تو ایسی صورت میں ان کی اصل کا اعتبار کیا جائے گا اور ان اصول میں مال تقسیم کرکے جو حصہ مذکر کا ہو وہ مذکر کی اولاد کو دیا جائے گا یہ اولاد خواہ مذکر ہوں یا مؤنث ۔اور جو حصہ مؤنث کا ہو وہ اس کی اولاد کو دیا جائے گا یہ اولاد خواہ مذکر ہوں یا مؤنث جیسا کہ پوتے کی بیٹی اور نواسی کا بیٹا موجود ہوں تو ایسی صورت میں چونکہ ان کی اصل میں فرق ہے اس لئے ان کی اصل میں ذکورت وانوثت کا اعتبار کرتے ہوئے ترکہ ان کی اصل میں تقسیم کریں گے اور ان کی فروع کو ان کی اصل کا حصہ دیا جائے گا۔ چنانچہ پوتے کی بیٹی کو ڈبل ملے گا نواسی کے بیٹے کی بہ نسبت ۔کیونکہ پوتے کی بیٹی نے اپنے باپ کا حصہ لیا اور نواسی کے بیٹے نے اپنی ماں کا حصہ لیا۔

امام ابو یوسف نے اس صورت میں بھی پوتے کی بیٹی کو،نواسی کے بیٹے کے حصہ سے آدھا دیا۔امام محمد کا مؤقف دو حصوں پر مشتمل ہے ایک حصہ میں وہ امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں یعنی کہ جب فروع کی اصل میں اختلاف نہ ہو تو جس طرح امام ابو یوسف فروع کے ابدان کا اعتبار کرتے ہیں اسی طرح امام محمد بھی فروع کے ابدان کا اعتبار کرتے ہیں اور دوسرے حصہ میں امام محمد امام ابو یوسف کے مخالف ہیں یعنی کہ جب فروع کی اصل میں اختلاف ہو تو امام ابو یوسف اس صورت میں بھی فروع کے ابدان ہی کا اعتبار کرتے ہیں اور امام محمد اس صورت میں اصول کی ذکورت وانوثت کا اعتبار کرتے ہوئے پہلے ان اصول پر حصص ان کی ذکورت وانوثت کے لحاظ سے تقسیم کرنے کے حق میں ہیں ۔پھر ان اصول کے حصہ میں آتا ہوا مال ان کی اولاد کو

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دیتے ہیں۔

امام محمد کے قول کی مزید وضاحت

اگر کسی مسئلہ میں مختلف بطون جمع ہو جائیں جن میں سے بعض بطون میں اتفاق اور بعض میں اختلاف ہو تو ایسی صورت میں سب سے پہلے جس بطن میں اختلاف ہے پہلے اس بطن میں ترکہ تقسیم ہوگا پھر تقسیم کے بعد مذکروں کا ایک گروپ بنالیں گے اوران کے سہام کو جمع کرلیں گے اسی طرح مؤنثوں کا بھی ایک گروپ بنالیں گے اوران کے سہام بھی جمع کرلیں گے اب مزید آگے دیکھیں گے، اگراس کی فروع میں تذکیر و تانیث کا فرق نہ ہو تو پھر ان کا حصہ ان کی فروع کو دے دیا جائے گا اوراگر آگے کہیں اختلاف ہو تو جہاں پر اگلے بطن میں اختلاف ہو تو پھر وہاں پر بھی اسی طرح تقسیم کریں گے جو مذکروں کے حصہ میں آئے گا وہ ان کو دیں گے اوران کے سہام جمع کرلیں گے اور مؤنثوں کے حصہ میں جو آئے وہ ان کے لئے نکال لیں گے اور یہ سہام بھی جمع کرلیں گے اسی طرح آخر تک کریں گے اور آخر میں جو فروع ہونگی ان پر یہ سہام تقسیم کردیں گے۔

مثال

یہ مسئلہ 12 ذوی الارحام رشتہ داروں پر مشتمل ہے جن میں سے 9 عورتیں اور 3 مرد ہیں اور سب کے سب درجہ میں برابر ہیں اور چھٹے بطن میں موجود ہیں جبکہ ان سے پہلے 5 بطون وفات پاچکے ہیں اوران میں کوئی بھی وارث کی اولاد نہیں ہے یعنی کہ وارث کی اولاد نہ ہونے میں بھی برابری ہے۔ان 6 بطون کی تفصیل درج ذیل ہے۔

بطن اول میں 9 بیٹیاں اور 3 بیٹے ہیں۔

بطن ثانی میں تمام کی تمام لڑکیاں ہیں یعنی کہ اس بطن میں کل 12 لڑکیاں ہیں اور کوئی لڑکا نہیں ہے۔

بطن ثالث میں پہلی 6 بیٹیوں کی لائنوں میں لڑکیاں۔ساتویں، آٹھویں اور نویں لڑکیوں کی لائن میں تین لڑکے، دسویں اور گیارھویں لڑکے کی لائن میں دو لڑکیاں اور بارھویں لڑکے کی لائن میں ایک لڑکا۔

بطن رابع میں پہلی تین لڑکیوں کی لائن میں تین لڑکیاں، چوتھی پانچویں اور چھٹی لڑکی کی لائن میں تین لڑکے، ساتویں اور آٹھویں لڑکی کی لائن میں دو لڑکیاں، نویں لڑکی کی لائن میں ایک لڑکا، دسویں، گیارھویں اور بارھویں لڑکے کی لائن میں تین لڑکیاں ہیں۔

بطنِ خامس میں پہلی دو لڑکیوں کی لائن میں دو لڑکیاں، تیسری لڑکی کی لائن میں ایک لڑکا، چوتھی کی لائن میں ایک لڑکی، پانچویں کی لائن میں ایک لڑکا، چھٹی، ساتویں، آٹھویں، نویں اور دسویں کی لائن میں پانچ لڑکیاں، دسویں لڑکے کی لائن میں لڑکی، گیارھویں کی لائن میں لڑکا اور بارھویں کی لائن میں لڑکی۔

بطنِ سادس میں پہلی لڑکی کی لائن میں لڑکی، دوسری کی لائن میں لڑکا، تیسری کی لائن میں لڑکی، چوتھی کی لائن میں لڑکا، پانچویں اور چھٹی کی لائن میں لڑکیاں، ساتویں کی لائن میں لڑکا، آٹھویں، نویں، دسویں، گیارھویں اور بارھویں کی لائنوں میں

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

5لڑکیاں ہیں۔

مسئلہ ۱۵×۴= تصحیح ۶۰

م

اول	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹا	بیٹا
ثانی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
ثالث	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹا
رابع	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی
خامس	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹی
سادس	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
سہام	1	2	3	4	6	2	6	3	9	4	8	12

اس مسئلہ کی تصحیح امام ابو یوسف کے نزدیک کیا ہے اور امام محمد کے نزدیک کیا ہے؟ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام مال فروع کے درمیان اسباعاً تقسیم کیا جائے گا ان کے ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی اولاد میں سب سے پہلے جس بطن میں ذکورت وانوثت کا اختلاف ہوا، مال اس اختلاف پر تقسیم کیا جائے گا یعنی بطن ثانی میں فروع کے عدد کا اصول میں اعتبار کرتے ہوئے اسباعاً تقسیم کیا جائے گا۔ یعنی مسئلہ 7 سے بنایا جائے گا جس میں سے چار اسباع (4/7) نواسے کی دونواسیوں کے لئے ان کے نانا کا حصہ اور تین اسباع (3/7) جو کہ 2 بیٹیوں کا حصہ ہے ان کی اولادوں میں بطن ثالث میں انصافاً تقسیم کیا جائے گا۔ اس میں سے نصف نواسی کی پوتی کے لئے اس باپ کا حصہ۔ اور دوسرا نصف نواسی کے دونواسوں کے لئے ان کی ماؤں کا حصہ۔ اور مسئلہ کی تصحیح 28 سے ہوگی۔ اور امام محمد کا قول امام اعظم کی دونوں روایتوں سے زیادہ مشہور ہے تمام ذوی الارحام میں اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک مسئلہ مذکورہ کی تصحیح

آپ کے نزدیک مسئلہ 15 سے بنے گا کیونکہ بطنِ سادس میں 9 عورتیں اور 3 مرد ہیں۔ جبکہ ایک مرد، دوعورتوں کی طرح ہوتا ہے۔ اس لئے 3 مرد 6 عورتوں کے قائم مقام ہونگے۔ اس طرح 9 اور 6 (۹+۶=۱۵) پندرہ ہوئے۔ لہذا مسئلہ 15 سے بنایا۔ جس میں سے 9 سہام عورتوں کو اور 6 سہام مردوں کو دیئے اس طرح کہ ہر مرد کو دو سہم آئیں گے۔

مسئلہ مذکورہ میں امام محمد کی تصحیح

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی تصحیح 60 سے ہوگی کیونکہ پہلے ہم بطنِ اول پر مال تقسیم کریں گے تو مسئلہ 15 سے بنائیں گے۔ جس میں سے 9 سہام بیٹیوں کو اور 6 سہام بیٹوں کو دیں گے۔ اب تین بیٹوں کو ایک جماعت بنا کر ان کے سہام

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جمع کرلیں گے۔ ان سے نیچے بطنِ ثانی میں ہم نے دیکھا کہ سب کی سب بیٹیا ں ہیں ان میں کوئی ذکورت وانوثت والا اختلاف نہیں ہے اس لئے اس بطن کے بعد تیسرے بطن کو دیکھا تو اس میں اختلاف پایا کہ ان تین بیٹوں کے سامنے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں۔تو ہم نے ان کا مسئلہ 3 سے بنایا مافی الید 6 سہام تھا، وہ ان میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا تو بیٹے کو تین اور دو بیٹیوں کو تین سہام آئے۔ پھر ہم نے بیٹے کے حصہ میں آنے والے تین سہام کو اس کی آخری فرع (جوکہ بیٹی ہے) کو دیا کیونکہ بیٹے کے بعد اس بیٹی تک درمیان میں جتنے بھی بطون ہیں ان میں اختلاف نہیں، تو اس بیٹی کے حصہ میں 3 سہام آئے۔اب جہاں (بطن ثالث میں) دو بیٹیوں کو ہم نے تین سہام دیئے تھے ان بیٹیوں کو پھر ایک جماعت بنادیا اوران کے تینوں سہام جمع کر کے رکھ لئے اور آگے دیکھا تو بطنِ رابع میں کوئی اختلاف نہ تھا تو بطنِ خامس تک پہنچے اس میں اختلاف ہے کیونکہ یہاں پر ان دو بیٹیوں کی لائن میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو ہم نے یہاں پر بھی ان کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا تو بیٹے کو دوسہام اور بیٹی کو ایک آیا۔اب اگلے چھٹے بطن میں ان کے نیچے جو ان کی فروع ہیں ان کو یہ سہام دے دیئے تو اس طرح ایک بیٹی کو دوسہام اور ایک کو ایک سہم ملا اسی طرح جب ہم نے بطن اول میں 9 بیٹیوں کو 9 سہام دیئے تو ان 9 بیٹیوں کے سہام کو ایک جگہ پر جمع کرلیا اور ان کے نیچے دوسرے بطن میں دیکھا تو اس میں کوئی اختلاف نہ تھا اس لئے بطن ثالث پر پہنچے تو وہاں اختلاف پایا اس لئے اب اس بطنِ ثالث میں جو ورثاء ہیں ان کے درمیان یہ 9 سہام تقسیم کئے جائیں گے۔

بطنِ ثالث میں ان 9 بیٹیوں کے نیچے 6 بیٹیاں اور 3 بیٹے موجود ہیں چونکہ ایک بیٹا دو بیٹیوں کے قائم مقام ہوتا ہے اس لئے تین بیٹے 6 بیٹیوں کے قائم مقام ہوجائیں گے اس طرح 6 بیٹیاں اور 6 کے قائم مقام یہ تین بیٹے (۶+۶=۱۲) ہیں، اس لئے مسئلہ 12 سے بنے گا، مسئلہ 12 سے بن رہا ہے جب کہ مافی الید 9 ہے، جوکہ رؤوس پر پورا پورا تقسیم نہیں ہورہا۔ مافی الید() اور مسئلہ (۱۲) میں نسبت توافق بالثلث کی ہے تو مسئلہ (12) کے وفق (۴) کو ضرب دی اصل مسئلہ (۱۵) کے ساتھ تو (۱۵×۴=۶۰) حاصل ضرب 60 آیا۔اس سے تمام کے سہام کی تصحیح ہوگی۔اب قانون کے مطابق بطنِ اول میں تین بیٹوں کو جو 6 سہام ملے تھے ان کو بھی چار ہی سے ضرب دیں گے تو (۶×۴=۲۴) حاصل ضرب 24 ہوگیا۔اس کے بعد بطنِ ثالث میں دو بیٹیوں کے تین سہام تھے ان کو بھی 4 کے ساتھ ضرب دی تو (۴×۳=۱۲) حاصل ضرب 12 ہوا۔ یہ حصہ بطنِ ثالث میں دو بیٹیوں کا اور اسی بطن میں بیٹے کا حصہ تین تھا اس کو بھی 4 سے ضرب دی تو (۴×۳=۱۲) حاصل ضرب 12 آیا۔ یونہی اس بیٹے کی لائن میں آخر میں ایک بیٹی تھی جس کا حصہ تین تھا۔اس کو بھی 4 کے ساتھ ضرب دی تو (۴×۳=۱۲) حاصل ضرب 12 ہوا۔یہ حصہ بطنِ ثالث میں ایک بیٹے کا۔اور بطنِ ثالث میں جن دو بیٹیوں کو تین سہام ملے تھے ان کے تین کو بھی چار سے ضرب دی تو (۴×۳=۱۲) حاصل ضرب 12 آیا۔

اور بطنِ خامس میں ان دونوں بیٹیوں کے نیچے ایک بیٹی اور ایک بیٹا تھا جن میں سے بیٹے کے دوسہم تھے اس لئے اس

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بیٹے کے دوسہام کو بھی ضرب دیں 4 کیساتھ تو (۴×۲ = ۸) حاصل ضرب 8 آیا۔اور یہی 8 اسی کی لائن میں آخر میں جو بیٹی ہے اس کو دے دیں گے اور بطنِ خامس میں بیٹی کا حصہ ایک تھا اس کو بھی 4 کیساتھ ضرب دی تو (۴×۱=۴) حاصل ضرب 4 آیا۔یہی حصہ بطنِ خامس میں اس بیٹی کا اور یہی حصہ ہے چھٹےبطن میں موجود اسی کی لائن میں پائی جانے والی بیٹی کا۔یونہی چونکہ بطنِ اول میں 9 بیٹیوں کے سہام 9 تھے اس لئے انکے ان سہام کو بھی 4 سے ضرب دی تو (۹×۴=۳۶) حاصل ضرب 36 بنا۔اب اس بطنِ اول کے بعد چونکہ بطنِ ثانی میں اختلاف نہیں تھا اس لئے ان کو چھوڑ دیا اور بطنِ ثالث تک پہنچے۔اس بطن میں ان 9 بیٹیوں کی لائن میں 6 بیٹیاں اور 3 بیٹے تھے۔مسئلہ 12 سے بنا۔تین تین سہام کا ایک ایک حصہ بنائیں اور ان 12 سہام میں سے 6 سہام (جو کہ 18 سہام کے برابر ہے) ان 6 بیٹیوں کو دیئے اس طرح کہ ہر بیٹی کو ایک (تین سہام) ایک (۳ سہام) حصہ ملے گا۔جب کہ تین بیٹوں میں سے ہر ایک کے دو(6 سہام) دو(6 سہام) حصے ہونگے۔اب 6 بیٹیوں میں سے ہر ایک کو جو ایک ایک سہم (ملاہے) وہ جمع کرلیں تو (۳+۳+۳ +۳+۳ +۳=۱۸) حاصل جمع 18 ہوا۔ اور تین بیٹوں کو{جو دو(6) دو(6) سہام ملے (۶+۶+۶=۱۸) 18} سہام ملے وہ بھی جمع کر لئے، اب دیکھیں بطنِ رابع میں بھی اختلاف ہے اسلئے اب یہاں پر بھی تقسیم ہوگی چونکہ اس بطن میں 6 بیٹیوں کے محاذی 3 بیٹیاں اور 3 بیٹے ہیں۔ان میں 3 بیٹوں کو 6 بیٹیوں کے برابر سمجھو تو کل رؤس 9 بن جائیں گے یعنی کہ ان کا مسئلہ 9 سے بنے گا اس طرح کہ ہر بیٹی کو ایک ایک اور بیٹے کو بیٹی سے ڈبل ملے گا۔اس قانون کے مطابق مذکورہ بالا مافی الید 18 میں سے ہر بیٹے کو 4 سہام اور ہر بیٹی کو 2 سہام ملیں گے۔اب اس بطنِ رابع تک تین لڑکیوں کے پاس 6 اور تین لڑکوں کے پاس 12 سہام موجود ہیں۔اس بطنِ رابع کی تین لڑکیوں کے نیچے بطنِ خامس میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے تو تین بیٹیوں کا مافی الید ان میں **للذکر مثل حط الانثیین** کے طور پر تقسیم کر دیں گے تو دو بیٹیوں کو 3 اور ایک بیٹے کو 3 سہام پہنچے۔اب دو بیٹیوں کے تین سہام کو پھر جمع کیا اور ان کے نیچے چھٹےبطن میں دیکھا تو ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔جبکہ مافی الید 3 سہام ہیں اس لئے اس چھٹےبطن میں بیٹی کے لئے ایک اور بیٹے کے لئے دو۔بطنِ خامس میں دو بیٹیوں کے ساتھ ایک بیٹے کو تین دیئے تھے تو یہی تین اس کے بعد چھٹےبطن میں موجود بیٹی کو مل جائیں گے۔

بطنِ رابع میں تین بیٹوں کا حصہ 12 سہام تھا ان کے نیچے بطنِ خامس میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے تو ان کے درمیان ترکہ انصافاً تقسیم ہوگا۔نصف (6 سہام) دو بیٹیوں کے لئے اور نصف (6 سہام) ایک بیٹے کے لئے۔اب ایک بیٹے کے 6 سہام بطنِ سادس میں موجود اس کی بیٹی کو مل جائیں گے۔بطنِ خامس میں دو بیٹیوں کے تین تین سہام تھے ان کو جمع کر لیں انکے تحت ان کے وارث بطنِ سادس میں دیکھے تو وہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی تو ان دو بیٹیوں کے 6 سہام بطنِ سادس میں موجود ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم کیا تو بیٹی کو دو سہام اور بیٹے کو چار سہام مل گئے۔

اب بطنِ ثالث میں جو تین بیٹوں کو 18 سہام ملے تھے ان کے نیچے بطنِ رابع میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تولـلـذکـر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا تو دو بیٹیوں کو 9 اور ایک بیٹے کو 9 سہام ملے اب اس ایک بیٹے کے نیچے نہ تو بطنِ خامس میں کوئی اختلاف ہے اور نہ ہی بطنِ سادس میں اس لئے اس کا حصہ اس کے بطنِ سادس والے وارث کو دیا تو اس بیٹی کو 9 سہام مل گئے۔بطنِ رابع میں 2 بیٹیوں کے پاس 9 سہام تھے ان کو پھر جمع کر لیا بطنِ خامس میں دیکھا تو ان کے ورثاء میں ذکورت وانوثت کا کوئی فرق نہ تھا اس لئے بطنِ سادس میں پہنچے تو ان دو بہنوں کے محاذی ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے اس لئے ان دو کے 9 سہام بیٹے اور بیٹی میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا تو بیٹے کو 6 سہام اور بیٹی کو تین سہام پہنچے اس طرح بارہ کے بارہ ذوی الارحام تک ان کے حصے پہنچ گئے۔

تعدد ابدان اور صفت ذکورت وانوثت کا اعتبار کرنے میں امام محمد کا مؤقف

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جب اصول میں ذکورت وانوثت کا اعتبار کرتے ہوئے اعلیٰ خلاف پر تقسیم کرتے ہیں وہاں ان اصول میں فروع کے ابدان کا اعتبار کرتے ہیں یعنی کہ اصول میں دو چیزوں کا اعتبار رہوتا ہے۔

(i) صفتِ ذکورت وانوثت۔

(ii) تعددِ ابدان۔

امام محمد علیه الرحمه ذکورت وانوثت میں اصول اور تعددِ ابدان میں فروع کو دیکھتے ہیں۔

جیسا کہ کسی نے ایک نواسی کے دونواسے۔ایک اور دوسری نواسی کی ایک پوتی اور تیسری نواسی کی دونواسیاں چھوڑی ہوں۔جیسا کہ درج ذیل نقشہ سے ظاہر ہے۔

مسئلہ 7

بطن اول	بیٹی	بیٹی	بیٹی
بطن ثانی	بیٹی	بیٹی	بیٹا
بطن ثالث	بیٹی	بیٹا	بیٹی
بطن رابع	۲ بیٹے	بیٹی	۲ بیٹیاں

امام ابو یوسف کے نزدیک ان فروع میں مال تقسیم کر دیا جائے گا کیونکہ تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں اور دو بیٹوں کا حصہ چار بیٹیوں کے برابر ہوتا ہے اس لئے ان کا مسئلہ 7 سے بنا جن میں سے دو بیٹوں کو چار سہام اس طرح کہ ہر بیٹے کو دو سہام اور تین بیٹیوں کو تین سہام اس طرح کہ تین میں سے ہر ایک کو ایک ایک سہم ملے۔

مسئلہ 7

بیٹی	بیٹی	بیٹی
بیٹی	بیٹی	بیٹا
بیٹی	بیٹا	بیٹی
2 بیٹے	بیٹی	2 بیٹیاں

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۴=۲+۲ ۱ ۲=۱+۱

اورامام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سب سے پہلے اس بطن میں تقسیم ہوگی جس میں ذکورت وانوثت میں فرق پایا گیا اس لئے اولاً تقسیم بطنِ ثانی میں کی ۔ یہاں پر ایک بیٹا اوردوبیٹیاں ہیں ۔لیکن یہ تواصول ہیں اس لئے تعداد میں ان کونہیں دیکھنا بلکہ انکی فروع کو دیکھناہے، بیٹے کی فروع میں 2بیٹیاں ہیں لہذا تعداد ان (فروع) بیٹیوں کی لی اورصفت ذکورت (اصول) خودان بیٹوں کی لی،توبطنِ ثانی میں دو بیٹے ہوگئے ۔یونہی بطنِ ثانی میں دوبیٹیوں کے محاذی دو بیٹے اورایک بیٹی ہے ۔جب ان فروع کے ابدان کا لحاظ بطنِ ثانی میں کیا جائیگا تواس بطنِ رابع میں پائے جانے والے دونوں بیٹےبطن ثانی میں ،بیٹیاں فرض کی جائیں گی۔ اس طرح تین بیٹیاں ہوجائیں گی ۔اب اصول کی ذکورت اورفروع کے ابدان کا لحاظ کرنے کے بعد تقسیم 7 سے ہوگی اس طرح کہ اولاً تقسیم بطنِ ثانی میں ہوگی 7 سہام میں سے 4 سہام ایک بیٹے (جوکہ فروع کے ابدان کااعتبار کئے جانے کے بعد 2بیٹوں کے برابر ہو چکا ہے) کو دیں گے جوکہ اس کی فروع میں پائی جانے والی دوبیٹیوں کو مل جائیں گے لہذاہم کہہ سکتے ہیں کہ ان دوبیٹیوں کو اپنے دادا کا حصہ مل گیا اوردوبیٹیوں (جن میں سے ایک 2 کے برابر ہے) کوتین سہام ملیں گے ۔

بطنِ ثانی میں تین بیٹیوں کو تین سہام ملے تھے ان سہام کو جمع کرلیا گیا اورنیچے دیکھا توایک بیٹا اورایک بیٹی تھی وہ تین سہام ان میں **للذکر مثل حظ الانثیین** کےطور پر تقسیم کریں گےلیکن ابدان اب بھی فروع کے دیکھیں گے ۔بیٹی کی فروع میں دو بیٹے ہیں اس لئے انہی کے ابدان کا لحاظ کرتے ہوئے ہم نے اس بطنِ ثالث میں دوبیٹیاں اورایک بیٹے میں سہام تقسیم کئے تو مسئلہ 2 سے بنا ۔ مافی الید 3 ہے سہام پورے پورے تقسیم نہیں ہورہے ۔جبکہ تین اور 2 میں نسبت تباین کی ہے اس لئے کل مسئلہ (2) کوضرب دی اصل مسئلہ (7) کے ساتھ تو (۲×۷=۱۴) حاصل ضرب 14 ہوا ۔اس سے تمام کے سہام تقسیم ہوجائیں گے۔ اس میں سے نواسے کی دونواسیوں کا حصہ 4 تھا ۔تو قانون کے مطابق اس 4 کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو (۴×۲=۸) حاصل ضرب 8 آیا ۔ یہ حصہ ہے نواسے کی دوبیٹیوں کا ۔بطنِ ثانی میں دوبیٹیوں کا حصہ 3 تھا اس کو بھی 2 کے ساتھ ضرب دی تو (۳×۲=۶) حاصل ضرب 6 ہوا ۔ یہ حصہ ہے دوبیٹیوں کا بطنِ ثانی میں۔ اب ان کے 6 سہام کو جمع کیا اورنیچے دیکھا توبطن ثالث میں ایک بیٹی (جس کی فروع 2 ہیں) اورایک بیٹا (جس کی فروع ایک ہے) موجود تھا اس لئے بیٹی کو دوبیٹیاں سمجھ کر یہ 6 سہام تقسیم کئے تو 3 سہام بیٹے کو اور 3 سہام دوبیٹیوں کو دیئے ۔

بطنِ رابع میں دیکھا تو بیٹے کے محاذی صرف ایک بیٹی تھی اس لئے اس کا حصہ (3 سہام) اس کی بیٹی کو دے دیا اور بیٹی کے محاذی دوبیٹیاں تھیں جن کا مسئلہ 2 سے بنے گا ۔جبکہ مافی الید 3 ہے جوکہ 2 پر پوراپورا تقسیم نہیں ہوسکتا۔لہذا تصحیح کے لئے کل مسئلہ (۲) کوضرب دی اصل مسئلہ (۱۴) کے ساتھ تو (۱۴×۲=۲۸) حاصل ضرب 28 آیا۔اس سے تمام کے سہام کی تقسیم ہوگی ۔چنانچہ نواسے کی دونواسیوں کے سہام (۸) کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو (۸×۲=۱۶) حاصل ضرب 16 آیا ۔ یہ حصہ نواسے کی دونواسیوں کا ۔ ہر ایک کو 8،8 سہام ملیں گے ۔نواسی کی پوتی کے تین سہام تھے ان کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تو (۳×۲=۶) حاصل ضرب 6 آیا۔ یہ حصہ ہے نواسی کی پوتی کا۔ نواسی کے دونواسوں کا حصہ 3 تھا۔ اس کو بھی ضرب دی 2 کے ساتھ تو (۳×۲=۶) حاصل ضرب 6 آیا۔ یہ حصہ ہے نواسی کے دونواسوں کا۔ دونوں کو تین تین سہام مل جائیں گے۔

پڑتال (۸+۸+۶+۳+۳=۲۸)

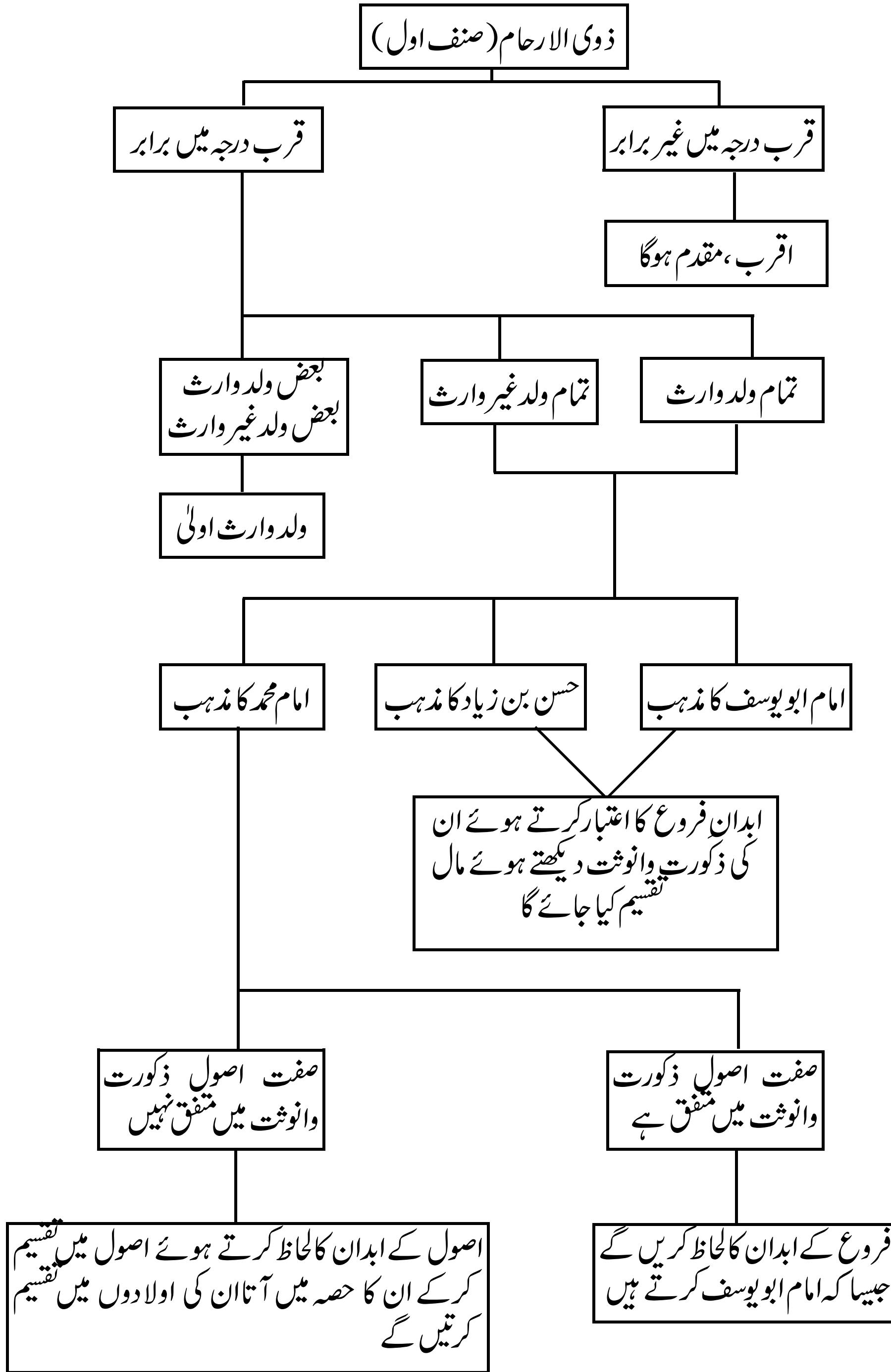
مسئلہ 7×2+2=28

بیٹی	بیٹی	بیٹی
بیٹی	بیٹی	بیٹا
بیٹی	بیٹا	بیٹی
2 بیٹے	بیٹی	2 بیٹیاں
۳+۳=۶	۶	۸+۸=۱۶

نوٹ:

ذوی الارحام میں امام محمد کا قول امام اعظم کی دوروایتوں میں سے اشہر ہے اور آپ ہی کے قول پر فتویٰ ہے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari



for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَصْلٌ

عُلَمَاءُ نَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی یَعْتَبِرُوْنَ الْجِهَاتِ فِی التَّوْرِیْثِ غَیْرَ اَنَّ اَبَا یُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی یَعْتَبِرُ الْجِهَاتِ فِی اَبْدَانِ الْفُرُوْعِ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی یَعْتَبِرُ الْجِهَاتِ فِی الْاُصُولِ كَمَا اِذَا تَرَكَ بِنْتَی بِنْتِ بِنْتٍ وَهُمَا اَیْضًا بِنْتَا ابْنِ بِنْتٍ وَّابْنِ بِنْتِ بِنْتٍ بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ

مسئلہ 7×4=24

بنت	بنت	بنت
بنت	ابن	بنت
22=16+6		6

عِنْدَ اَبِی یُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی یَكُونُ الْمَالُ بَیْنَهُمْ اَثْلَاثًا وَصَارَ كَاَنَّهٗ تَرَكَ اَرْبَعَ بَنَاتٍ وَ ابْنًا ثُلُثَاهُ لِلْبِنْتَیْنِ وَثُلُثُهٗ لِلابْنِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی یُقْسَمُ الْمَالُ بَیْنَهُمْ عَلٰی ثَمَانِیَةٍ وَّعِشْرِیْنَ سَهْمًا لِلْبِنْتَیْنِ اِثْنَانِ وَعِشْرُونَ سَهْمًا سِتَّةَ عَشَرَ سَهْمًا مِنْ قِبَلِ اَبِیْهِمَا وَسِتَّةُ اَسْهُمٍ مِنْ قِبَلِ اُمِّهِمَا وَلِلابْنِ سِتَّةُ اَسْهُمٍ مِنْ قِبَلِ اُمِّهٖ

ترجمہ

ہمارے علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ وراثت تقسیم کرنے میں جہات کا اعتبار کرتے ہیں سوائے اس کے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جہات کا اعتبار فروع کے ابدان میں کرتے ہیں اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جہات کا اعتبار کرتے ہیں اصول میں جیسا کہ کسی نے ایک نواسی کی دو بیٹیاں چھوڑی ہوں اور یہ نواسے کی بھی بیٹیاں ہوں اور نواسی کا ایک بیٹا چھوڑا۔ درج ذیل صورت کے مطابق

مسئلہ 3

بنت	بنت	بنت
بنت	ابن	بنت
2 بیٹیاں		بیٹا
2		1

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام مال ایک لڑکے اور دو لڑکیوں کے درمیان اثلاثاً تقسیم کیا جائے گا۔ اور ایسے ہو جائے گا گویا کہ چار بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑا ہو اس میں سے دو ثلث دو بیٹیوں کے لئے اور ایک ثلث بیٹے کے لئے ہوگا۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک مال تقسیم کیا جائے گا 28 سہام پر، ان میں سے دو بیٹیوں کے لئے ۲۲ سہام ہونگے 16 دونوں کے باپ کی طرف سے اور 6 سہام ان کی ماں کی جہت سے اور بیٹے کے لئے 6 سہام ہونگے ان کی ماں کی جہت سے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تعدد جہات

اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ذی رحم دوطرح سے حصہ وراثت کا حقدار بن رہا ہو۔
ذوی الارحام کی وراثت میں تعدد جہات کا اعتبار کیا جائے گا یانہیں؟ اس سلسلے میں امام ابو یوسف اورامام محمد رحمھما اللہ تعالٰی کا اختلاف ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فروع میں تعدد جہات کا اعتبار کرتے ہیں۔کیونکہ وہ تقسیم کا آغاز ہی فروع سے کرتے ہیں اس لئے اعتبار بھی فروع ہی کی تعدد جہات کا کرتے ہیں۔
امام ابو یوسف کے اس قول میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ اہل عراق اوراہل خراسان کا کہنا ہے کہ امام ابو یوسف تعدد جہات کا اعتبار کرتے ہی نہیں بلکہ ذو جہتین کو بھی ایک ہی جہت کے اعتبار سے وراثت دیتے ہیں جیسا کہ دادیوں کے سلسلے میں بھی وہ تعدد جہات کا اعتبار نہیں کرتے ۔ ماوراء النہر کے علماء کا کہنا ہے کہ امام ابو یوسف تعدد جہات کا اعتبار کرتے ہیں اور یہی قول صحیح ہے۔

سوال

جب صحیح قول یہ ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تعدد جہات کا اعتبار کرتے ہیں تو پھر دادیوں کے سلسلے میں آپ نے تعدد کا اعتبار کیوں نہیں کیا؟

جواب

دادیوں کی وراثت میں اورذوی الارحام کی وراثت میں فرق ہے۔ وہ یہ کہ دادیوں کو جو حصہ مل رہا تھا وہ ''فرضی'' تھا اورفرضی حصہ تعدد کی وجہ سے زیادہ نہیں ہوتا۔جبکہ ذوی الارحام کو حکمی عصوبت کی وجہ سے حصۂ وراثت ملتاہے ۔چونکہ حقیقی عصوبت میں تعدد کا اعتبار کیا جاتاہے اس لئے جہاں حکمی عصوبت ہوگی وہاں پر بھی تعدد کا اعتبار کیا جائے گا۔

عصبات میں اعتبار تعدد کی مثال

نمبر:1۔عینی بھائیوں کو دوجہتیں حاصل ہوتی ہیں اسی لئے وہ علاتی اوراخیافی پر مقدم ہوتے ہیں ۔کیونکہ علاتی اوراخیافی بھائیوں کوصرف ایک جہت سے رشتہ داری حاصل ہوتی ہے۔
نمبر:2۔اخیافی بھائی، جب چچا کا بیٹا ہوتواس میں وراثت کے دونوں سببوں کا اعتبار کرتے ہیں ۔
نمبر:3۔ چچا کا بیٹا،جب شوہر ہوتو اس میں بھی استحقاق وراثت میں دونوں سببوں کا اعتبار کرتے ہیں ۔
جس طرح اصلی عصبات میں تعدد اسباب کا اعتبار کرتے ہیں اسی طرح ذوی الارحام میں بھی تعدد کا اعتبار کرتے ہیں

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیونکہ اگرچہ یہ عصبات تونہیں ہیں لیکن عصبات کے حکم میں ہیں ۔لیکن یہ اعتبار ''فروع'' کے ابدان میں ہوگا۔اصول کے ابدان میں تعدد کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

فروع سے مراد وہ ذوی الارحام ہیں جن میں ترکہ تقسیم ہورہا ہے اوراصول سے مرادان فروع کے وہ ماں باپ ہیں جو تقسیم ترکہ سے قبل فوت ہوچکے ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

آپ جہات کا اعتبار ''اصول'' میں کرتے ہیں اورسب سے پہلے جس بطن میں اختلاف ہوتا ہے وہیں پر ترکہ تقسیم کرتے ہیں اوراس تقسیم کے دوران آپ اصول میں تعداد وہی ملحوظ رکھتے ہیں جوفروع کی ہوتی ہے ۔پھر ذکورکوایک طائفہ اوراناث کو ایک طائفہ بناتے ہیں اور پھراس سے نیچے بطن میں بھی جہاں اختلاف ہوتا ہے وہاں تقسیم کرتے ہیں اوراس تقسیم میں بھی تعدادوہی مدنظر رکھتے ہیں جوفروع کی ہوتی ہے ۔مثلاً کسی نے نواسی کی دوبیٹیاں چھوڑی ہوں اوروہ دونوں نواسے کی بھی بیٹیاں ہوں ۔اورنواسی کا ایک بیٹا چھوڑا ہو۔توامام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس ایک بیٹے اوردوبیٹیوں میں کل ترکہ اثلاثاً تقسیم ہوگا۔کیونکہ دونوں بیٹیاں دوجہتوں والی ہیں۔ایک جہت یہ ہے کہ وہ میت کی نواسی کی بیٹیاں ہیں اوردوسری یہ کہ وہ میت کےنواسے کی بیٹیاں ہیں ۔چنانچہ ان دوجہتوں کی وجہ سے دونوں بیٹیاں چارکے برابر ہوگئیں اورساتھ ایک بیٹا ہے ۔چاربیٹیاں ،دوبیٹوں کے برابر ہوتی ہیں ۔گویا کہ تین بیٹے ہوگئے اورایسی صورت میں ترکہ کے تین حصے کئے جاتے ہیں ۔چنانچہ کل مال کے تین حصے کرکے دوحصے دونوں بیٹیوں کو دیئے اورایک حصہ بیٹے کو۔

مسئلہ 3

م

بنت	بنت	بنت
بنت	ابن	بنت
2بیٹیاں		بیٹا
2		1

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مسئلہ 28 سے بنے گا جس میں سے دوبیٹیوں کے لئے 22 سہام ۔16 سہام ان کے باپ کی طرف سے اور6 سہام ان کی ماں کی طرف سے ۔جبکہ بیٹے کو 6 سہام اس کی ماں کا حصہ ملے گا۔

اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال کی تقسیم اس بطن سے شروع ہوگی جہاں سے ذکورت وانوثت کا فرق ہوا۔چنانچہ بطن ثانی میں دوبیٹیاں اورایک بیٹا ہے ۔اس بطن میں بیٹا،دوبیٹوں کے قائم مقام ہے کیونکہ اس بیٹے کی فروع میں دوبیٹیاں ہیں۔توان کے مذہب کے مطابق ان فروع کی تعدادکواسی اصول میں تقسیم کے دوران ملحوظ رکھا جائے گا۔اب ہوا یہ ہے کہ اس

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بطن میں ذکورت لڑکے کی ہے اور تعداد اس کی فروع کی۔ اس لئے گویا کہ یہ ایک لڑکا نہیں بلکہ دو لڑکے ہیں۔ یونہی ایک بیٹی بھی ایسی ہے جس کی فروع میں دو بیٹیاں ہیں اس لئے ان کی تعداد کا بھی یہیں پر ہی اعتبار کیا جائے گا۔ تو وہ بھی ایک بیٹی نہیں بلکہ گویا کہ دو بیٹیاں ہونگیں۔ اور ایک بیٹی ایسی ہے جس کی فروع میں بھی تعداد ایک ہی ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل کے بعد اس بطن میں کل سات ابدان ہوئے۔ وہ اس طرح کہ ایک بیٹی دو کے برابر، اور ایک بیٹا دو بیٹوں کے برابر۔ بیٹا جن دو کے برابر ہوا ان میں سے ہر بیٹا پھر دو بیٹیوں کے برابر، گویا کہ یہ ایک بیٹا، چار بیٹیوں کے برابر ہوا۔ اور ایک بیٹی مزید موجود ہے۔ اس طرح (۲+۴+۱=۷) کل ابدان 7 ہوئے۔ اس لئے اس بطن میں تقسیم کے لئے مسئلہ 7 سے بنایا۔ جس میں سے ایک بیٹے کو 4 اور دونوں بیٹیوں کو 3 سہام (ایک بیٹی کو 2 اور دوسری کو 1) ملیں گے۔ پھر دونوں بیٹیوں کو ایک فریق بنائیں گے اور ان کے سہام کو جمع کر لیں گے۔ اب اگلے بطن کی طرف متوجہ ہوئے تو دونوں بیٹیوں کے تحت دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے جن کا مسئلہ چار سے بننا چاہئے۔ مافی الید 3 ہے۔ مافی الید (3) اور تصحیح (4) میں نسبت تباین کی ہے۔ اس لئے کل تصحیح (4) کو اصل مسئلہ (7) سے ضرب دی۔ تو (۷×۴=۲۸) حاصل ضرب 28 ہوا۔

سابقہ قوانین کے مطابق اب اس تصحیح سے حصہ پانے والے تمام فریقوں کے سہام کو بھی اسی (4) سے ہی ضرب دیں گے۔ چنانچہ اس تصحیح میں سے بطن ثانی کے ایک بیٹے کو 4 سہام ملے تھے ان کو 4 سے ضرب دی تو (۴×۴=۱۶) حاصل ضرب 16 ہوا۔ بطن ثانی میں دولڑکیوں کے 3 سہام تھے۔ ان کو بھی 4 سے ضرب دی تو (۳×۴=۱۲) حاصل ضرب 12 ہوا۔ اب بطن ثانی میں چونکہ دونوں بیٹیوں کا مافی الید 12 ہے اس لئے یہ 12 دو بیٹیوں میں برابر تقسیم کئے تو ہر بیٹی کو 6 سہام ملے، پھر ایک بیٹی کے نیچے بیٹی ہے، اس کے 6 سہام ان 2 دو بیٹیوں میں تقسیم کئے جائیں گے۔ اور دوسری بیٹی کے نیچے ایک بیٹا ہے، اس کے سہام اس کے بیٹے کو دیئے جائیں گے۔ اب بطن ثانی میں ایک بیٹے کے پاس 16 سہام ہیں یہ 16 سہام اس کی فروع میں موجود دو بیٹیوں میں برابر برابر تقسیم کئے تو ہر ایک کو 8 سہام آئے۔ اس طرح دونوں بیٹیوں کے پاس مجموعی سہام، 22 ہو گئے۔ کیونکہ ماں کی طرف سے ان کو 6 سہام ملے ہیں اور باپ کی طرف سے 16۔ اور بیٹے کے پاس کل 6 سہام ہیں جو اس کو اپنی ماں کی طرف سے ملے ہیں۔ یہی وہ دعویٰ تھا جو اس بحث کے آغاز میں ہم نے کیا تھا۔

مسئلہ 7×4=28

بنت	بنت	بنت
بنت	ابن	بنت
6	16=4×4	6
بیٹا	2 بیٹیاں	
6	22=16+6	

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَصْلٌ فِی فَصْلِ فِی الصِّنْفِ الثَّانِی

اَوْلٰهم بِالْمِیْرَاثِ اَقْرَبُهُمْ اِلَی الْمَیِّتِ مِنْ اَیِ جِهَةٍ كَانَ وَعِنْدَ الِاسْتِوَاءِ فَمَنْ كَانَ یُدْلِی بِوَارِثٍ فَهُوَ اَوْلیٰ كَاَبِ اُمِّ الاُمِّ اَوْلیٰ مِنْ اَبِ اَبِ الاُمِّ عِنْدَ اَبِی سُهَیْلِ الْفَرَائِضِیِّ اَبِی الْفَضْلِ الْخَصَّافِ وَعَلِیِّ بْنِ عِیْسیٰ الْمِصْرِیِّ وَلَا تَفْضِیْلَ لَهٗ عِنْدَ اَبِی سُلَیْمَانَ الْجُرْجَانِیِّ وَاَبِی عَلِیِّ الْبَسْتِیِّ وَاِنِ اسْتَوَتْ مَنَازِلُهُمْ وَلَیْسَ فِیْهِمِ مَنْ یُدْلِی بِوَارِثٍ اَوْكَانَ كُلُّهُمْ یُدْلُوْنَ بِوَارِثٍ وَاتَّفَقَتْ صِفَةُ مَنْ یُدْلُونَ بِهِمْ وَاتَّحَدَتْ قَرَابَتُهُمْ فَالْقِسْمَةُ حِیْنَئِذٍ عَلیٰ اَبْدَانِهِمْ وَاِنِ اخْتَلَفَتْ صِفَةُ مَنْ یُدْلُوْنَ بِهِمْ یُقْسَمُ الْمَالُ عَلیٰ اَوَّلِ بَطْنٍ اخْتَلَفَ كَمَا فِی الصِّنْفِ الاوَّلِ وَاِنِ اخْتَلَفَتْ قَرَابَتُهُمْ فَالثُّلُثَانِ لِقَرَابَةِ الاَبِ وَهُوَ نَصِیْبُ الاَبِ وَالثُّلُثُ لِقَرَابَةِ الاُمِّ وَهُوَ نَصِیْبُ الاُمِّ ثُمَّ مَا اَصَابَ لِكُلِّ فَرِیْقٍ یُقْسَمُ بَیْنَهُمْ كَمَا لَوِ اتَّحَدَتْ قَرَابَتُهُمْ

ترجمہ

ان میں سے میراث کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہے جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہوخواہ کسی بھی جہت سے ہواور برابری کے وقت جووارث کے واسطے سے رشتہ دار ہوگاوہ زیادہ مستحق ہوگا، جیسا کہ نانی کاباپ زیادہ حقدار ہے بہ نسبت نانا کے باپ کے۔ (یہ حکم) حضرت ابوسہیل فرائضی ،حضرت ابوفضل الخصاف اورحضرت علی بن عیسیٰ البصر ی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک (ہے) ۔اورامام ابوسلیمان الجرجانی اورابوعلی البستی کے نزدیک اس کوکوئی فضیلت حاصل نہیں ہے اوراگران سب کا مرتبہ برابرہواوران میں کوئی بھی بذریعہ وارث رشتہ دارنہ ہویا سب کے سب وارث کے واسطے سے رشتہ دارہوں اوران کی صفت بھی متحد ہوجن کے واسطے سےنسبت حاصل کررہے ہیں اوران کا درجہ قرابت بھی متفق ہوتوان کے درمیان تقسیم ان کے ابدان پر ہوگی اوراگران لوگوں کی صفت مختلف ہوجن کے ذریعے سے یہ میت کے رشتہ دارہیں تومال تقسیم کیا جائے گااس بطن پر جہاں سب سے پہلے اختلاف ہوا،جیسا کہ صنف اول میں ہوااوراگران کی قرابت مختلف ہوتو دوثلث باپ کی قرابت والے کے لئے اس کے باپ کا حصہ ہوگا اورایک ثلث ماں کی قرابت والے کے لئے ماں کی قرابت کا حصہ ہوگا۔ پھر ہرفریق کو جوحصہ ملا ان کے درمیان تقسیم کردیا جائے گا جیسا کہ اگران کی قرابت متحد ہو۔

ذوی الارحام کی دوسری قسم

اس قسم میں ساقط دادے اورساقط دادیاں ہیں ۔

ضابطہ

''ذوی الارحام'' کی اس صنف کے لوگ دوحال سے خالی نہ ہونگے کہ وہ سب درجہ میں برابرہوں گے یانہیں ۔بصورت ثانی جواقرب ہوگا اس کو مال دیا جائے گا ابعدمحروم ہوگا ۔ اوراگردرجہ میں برابرہوں گے توپھر دوحال سے خالی نہیں کہ ان سب کی قرابت ایک جیسی ہے یانہیں ۔بصورت ثانی ان کے درمیان مال کے تین حصے کرکے دوحصے باپ کےقرابت داروں کواورایک حصہ ماں کےقرابت داروں کو دیا جائے گا ۔اوراگرقرابت ایک جیسی ہےتوپھر دوحال سے خالی نہیں کہ ان کے اصول کی صفت

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایک جیسی ہے یا نہیں۔بصورت اول فروع کے ابدان کے اعتبار سے مال تقسیم کیا جائے گا اور بصورت ثانی سب سے پہلے جس بطن میں اختلاف ہو وہاں پر تقسیم کریں گے۔جیسا کہ صنف اول میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

☆ان میں سے جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہوگا وہ میراث کا سب سے زیادہ حقدار ہوگا اس کی رشتہ داری خواہ ماں کی جانب سے ہو یا باپ کی طرف سے۔اوراقرب کے اولیٰ ہونے کی وجہ صنف اول کے ضمن میں گزر چکی ہے۔چنانچہ ماں کا باپ اولیٰ ہوگا ماں کی ماں کے باپ سے۔اسی طرح باپ کی ماں کا باپ اولیٰ ہوگا باپ کی ماں کی ماں کے باپ سے ۔اور ماں کا باپ اولیٰ ہوگا باپ کی ماں کے باپ سے۔

☆اگر قرب میں سب برابر ہوں تو پھر جو میت کی طرف بواسطہ وارث کے منسوب ہوتا ہے وہ اولیٰ ہوگا بہ نسبت اس کے جو غیر وارث کے واسطے سے منسوب ہوتا ہے۔

یہ مسلک **ابو سھیل فرائضی** اور **ابو فضل خصاف** اور **علی بن عیسیٰ بصری** کا ہے۔ان کے نزدیک نانی کا باپ نانا کے باپ سے اولیٰ ہوگا۔کیونکہ یہ دونوں اگر چہ قرب درجہ میں تو برابر ہیں لیکن نانی کا باپ نانی کے واسطہ سے میت کی طرف منسوب ہے اور نانی میراث میں سے حصہ پایا کرتی ہے۔جبکہ نانے کا باپ ،نانے کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہو رہا ہے اور نانا چونکہ خود جد فاسد ہے اس لئے یہ نانی کے ہوتے ہوئے حصہ نہیں پاتا،معلوم ہوا کہ نانی ،نانا سے اقویٰ ہے اس لئے اقویٰ کا باپ اولیٰ ہوگا غیر اقویٰ کے باپ سے۔

ابوسلیمان جوز جانی اور ابوعلی البُستــــی وارث اور غیر وارث کے واسطے میں کوئی فرق نہیں کرتے ، مذکورہ صورت میں ان کے مسلک کے مطابق ترکہ اثلاثاً تقسیم کیا جائے گا جس میں سے دوثلث نانا کے باپ کے لئے اور ایک ثلث نانی کے باپ کے لئے ہوگا۔

☆اگر سب قرب وبعد میں برابر ہوں اوران میں کوئی بھی وارث کے واسطے سے منسوب نہ ہو جیسا کہ دادی کے باپ کا باپ (کیونکہ دادی کا باپ وارث نہیں ہے اور اس کا باپ غیر وارث کے واسطہ سے میت کی طرف منسوب ہوتا ہے)اور دادی کے باپ کی ماں (کیونکہ دادی کا باپ وارث نہیں ہے اور اس کی ماں غیر وراث کے واسطہ سے میت کی طرف منسوب ہوتی ہے)یا سب کے سب وارث کے واسطے سے منسوب ہوتے ہوں جیسا کہ دادا کی دادی کا باپ اور دادی کی نانی کا باپ ۔مطلب یہ کہ واسطے کا بھی فرق نہ ہو اور جن کے واسطے سے منسوب ہو رہے ہیں ان میں بھی ذکورت وانوثت کا فرق نہ ہو جیسا کہ دادی کا دادا اور دادی کی دادی اور ان میں قرابت کے متعلق کا بھی فرق نہ ہو یعنی کہ سب کے سب میت کے باپ کی طرف سے منسوب ہوں یا سب کے سب میت کی ماں کی جانب سے منسوب ہوں جیسا کہ ابھی مثالوں میں گزرا تو ایسی صورت میں ان فروع کے ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے مال کو للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔چنانچہ مذکورہ مثال میں کل مال کے تین حصے کئے جائیں گے جس میں سے دوثلث دادی کے دادا کو دیں گے اور ایک ثلث دادی کی دادی کو۔

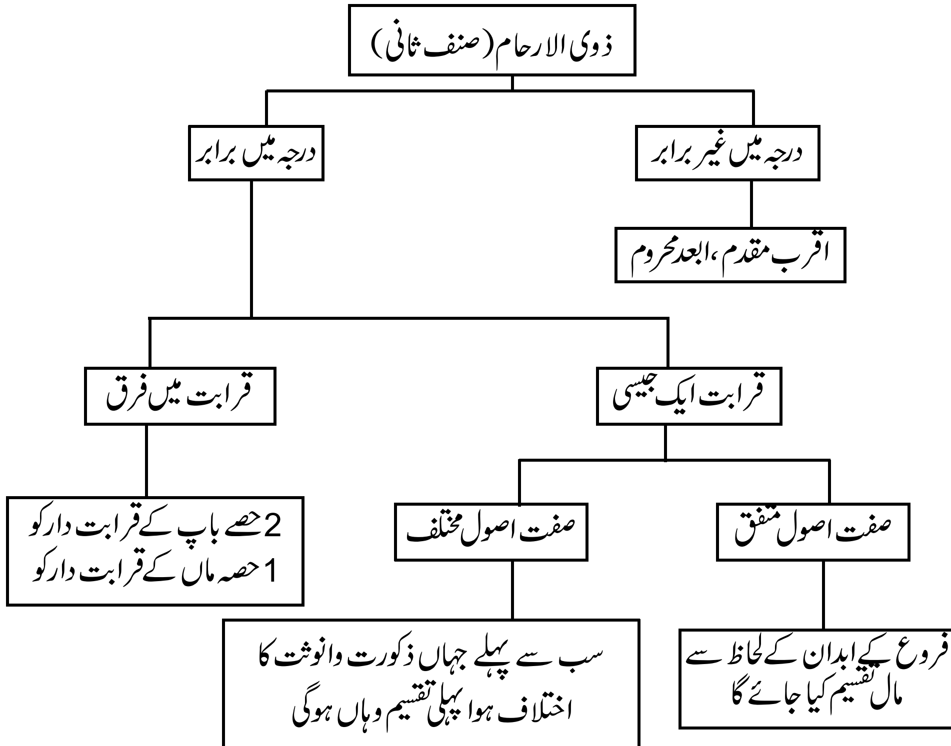
☆جن کے واسطے سے یہ منسوب ہوتے ہیں اگر ان کی صفات ذکورت وانوثت میں مختلف ہوں اگر چہ درجہ ایک ہی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہو، جیسا کہ دادا کی دادی کا باپ اور دادی کی نانی کا باپ تو ایسی صورت میں سب سے پہلے جس بطن میں اختلاف ہوا وہاں پر مال کو تقسیم کریں گے پھر مذکروں کو ایک طائفہ اور مؤنثوں کو ایک طائفہ بنائیں گے، پھر اس کے بعد والے بطن کو دیکھیں گے بالکل اسی طرح جیسا کہ صنف اول میں کیا تھا ویسے ہی یہاں کریں گے۔

☆ اگر قرب درجہ تو برابر ہو لیکن قرابت میں فرق ہو یعنی بعض ماں کی طرف سے منسوب ہوں اور بعض باپ کی طرف سے۔ جیسا کہ دادا کے نانا کی ماں اور نانا کے دادا کی ماں چھوڑی ہو تو کل مال کے تین حصے کریں گے جس میں سے باپ کی قرابت والوں کو دو ثلث اور ماں کی قرابت والوں کو ایک ثلث دیں گے پھر ہر فریق کو جو سہام پہنچیں وہ سہام اس فریق اور اس سے نیچے بطون میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ مطلب یہ کہ باپ کی قرابت والوں میں ثلثان اور ماں کی قرابت والوں میں ثلث تقسیم کیا جائے گا۔

صنف ثانی کا نقشہ



for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَصْلٌ فِی الصِّنْفِ الثَّالِثِ

اَلْحُکْمُ فِیْهِم کَالْحُکْمِ فِی الصِّنْفِ الاوَّلِ اَعْنِی اَوْلَهُمْ بِالْمِیْرَاثِ اَقْرَبُهُمْ اِلَی الْمَیِّتِ وَاِنِ اسْتَوَوْا فِی الْقُرْبِ فَوَلَدُالْعَصَبةِ اَوْلٰی مِنْ وَلَدِ ذَوِی الارْحَامِ کَبِنْتِ ابْنِ الاَخِ وَابْنِ بِنْتِ الاُخْتِ کِلَاهُمَا لَابٍ وَّاُمٍّ اَوْلَابٍ اَوْاَحَدُهُمَا لَابٍ وَّاُمٍّ وَالاخَرُلابٍ اَلْمَالُ کُلُّهٗ لِبِنْتِ ابْنِ الاَخِ لِاَنَّهَا وَلَدُ الْعَصَبَةِ وَلَو کَانَا لِاُمٍّ اَلْمَالُ بَیْنَهُمَا لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الاُنْثَیَیْنِ عِنْدَ اَبِی یُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ بِاعْتِبَارِ الاَبْدَانِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ اَلْمَالُ بَیْنَهُمَا اَنْصَافًا بِاعْتِبَارِ الاُصُوْلِ بِهٰذِهٖ الصُّوْرَةِ

الاخ لام	الاخت لام
ابن	بنت
بنت	ابن

وَاِنِ اسْتَوَوْا فِی الْقُرْبِ وَلَیْسَ فِیْهِمْ وَلَدُ عَصَبَةٍ اَوْ کَانَ کُلُّهُمْ اَوْلَادُ الْعَصَباتِ اَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ اَوْلَادُ الْعَصَبَاتِ وَبَعْضُهُمْ اَوْلَادُ اَصْحَابِ الْفَرَائِضِ فَاَبُوْیُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ یَعْتَبِرُ الاَقْوٰی وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ یَقْسِمُ الْمَالَ عَلیٰ اِلاخْوَةِ وَالاَخَوَاتِ مَعَ اعْتِبَارِ عَدَدِالْفُرُوْعِ وَالْجِهَاتِ فِی الاُصُوْلِ فَمَا اَصَابَ کُلَّ فَرِیْقٍ یُقْسَمُ بَیْنَ فُرُوعِهِمْ کَمَا فِی الصِّنْفِ الاوَّلِ کَمَا اِذَاتَرَکَ ثَلاثَ بَنَاتِ اِخْوَةٍ مُتَفَرِّقِیْنَ وَثَلٰثَةَ بَنِیْنَ وَثَلٰثَ بَنَاتِ اَخَوَاتٍ مُتَفَرِّقَاتٍ بِهٰذِهٖ الصُّوْرَةِ

اخ لاب وام	اخ لاب	اخ لام	اخت لاب وام	اخت لاب	اخت لام
بنت	بنت	بنت	ابن بنت	ابن بنت	ابن بنت

عِنْدَ اَبِی یُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ یُقْسَمُ کُلُّ الْمَالُ بَیْنَ فُرُوْعِ بَنِی الاَعْیَانِ ثُمَّ بَیْنَ فُرُوْعِ بَنِی الْعَلَّاتِ ثُمَّ بَیْنَ فُرُوْعِ بَنِی الاَخْیَافِ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الاُنْثَیَیْنِ اَرْبَاعًا بِاعْتِبَارِ الاَبْدَانِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ یُقْسَمُ ثُلُثُ الْمَالُ بَیْنَ فُرُوْعِ بَنِی الاَخْیَافُ عَلٰی السَّوِیَّةِ اَثْلَاثًا لِاسْتِوَاءِ اُصُوْلِهِمْ فِی الْقِسْمَةِ وَالْبَاقِی بَیْنَ فُرُوعِ بَنِی الاَعْیَانِ اَنْصَافًا لاِعْتِبَارِعَدَدِ الْفُرُوْعِ فِی الاُصُولِ نِصْفُهُ لِبِنْتِ الاَخِ نَصِیْبُ اَبِیْهَا وَالنِّصْفُ الاخَرُ بَیْنَ وَلَدَیِ الاُخْتِ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الاُنْثَیَیْنِ بِاعْتِبَارِ الاَبْدَانِ وَتَصِحُّ مِنْ تِسْعَةٍ وَلَوْ تَرَکَ ثَلٰثَ بَنَاتِ بَنِی اِخْوَةٍ مُتَفَرِّقِیْنَ بِهٰذِهٖ الصُّوْرَةِ

الاخ لاب وام	الاخ لاب	الاخ لام
ابن	ابن	ابن
بنت	بنت	بنت

اَلْمَالُ کُلُّهٗ لِبِنْتِ ابْنِ الاَخِ لِاَبٍ وَّاُمٍّ بِالاِتِّفَاقِ لِاَنَّهَا وَلَدُ الْعَصَبَةِ وَلَهَا اَیْضًا قُوَّةُ الْقَرَابَةِ

ترجمہ

اس صنف کی میراث کا حکم بھی صنف اول کی طرح ہے،یعنی ان میں میراث کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہوگا جو میت کے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سب سے زیادہ قریب ہوگا۔ اور اگر سب کے سب قرب درجہ میں برابر ہوں تو عصبہ کی اولاد ذوی الارحام کی اولاد سے اولیٰ ہوگی جیسا کہ بھائی کے بیٹے کی بیٹی اور بہن کی بیٹی کا بیٹا دونوں ہی عینی ہوں یا دونوں ہی علاتی ہوں یا ان میں سے کوئی ایک عینی اور دوسرا علاتی، تو تمام مال بھائی کے بیٹے کی بیٹی کے لئے ہوگا کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے اور اگر دونوں اخیافی ہوں تو مال ان کے درمیان **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ امام ابو یوسف کے نزدیک ابدان کے اعتبار سے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مال ان کے درمیان انصافاً تقسیم کیا جائے گا اصول کا اعتبار کرتے ہوئے۔ اس صورت کے مطابق

اخیافی بھائی	اخیافی بہن
بیٹا	بیٹی
بیٹی	بیٹا

اور اگر وہ قرب درجہ میں برابر ہوں اور ان میں کوئی ولد العصبہ نہ ہو یا تمام کے تمام عصبات کی اولاد ہوں یا ان میں سے بعض عصبات کی اور دیگر بعض اصحاب الفرائض کی اولاد ہوں، تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اقویٰ کا اعتبار کرتے ہیں اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ مال تقسیم کرتے ہیں بہن اور بھائیوں میں فروع کی تعداد کا اور اصول کی جہات کا اعتبار کرتے ہوئے۔ اس طرح ہر فریق کو جو حصہ پہنچے وہ ان کی فروع میں تقسیم کیا جائے گا، جیسا کہ صنف اول میں ہوا مثلاً کسی نے تین متفرق بھائیوں کی تین بیٹیاں چھوڑی ہوں۔ اور متفرق بہنوں کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑی ہوں، درج ذیل صورت کے مطابق

عینی بھائی	علاتی بھائی	اخیافی بھائی	عینی بہن	علاتی بہن	اخیافی بہن
بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا، بیٹی	بیٹا، بیٹی	بیٹا، بیٹی

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام مال بنواعیان کی فروع میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ پھر بنوعلات کی فروع میں، پھر بنواخیاف کی فروع میں **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر۔ ارباعاً ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے۔ اور امام محمد کے نزدیک مال کا ایک ثلث بنواخیاف کے درمیان برابرا ثلاثاً تقسیم کیا جائے گا کیونک ان کے اصول تقسیم میں برابر ہیں۔ اور باقی مال بنواعیان کی فروع کے درمیان انصافاً تقسیم کیا جائے گا۔ فروع کی تعداد کا اصول میں اعتبار کرتے ہوئے۔ اس کا نصف بھائی کی بیٹی کے لئے ہوگا اپنے باپ کا حصہ۔ اور دوسرا نصف بہن کی دونوں اولادیں، ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر لیں گی۔ اور مسئلہ کی تصحیح 9 سے ہوگی۔

اور اگر متفرق بھائیوں کے بیٹوں کی تین بیٹیاں چھوڑی ہوں درج ذیل صورت کے مطابق

عینی بھائی	علاتی بھائی	اخیافی بھائی
بیٹا	بیٹا	بیٹا
بیٹی	بیٹی	بیٹی

تو تمام مال بالاتفاق عینی بھائی کے بیٹے کی بیٹی کے لئے ہوگا۔ کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے اور اس کے لئے قوت قرابت بھی ہے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ذوی الارحام کی تیسری صنف

اس صنف میں بھانجے، بھانجیاں اوراخیافی بھائی کے بیٹے شامل ہیں۔

اس صنف کا حکم ''صنف اول'' کی طرح ہے یعنی کہ وراثت کا سب سے زیادہ حقدار وہ شخص ہوگا جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔ چنانچہ بہن کی بیٹی، بھائی کے نواسے سے مقدم ہوگی۔ کیونکہ یہ بھائی کے نواسے کی بہ نسبت میت کے زیادہ قریب ہے۔

اگر سب کے سب قرب درجہ میں برابر ہوں تو پھر اُن میں جو عصبہ کی اولاد ہوگی وہ ''ذوی الارحام'' کی اولاد پر مقدم ہوگی۔ مثلاً بھائی کے بیٹے کی بیٹی، بہن کی بیٹی کے بیٹے پر مقدم ہوگی۔ کیونکہ بھائی کا بیٹا عصبہ ہے اوراس کی اولاد عصبہ کی اولاد ہوگی جبکہ بہن کی بیٹی عصبہ نہیں ہے، اس لئے اس کی اولاد ''عصبہ'' کی اولاد نہ ہوگی۔ یہاں پر یہ یاد رہے کہ بھائی اور بہن میں سے ہر ایک عینی ہو یا علاتی یا مختلف۔ دونوں میں سے کوئی بھی اخیافی نہ ہو۔ اس کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں۔

1۔۔۔۔۔۔☆ عینی بھائی کے بیٹے کی بیٹی = عینی بہن کی بیٹی کا بیٹا۔

2۔۔۔۔۔۔☆ علاتی بھائی کے بیٹے کی بیٹی = علاتی بہن کی بیٹی کا بیٹا۔

3۔۔۔۔۔۔☆ عینی بھائی کے بیٹے کی بیٹی = علاتی بہن کی بیٹی کا بیٹا۔

4۔۔۔۔۔۔☆ علاتی بھائی کے بیٹے کی بیٹی = عینی بہن کی بیٹی کا بیٹا۔

مذکورہ تمام صورتوں میں بھائی کے بیٹے کی بیٹی، بہن کی بیٹی کے بیٹے سے مقدم ہوگی۔

سوال

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر (تیسری صنف میں) ''فولدالعصبۃ'' کہا ہے۔ جبکہ صنف اول میں ''فولدالوارث'' کہا تھا اوروارث سے وہاں پر مراد ذی فرض لیا تھا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب

صنف اول میں ایسا ذورحم متصور ہی نہیں ہے جو عصبہ کی اولاد ہو۔ اس لئے وہاں عصبہ کہنے کی حاجت بھی نہ تھی۔ صنف اول میں عصبہ کی اولاد کے متصور نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بطن ثانی میں عصبہ کی اولاد یا تو ''عصبہ'' ہوگی جیسا کہ بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یا ''ذی فرض'' ہوگی، جیسا کہ بیٹے کے بیٹے کی بیٹی۔ معلوم ہوا کہ بطن ثانی میں ''ذوی الارحام'' دوطرح کے ہوسکتے ہیں۔

نمبر: ۱۔ عصبہ کی اولاد۔

نمبر: ۲۔ ذوی الاحام کی اولاد۔

صنف اول میں ''ولد صاحب فرض'' کہنے کی بجائے ''ولد الوارث'' کہنے میں اختصار تھا۔ صنف ثالث میں ''ولد

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

العصبہ'' کہا۔ کیونکہ اس میں ولد ذوی الارحام کے درجے میں ''ولد صاحب الفرض'' متصور نہیں ہے۔ اس لئے کہ بھائی کی اولاد میں ''صاحب فرض'' صرف بطن اول ہی میں ہوسکتے ہیں جبکہ ''ولد ذی الرحم بطن'' ثانی اور ثالث میں بھی ہوسکتا ہے۔ اس سے قبل نہیں ہوسکتے۔ اس لئے یہ درجہ میں برابر نہیں ہوسکتے بخلاف ''ولد عصبہ'' کے، کہ یہ کبھی ''ولد ذی الرحم'' کے درجے میں بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ بھائی کے بیٹے کی بیٹی اور بہن کی بیٹی کا بیٹا۔

☆اخیافی بھائی کے بیٹے کی بیٹی اور اخیافی بہن کی بیٹی کا بیٹا ہو تو مال ان دونوں کے درمیان **للذکر مثل حظ الانثیین** کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ امام ابو یوسف کے نزدیک ابدان کے اعتبار سے تقسیم ہوگی۔ کیونکہ توریث میں اصل تو یہ ہے کہ مذکر کا حصہ، مؤنث کے حصہ سے دوگنا ہو، جبکہ اخیافی بہن بھائیوں میں اس اصل کو محض اس لئے ترک کردیا گیا کہ ان کے بارے میں نص وارد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَالِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ

''پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں''

اخیافی بہن بھائیوں میں اس اصل کو نص کی وجہ سے چھوڑا گیا ہے۔ لیکن اِن کی اولاد میں اور ان میں فرق ہے وہ یہ کہ اِن کی اولاد کبھی بھی ذی فرض نہیں ہوتی جبکہ یہ خود ذی فرض ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ حکم جو اِن اخیافی بہن بھائیوں کے لئے آیا وہ ان کی اولادوں کو شامل نہ ہوگا۔ اس لئے ان کی اولاد میں یہ اصل جاری کی جائیگی اور ان میں مذکر کو مؤنث پر ترجیح دی جائے گی، جیسا کہ اصلی عصوبت میں دی جاتی ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصول کا اعتبار کرتے ہوئے ان کے درمیان ترکہ انصافاً تقسیم کیا جائے گا۔ یہی **ظاہر الروایۃ** ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سب کی میت کے ساتھ رشتہ داری ماں کی قرابت کی وجہ سے ہوتی ہے اور اس قرابت کے اعتبار سے کسی مذکر کو مؤنث پر فضیلت حاصل نہیں ہوگی بلکہ کبھی یوں بھی ہوسکتا ہے کہ مؤنث، مذکر پر فضیلت پا جائے جیسا کہ ماں کی ماں ''ذی فرض'' ہے جبکہ ماں کا باپ ''ذی فرض'' نہیں ہے۔

اگر سب کے سب قرب میں برابر ہوں اور ان میں کوئی عصبہ کی اولاد نہ ہو جیسا کہ بھائی کی بیٹی کی بیٹی اور بھائی کی بیٹی کا بیٹا، یا سب کے سب عصبہ کی اولاد ہوں جیسا کہ عینی یا علاتی بھائی کی دو بیٹیوں کی بیٹیاں، یا بعض عصبات کی اولاد ہو اور بعض ذوی الارحام کی، جیسا کہ عینی بھائی کی بیٹی اور اخیافی بھائی کی بیٹی۔

ایسی صورت حال میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ **اقویٰ فی القرابت** کا اعتبار کرتے ہیں، چنانچہ ان کے نزدیک جس کی اصل ماں اور باپ دونوں کی جانب سے رشتہ دار ہے وہ اس ذی رحم سے مقدم ہونگے جن کی اصل صرف باپ یا صرف ماں کی جانب سے رشتہ دار ہیں۔ اس لئے ان کے نزدیک عینی بہن کی بیٹی کی بیٹی، علاتی بھائی کی بیٹی کی بیٹی سے مقدم ہوگی۔ یونہی جن ذوی الارحام کی اصل صرف باپ کی طرف سے رشتہ دار ہے وہ مقدم ہوگی ان ذوی الارحام پر جن کی اصل صرف ماں کی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طرف سے میت کی رشتہ دار ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بہن اور بھائیوں میں جہات فی الاصول اور تعدد فروع کا لحاظ کرتے ہوئے بہن بھائیوں میں مال تقسیم کرتے ہیں۔ان اصولوں کے فریقوں کو جو جو حصہ ملے وہ ان فریقوں کی فروع میں تقسیم کرتے ہیں،جیسا کہ صنف اول میں کیا تھا۔مثلاً کسی میت نے تین بھتیجیاں چھوڑی ان میں سے ایک عینی بھائی کی بیٹی ہے ایک علاتی کی اور ایک اخیافی بھائی کی ۔یونہی تین بھانجے چھوڑے اس طرح کہ ان میں سے ایک عینی بہن کا بیٹا ہے ایک علاتی کا اور ایک اخیافی بہن کا ۔یونہی تین بھانجیاں چھوڑیں اس طرح کہ ان میں سے ایک عینی بہن کی بیٹی ہے ایک علاتی بہن کی اور ایک اخیافی بہن کی ۔

مسئلہ 4

عینی بھائی	علاتی بھائی	اخیافی بھائی	عینی بہن	علاتی بہن	اخیافی بہن
بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا،بیٹی	بیٹا،بیٹی	بیٹا،بیٹی
1	محروم	محروم	2 ، 1	محروم	محروم

اس مذکورہ مسئلہ میں ایک عینی بھائی اور ایک عینی بہن ہے جن کے تحت دو بیٹاں اور ایک بیٹا ہے ۔چنانچہ امام ابو یوسف کے نزدیک عینی بہن بھائیوں کی اولاد چونکہ مقدم ہے اس لئے ترکہ انہیں میں ارباعاً تقسیم کیا جائے گا جب کہ علاتی اور اخیافی بہن بھائیوں کی اولاد محروم ہوگی ۔چونکہ اس مسئلہ میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے اس لئے 4 سے مسئلہ بنایا،جس میں سے عینی بھائی کی بیٹی کو 1 ،عینی بہن کی بیٹی کو 1 اور عینی بہن کے بیٹے کو 2 سہام ملیں گے ۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اخیافی بہن اور اخیافی بھائی کی اولاد کو مال کا ثلث دیا جائے گا اور یہ ثلث تمام میں برابر برابر تقسیم کیا جائے گا، چنانچہ اخیافی بھائی کی ایک بیٹی اور اخیافی بہن کے ایک بیٹے اور ایک بہن میں یہ ثلث برابر تقسیم کیا جائے گا ۔کیونکہ اصول میں یہ سب برابر ہیں (وہ اس طرح کہ یہ سب جس کی اولادیں ہیں وہ میت کی طرف اس کی ماں کی جانب سے منسوب ہوتے ہیں) چونکہ سب کی رشتہ داری ماں کی طرف سے ہے اس لئے سب کو برابر برابر ترکہ ملے گا۔اور اِن کو ''ثلث المال'' دینے کے بعد جو کچھ بچ رہے۔ وہ عینی بہن بھائیوں میں تقسیم کیا جائے گا اور اس تقسیم کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ عینی بھائی ایک ہے اور عینی بہن ایک ہے لیکن عینی بہن کے نیچے فروع کی تعداد 2 ہے تو اِن کے مذہب کے مطابق صفت، اصول کی اور تعداد،فروع کی لی جائے گی۔تو گویا کہ دو عینی بہنیں ہیں۔اور ایک بھائی دو بہنوں کے برابر ہوتا ہے ۔گویا کہ اس بطن میں چار بہنیں ہوئیں اور جہاں ایسی صورت حال ہو وہاں ترکہ انصافاً تقسیم کیا جاتا ہے ۔اس لئے ان میں اخیافی کی اولادوں سے بچا ہوا ترکہ آدھا آدھا تقسیم کردیا جائے گا۔آدھا ترکہ عینی بھائی کی بیٹی کے لئے اور آدھا ترکہ عینی بہن کی بیٹی اور بیٹے کے درمیان لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔چنانچہ پہلے تو مسئلہ 3 سے بنائیں گے جس میں سے ثلث یعنی 1 اخیافی بہن بھائی کی اولادوں کو دیا۔یہ ایک ہے جب کہ اخیافی کی اولاد کی تعداد 3 ہے ۔سہام،رؤس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہورہے جبکہ سہام(1)اور عدد رؤس (3) میں نسبت تباین کی ہے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اسی طرح ماقبی (2) ایک عینی بہن اور ایک عینی بھائی میں انصافاً تقسیم کیا تو ہر ایک کو ایک ایک سہم آیا۔عینی بہن کا مافی الید ایک سہم ہے،اس کے نیچے فروع (ایک بیٹی اور ایک بیٹا) کا مسئلہ 3 سے بنے گا۔سہام،مسئلہ پر پورے پورے تقسیم نہیں ہورہے۔سہام اور مسئلہ میں نسبت تباین کی ہے۔اس مسئلہ میں دوفریق ایسے ہوگئے جن کے سہام ان کے رؤس پر پورے پورے تقسیم نہیں ہورہے اوران کے عدد رؤس میں مماثلت ہے اس لئے کسی ایک (3) کو اصل مسئلہ (3) کے ساتھ ضرب دی تو (۳×۳=۹) حاصل ضرب 9 آیا۔اب 9 سے اس مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی۔

اصل مسئلہ سے اخیافی بہن کا 1 تھا اس کو ضرب دی 3 کے ساتھ تو (۳×۱=۳) حاصل ضرب 3 آیا۔عینی کی اولادوں کے لئے 2 سہام تھے ان کو بھی ضرب دی 3 کے ساتھ تو (۲×۳=٦) حاصل ضرب 6 آیا۔اب یہ 6 سہام عینی بھائی کی ایک بیٹی اور عینی بہن کی ایک بیٹی اور ایک بیٹے کے درمیان تقسیم کریں گے چنانچہ اولاً تقسیم بہن بھائیوں میں کریں گے کیونکہ اسی بطن میں ذکورت وانوثت کا فرق ہے،عینی بھائی کو 3 سہام اور یہی سہام اس کی بیٹی کو ملیں گے۔جبکہ عینی بہن اور اس کے نیچے فروع کی تعداد 2 ہے گویا کہ 2 بہنیں ہوئیں اور دو بہنوں کو ایک بھائی کے برابر حصہ ملتا ہے۔بھائی کو اس بطن میں 3 سہام ملے تھے اس لئے دو بہنوں کو بھی 3 سہام ملیں گے۔اس بہن کے نیچے ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے۔یہ 3 سہام ان میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کریں گے تو بیٹی کو 1 سہم اور بیٹے کو دوسہام آجائیں گے۔اس طرح امام محمد کے نزدیک مسئلہ 9 سے حل ہوگا۔

مسئلہ 3×3=9

عینی بھائی	علاتی بھائی	اخیافی بھائی	عینی بہن		علاتی بہن	اخیافی بہن	
بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا،بیٹی		بیٹا،بیٹی	بیٹا،بیٹی	
3	محروم	1	2	1	محروم	1	1

امام محمد اورامام ابویوسف کے مسلک کے مطابق مسئلہ مذکورہ کا تجزیہ

☆امام ابویوسف نے عینی بھائی کی بیٹی کو کل مال کا ربع (1/4) دیا جبکہ امام محمد اس کو کل مال کا ثلث (3/9)۔

☆امام ابویوسف نے علاتی بھائی کی بیٹی کو محروم رکھا،امام محمد نے بھی محروم رکھا۔

☆امام ابویوسف نے اخیافی بھائی کی بیٹی کو محروم رکھا جبکہ امام محمد نے اس کو ایک سہم (1/9) دیا۔

☆امام ابویوسف نے عینی بہن کے بیٹے کو (2/4) دیئے تھے جبکہ امام محمد نے (2/9) دیئے۔

☆امام ابویوسف نے عینی بہن کی بیٹی کو (1/4) دیا تھا جبکہ امام محمد نے اس کو (1/9) دیا ہے۔

☆امام ابویوسف نے علاتی بہن کی بیٹی اور بیٹے کو محروم رکھا تھا امام محمد نے بھی ان کو محروم رکھا۔

☆امام ابویوسف نے اخیافی بہن کے بیٹے کو محروم رکھا تھا جبکہ امام محمد نے اس کو (1/9) دیا۔

☆امام ابویوسف نے اخیافی بہن کی بیٹی کو محروم رکھا تھا جبکہ امام محمد نے اس کو (1/9) دیا۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اگرکسی نے تین بھتیجوں کی تین بیٹیاں چھوڑی ہوں اس طرح کہ ایک بیٹی عینی بھائی کے بیٹے کی ہو،ایک بیٹی علاتی بھائی کے بیٹے کی ہواورایک بیٹی اخیافی بھائی کے بیٹے کی ہو۔توایسی صورت میں بالاتفاق تمام ترکہ عینی بھائی کے بیٹے کی بیٹی کا ہوگا اورعلاتی واخیافی بھائی کے بیٹے کی بیٹی کو کچھ نہ ملے گا۔کیونکہ امام محمد کےنزدیک وہ عصبہ کی بیٹی ہےاس لئے۔اورامام ابو یوسف کےنزدیک اس میں قوت قرابت ہے۔

مسئلہ 1

عینی بھائی	علاتی بھائی	اخیافی بھائی
بیٹا	بیٹا	بیٹا
بیٹی	بیٹی	بیٹی
1	محروم	محروم

نوٹ

اس مقام پربعض شارحین نے اصول کی صفت اورفروع کی تعدادکا اعتبارکرنے کے لئے ایک اوربھی مثال بیان کی ہے۔

جیساکہ کسی نے علاتی بھائی کے بیٹے کی ایک بیٹی چھوڑی ہو اوردوبیٹیاں علاتی بہن کے بیٹے کی چھوڑی ہوں اوریہی دونوں عینی بہن کی بیٹی کی بھی بیٹیاں ہوں اوراخیافی بہن کے بیٹے کی ایک بیٹی چھوڑی ہو۔توامام ابویوسف کےنزدیک سارے کا سارا ترکہ عینی بہن کی بیٹی کی دونوں بیٹیوں کو ملے گا کیونکہ ان کو جوقوت قرابت حاصل ہے وہ دیگر میں سے کسی کوبھی حاصل نہیں ہے۔

مسئلہ 2

علاتی بھائی	علاتی بہن	عینی بہن	اخیافی بہن
بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹا
بیٹا	2بیٹیاں		بیٹی
محروم	2		محروم

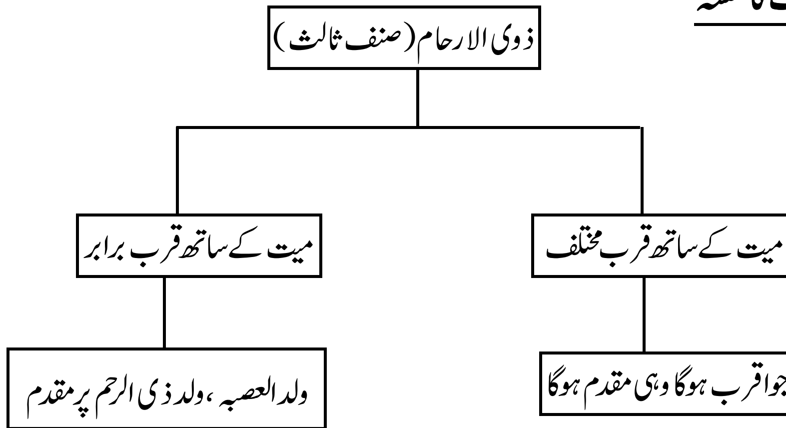
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کےنزدیک سب سے پہلے بہنوں بھائیوں (جوکہ اصول ہیں) میں ترکہ تقسیم کیا جائے گا اوراس تقسیم میں اصول کی ذکورت وانوثت کا اورفروع کی تعدادکا اعتبار کریں گے۔پھر ہرفریق کے حصے میں جوکچھ آئے وہ اس کی فروع میں تقسیم کیا جائے گا۔

چنانچہ یہاں پر اصل مسئلہ 6سے بنایا جائے گا کیونکہ بنواخیاف ایک ہوتواس کا''سدس'' ہواکرتا ہے۔اس لئے مسئلہ 6سے بنائیں گے،جس میں سے سدس(1 سہم) اخیافی بہن کے لئے ہے۔ثلثان(4سہام) عینی بہن کے لئے کیونکہ اس کی فروع کی تعداد2ہےتو گویا کہ خودعینی بہنیں ہی 2ہیں۔باقی 1 بچا۔وہ علاتی بھائی اوربہن کے لئے ہے۔اوراس بطن میں

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جب اس کی فروع کی تعداد(2) کالحاظ کریں گے تو گویا کہ دوعلاتی بہنیں ہوگئیں۔توباقی ماندہ ایک سہم ان دوعلاتی بہنوں اورایک علاتی بھائی میں پوراپوراتقسیم نہیں ہورہا،جبکہ ''مافی الید'' اور''رؤس'' نسبت تباین کی ہے اس لئے جمیع مسئلہ(2) کواصل مسئلہ(6) کے ساتھ ضرب دی تو (۲×٦=۱۲)حاصل ضرب 12 آیا۔عینی بہن کے لئے اصل مسئلہ (6) سے 4 سہام تھے ان کو بھی 2 کے ساتھ ضرب دی تو(۴×۲=۸)حاصل ضرب 8 آیا۔یہ اس عینی بہن کی دونوں بیٹیوں کو دیا۔اخیافی بہن کے لئے اصل مسئلہ(6) سے ایک سہم تھا اس کو بھی 2 کے ساتھ ضرب دی (۲×۱=۲)حاصل ضرب 2 آیا،یہ اس اخیافی بہن کے بیٹے کی بیٹی(پوتی) کو دیا۔علاتی بہن اور بھائی کے لئے اصل مسئلہ(6) سے ایک سہم تھا اس کو بھی 2 کے ساتھ ضرب دی تو(۲×۱=۲)حاصل ضرب 2 آیا،ان میں سے ایک سہم علاتی کو دیا جو کہ اس کی بیٹی کے بیٹے کو دیا اور دوسرا سہم علاتی بہن کو دیا جو کہ اس کے بیٹے کی 2 بیٹیوں پر پوراپوراتقسیم نہیں ہورہا جبکہ نسبت تباین کی ہے اس لئے جمیع مسئلہ(2) کواصل مسئلہ(12) سے ضرب دی تو(۲×۱۲=۲۴)حاصل ضرب 24 آیا۔اس عدد سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔عینی بہن کی دونواسیوں کے لئے اصل مسئلہ(12) میں سے 8 سہام تھے ان کو بھی 2 سے ضرب دی تو(۸×۲=۱٦) حاصل ضرب 16 آیا،یہ حصہ ہے عینی بہن کی دونواسیوں کا۔اخیافی بہن کی پوتی کے اصل مسئلہ (12) میں سے 2 سہام تھے ان کو بھی 2 سے ضرب دی تو(۲+۲=۴)حاصل ضرب 4 آیا۔یہ حصہ ہے اخیافی بہن کی پوتی کا۔علاتی بھائی کے نواسے کے لئے 12 میں سے ایک سہم تھا اس کو 2 سے ضرب دی تو(۲×۱=۲)حاصل ضرب 2 آیا۔یہ حصہ ہے علاتی بھائی کے نواسے کا۔علاتی بہن کے لئے 1 سہم تھا اس کو بھی 2 کے ساتھ ضرب دی تو(۲×۱=۲)حاصل ضرب 2 آیا،یہ حصہ دے دیا علاتی بہن کی دوپوتیوں کو ۔ اس طرح ذو جھتیـــن 2 بیٹیوں کے لئے 18 سہام ہونگے 16 سہام ان کی نانی کا حصہ اور 2 سہام ان کی دادی کا حصہ۔ان 18 سہام کو اگر دونوں پر تقسیم کریں تو ہر ایک کے حصہ میں 9 سہام آئیں گے۔

صنف ثالث کا نقشہ



for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَصْلٌ فِی الصِّنْفِ الرَّابِعِ

اَلْحُکْمُ فِیْهِمْ اَنَّهٗ اِذَا انْفَرَدَوَا حِدٌ مِّنْهُمْ اِسْتَحَقَّ الْمَالَ کُلَّهٗ لِعَدَمِ الْمُزَاحِمِ وَاِنِ اجْتَمَعُوا وَکَانَ حَیزُ قَرَابَتِهِمْ مُتَّحِدًا کَالْعَمَّاتِ وَالْاَعْمَامِ لِاُمٍّ اَوِ الْاَخْوَالِ وَالْخَالَاتِ فَالْاَقْوٰی مِنْهُمْ اَوْلٰی بِالْاِجْمَاعِ اَعْنِی مَنْ کَانَ لِاَبٍ وَّاُمٍّ اَوْلٰی مِمَّنْ کَانَ لِاَبٍ وَّمَنْ کَانَ لِاَبٍ اَوْلٰی مِمَّنْ کَانَ لِاُمٍّ ذُکُوْرًا کَانُوا اَوْ اُنَاثًا وَاِنْ کَانُوا ذُکُوْرًا اَوْ اُنَاثًا وَاسْتَوَتْ قَرَابَتُهُمْ فَلِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کَعَمٍّ وَّعَمَّةٍ کِلَاهُمَا لِاُمٍّ اَوْ خَالٍ وَخَالَةٍ کِلَاهُمَا لِاَبٍ وَّاُمٍّ اَوْ لِاَبٍ اَوْ لِاُمٍّ وَاِنْ کَانَ حَیزُ قَرَابَتِهِمْ مُخْتَلِفًا فَلَااِعْتِبَارَ لِقُوَّةِ الْقَرَابَةِ کَعَمَّةٍ لِاَبٍ وَّاُمٍّ وَخَالَةٍ لِاُمٍّ اَوْخَالَةٍ لِاَبٍ وَّاُمٍّ وَعَمَّةٍ لِاُمٍّ فَالثُّلُثَانِ لِقَرَابَةِ الْاَبِ وَهُوَ نَصِیْبُ الْاَبِ وَالثُّلُثُ لِقَرَابَةِ الْاُمِّ وَهُوَ نَصِیْبُ الْاُمِّ ثُمَّ مَا اَصَابَ کُلَّ فَرِیْقٍ یُقْسَمُ بَیْنَهُمْ کَمَالَوِاتَّحَدَ قَرَابَتُهُمْ

ترجمہ

ان کا حکم یہ ہے کہ جب ان میں سے کوئی منفرد ہوتو تمام مال کا مستحق ہوگا کیونکہ کوئی مزاحم نہیں ہے اوراگر وہ جمع ہوجائیں اوران کا حیز قرابت بھی متحد ہوجیسا کہ پھوپھیاں اوراخیافی چچے یا ماموں اورخالائیں توان میں سے جو اقویٰ ہوگا وہ بالاجماع زیادہ حقدار ہوگا۔یعنی جوعینی ہوگا وہ علاتی سے مقدم ہوگا اور جوعلاتی ہوگا وہ اخیافی سے مقدم ہوگا۔خواہ سب کے سب مذکر ہوں یا سب کے سب مؤنث اوراگرسب کے سب مذکر ہوں یا سب مؤنث اوران کی قرابت بھی متحد ہوتو(ان میں وراثت)للذکر مثل حظ الانثیین کےطور پرتقسیم ہوگی جیسا کہ چچا اور پھوپھی جبکہ دونوں ہی اخیافی ہوں یا ماموں اورخالہ جبکہ دونوں ہی عینی ہوں یا دونوں ہی علاتی ہوں یا دونوں ہی اخیافی ہوں اوراگران کا حیز قرابت مختلف ہوتو قوت قرابت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا جیسا کہ عینی پھوپھی اوراخیافی خالہ یا عینی خالہ اوراخیافی پھوپھی تو دوثلث باپ کی قرابت والے کے لئے اوروہ حصہ ہے باپ کا اورایک ثلث ماں کی قرابت کے لئے اوروہ حصہ ہے ماں کا ۔پھر ہرفریق کوجو حصہ پہنچے وہ ان کے درمیان اسی طرح تقسیم کیا جائے گا جیسے اگران کا حیز قرابت متحد ہوتا تو تقسیم ہوتی۔

صنف رابع

اس صنف میں وہ رشتہ دار ہوتے ہیں جومیت کے دادااورنانا کی طرف یادادی اورنانی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ان میں درج ذیل لوگ شامل ہیں۔

۱......پھوپھیاں (عینی ہوں،علاتی ہوں یااخیافی)

۲......اخیافی چچے

۳......ماموں (عینی ہوں،علاتی ہوں یااخیافی)

۴......خالائیں (عینی ہوں،علاتی ہوں یااخیافی)

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حکم

اس صنف کے احکام کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱)

جب ان میں سے کوئی اکیلا ہوتو جمیع مال کا مستحق ہوگا، چنانچہ کسی نے صرف ایک پھوپھی چھوڑی یا صرف ایک اخیافی چچا چھوڑا یا صرف ایک ماموں چھوڑا یا صرف ایک خالہ چھوڑی تو سارے کا سارا مال اسی ایک کے لئے ہوگا۔

اعتراض

''جب کوئی وارث اکیلا ہوتو جمیع مال کا مستحق ہوگا'' یہ حکم صرف صنف رابع ہی کا تو نہیں ہے بلکہ یہ حکم تو چاروں اصناف میں پایا جاتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ دیگر کسی بھی صنف میں یہ حکم بیان نہیں کیا گیا بلکہ صرف صنف رابع میں ہی اس کو بیان کیا گیا ہے۔اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب

مصنف نے اختصار کے پیش نظر یہ حکم صرف چوتھی صنف میں بیان کیا کیونکہ جس شخص کو وراثت سے ادنی ممارست ہے وہ بھی جانتا ہے کہ ایک حکم جو ابعد الاصناف (یعنی صنف رابع) کے لئے ثابت ہے وہ ان اصناف (صنف اول، ثانی اور ثالث) کے لئے بدرجہ اولی ثابت ہوگا جو اس کی بہ نسبت میت کے زیادہ قریب ہے۔

(۲)

جب سب جمع ہوں اور ان کا حیز قرابت بھی متحد ہو یعنی سب کے سب ایک ہی جہت سے (یعنی سب باپ کی جہت سے یا سب ماں کی جہت سے یا سب دونوں کی جہت سے) جیسا کہ پھوپھیاں، اخیافی چچے کہ دونوں کی میت کے ساتھ رشتہ داری اس کے باپ کی جہت سے ہوتی ہے اور ماموں اور خالہ کہ میت کی ماں کی طرف سے رشتہ دار ہوتے ہیں۔ تو ان میں سے جو قوت قرابت میں اقویٰ ہوگا بالا جماع وہی وراثت کا زیادہ حقدار ہوگا یعنی جو عینی ہوگا وہ بالا جماع علاتی پر مقدم ہوگا اور جو علاتی ہوگا وہ اخیافی پر مقدم ہوگا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جانبین کی قرابت اقویٰ ہوتی ہے جانب واحد کی قرابت سے اور باپ کی قرابت ،ماں کی قرابت سے اقویٰ ہوتی ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث یعنی اس بات میں کوئی فرق نہیں ہے کہ یہ خود مذکر ہو یا مؤنث۔

چنانچہ عینی پھوپھی (باپ کی عینی بہن) علاتی پھوپھی، اخیافی پھوپھی اور اخیافی چچا سے مقدم ہوگی۔اس لئے جمیع مال عینی پھوپھی لے گی اور باقی محروم رہیں گے۔ یونہی علاتی پھوپھی، اخیافی پھوپھی اور اخیافی چچا سے مقدم ہوگی۔اسی طرح ماموں اور خالہ ہے کہ ان میں بھی عینی، علاتی اور اخیافی پر مقدم ہونگے اور علاتی، اخیافی پر مقدم ہونگے۔

(۳)

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اگر ان کا حیز قرابت متحد ہو اور ان میں مذکر بھی ہوں اور مؤنث بھی اور سب کے سب قوت قرابت میں بھی متحد ہوں یعنی سب عینی ہوں یا سب علاتی یا سب اخیافی۔تو ان کے درمیان ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا جیسا کہ چچا اور پھوپھی کہ دونوں اخیافی ہوں یا ماموں اور خالہ کہ دونوں عینی ہوں یا دونوں علاتی ہوں یا دونوں اخیافی ہوں۔کیونکہ پھوپھی اور چچا دونوں اپنی اصل میں متحد ہیں کیونکہ دونوں کی اصل ''باپ'' ہے اور ماموں اور خالہ دونوں اپنی اصل میں متحد ہیں کیونکہ دونوں کی اصل ''ماں'' ہے۔جب دونوں کی اصل میں فرق نہیں ہے تو پھر ان کے اپنے ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے ترکہ تقسیم کیا جائے گا اس لئے ہم نے کہا ہے کہ ان میں ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔

(۴)

اگر ان کا حیز قرابت مختلف ہو (یعنی بعض باپ کی جانب سے رشتہ دار ہوں اور دیگر بعض ماں کی جانب سے) تو ان میں قوتِ قرابت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا (یعنی کسی کو جانبین سے رشتہ دار ہونے کی بناء پر جانب واحد والے پر اور باپ کی جہت والے کو ماں کی جہت والے پر ترجیح حاصل نہیں ہوگی) جیسا کہ کسی نے عینی پھوپھی اور اخیافی خالہ یا عینی خالہ اور اخیافی پھوپھی چھوڑی ہو تو دو ثلث باپ کی قرابت والی کو ملے گا اس کے باپ کا حصہ۔اور ایک ثلث ماں کی قرابت والی کو اس کی ماں کا حصہ۔جیسا کہ کسی نے عینی پھوپھی اور اخیافی خالہ چھوڑی ہو اور ان کے ساتھ ساتھ ایک عینی خالہ،ایک علاتی خالہ اور ایک اخیافی خالہ چھوڑی ہو تو مال کا دو ثلث باپ کی قرابت والوں (یعنی پھوپھیوں) کو ملے گا اور ایک ثلث ماں کی قرابت والوں (یعنی خالاؤں) کو ملے گا۔پھر ہر ایک کو جو حصہ ملا وہ ان کے درمیان اسی طرح تقسیم کیا جائے گا جس طرح کہ حیز قرابت متحد ہونے کی صورت میں تقسیم کیا جاتا ہے یعنی اسی مذکورہ مثال میں عینی پھوپھی اگرچہ مؤنث ہے لیکن اس کے باوجود قرابت کے اقویٰ ہونے کی وجہ سے ثلثان کی حقدار ہوگی اور عینی خالہ ثلث مال کی مستحق ہوگی کیونکہ اس کی قرابت کمزور ہے پھر اگر عینی پھوپھیاں ایک سے زیادہ ہوں تو وہی ثلثان ان سب میں برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔اسی طرح اگر عینی خالائیں ایک سے زیادہ ہوں تو وہ ایک ثلث ان سب میں برابر برابر تقسیم کیا جائے گا۔

اعتراض

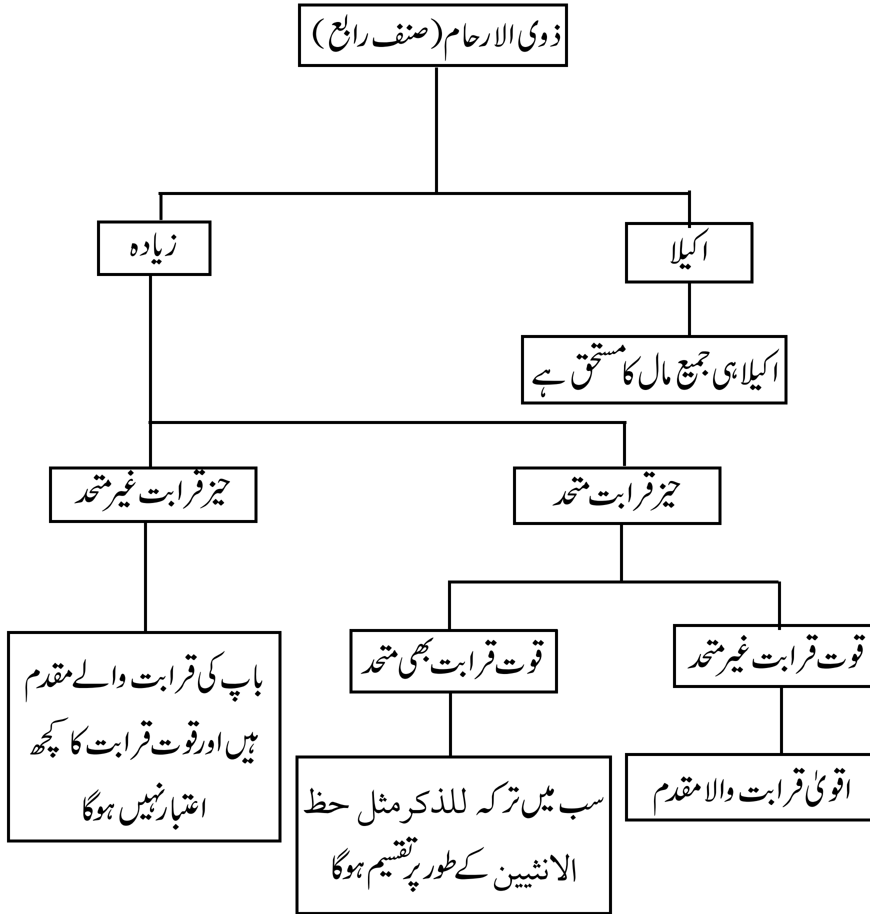
آپ نے ابھی تو یہ کہا تھا کہ جب حیز قرابت مختلف ہو تو قوتِ قرابت کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا اور اب آپ خود ہی یہ کہہ رہے ہیں کہ باپ کی قرابت والی کو دو ثلث ملے گا اور ماں کی قرابت والی کو ایک ثلث۔یہ قوتِ قرابت کا اعتبار نہیں تو اور کیا ہے؟

جواب

ہم نے جو یہ کہا تھا کہ'' قوتِ قرابت کا کوئی اعتبار نہیں ہے''اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عینی کے ہوتے ہوئے علاتی اور اخیافی بالکل محروم ہو جاتے ہیں اُس طرح یہاں نہیں ہوگا کہ عینی،علاتیوں کو بالکل محروم کر دے۔اور یہ بات بالکل درست ہے۔عینی نے علاتی اور اخیافی کو مکمل طور پر محروم نہیں کیا بلکہ ان کے لئے ایک ثلث چھوڑ دیا۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صنف رابع کا نقشہ



for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَصْلٌ فِی اَوْلَادِهِمْ

اَلْحُکْمُ فِیْهِمْ کَالْحُکْمِ فِی الصِّنْفِ الاوَّلِ اَعْنِی اَوْلٰهُمْ بِالْمِیْرَاثِ اَقْرَبُهُمْ اِلیٰ الْمَیِّتِ مِنْ اَیِّ جِهَةٍ کَانَ وَاِنِ اسْتَوَوْا فِی الْقُرْبِ وَکَانَ حَیزُ قَرَابَتِهِمْ مُتَّحِدًا فَمَنْ کَانَتْ لَهٗ قُوَّةُ الْقَرَابَةِ فَهُوَ اَوْلیٰ بِالاجْمَاعِ وَاِنِ اسْتَوَوْا فِی الْقُرْبِ وَالْقَرَابَةِ وَکَانَ حَیزُ قَرَابَتِهِمْ مُتَّحِدًا فَوَلَدُ الْعَصَبَةِ اَوْلٰی کَبِنْتِ الْعَمِّ وَابْنِ الْعَمَّةِ کِلَاهُمَا لِاَبٍ وَّاُمٍّ اَوْلِاَبٍ اَلْمَالُ کُلُّهٗ لِبِنْتِ الْعَمِّ لِاَنَّهَا وَلَدُ الْعَصَبَةِ وَاِنْ کَانَ اَحَدُهُمَا لِاَبٍ وَّاُمٍّ وَالاٰخَرُ لِاَبٍ اَلْمَالُ کُلُّهٗ لِمَنْ کَانَ لَهٗ قُوَّةُ الْقَرَابَةِ فِی ظَاهِرِ الرِّوَایَةِ قِیَاسًا عَلیٰ خَالَةٍ لِاَبٍ مَعَ کَوْنِهَا وَلَدَ ذِیْ رَحْمٍ هُوَ اَولیٰ بِقُوَّةِ الْقَرَابَةِ مَنَ الْخَالَةِ لِاُمٍّ مَعَ کَوْنِهَا وَلَدَ الْوَارِثَةِ لِاَنَّ التَّرْجِیْحَ لِمَعْنًی فِیْهِ وَهُوَ قُوَّةُ الْقَرَابَةِ اَوْلیٰ مِنَ التَّرْجِیْحِ لِمَعْنًی فِی غَیْرِهٖ وَهُوَ اِلادْلَاءُ بِالْوَارِثِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَلْمَالُ کُلُّهٗ لِبِنْتِ الْعَمِّ لِاَبٍ لِاَنَّهَا وَلَدُ الْعَصَبَةِ وَاِنِ اسْتَوَوْافِی الْقُرْبِ وَلٰکِنِ اخْتَلَفَ حَیزُ قَرَابَتِهِمْ فَلااعْتِبَارَ لِقُوَّةِ الْقَرَابَةِ وَلَالِوَلَدِ الْعَصَبَةِ فِی ظَاهِرِ الرِّوَایَةِ قِیَاسًا عَلیٰ عَمَّةٍ لِاَبٍ وَّاُمٍّ مَعَ کَوْنِهَا ذَاتَ الْقَرَابَتَیْنِ وَوَلَدِ الْوَارِثِ مِنَ الْجِهَتَیْنِ هِیَ لَیْسَتْ بِاَوْلیٰ مِنَ الْخَالَةِ لِاَبٍ اَوْ لِاُمٍّ لٰکِنِ الثُّلُثَیْنِ لِمَنْ یُّدْلِی بِقَرَابَةِ الاَبِ فَیُعْتَبَرُ فِیْهِمْ قُوَّةُ الْقَرَابَةِ ثُمَّ وَلَدُ الْعَصَبَةِ وَالثُّلُثُ لِمَنْ یُدْلِی بِقَرَابَةِ الاُمِّ وَتُعْتَبَرُ فِیْهِمْ قُوَّةُ الْقَرَابَةِ ثُمَّ عِنْدَ اَبِی یُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ مَا اَصَابَ کُلَّ فَرِیْقٍ یُقْسَمُ عَلٰی اَبْدَانِ فُرُوعِهِمْ مَعَ اعْتِبَارِ عَدَدِ الْجِهَاتِ فِی الْفُرُوْعِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ یُقْسَمُ الْمَالُ عَلیٰ اَوَّلِ بَطْنٍ اخْتَلَفَ مَعَ اعْتِبَارِ عَدَدِ الْفُرُوْعِ وَالْجِهَاتِ فِی الاُصُوْلِ کَمَا فِی الصِّنْفِ الاوَّلِ ثُمَّ یُنْتَقَلُ هٰذَاالْحُکْمُ اِلٰی جِهَةِ عُمُومَةِ اَبَوَیْهِ وَخُؤولَتِهِمَا ثُمَّ اِلیٰ اَوْلَادِهِمْ ثُمَّ اِلیٰ جِهَةِ عُمُومَةِ اَبَوَی اَبَوَیْهِ وَخُؤوْلَتِهِمَا ثُمَّ اِلیٰ اَوْلَادِهِمْ کَمَا فِی الْعَصَبَاتِ

ترجمہ

ان میں حکم ایسے ہی ہے جیسے صنف اول میں ہے یعنی ان میں میراث کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہے جو میت کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ خواہ کسی بھی جہت سے ہواوراگروہ قرب میں برابرہوں اوران کا حیز قرابت بھی متحد ہوتو جس کو قوتِ قرابت حاصل ہوگی وہ بالاجماع مقدم ہوگا اوراگروہ قرب اورقرابت دونوں میں برابرہوں اوران کا حیزقرابت بھی متحد ہوتو عصبہ کی اولاد مقدم ہوگی جیسا کہ چچا کی بیٹی اور پھوپھی کا بیٹا جبکہ دونوں ہی عینی ہوں یا دونوں ہی علاتی ہوں تو تمام مال چچا کی بیٹی کو ملے گا کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے اوراگران میں سے ایک عینی ہواوردوسراعلاتی تو تمام مال اس کا ہوگا جس کے پاس قوت قرابت ہوگی، ظاہرالروایۃ یہ ہے۔ قیاس کرتے ہوئے علاتی خالہ پر باوجودیکہ وہ ذی رحم کی اولاد ہے یہ قوت قرابت کی وجہ سے اخیافی خالہ سے مقدم ہوگی حالانکہ اخیافی خالہ وارثہ کی اولاد ہے کیونکہ ترجیح اس معنیٰ کی وجہ سے جو''اس'' میں ہے اوروہ قوت قرابت ہے زیادہ اولیٰ ہے اس ترجیح سے جواس معنی میں ہے جواس کے غیر میں ہے اوروہ کسی وارث کے واسطے سے رشتہ دارہونا ہے۔ اوربعض نے کہا: مال تمام کا تمام علاتی چچا کی بیٹی کے لئے ہوگا کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے اوراگروہ قرب میں برابرہوں لیکن ان کا حیزقرابت مختلف تو قوت قرابت کا کوئی اعتبارنہیں ہوگا اورنہ ولدالعصبہ ہونے کا کوئی اعتبارہوگا۔ ظاہر الروایۃ میں یہی ہے قیاس کرتے ہوئے عینی پھوپھی پر باوجودیکہ وہ دوقرابتوں والی ہے اوردوجہتوں سے وارث کی اولاد، عینی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یااخیافی خالہ سے اولیٰ نہیں ہے لیکن دوثلث ہونگے اس کے لئے جو باپ کی قرابت کی وجہ سے رشتہ دار ہوگا۔ ان میں قوت قرابت کا اعتبار کیا جائے گا پھر عصبہ کی اولاد ہونے کا، اور ایک ثلث اس کے لئے ہوگا جو ماں کی قرابت کی وجہ سے رشتہ دار ہوگا اور اس میں قوت قرابت کا بھی اعتبار ہوگا۔ پھر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر فریق کو جو کچھ پہنچے گا وہ ان کے فروع کے ابدان پر تقسیم کیا جائیگا، ساتھ ہی ساتھ فروع میں (پائی جانے والی) جہات کی تعداد کا اعتبار کیا جائے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال تقسیم کیا جائے گا اس پہلے بطن پر جہاں پر اختلاف ہوا اور ساتھ ہی ساتھ اصول میں فروع کی تعداد کا اور اصول کی جہات کا اعتبار کیا جائے گا جیسا کہ پہلی صنف میں ہوا تھا پھر یہ حکم اس کے ماں باپ کے عمومت اور خؤولت کی طرف منتقل ہوگا۔ پھر ان کی اولادوں کی طرف پھر اس کے ماں باپ کی عمومت اور خؤولت کی طرف پھر ان کی اولاد کی طرف جیسا کہ عصبات میں ہوتا ہے۔

سوال

مصنف نے اس سے پہلے ذوی الارحام کی تین قسموں کے احکام بیان کیے لیکن کسی صنف کی اولاد کے احکام بیان کرنے کے لئے الگ فصل قائم نہیں کی جب کہ چوتھی صنف کی اولادوں کے احکام بیان کرنے کے لئے الگ فصل قائم کی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب

پہلی صنف میں بیٹی کی اولاد اور نواسیوں کی اولادیں ہوتی ہیں اور یہاں پر جس فصل کو "**فی اولادھم**" کہا گیا ہے۔ یہ مطلق ہے اور بیٹیوں اور نواسیوں کی بلا واسطہ اور بالواسطہ اولادوں کو شامل ہے۔ چنانچہ اگر وضاحت کے ساتھ کہیں تو "**فصل فی اولادھم**" کے ساتھ **وان سفلو** کا اضافہ کیا جائے گا۔ ان تمام کا حکم ایک ہی جیسا تھا۔ صنف ثانی ساقط شدہ دادے اور دادیاں ہیں۔ یہاں پر بھی دادے اور دادیوں کا لفظ مطلق ہے۔ جو کہ اوپر تک تمام اجداد کو شامل ہے۔ تمام کا حکم بھی ایک ہے۔ اس صنف میں ان کی اولادوں کا اعتبار نہیں۔ صنف ثالث بہنوں کی اولادیں بھائیوں کی بیٹیاں اور اخیافی بھائیوں کے بیٹے ہیں۔ یہ عبارت بھی مطلق ہے۔ اور بلا واسطہ اور بالواسطہ تمام اولادوں کو شامل ہے۔ ان کے احکام میں بھی کوئی فرق نہیں۔ لیکن چوتھی صنف جو کہ پھوپھیاں اور چچے ماموں اور خالائیں ہیں۔ ان پر دلالت کرنے والے الفاظ ان کی اولادوں کو شامل نہیں ہیں۔ اس لئے ان کی اولادوں کے احکام بیان کرنے کے لئے الگ فصل قائم کرنا پڑی ہے۔

چوتھی صنف کی اولادوں کے احکام

نمبر1

پہلی صنف کی طرح ان میں بھی جو میت کے زیادہ قریب ہوگا وہ میراث کا زیادہ حقدار ہوگا۔ یہ قرب خواہ باپ کی طرف

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے ہو یا ماں کی طرف سے، چنانچہ پھوپھی کی بیٹی اور اس کا بیٹا، پھوپھی کی نواسی اور نواسے سے مقدم ہوگا، کیونکہ اگرچہ ان سب کی میت کے ساتھ رشتہ داری ایک ہی جہت سے ہے لیکن پھوپھی کی بیٹی اور اس کا بیٹا قریب کے رشتہ دار ہیں بہ نسبت پھوپھی کی نواسی اور نواسے سے اور یونہی خالہ کی بیٹی اور بیٹا خالہ کے نواسے اور نواسی سے مقدم ہونگے۔اسی طرح چچا کی اولاد خالہ کی اولاد سے مقدم ہے۔اور خالہ کی اولاد کی اولاد سے مقدم ہے۔

نمبر2

اگر میت کی طرف قرب میں برابر ہوں اور سب کا حیز قرابت بھی ایک ہو یعنی سب کے سب میت کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہوں یا تمام میت کی ماں کی طرف سے رشتہ دار ہوں تو جس میں قوت قرابت زیادہ ہوگی وہ بالاجماع دوسروں پر مقدم ہوگا۔یعنی عینی، علاتیوں اور اخیافیوں پر مقدم ہوگا۔جیسا کہ کسی نے عینی، علاتی اور اخیافی تین پھوپھیوں کی اولادیں چھوڑیں تو تمام مال عینی کی اولاد کے لئے ہوگا۔اگر عینی کی اولاد نہ ہو تو پھر تمام مال کی حقدار علاتی کی اولادیں ہونگی اگر یہ نہ ہوں تو پھر اخیافی کی اولادیں ہونگی۔یہی حکم عینی علاتی اور اخیافی ماموں اور خالاؤں کی اولادوں کے لئے بھی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ **اتصال بالمیت** کے درجہ میں تو سب کو برابری حاصل ہے۔اور اس بارے میں بھی شک نہیں ہے کہ دوقرابتوں والا سبب کے اعتبار سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔اور جب سب متحد ہونگے تو **اقویٰ سبباً** (جو سبب کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے) کو **اقــرب درجةً** (باعتبار درجہ کے اقرب) قرار دیا جائے گا اور پیچھے یہ حکم گزر چکا ہے کہ **اقــرب درجةً** دوسروں پر مقدم ہوتا ہے۔

یونہی جس کو باپ کی طرف سے قرابت حاصل ہے وہ ماں کی طرف کی قرابت رکھنے والے سے مقدم ہوگا۔کیونکہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ''معنی عصوبت کے استحقاق میں باپ کی قرابت ماں کی قرابت سے مقدم ہے''

نوٹ

اس حکم میں جو'' **بالاجماع**'' کہا گیا ہے یہ مطلق نہیں ہے۔بلکہ صرف اس صورت کے ساتھ مقید ہے جب ان میں کوئی **ولدالعصبہ** (عصبہ کی اولاد) نہ ہو۔اگر ان میں کوئی ''ولد عصبہ'' موجود ہو تو پھر ان کے ساتھ اجماع نہیں ہے بلکہ اس صورت میں **ظاهر الروایه** اور بعض دیگر مشائخ کے اقوال میں اختلاف ہے۔(جیسا کہ آگے آرہا ہے)

نمبر3

اگر تمام درجۂ قرب میں برابر ہوں، سب کی قوت قرابت بھی ایک ہو، سب کا حیز قرابت بھی ایک ہو تو ایسی صورت میں عصبہ کی اولاد غیر عصبہ کی اولاد سے مقدم ہوگی۔جیسا کہ کسی نے عینی چچا کی بیٹی اور عینی پھوپھی کا بیٹا یا علاتی پھوپھی کا بیٹا چھوڑے ہوں تو تمام مال چچا کی بیٹی کے لئے ہوگا کیونکہ وہ ''عصبہ'' کی اولاد ہے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فائدہ

عینی اور علاتی چچا ''عصبات'' میں سے ہیں اور پھوپھی ''ذوی الارحام'' میں سے ہے۔ جیسا کہ اخیافی چچا ''ذوی الارحام'' میں سے ہے۔

اگر مذکورہ مثال میں چچا اور پھوپھی میں سے کوئی ایک بھی عینی ہو اور دوسرا علاتی ہو تو تمام مال اس کو ملے گا جس میں قوت قرابت پائی جاتی ہے۔

نوٹ

مصنف کی عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خواہ چچا عینی اور پھوپھی علاتی ہو یا چچا علاتی ہو اور پھوپھی عینی ہو۔ دونوں صورتوں میں حکم ایک ہی ہے، کیونکہ مصنف نے **احدھما** کا لفظ استعمال کیا، جبکہ ایسی بات ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ پھوپھی عینی ہو اور چچا علاتی ہو تو تقسیم وراثت میں اختلاف ہے۔ **ظاھر الروایۃ** یہ ہے کہ تمام مال پھوپھی کے بیٹے کو دیا جائے گا۔ کیونکہ علاتی چچا کی بیٹی اگر چہ وارث کی اولاد ہے لیکن اس کے مقابلے میں پھوپھی کے بیٹے کو جو قوت قرابت حاصل ہے یہ اس سے محروم ہے۔ اس لئے پھوپھی کا بیٹا مقدم ہوگا۔ جیسا کہ علاتی خالہ باوجودیکہ ذی رحم (نانا) کی اولاد ہے۔ باپ کی جانب سے حاصل ہونے والی قوت قرابت کی بنا پر اخیافی خالہ سے مقدم ہے۔

سوال

آپ نے علاتی خالہ کو اخیافی پر مقدم کیوں کیا جبکہ اخیافی خالہ میں انتہائی مضبوط وجہ ترجیح پائی جاتی ہے۔ کہ یہ وارث کی اولاد ہے۔ جبکہ علاتی خالہ تو وارث کی اولاد نہیں ہے؟

جواب

ترجیح کی وجوہات دونوں خالاؤں میں پائی جاتی ہیں۔ اخیافی، وارث کی اولاد ہے تو ''علاتی'' میں باپ کی جہت سے رشتہ دار ہونے کی قوت قرابت ہے۔ ترجیح کی ان دونوں وجہوں پر غور کیا جائے تو علاتی خالہ کی قوت زیادہ مضبوط ہے۔ کیونکہ اگر چہ وہ وارث کی اولاد تو نہیں ہے لیکن خود ''وارث'' ہے مزید یہ کہ اس کی میت کے ساتھ رشتہ داری بھی باپ کی طرف سے ہے۔ اور اخیافی خالہ میں سوائے اس کے اور کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے کہ وہ وارث کی اولاد ہے۔ اور یہ وصف ایسا ہے جو کہ خود اس کی ذات میں نہیں پایا جاتا بلکہ اس کے غیر میں ہے۔ اب دونوں خالاؤں میں پائے جانے والی ترجیہات کا تقابل کیا جائے تو اس کی ترجیح مقدم ہوگی جس کا ترجیحی وصف اس کی اپنی ذات میں ہے۔ اور وہ علاتی خالہ ہے۔

اعتراض

آپ نے پھوپھی کے بیٹے اور چچا کی بیٹی کو قیاس کیا ہے۔ علاتی اور اخیافی خالہ پر یہ قیاس درست نہیں ہے، کیونکہ علاتی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خالہ کو اس کی ذات میں پائے جانے والے وصف قوت قرابت کی وجہ سے ترجیح دی گئی ۔جبکہ عینی پھوپھی کے بیٹے میں قوت قرابت نہیں ہے بلکہ اس کی ماں میں ہے تو پھر عینی پھوپھی کے بیٹے کو خالہ پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے؟

جواب

عینی پھوپھی کے بیٹے میں قوت قرابت ان کی اصل یعنی ماں کی طرف سے سرایت کر کے آئی ہے۔قوت قرابت موجود تو ہے اگر چہ سرایت کر کے ہی آئی ہے۔آپ دیکھئے عینی چچا کی بیٹی علاتی چچا کی بیٹی سے مقدم ہوتی ہے یہ تقدم صرف اسی وجہ سے ہے کہ قوت قرابت اصل سے سرایت کر کے فرع تک پہنچ گئی اگر سرایت کا اعتبار نہ ہوتا تو عینی اور علاتی چچا کی دونوں بیٹیوں کے درمیان مال آدھا آدھا تقسیم کیا جاتا کیونکہ دونوں بہر حال **ولدالعصبہ** ہیں۔

اعتراض

جس طرح قوت قرابت سرایت کر کے فرع کی طرف آجاتی ہے اسی طرح عصوبت اور **ذو الرحمیت** بھی سرایت کر کے فرع کی طرف آنی چاہیے۔اس طرح چچا کی بیٹی عصبہ ہوتی اور سارا مال سمیٹ لیتی اور پھوپھی کا بیٹا محروم ہوتا؟

جواب

عصوبت چچا سے اس کی مؤنث اولاد کی طرف سرایت نہیں کرتی کیونکہ چچا کا بیٹا عصبہ ہوتا ہے بیٹی عصبہ نہیں ہوتی اور جب قوت قرابت پھوپھی سے اس کے بیٹے کی طرف سرایت کر کے آگئی تو یہ اس بیٹے کی ذات میں حاصل ہوئی اس لئے یہ چچا کی بیٹی سے مقدم ہو گیا۔

بعض دیگر مشائخ کا مؤقف

بعض دیگر مشائخ کا مؤقف یہ ہے کہ تمام مال علاتی چچا کی بیٹی کے لئے ہوگا کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے۔بخلاف پھوپھی کے بیٹے کے، کہ وہ ذی رحم کی اولاد ہے۔

نمبر4

اگر سب کے سب قرب درجہ میں تو برابر ہوں لیکن ان کا حیز قرابت مختلف ہو یعنی ان میں سے بعض باپ کی طرف سے اور بعض ماں کی طرف سے رشتہ دار ہوں تو ظاہر الروایۃ کے مطابق ان کی قوت قرابت اور ولد العصبہ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں، اس لئے عینی پھوپھی کی اولاد عینی ماموں اور خالہ کی اولاد سے مقدم نہیں ہوگی ۔اسی طرح عینی چچا کی بیٹی ،عینی ماموں یا خالہ کی بیٹی سے مقدم نہیں ہوگی ۔کیونکہ چچا کی بیٹی کے لئے ولد عصبہ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں جیسا کہ عینی پھوپھی ،عینی خالہ سے مقدم نہیں ہے، باوجو یکہ عینی پھوپھی دو قرابتوں والی ہے اور دو جہت سے وارث کی اولاد ہے ۔یعنی ماں کی طرف سے بھی اور باپ کی طرف سے بھی اس کا باپ جد صحیح اور عصبہ ہے۔اور ماں جدہ صحیحہ اور ذی فرض ہے۔تو ان میں قوت قرابت اور ولد العصبہ کا

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کوئی اعتبار نہیں کیا گیا۔اسی طرح صنف رابع کی اولادوں میں ہے۔جب قوت قرابت اور ولد العصبہ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا تو جو باپ کی قرابت سے رشتہ دار ہوگا اس کے لئے دو تہائی اور جو ماں کی قرابت سے رشتہ دار ہوگا اس کو ایک تہائی ملے گا۔جب ماں اور باپ کے الگ الگ رشتہ داروں کا حصہ الگ ہو جائے گا تو اس کے بعد ان کے اپنے درمیان قوت قرابت کا بھی اعتبار ہوگا اور ولد العصبہ ہونے کا بھی۔چنانچہ امام ابو یوسف کے نزدیک باپ اور ماں کے قرابت داروں کے ہر فریق کو جو حصہ مل چکا ہوگا وہ ان کی فروع کے ابدان پر تقسیم کیا جائے گا جس میں فروع کی تعدد جہات کا اعتبار کیا جائے گا۔اور امام محمد کے نزدیک مال اس پہلے بطن میں تقسیم کیا جائے گا جہاں ذکورت و انوثت کا اختلاف ہوا۔فروع کی تعداد اور تعدد جہات کا اعتبار اصول میں کیا جائے گا۔جیسا کہ صنف اول میں گزرا۔مثلاً کسی شخص نے علاتی پھوپھی کے دو نواسے چھوڑے اور علاتی پھوپھی کی دو پوتیاں چھوڑیں اور یہ دونوں پوتیاں علاتی چچا کی نواسیاں بھی ہیں۔نیز علاتی کی دو نواسیاں چھوڑی اور دو پوتے چھوڑے، یہ پوتے علاتی ماموں کے نواسے بھی ہیں تو یہاں پر اصل مسئلہ تین سے بنے گا۔جس کا دو تہائی یعنی دو سہم باپ کی قرابت کے لئے اور ایک تہائی یعنی ایک سہم ماں کی قرابت کے لئے ہے۔لیکن مسئلہ کی تصحیح میں امام ابو یوسف اور امام محمد کا اختلاف ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک مسئلہ کی تصحیح

آپ کے نزدیک مسئلہ کی تصحیح 30 سے ہوگی کیونکہ باپ کے فریق کا حاصل شدہ حصہ 2 ہے۔اور فروع میں جب تعدد جہات کا اعتبار کریں گے تو ان کی تعداد چار بنے گی کیونکہ اس فریق میں جو دو بیٹیاں ہیں وہ چار بیٹیوں کی طرح ہیں دو علاتی پھوپھی کے بیٹے کی جہت سے اور دو علاتی چچا کی جہت سے۔لیکن ہم آسانی کے لئے عدد رؤس میں اختصار کرتے ہوئے ان چار بیٹیوں کو دو بیٹے قرار دیتے ہیں اس طرح باپ کی قرابت والے فریق میں چار بیٹے ہوگئے۔ان چار کیلئے حاصل شدہ سہام 2 ہیں جو کہ ان پر پورے تقسیم نہیں ہوتے اور ان سہام اور رؤس کے درمیان نسبت توافق بالنصف کی ہے تو عدد رؤس کا وفق لے لیا جائے گا جو کہ 2 ہے اور جو حصہ ماں کی قرابت والے فریق کو ملا وہ ایک سہم ہے اور فروع میں جب ان کی تعداد کا لحاظ کریں گے تو کل تعداد 5 ہو جائے گی کیونکہ اس فریق میں دو بیٹوں کو ہم نے چار بیٹے قرار دیا۔علاتی خالہ کے بیٹے کی طرف سے 2 اور علاتی ماموں کی بیٹی کی طرف سے 2۔اور اختصار کے پیش نظر اس فریق میں موجود دو بیٹیوں کو ایک بیٹا قرار دے دیا تو اس فریق میں کل 5 رؤس ہوئے۔اور مافی الید ایک ہے اس طرح یہاں پر عدد رؤس (5) اور سہام (1) میں نسبت تباین کی ہے اس لئے جمیع عدد رؤس کو محفوظ کر لیا اب باپ کی قرابت والے فریق کا محفوظ شدہ وفق 2 ہے اور ماں کی قرابت والے کا جمیع عدد 5 ہے، ان دونوں کے درمیان نسبت تباین کی ہے۔تو فریق اول (باپ کی قرابت والے فریق) کے وفق کو فریق ثانی (ماں کی قرابت والے فریق) کے جمیع عدد رؤس (5) کے ساتھ ضرب دی تو (2×5=10) حاصل ضرب 10 ہوا، اس دس کو اصل مسئلہ (3) کے ساتھ ضرب دی تو (3×10=30) حاصل ضرب 30 ہوا، اس 30 سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔اس کا دو تہائی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یعنی 20 سہام فریق اول کے لئے ہونگے جن میں سے علاتی پھوپھی کے دونواسوں کے لئے 10 سہام اور دو بیٹیوں کے لئے 10 سہام ہونگے، اور اس کا ایک تہائی یعنی دس سہام فریق ثانی کے لئے ہیں۔جس میں سے دو بیٹوں کے لئے 8 اور دوبیٹیوں کے لئے 2 ہونگے۔

امام محمد کے نزدیک مسئلہ کی تصحیح

امام محمد کے نزدیک اس مسئلہ کی تصحیح 36 سے ہوگی کیونکہ آپ کے نزدیک سب سے پہلے مال کی تقسیم اس بطن پر ہوگی جس میں اختلاف پایا گیا اور انہی میں فروع کی تعداد اور تعدد جہات کا بھی لحاظ کیا جائے گا۔چناچہ فریق اول میں علاتی چچا کو دو چچوں کے قائم مقام سمجھا جائے گا۔کیونکہ اگر چہ وہ خود ایک ہے لیکن اس کے نیچے دولڑکیاں ہیں تو ان فروع کی تعداد کا جب اصل میں لحاظ کیا جائے گا تو وہ ایک کی بجائے دوقرار پائیں گے اور دوچچے چار پھوپھیوں کی طرح ہوتے ہیں۔اور علاتی پھوپھی میں سے ہر ایک کو بھی دو سمجھا جائے گا۔تو یہ کل 8 پھوپھیاں بنتی ہیں۔اب اگر ہم عدد رؤس کو مختصر کریں تو وہ چچا جو چار پھوپھیوں کے قائم مقام تھا اس کو ایک قرار دیتے ہیں اور بقیہ چار کو دوسرا چچا قرار دیتے ہیں۔اب امام یوسف کی طرح مسئلہ 3 سے بنائیں گے۔جس میں سے دو باپ کی قرابت والوں کے لئے اورایک ماں کی قرابت والوں کے لئے، باپ کی قرابت والے دونوں چچے 2 سہم لیں گے اور ماں کی قرابت والے 1 سہم لیں گے۔جبکہ ان میں عینی ماموں دو ماموؤں کی طرح سمجھا جائے جو کہ چار خالاؤں کے قائم مقام ہوگا۔اور علاتی خالاؤں میں سے ہر ایک کو دو کے برابر سمجھا جائے گا۔اس طرح یہاں پر بھی کل 8 خالائیں بنتی ہیں۔عدد رؤس میں اگر اختصار کریں تو جو ماموں چار خالاؤں کے قائم مقام تھا اس کو ایک قرار دیں اور باقی چار خالاؤں کو ایک۔اسی طرح ماں کی قرابت والوں کی تعداد 2 ہوئی اور اور ان کا مافی الید 1 ہے۔جو کہ 2 پر پورا پورا تقسیم نہیں ہوتا۔تو ان کی مجموعی تعداد کو اصل مسئلہ 3 کے ساتھ ضرب دی تو (2x3=6) حاصل ضرب 6 آیا۔ان 6 میں سے فریق اول کو چار سہام دیئے ان چار میں سے دوسہام عینی چچا کو دے کر اس کو ایک مستقل فریق بنادیا اور اس کا حصہ اس کی آخری فروع یعنی دونواسیوں کو دے دیا۔دونوں نواسیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک سہم مل گیا۔اور 4 میں سے بقیہ 2 عینی پھوپھیوں کو دے کر ان دونوں کو ایک مستقل فریق قرار دیا۔

دونوں پھوپھیوں کے ماتحت دیکھا تو ایک بیٹا دو بیٹیوں کے برابر اور ایک بیٹی دو بیٹیوں کے برابر موجود ہیں۔کیونکہ ان میں بھی ان کی فروع کی تعداد کا لحاظ کیا جائے گا۔جب رؤس میں اختصار کریں گے تو دونوں بیٹیوں کو ایک بیٹا قرار دیں گے یہ کل 3 بیٹے ہوئے۔دونوں پھوپھیوں کا حصہ 2 سہم تھے۔جو کہ تین پر برابر تقسیم نہیں ہوتے۔تو ان کے جمیع عدد رؤس 3 کو محفوظ کرلیا۔ماں کی قرابت والے فریق کے لئے 6 میں سے دوسہم تھے ان دو میں سے ایک سہم ماموں کو دیا اور اس کو ایک فریق قرار دے دیا اور دوسرا سہم دونوں خالاؤں کو دیا اور ان کو بھی ایک فریق قرار دے دیا۔ماموں کے حصے میں آنے والا ایک سہم اس کے دونواسوں پر پورا پورا تقسیم نہیں ہورہا اس لئے ان 2 رؤس کو بھی محفوظ کرلیا پھر دونوں خالاؤں کے ماتحت دیکھا تو ایک بیٹا

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دو بیٹیوں کے برابر اور ایک بیٹی دو بیٹیوں کے برابر موجود پائی ان کو مختصر کیا تو کل 3 بیٹے ہوئے ان تین پر ایک سہم پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا۔ تو ان کے عدد روٴس 3 کو بھی محفوظ کر لیا۔ اب محفوظ شدہ عدد 3، 2، 3 ہیں۔ جن میں سے 3 اور 3 کے درمیان تماثل ہے، تو قانون کے مطابق 3 کو 2 کے ساتھ ضرب دی تو (3x2=6) حاصل ضرب 6 ہوا۔ اس 6 کو اصل مسئلہ (6) کے ساتھ ضرب دی تو (6x6=36) حاصل ضرب 36 ہوا۔ اس حاصل ضرب سے مسئلہ کی تصحیح ہو گی۔

اصل مسئلہ سے باپ کی قرابت والے فریق کے لئے 4 سہم تھے ان کو بھی 6 کے ساتھ ضرب دی تو (4x6=24) حاصل ضرب 24 ہوا۔ اس فریق میں چچا کی نواسیوں کے لئے چچا کی جہت سے 2 سہام تھے۔ ان کو بھی 6 سے ضرب دی تو (6x2=12) حاصل ضرب 12 ہو، ان میں سے ہر ایک نواسی کو 6 سہام ملیں گے۔ انہیں دو نواسیوں کے لئے پھوپھی کی جہت سے ایک سہم تھا اس کو بھی 6 کے ساتھ ضرب دی تو (6x1=6) حاصل ضرب 6 ہوا جن میں سے ہر ایک کو 3 سہام آجائیں گے۔ اسی طرح چچا کی دو نواسیوں میں سے ہر ایک کے لئے 9 سہم ہونگے 6 چچا کی جہت سے اور 3 پھوپھی کی جہت سے۔ یونہی عینی پھوپھی کے 2 نواسوں کا حصہ 1 تھا۔ اس کو بھی 6 کے ساتھ ضرب دی تو (6x1=6) حاصل ضرب 6 ہوا، چنانچہ ہر بیٹے کو 3 سہام آجائیں گے یہ کل 24 سہام ہوئے جو کہ باپ کی قرابت والے فریق کا حصہ تھا۔ ماں کی قرابت والے فریق کے لئے اصل مسئلہ سے 2 سہام تھے۔ ان کو بھی 6 کے ساتھ ضرب دی تو (6x2=12) حاصل ضرب 12 ہوا۔ اس فریق میں ماموں کے 2 نواسوں کے لئے ایک سہم تھا اس کو بھی 6 کے ساتھ ضرب دی تو (6x1=6) حاصل ضرب 6 ہوا۔ جو کہ دونوں بھائیوں میں تین تین کے طور پر تقسیم ہو جائے گا۔

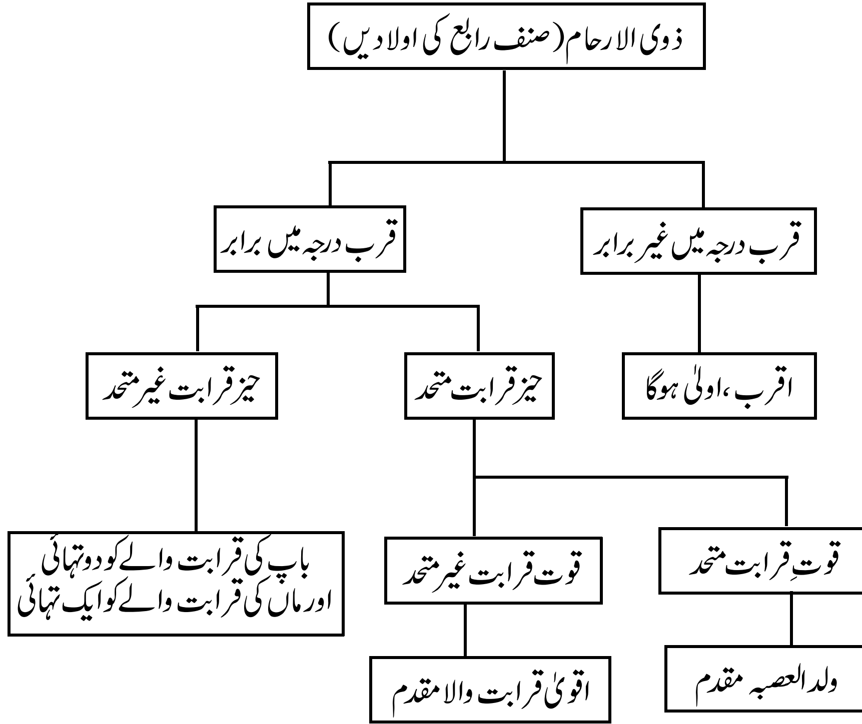
دونوں خالاؤں کی فروع کا حصہ بھی ایک سہم تھا۔ اس کو بھی 6 کے ساتھ ضرب دی تو (6x1=6) حاصل ضرب 6 ہوا۔ چنانچہ ان 6 میں سے خالہ کے دو پوتوں کو 4 سہام دیئے جائیں گے جن میں سے ہر ایک پوتے کو دو سہام ملیں گے۔ اس طرح ان دونوں پوتوں میں سے ہر ایک کے لئے پانچ پانچ سہام ہوئے، 3 ماموں کی جہت سے اور 2 خالہ کی جہت سے۔ خالہ کی 2 نواسیوں کے لئے دو سہام ہوئے جن میں سے ہر ایک کے لئے ایک سہام ہو گا۔ اس طرح دو بیٹوں کے لئے دس سہام اور دو بیٹیو ں کے لئے دو سہام ہوئے۔ جن کا مجموعہ 12 ہے۔ 36 سہام میں سے 24 سہام باپ کی قرابت والوں کو ملے اور 12 سہام ماں کی قرابت والوں کے لئے، جن کا مجموعہ 36 ہے۔

نوٹ

میت کے چچوں، پھوپھیوں، ماموؤں اور خالاؤں کے لئے اور ان کی اولادوں کے لئے جو احکام بیان ہوئے ان کے نہ ہونے کی صورت میں یہی احکام اس کے ماں باپ کے انہی رشتہ داروں کے لئے ہے۔ اور ان کی اولادوں کے لئے ہے۔ اگر یہ نہ ہوں تو میت کے دادا کے انہی رشتہ داروں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ پھر ان کی اولادوں کے لئے جیسا کہ عصبات میں ہوتا ہے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صنف رابع کی اولادوں کا نقشہ



for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَصْلٌ فِي الْخُنْثٰى

لِلْخُنْثَى الْمُشْكِلِ اَقَلُّ النَّصِيْبَيْنِ اَعْنِي اَسْوَأَ الْحَالَيْنِ عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاَصْحَابَهُ وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى كَمَا اِذَا تَرَكَ ابْنًا وَّاحِدًا وَّبِنْتًا وَّخُنْثًى لِلْخُنْثٰى نَصِيْبُ بِنْتٍ لِاَنَّهُ مُتَيَقَّنٌ وَعِنْدَ الشَّعْبِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهُوَ قَوْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْخُنْثٰى نِصْفُ نَصِيْبَيْنِ بِالْمُنَازَعَةِ وَاخْتَلَفَا فِي تَخْرِيْجَ قَوْلِ الشَّعْبِيِّ قَالَ اَبُو يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْابْنِ سَهْمٌ وَلِلْبِنْتِ نِصْفُ سَهْمٍ وَلِلْخُنْثٰى ثَلٰثَةُ اَرْبَاعِ سَهْمٍ لِاَنَّ الْخُنْثٰى يَسْتَحِقُّ سَهْمًا اِنْ كَانَ ذَكَرًا وَنِصْفَ سَهْمٍ اِنْ كَانَ اُنْثٰى وَهٰذا مُتَيَقَّنٌ فَيَاخُذُ نِصْفَ النَّصِيْبَيْنِ اَوِ النِّصْفَ الْمُتَيَقَّنَ مَعَ نِصْفِ النِّصْفِ الْمُتَنَازَعِ فِيْهِ فَصَارَتْ لَهٗ ثَلٰثَةُ اَرْبَاعِ سَهْمٍ وَمَجْمُوْعُ الْاَنْصِبَاءِ سَهْمَانِ وَرُبْعُ سَهْمٍ لِاَنَّهُ يَعْتَبِرُ السِّهَامَ وَالْعَوْلَ وَتَصِحُّ مِنْ تِسْعَةٍ اَوْ نَقُوْلُ لِلْاِبْنِ سَهْمَانِ وَلِلْبِنْتِ وَلِلْخُنْثٰى نِصْفُ النَّصِيْبَيْنِ وَهُوَ سَهْمٌ وَّنِصْفُ سَهْمٍ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَاخُذُ الْخُنْثٰى خُمُسَي الْمَالِ اِنْ كَانَ ذَكَرًا وَرُبُعَ الْمَالِ اِنْ كَانَ انْثٰى فَيَاخُذُ نِصْفَ النَّصِيْبَيْنِ وَذٰلِكَ خُمُسٌ وَّثُمُنٌ بِاعْتِبَارِ الْحَالَيْنِ وَتَصِحُّ مِنْ اَرْبَعِيْنَ وَهُوَ الْمُجْتَمَعُ مِنْ ضَرْبِ اِحْدٰى الْمَسْئَلَتَيْنِ وَهِيَ الْاَرْبَعَةُ فِي الاُخْرٰى وَهِيَ الْخَمْسَةُ ثُمَّ فِي الْحَالَتَيْنِ فَمَنْ كَانَ لَهٗ شَيْءٌ مِنَ الْخَمْسَةِ فَمَضْرُوْبٌ فِي الْاَرْبَعَةِ وَمَنْ كَانَ لَهٗ شَيْءٌ مِنَ الْاَرْبَعَةِ فَمَضْرُوْبٌ فِي الْخَمْسَةِ فَصَارَتْ لِلْخُنْثٰى مِنَ الضَّرْبَيْنِ ثَلٰثَةَ عَشَرَ سَهْمًا وَلِلْاِبْنِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا وَلِلْبِنْتِ تِسْعَةَ اَسْهُمٍ

ترجمہ

خنثیٰ مشکل کے لئے دوحصوں میں سے ایک ہے یعنی دوحالوں میں سے جو زیادہ حقیر ہوگا امام ابوحنیفہ کے نزدیک اوران کے اصحاب کے نزدیک اور عام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیهم اجمعین کا بھی یہی قول ہے اوراسی پر فتویٰ ہے ،جیسا کہ کسی نے ایک بیٹا،ایک بیٹی اورایک خنثیٰ چھوڑا،توخنثیٰ کے لئے ایک بیٹی کا حصہ ہے کیونکہ وہ تو یقینی ہے اورامام شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنه کے نزدیک اوریہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما کا بھی قول ہے کہ خنثیٰ کے لئے منازعہ کی وجہ سے دوحصوں کا نصف ہوگا اورامام شعبی کےقول کی تخریج میں دونوں کا اختلاف ہے۔امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بیٹے کے لئے ایک سہم ،اور بیٹی کے لئے نصف سہم اورخنثیٰ کے لئے ایک سہم کے تین ارباع ہونگے کیونکہ خنثیٰ اگرمذکر ہوتا توایک سہم کا مستحق ہوتا اوراگر مؤنث ہوتا تو نصف سہم کا مستحق ہوتا۔اور یہ تو یقینی ہے اس لئے وہ دونوں نصیبوں کا نصف لے گا یانصف یقینی لے گا اورساتھ نصف متنازعہ فیہ کا نصف لے گا تواس کے لئے ایک سہم کے تین ارباع ہوجائیں گے ۔اورتمام نصیبوں کا مجموعہ دوسہم اورایک سہم کا ایک ربع ہوگا کیونکہ اعتبارکیا گیا ہے سہام کا اورعول کا اوراس کی تصحیح ہوگی 9 سے، یایوں کہئے کہ بیٹے کے لئے 2 سہم اور بیٹی کے لئے 1 سہم اورخنثیٰ کے لئے دونوں نصیبوں کا نصف ہوگا وہ وہ ایک سہم اورآدھا سہم اورامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:خنثیٰ اگرمذکرہوتا تومال کا دوخمس لیتا اوراگرمؤنث ہوتا توکل مال کا ربع لیتا اس لئے وہ دونصیبوں کا نصف لے گا اوروہ ایک خمس اورثمن دوحالوں کے اعتبارسے ہے اوراس کی تصحیح 40 سے ہوگی اور یہ دونوں مسئلوں

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں سے ایک (4) کو دوسرے مسئلہ (5) میں ضرب دینے سے حاصل ہوا ہے۔ پھر دونوں حالتوں میں جس کے لئے پانچ میں سے کچھ ہوگا تو اس کو ضرب دی جائے گی چار سے اور جس کے لئے چار میں سے کوئی چیز ہوگی اس کو ضرب دی جائے گی پانچ سے تو خنثیٰ کے لئے دونوں ضربوں سے 13 سہام ہونگے اور بیٹے کے لئے 18 سہام اور بیٹی کے لئے 9 سہام۔

خنثیٰ کی تعریف

اس کا لغوی معنی لچک دار ہونا اور ٹوٹنا ہے۔ اور اس سے مراد وہ شخص ہے جس کے ساتھ مرد اور عورت کے دونوں آلے موجود ہوں۔ یا کوئی بھی نہ ہو۔ (۹۴)

نوٹ

یہاں پر خنثیٰ مشکل کے احکام بیان ہونگے۔ اسی لئے مذکورہ بالا تعریف بھی خنثیٰ مشکل کی ہی کی گئی ہے۔

سوال

خنثیٰ مشکل میں ''اشکال'' کیا ہوتا ہے؟

جواب

اشکال یہ ہے کہ اس کا مذکر یا مؤنث ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ انسان کی یہی دو قسمیں ہیں۔ جبکہ ذکورت اور انوثت دو متضاد صفات ہیں۔ جو کہ ایک جگہ پر جمع نہیں ہوسکتیں۔ صفت ذکورت اور انوثت میں ولادت کے وقت فرق آلے سے ہوتا ہے۔ اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دیگر علامات بھی ظاہر ہو جاتی ہیں۔

بوقت ولادت اشکال

ولادت کے وقت جو اشکال ہے۔ اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(i)...... اس کے ساتھ مرد اور عورت دونوں کے آلے ہوں۔

(i)...... اس کے ساتھ مرد و عورت دونوں میں سے کسی کا بھی آلہ نہ ہو۔

اگر اشکال پہلی قسم کا ہے تو اگر وہ آلۂ مرد سے پیشاب کرے تو اسے مذکر سمجھا جائے گا۔ اور دوسرا آلہ اضافی عضو تصور کیا جائے گا۔

اور اگر وہ عورتوں کے آلہ سے پیشاب کرے تو اسے مؤنث سمجھا جائے گا۔ اور دوسرا آلہ اضافی عضو تصور کیا جائے گا۔

عامر ابن عدوانی کا شمار دور جاہلیت کے عرب حکماء میں ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ان کے پاس یہی مسئلہ آ گیا تو وہ بہت حیران ہوا۔ اور کہنے لگا کہ یہ مرد بھی ہے اور عورت بھی ہے۔ لوگوں نے یہ بات نہ مانی، یہ رات اپنے گھر آیا اور سونے کے لئے بستر پر لیٹا بہت دیر کروٹیں بدلتا رہا لیکن اسے نیند نہ آئی اس کی کنیز نے اس کی پریشانی کا سبب پوچھا تو اس نے کنیز کو واقع سنایا تو کنیز نے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہا: دع الحال واتبع المبال (اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو پیشاب گاہ پر غور کرو) روایت ہے کہ وہ گھر سے نکلا اور یہی فیصلہ کر دیا کہ اگر وہ مرد کے آلہ سے پیشاب کرے تو مرد ہے۔اور اگر عورت کے آلہ سے پیشاب کرے تو عورت ہے۔اس فیصلے کو بہت صراحا گیا اور پسند کیا گیا۔ یہ فیصلہ اگرچہ دور جاہلیت کا ہے۔لیکن نبی پاک ﷺ نے بھی اس کو قائم رکھا۔جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جب نبی پاک ﷺ سے اسی نوعیت کے مولود کی وراثت کے بارے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاں سے وہ پیشاب کرے۔(۹۵)

اسی طرح کی روایت حضرت علی، جابر، حضرت قتادہ اور حضرت سعید ابن مسیّب سے بھی منقول ہے۔

اگر وہ دونوں آلوں سے پیشاب کرے تو پھر دیکھا جائے گا کہ پہلے کہاں سے نکلا جس آلے سے پہلے نکلے اسی کے متعلق فیصلہ کیا جائے۔کیونکہ جب ایک آلے سے پیشاب نکل آیا تو نکلتے ہی اس کے مذکر یا مؤنث ہونے کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔اس کے بعد اگر دوسرے مخرج سے پیشاب نکلتا بھی ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس کی مثال یوں سمجھیں جیسا کہ کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ نکاح پر گواہ قائم کر دے اور اس کی گواہی کی بنا پر ان کے نکاح کا فیصلہ کر دیا جائے۔اس کے بعد ایک اور شخص اُسی عورت کے ساتھ نکاح پر گواہ قائم کرے تو اس کے دعوے اور گواہوں پر کوئی توجہ نہیں دی جائے گی۔ یونہی جب کوئی شخص کسی مولود کے نسب پر گواہی دے دے اور اس کی گواہی کی بنا پر ثبوت نسب کا فیصلہ کر دیا جائے۔اس کے بعد کوئی دوسرا شخص اسی مولود کے نسب پر گواہی قائم کرے تو اس کے دعوے اور گواہی کی جانب کوئی توجہ نہیں دی جائے گی۔

اگر دونوں مقامات میں سے کسی ایک سے بھی پہلے پیشاب خارج نہ ہو بلکہ دونوں مقامات میں سے اکٹھا خارج ہو تو امام اعظم ابو حنیفہ اس بارے میں خاموشی اختیار فرماتے ہیں۔اور صاحبین کے نزدیک جس مقام سے زیادہ پیشاب کرے اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

بالغ ہونے پر اشکال کا خاتمہ

جب دو آلے رکھنے والا خنثیٰ بالغ ہو جائے تو لازمی طور پر کوئی نہ کوئی علامت ظاہر ہو جائے گی اس طرح اس کا اشکال ظاہر ہو جائے گا۔اس لئے بالغ ہونے کے بعد کسی خنثی میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

بعد از بلوغت تذکیر و تانیث کی علامات

مرد و عورت والے دونوں آلے رکھنے والا شخص اگر

- ......ذکر کے ساتھ جماع کرے۔
- ......اس کی داڑھی اگ آئے۔
- ......اس کو مردوں کی طرح احتلام ہو۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تو وہ مذکر سمجھا جائے گا۔

اور اگر

- ......اس کا سینہ عورتوں کی طرح ابھر آئے
- ......عورتوں کی طرح اس کے حیض آئے۔
- ......اس کے ساتھ عورتوں کی طرح جماع کیا جائے۔
- ......اس کو حمل قرار پا جائے۔
- ......اس کے سینے میں دودھ اتر آئے۔

تو اس عورت شمار کیا جائے گا۔

شمس الائمہ سرخسی کا مذہب

شمس العلماء سرخسی نے **کتاب الخنثیٰ** کی شرح میں لکھا ہے: بعض فقہاء کا کہنا ہے کہ سینے کے ابھار اور داڑھی کے پھوٹنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ اگر وہ ذکر سے منی خارج کرے اور وہیں سے پیشاب کرے اور عورت والے آلہ سے اس کو حیض بھی آئے تو وہ خنثیٰ مشکل ہی ہوگا۔ اسی طرح اگر عورتوں والے آلے سے پیشاب کرے اور مرد والے آلہ سے منی خارج کرے تو بھی خنثیٰ مشکل ہوگا۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں مستقل طور پر ذکورت اور انوثت کی علامات ہیں جو کہ متضاد ہیں۔ اور جمع نہیں ہوسکتیں اور جب یہ کسی خنثیٰ میں جمع ہو جائیں تو ان میں تعارض واقع ہو جائے گا۔ اور اگر کسی خنثیٰ میں دونوں آلے نہ ہونے کی وجہ سے اشکال ہو تو امام محمد فرماتے ہیں: وہ اور خنثیٰ مشکل دونوں ہمارے نزدیک برابر ہیں۔

خنثیٰ مشکل کی وراثت کے احکام

امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک خنثیٰ مشکل کا وراثت میں حصہ **اقل نصیبین** ہے۔ یعنی خنثیٰ کو مذکر فرض کر کے دیکھیں کہ اس کو کیا حصہ ملتا ہے۔ اور مؤنث فرض کر کے بھی دیکھیں کہ کیا حصہ ملتا ہے۔ دونوں صورتوں میں جس صورت میں کم حصہ بنتا ہوگا وہی حصہ اس خنثیٰ کا ہوگا۔

حالت ذکورت اشر ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی عورت نے شوہر، ایک عینی بہن اور ایک علاتی خنثیٰ چھوڑا ہو، اگر اس خنثیٰ کو مذکر فرض کریں تو اس کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ اس صورت میں نصف میراث شوہر کی اور نصف عینی بہن کی ہوگی اور علاتی بھائی کے لئے کچھ نہیں ہوگا۔ اور اگر اس علاتی خنثیٰ کو مؤنث فرض کریں تو شوہر کے لئے نصف، عینی بہن کے لئے نصف اور علاتی بہن کے لئے سدس ہوتا **تکملة للثلثین** اس طرح عول ہو جاتا 7 کی طرف۔

امام اعظم ابوحنیفہ، امام محمد اور امام ابو یوسف کے پہلے قول کے مطابق اس کو مذکر فرض کریں گے اور وراثت میں سے کچھ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہیں دیں گے۔

حالت انوثت اشر ہونے کی مثال

جیسا کہ کسی نے ایک بیٹی، ایک عصبہ اور ایک ولد خنثیٰ چھوڑا۔ اگر اس ولد کو مذکر فرض کرتے ہیں تو اس کو ''ثلثان'' ملے گا اور اگر مؤنث فرض کرتے ہیں ''ثلث'' ملے گا۔ تو امام اعظم ابوحنیفہ، امام محمد اور امام ابو یوسف کے قول اول کے مطابق اس کو مؤنث ہی سمجھیں گے۔ (۹۶)

حضرت عامر شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

حضرت عامر شعبی کے نزدیک خنثیٰ کے لئے منازع کی وجہ سے دونوں حصوں کا نصف ہوگا۔ امام محمد نے **کتاب فرائض الخنثیٰ** کا آغاز امام شعبی کی اس روایت سے کیا ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسے مولود کی وراثت کے متعلق پوچھا گیا جس کے دونوں آلے نہیں تھے، تو آپ نے فرمایا: آدھا حصہ مذکر کا اور آدھا مؤنث کا۔

یہ فیصلہ اس لئے کیا گیا تا کہ اس کا رشتہ داروں کے ساتھ تنازع نہ شروع ہو جائے کیونکہ وہ کہے گا: میں مذکر ہوں مجھے مذکروں والا حصہ دیا جائے جبکہ ورثاء کہیں گے کہ تو مؤنث ہے تجھے مؤنث والا حصہ دیا جائے گا لیکن چونکہ موجودہ حالات میں اس کی کسی ایک حالت کو کسی دوسری حالت پر ترجیح دینا ممکن نہیں اور دونوں حالتوں پر بقدر امکان عمل کرنا ضروری ہے۔ اس لئے اس کو آدھا حصہ انوثت کا اور آدھا ذکورت کا دیا جائے گا۔

امام شعبی کے اس قول کو رد کیا گیا ہے کیونکہ دونوں پر عمل کرنا دو متضاد صفات کو جمع کرنا ہے جو کہ محال ہے۔ اور اقل حصہ جو کہ یقینی ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ امام شعبی کے قول کی تخریج میں امام ابو یوسف اور امام محمد کے درمیان اختلاف ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک امام شعبی کے قول کی تخریج:

چناچہ مذکورہ مثال میں امام ابو یوسف کی تخریج یہ ہے کہ بیٹے کے لئے ایک سہم بیٹی کے لئے نصف سہم اور خنثیٰ کے لئے ایک سہم کے تین ربع (یعنی 3/4) کیونکہ خنثیٰ کو اگر مذکر فرض کریں تو بیٹے کی طرح ایک سہم کا مستحق ہوگا۔ اور اگر مؤنث فرض کریں تو بیٹی کی طرح نصف سہم کا مستحق ہوگا۔ اور یہ ایک صورت میں ایک سہم کا مستحق ہونا اور دوسری صورت میں نصف سہم کا مستحق ہونا یقینی ہے۔ اور دونوں صورتوں میں سے کسی ایک کو دوسری پر ترجیح بھی نہیں دے سکتے۔ اس لئے دونوں صورتوں پر بقدر الامکان عمل کرتے ہوئے اس کو دونوں حصوں کا نصف دیا جائے گا۔

چنانچہ بیٹے کے حصے کا نصف (آدھا سہم) اور بیٹی کے حصے (نصف سہم) کا نصف (ربع) ہوگا جن کو جمع کیا جائے تو 3/4 سہم بنتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا جو نصف حصہ یقینی ہے، جو کہ اس کو مذکر فرض کرنے اور مؤنث فرض کرنے کی صورت میں ثابت ہوا اور جس نصف میں جھگڑا ہے، جھگڑا ختم کرنے کے لئے خنثیٰ اور ورثاء

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ خنثیٰ اس نصف کے ثبوت کا قائل ہے اور دیگر ورثاء اس کی نفی کے قائل ہیں۔ یوں بھی خنثیٰ کے لئے ایک سہم کے تین ربع ہونگے۔ کیونکہ امام ابو یوسف سہام اور عول کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور یہ مسئلہ جس انداز سے بیان کیا گیا ہے اس کا مجموعہ دو سہام اور ایک ربع بنتا ہے۔ جب ہم دو سہموں کو پھیلائیں گے تو ان دونوں کو ربع کے مخرج (4) سے ضرب دیں گے اور اس کسر کو اس پر تقسیم کریں گے۔ اس طرح کل 9 ربع حاصل ہونگے۔ اب ہم ان 9 ارباع کو عدد صحیح قرار دیتے ہیں اور مسئلہ کی تصحیح کرتے ہیں۔ چناچہ بیٹے لئے 4۔ بیٹی کے لئے 2۔ اور خنثیٰ کے لئے 3 ہونگے، کیونکہ یہ تین بیٹے اور بیٹی کے حصص کے مجموعہ کا نصف ہے۔

اس کو ہم یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ اگر خنثیٰ اکیلا ہو اور مذکر ہو تو جمیع مال کا مستحق ہوگا اور اگر مؤنث ہو تو نصف مال کا مستحق ہوگا۔ اس لئے اس کو دونوں حالتوں کا نصف دیا جائے گا۔ جو کہ کل مال کا تین ربع ہے (یعنی 3/4) بیٹے کے لئے ایک مال اور بیٹی کے لئے آدھا مال۔ سب کا مجموعہ 2 مال اور ایک ربع ہوا اس طرح عول ہو جائے گا اور تصحیح 9 سے ہوگی۔ چونکہ یہاں پر چوتھے حصے کی کسر واقع ہوئی ہے اس لئے دو سہموں اور ربع سہم (1/4) کو کسر (4) سے ضرب دی تو (۲×۴=۸ اور چار ارباع کا ایک کامل سہم بنتا ہے اس طرح) حاصل ضرب 9 آیا۔ اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

اس مسئلہ کو یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ بیٹے کے لئے دو سہم اور بیٹی کے لئے ایک سہم ہے۔ اور خنثیٰ کے لئے دونوں کے حصوں کا نصف ہے یعنی ڈیڑھ سہم جن کا مجموعہ ساڑھے چار سہام بنتا ہے۔ یہاں پر کسر نصف کی واقع ہوئی اس لئے چار سہام کو اس کسر کے مخرج (2) کے ساتھ ضرب دی تو حاصل ضرب (9) آیا۔ اب ان 9 کسروں کو صحیح سہم قرار دے کر تقسیم کریں گے۔

امام محمد کے نزدیک امام شعبی کے قول کی تخریج

امام محمد فرماتے ہیں کہ خنثیٰ اگر مذکر ہوگا تو مال کے 2 خمس (2/5) کا مستحق ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں مرنے والے کی اولاد دو بیٹے اور بیٹی ہونگے۔ اس لئے مسئلہ 5 سے بنے گا۔ جس میں سے بیٹے کے لئے 2 اور چونکہ خنثیٰ کو مذکر فرض کیا ہوا ہے اس لئے اس کے لئے بھی 2 اور بیٹی کے لئے ایک سہم ثابت ہوا۔ اگر مذکر فرض کریں تو خنثیٰ کے لئے 2 خمس (2/5) ہے اور اگر خنثیٰ کو مؤنث فرض کریں تو اس کے لئے مال کا ربع (1/4) حصہ ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں مرنے والے کی اولاد ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہونگے مسئلہ 4 سے بنے گا جس میں سے دو سہم بیٹے کے لئے اور ہر بیٹی کے لئے ایک ایک سہم ثابت ہوگا تو مؤنث فرض کرنے کی صورت میں خنثیٰ کے لئے مال کا چوتھا حصہ (1/4) ہے۔ اب خنثیٰ ان دونوں حالتوں کا نصف حصہ لے گا۔ دو خمس کا نصف ایک خمس ہوا۔ اور ایک ربع کا نصف ایک ثمن ہوتا ہے۔ اس خمس اور ثمن کا مجموعہ ان دو حالتوں کے حصوں کا نصف ہے جو خنثیٰ کو مذکر اور مؤنث فرض کر کے دیئے گئے۔

امام محمد کے نزدیک مسئلہ کی تصحیح 40 سے ہوگی۔ کیونکہ دونوں مسئلوں میں سے ایک (4) یعنی مسئلہ انوثت کو دوسرے مسئلہ ذکورت (5) کے ساتھ ضرب دی تو (20=5×4) حاصل ضرب 20 ہوا، پھر اس حاصل ضرب کو دونوں حالتوں کے عدد

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(2) کے ساتھ ضرب دی تو (40=2×20) حاصل ضرب 40 ہوا۔

اس سے بھی مختصر یوں کہہ سکتے ہیں کہ خنثیٰ کے لئے جب ایک خمس اور ایک ثمن تھا اور ہمیں کوئی ایسا عدد مطلوب تھا جس سے یہ دونوں کسریں صحیح ہو جائیں تو ان میں سے ایک (خمس) کے مخرج (5) کو ضرب دی دوسرے (ثمن) کے مخرج (8) کے ساتھ تو (40=8×5) حاصل ضرب 40 ہوا، اس طرح 40 سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ تو 5 والی تصحیح سے جس وارث کا جتنا حصہ تھا اس کو ضرب دی جائے گی دوسری تصحیح (4) کے ساتھ اور جس وارث کو جو حصہ 4 والی تصحیح سے ملا ہے اس کو ضرب دی جائے گی تصحیح اول (5) کے ساتھ۔ اس طرح خنثیٰ کے لئے دونوں ضربوں سے حاصل ہونے والے سہام 13 ہونگے، بیٹے کے 18 اور بیٹی کے لئے 9 سہام۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ خنثیٰ کے لئے مسئلہ ذکورت سے 2 سہام تھے، جب ان کو ضرب دی مسئلہ انوثت (4) کے ساتھ تو (8=2×4) حاصل ضرب 8 ہوا، اور مسئلہ انوثت سے اس کے لئے ایک سہم تھا، اس کو ضرب دی مسئلہ ذکورت (5) کے ساتھ تو (5=1×5) حاصل ضرب 5 ہوا۔ یوں (13=8+5) خنثیٰ کے لئے 40 میں سے 13 سہام ہوئے، بیٹے کے لئے مسئلہ ذکورت سے 2 سہام تھے، ان کو بھی مسئلہ انوثت (4) کے ساتھ ضرب دی، تو (8=2×4) حاصل ضرب 8 ہوا، یہ حصہ بیٹے کا ہے مسئلہ ذکورت سے۔ اور مسئلہ انوثت سے اس کے لئے 2 سہام تھے، ان کو ضرب دی مسئلہ ذکورت (5) کے ساتھ، تو (10=5×2) حاصل ضرب 10 ہوا، یہ حصہ ہے بیٹے کا مسئلہ ذکورت سے۔ اس طرح بیٹے کے حاصل شدہ کل سہام (18=8+10) 18 ہیں۔ بیٹی کے لئے مسئلہ ذکورت سے ایک سہم تھا، اس کو مسئلہ انوثت (5) کے ساتھ ضرب دی تو (4=1×4) حاصل ضرب 4 ہوا، یہ حصہ بیٹی کا ہے مسئلہ ذکورت سے، مسئلہ انوثت سے بیٹی کا ایک سہم تھا اس کو ضرب دی مسئلہ ذکورت (5) کے ساتھ، تو (5=1×5) حاصل ضرب 5 ہوا، یہ حصہ ہے بیٹی کا مسئلہ انوثت سے۔ اس طرح بیٹی کے مجموعی سہام 9 ہوئے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَصْلٌ فِی الْحَمْلِ

اَكْثَرُ مُدَّةِ الْحَمْلِ سِنَتَانِ عِنْدَ اَبِی حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَعِنْدَ لَیْثِ ابْنِ سَعْدٍ ثَلٰثُ سِنِیْنَ وَعِنْدَ الشَّافِعِیِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَرْبَعُ سِنِیْنَ وَعِنْدَ الزُّهْرِیِّ سَبْعُ سِنِیْنَ وَاَقَلُّهُمَا سِتَّةُ اَشْهُرٍ وَیُوْقَفُ لِلْحَمْلِ عِنْدَ اَبِی حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ نَصِیْبَ اَرْبَعَةِ بَنِیْنَ اَوْ اَرْبَعِ بَنَاتٍ اَیُّهُمَا اَكْثَرُ وَیُعْطٰی لِبَقِیَّةِ الْوَرَثَةِ اَقَلُّ الْاَنْصِبَاءِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی یُوْقَفُ نَصِیْبَ ثَلٰثَةِ بَنِیْنَ اَوْ ثَلٰثِ بَنَاتٍ اَیُّهُمَا اَكْثَرَ رَوَاهُ لَیْثٌ ابْنُ سَعْدٍ وَفِی رِوَایَةٍ اُخْرٰی نَصِیْبُ ابْنَیْنِ وَهُوَ قَوْلُ الْحَسَنِ وَاِحْدَی الرِّوَایَتَیْنِ عَنْ اَبِی یُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی رَوَاهُ عَنْهُ هِشَامٌ وَرَوَی الْخَصَّافُ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْ اَبِی یُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّهٗ یُوْقَفُ نَصِیْبُ ابْنٍ وَّاحِدٍ اَوْبِنْتٍ وَّاحِدَةٍ وَعَلَیْهِ الْفَتْوٰی وَیُؤْخَذُ الْكَفِیْلُ عَلٰی قَوْلِهٖ فَاِنْ كَانَ الْحَمْلُ مِنَ الْمَیِّتِ وَجَاءَ تْ بِالْوَلَدِ لِتَمَامِ اَكْثَرِ مُدَّةِ الْحَمْلِ اَوْ اَقَلَّ مِنْهُمَا وَلَمْ تَكُنْ اَقَرَّتْ بِانْقِضَاءِ الْعِدَّةِ یَرِثُ وَیُوْرَثُ عَنْهُ وَاِنْ جَاءَ تْ بِالْوَلَدِ لِاَكْثَرَ مِنْ اَكْثَرِ مُدَّةِ الْحَمْلِ لَایَرِثُ وَلَایُوْرَثُ وَاِنْ كَانَ مِنْ غَیْرِهٖ وَجَاءَ تْ بِالْوَلَدِ لِسِتَّةِ اَشْهُرٍ اَوْ اَقَلَّ مِنْهَا یَرِثُ وَاِنْ جَاءَ تْ بِهٖ لِاَكْثَرَ مِنْ اَقَلِّ مُدَّةِ الْحَمْلِ لَایَرِثُ فَاِنْ خَرَجَ اَقَلُّ الْوَلَدِ ثُمَّ مَاتَ لَایَرِثُ وَاِنْ خَرَجَ اَكْثَرُهٗ ثُمَّ مَاتَ یَرِثُ فَاِنْ خَرَجَ الْوَلَدُ مُسْتَقِیْمًا فَالْمُعْتَبَرُ صَدْرُهٗ یَعْنِی اِذَاخَرَجَ الصَّدْرُ كُلُّهٗ یَرِثُ وَاِنْ خَرَجَ مَنْكُوْسًا فَالْمُعْتَبَرُ سُرَّتُهٗ الاصْلُ فِی تَصْحِیْحِ مَسَائِلِ الْحَمْلِ اَنْ تُصَحَّحَ الْمَسْئَلَةُ عَلٰی تَقْدِیْرَیْنِ اَعْنِی عَلٰی تَقْدِیْرِ اَنَّ الْحَمْلَ ذَكَرٌ وَّعَلٰی اَنَّهٗ اُنْثٰی ثُمَّ یُنْظَرُ بَیْنَ تَصْحِیْحَیِ الْمَسْأَلَتَیْنِ فَاِنْ تَوَافَقَا بِجُزْءٍ فَاضْرِبْ وَفْقَ اَحَدِهِمَا فِی جَمِیْعِ الْاٰخَرِ فَالْحَاصِلُ تَصْحِیْحُ الْمَسْأَلَةِ ثُمَّ اضْرِبْ نَصِیْبَ مَنْ كَانَ لَهٗ شَیْءٌ مِنْ مَسْأَلَةِ ذُكُوْرَتِهٖ فِی مَسْأَلَةِ اُنُوْثَتِهٖ اَوْ فِی وَفْقِهَا وَمَنْ كَانَ لَهٗ شَیْءٌ مِنْ مَسْأَلَةِ اُنُوْثَتِهٖ فِی مَسْأَلَةِ ذُكُوْرَتِهٖ اَوْ فِی وَفْقِهَا كَمَا فِی الْخُنْثٰی ثُمَّ انْظُرْ فِی الْحَاصِلَیْنِ مِنَ الضَّرْبِ اَیُّهُمَا اَقَلُّ یُعْطٰی لِذَلِكَ الْوَارِثِ وَالْفَضْلُ الَّذِیْ بَیْنَهَا مَوْقُوْفٌ مِنْ نَّصِیْبِ ذَالِكَ الْوَارِثِ فَاِذَا ظَهَرَ الْحَمَلُ فَاِنْ كَانَ مُسْتَحِقًّا لِلْبَعْضِ فَیَاخُذُذٰلِكَ وَالْبَاقِی مَقْسُوْمٌ بَیْنَ الْوَرَثَةِ فَیُعْطٰی لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْوَرَثَةِ مَا كَانَ مَوْقُوْفًا مِنْ نَّصِیْبِهٖ كَمَا اِذَاتَرَكَ بِنْتًا وَّاَبَوَیْنِ وَامْرَأَةً حَامِلًا فَالْمَسْأَلَةُ مِنْ اَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِیْنَ عَلٰی تَقْدِیْرِ اَنَّ الْحَمْلَ ذَكَرٌ وَّمِنْ سَبْعَةٍ وَّعِشْرِیْنَ عَلٰی تَقْدِیْرِ اَنَّهٗ اُنْثٰی فَاِذَاضُرِبَ وَفْقُ اَحَدِهِمَا فِی جَمِیْعِ الْاٰخَرِ صَارَالْحَاصِلُ مِأَتَیْنِ وَسِتَّةَ عَشَرَ اِذْعَلٰی تَقْدِیْرِ ذُكُوْرَتِهٖ لِلْمَرْأَةِ سَبْعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ وَلِلْاَبَوَیْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ سِتَّةٌ وَّثَلٰثُوْنَ وَعَلٰی تَقْدِیْرِ اُنُوْثَتِهٖ لِلْمَرْأَةِ اَرْبَعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْاَبَوَیْنِ اثْنَانِ وَثَلٰثُوْنَ فَتُعْطٰی لِلْمَرْأَةِ اَرْبَعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ وَتُوْقَفُ مِنْ نَّصِیْبِهَا ثَلٰثَةُ اَسْهُمٍ وَّمِنْ نَّصِیْبِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْاَبَوَیْنِ اَرْبَعَةُ اَسْهُمٍ وَتُعْطٰی لِلْبِنْتِ ثَلٰثَةَ عَشَرَ سَهْمًا لِاَنَّ الْمَوْقُوْفَ فِی حَقِّهَا نَصِیْبُ اَرْبَعَةِ بَنِیْنَ عِنْدَ اَبِی حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاِذَا كَانَ الْبَنُوْنَ اَرْبَعَةٌ فَنَصِیْبُهَا سَهْمٌ وَّاَرْبَعَةُ اَتْسَاعِ سَهْمٍ مِنْ اَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِیْنَ مَضْرُوْبٌ فِی تِسْعَةٍ فَصَارَ ثَلٰثَةَ عَشَرَ سَهْمًا وَهِیَ لَهَا وَالْبَاقِی مَوْقُوْفٌ وَهُوَ مِائَةٌ وَّخَمْسَةَ عَشَرَسَهْمًا فَاِنْ وَلَدَتْ بِنْتًا وَّاحِدَةًاَوْ اَكْثَرَ فَجَمِیْعُ الْمَوْقُوْفِ لِلْبَنَاتِ وَاِنْ وَلَدَتْ ابْنًا وَّاحِدًا اَوْ اَكْثَرَ فَیُعْطٰی لِلْمَرْأَةِ وَالْاَبَوَیْنِ مَاكَانَ مَوْقُوْفاً مِنْ نَّصِیْبِهِمْ فَمَا بَقِیَ تُضَمُّ اِلَیْهِ ثَلٰثَةَ عَشَرَ وَیُقْسَمُ بَیْنَ الْاَوْلَادِ وَاِنْ وَلَدَا تْ وَلَدًا مَیِّتاً فَیُعْطٰی لِلْمَرْأَةِ وَالْاَبَوَیْنِ مَاكَانَ مَوْقُوْفاً مِنْ نَّصِیْبِهِمْ وَلِلْبِنْتِ اِلٰی تَمَامِ النِّصْفِ وَهُوَ خَمْسَةٌ وَّتِسْعُوْنَ سَهْمًا وَالْبَاقِی لِلْاَبِ وَهُوَ تِسْعَةُ اَسْهُمٍ لِاَنَّهٗ عَصَبَةٌ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ترجمہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حمل کی اکثر مدت دوسال ہے اور حضرت لیث بن سعد کے نزدیک تین سال اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار سال اور زہری کے نزدیک سات سال اور اس کی کم از کم مدت چھ مہینے ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حمل کے لئے چار بیٹوں اور چار بیٹیوں میں سے جس کا حصہ زیادہ ہوگا وہ رکھا جائے گا اور دوسرے ورثاء کو اقل الانصباء دے دیا جائے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین بیٹوں یا تین بیٹیوں میں سے جس کا اکثر حصہ ہوگا وہ رکھ لیا جائے گا۔ اس کو لیث بن سعد نے روایت کیا ہے اور دوسری روایت میں ہے دو بیٹوں کا حصہ رکھا جائے گا۔ اور یہ قول حضرت حسن کا ہے اور امام ابو یوسف کی امام اعظم سے دوروایتوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اس کو حضرت ہشام نے روایت کیا ہے۔ اور امام خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمۃاللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ایک بیٹے اور ایک بیٹی کا حصہ رکھا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو یوسف کے اس قول کے مطابق ایک کفیل لیا جائے گا۔ پس اگر حمل میت سے ہو اور بچہ حمل کی اکثر مدت پر پیدا ہو یا اس سے کم مدت پر اور عورت نے عدت گزرنے کا اقرار بھی نہ کیا ہو تو وہ وارث ہوگا اور اس کی وراثت بھی تقسیم ہوگی۔ اور اگر بچہ حمل کی اکثر مدت کے بعد پیدا ہو تو نہ وہ خود وارث ہوگا اور نہ ہی اس کی وراثت تقسیم ہوگی اور اگر حمل میت کے غیر کا ہو اور بچہ پیدا ہو چھ مہینے یا اس سے کم مدت میں تو وراثت پائے گا اور اگر حمل کی اکثر مدت کے بعد بچہ پیدا ہو تو وارث نہیں ہوگا۔ پس اگر بچہ کم نکلا پھر مر گیا تو وراثت نہیں پائے گا اور اگر اکثر حصہ نکل آیا پھر مرا تو وراثت پائے گا پس اگر بچہ سیدھا نکلے تو اس کا سینہ معتبر ہے یعنی جب سینہ پورا نکل آئے تو وراثت پائے گا۔ اور اگر الٹا نکلے تو معتبر اس کی ناف ہے۔ حمل کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ مسئلہ کی تصحیح دونوں تقدیروں پر کی جائے گی یعنی اس تقدیر پر کہ حمل مذکر ہے اور اس تقدیر پر کہ حمل مؤنث ہے پھر دونوں مسئلوں کی دونوں تصحیحوں کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی، اگر وہ دونوں کسی ایک جزء میں متوافق ہوں تو دونوں میں سے کسی ایک کے وفق کو دوسرے کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں گے اور اگر متبائنین ہوں دونوں میں سے ہر ایک کے جمیع کو دوسرے کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں گے۔ جو حاصل ہوگا وہ وہ مسئلہ کی تصحیح ہوگی پھر اس کے حصہ کو ضرب دیں جس کو مسئلہ ذکورت سے کچھ ملا مسئلہ انوثت کے ساتھ یا اس کے وفق کے ساتھ اور جس کو مسئلہ انوثت سے جو کچھ ملا اس کو مسئلہ ذکورت کے ساتھ یا اس کے وفق کے ساتھ (ضرب دیں) جیسا کہ خنثیٰ میں کرتے ہیں۔ پھر دونوں حاصلوں کو دیکھا جائے گا۔ جو چھوٹا ہوگا وہ مذکر کو دیا جائے گا اور جو دونوں حاصلوں کے درمیان باقی بچے گا اس کو اس متعلقہ وارث کے حصے سے روک لیا جائے گا۔ پھر جب حمل ظاہر ہو جائے تو اگر حمل جمیع موقوف کا مستحق ہو تو اس کو دے دیا جائے اور اگر اس میں سے بعض کا مستحق ہو تو وہ یہ بعض حصہ لے لے گا اور ''باقی'' ورثہ کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور ورثہ میں سے ہر ایک کے حصے سے جو روکا گیا ہے وہ اس کو دے دیا جائے گا۔ جیسا کہ کسی نے ایک بیٹی، ماں، باپ اور ایک حاملہ بیوی چھوڑی ہو تو مسئلہ 24 سے بنایا جائے گا۔ اس تقدیر پر کہ حمل مذکر ہے، اور 27 سے بنایا جائے گا

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس تقدیر پر کہ حمل مؤنث ہے، پھر جب دونوں میں سے ایک کے وفق کو دوسرے کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں گے تو حاصل 216 ہونگے ۔حمل کے مذکر ہونے کی تقدیر پر بیوی کے لئے 27 سہام اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے 36 سہام ہونگے اور حمل کے مؤنث ہونے کی تقدیر پر بیوی کے لئے 24 سہام اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے 32 سہام ہونگے چنانچہ بیوی کو 24 سہام دیئے جائیں گے اور اس کے نصیب میں سے 3 سہام روک کر رکھے جائیں گے۔ اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے حصے سے 4 سہام روک لئے جائیں گے۔ اور بیٹی کو 13 سہام دیئے جائیں گے کیونکہ اس کے حق میں موقوف 4 بیٹوں کا حصہ ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔ اور جب بیٹے چار ہوں تو ان کا نصیب ایک سہم اور چار اتساع (4/9) ہونگے 24 میں سے۔ اس کو ضرب دی جائے گی 9 کے ساتھ تو 13 سہام ہوگئے 216 میں سے۔ یہ حصہ ہے بیٹی کا اور باقی موقوف کر دیا جائے گا اور وہ 115 سہام ہیں۔ اب اگر ایک لڑکی یا زیادہ لڑکیاں پیدا ہوں تو جمیع موقوف لڑکیوں کا حصہ ہے اور اگر ایک یا زیادہ بیٹے پیدا ہوں تو بیوی اور ماں باپ کے حصوں سے جو روکا گیا تھا وہ ان کو دے دیا جائے گا۔ اور جو بچے اس کے ساتھ تیرہ سہام ملا دیئے جائیں گے اور اولاد میں تقسیم کر دیا جائے گا اور اگر بچہ مردہ پیدا ہو تو بیوی اور ماں باپ کے حصوں سے جو روک لیا گیا تھا وہ ان کو دے دیا جائے گا۔ اور بیٹی کے لئے نصف تک دے دیا جائے گا اور وہ 95 سہام ہیں اور جو باقی بچے گا وہ نو سہام ہیں یہ باپ کے لئے ہے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

حمل کی وراثت کے احکام

حمل کی اکثر مدت کے سلسلہ میں ائمہ احناف کا مذہب یہ ہے کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے اور حضرت لیث بن سعد الفہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تین سال اور امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک چار سال اور امام زہری کے نزدیک سات سال ہیں۔ (۹۸)

احناف کی دلیل

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

الولد لایبقیٰ فی البطن اکثرمن سنتین ولوبظل مغزل

ماں کے رحم میں حمل دو سال سے زیادہ رہ ہی نہیں رہ سکتا (۹۹)

اس نوعیت کے احکام میں یعنی تعینِ وقت میں مجتہد کا اجتہاد کافی نہیں ہوتا بلکہ شارع علیہ السلام کی طرف سے نص چاہیئے ہوتی ہے اس لئے یقیناً سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا۔

چنانچہ اگر کوئی شخص مر گیا اس کی وفات کے دو سال کے اندر اندر جو بچہ ہوگا اس کا نسب اسی شوہر سے ثابت ہوگا اور اس کی میراث کا بھی حقدار ہوگا اور جو شوہر کی وفات کے دو سال بعد پیدا ہوا نہ تو اس کا نسب اُس شوہر سے ثابت ہوسکتا ہے اور نہ ہی وہ بچہ اس کی وراثت میں سے حصہ پا سکتا ہے۔ بلکہ اس کی قرابت کی بناء پر کوئی دوسرا بھی وراثت کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام شافعی کی دلیل

روایت ہے کہ حضرت ضحاک (جوکہ تابعین میں سے ہیں) چارسال ماں کے پیٹ میں رہنے کے بعد پیدا ہوئے، جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے سامنے کے دودانت اُگ چکے تھے اور آپ ہنس رہے تھے اسی لئے ان کو ضحاک (ہنسنے والا) کہا جاتا ہے۔

حضرت عبدالعزیز ماجشونی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی روایت ہے کہ وہ چارسال ماں کے پیٹ میں بطور حمل رہے اور چارسال کے بعد ان کی ولادت ہوئی بلکہ ماجشون کی عورتوں کے متعلق تو یہ بات مشہور ہے کہ وہ عموماً چارسال کے بعد بچہ پیدا کرتی ہیں۔

سیر اعلام النبلاء میں محمد بن احمد بن عثمان نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص دوسال تک گھر سے دور رہا۔ دوسال کے بعد جب وہ اپنے گھر آیا تو بیوی کو حاملہ پایا تو پریشان ہوگیا کیونکہ خدشہ تھا کہ عورت نے زنا کرایا ہوگا کیونکہ اگر اس کا نطفہ ہوتا تو ابھی تک پیدا ہو چکا ہوتا۔ پیٹ میں حمل دوسال سے زیادہ رہ ہی نہیں سکتا۔ یہ معاملہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں لایا گیا آپ نے زناء کی سزا میں عورت کو سنگسار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اُس وقت حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے تو آپ نے حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: آپ اِس عورت کو تو سزا دے سکتے ہیں لیکن اِس کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ بے گناہ ہے اس لئے بچہ ہونے تک آپ اپنے فیصلے پر عمل درآمد کو روک دیجئے۔ آپ نے وضع حمل تک کے لئے فیصلہ روک لیا۔ پھر جب وضع حمل ہوا تو بچے کے دانت نکل آئے تھے جب عورت کے شوہر نے بچے کو دیکھا تو قسم کھا کر کہنے لگا: رب کعبہ کی قسم ہے یہ بچہ میرا ہی ہے۔ حرام کا نطفہ نہیں ہے۔ مجھے اس بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اس طرح اُس عورت کی جان بخشی ہوگئی۔ اس واقعے کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے:

لولا معاذ لهلك عمر

''اگر حضرت معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا'' (۱۰۰)

اس سے بھی پتہ چلا کہ حمل ماں کے پیٹ میں دوسال سے زیادہ دیر ٹھہر سکتا ہے۔

احناف کی طرف سے جواب

حضرت ضحاک اور عبدالعزیز کے چارسال تک ماں کے پیٹ میں رہنے کی خبر کس نے دی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حضرات خود تو نہیں جانتے کہ ہم ماں کے پیٹ میں کتنا عرصہ رہے ہیں۔ اور نہ ہی کسی دوسرے نے ان کو اس بات کی خبر دی ہے کیونکہ کوئی دوسرا شخص یہ جان ہی نہیں سکتا کہ پیٹ میں حمل کتنا عرصہ رہا ہے؟ ممکن ہے کہ کسی بیماری کی وجہ سے رحم کا منہ بند ہوگیا ہو اور حیض آنا بند ہوگیا ہو جس کی وجہ سے لوگ یہ سمجھ رہے ہوں کہ پیٹ میں حمل ہے۔ جس بیماری میں رحم کا منہ بند ہوتا ہے اس بیماری کا نام ''رجا'' ہے۔ اس بیماری میں عورت کو حمل کی طرح پیٹ میں حرکت بھی محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے عورت یہ سمجھ

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بیٹھتی ہے کہ اسے حمل ہو گیا ہے حالانکہ اس کو حمل نہیں ہوا ہوتا بلکہ وہ ''رجا'' بیماری میں مبتلا ہوتی ہے۔

سیر اعلام النبلاءوالی روایت کا جواب

اس روایت میں دو سال سے مراد پورے دو سال نہیں ہیں، بلکہ تقریباً دو سال مراد ہیں اور اس کے بیٹے کا نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے باپ سے ثابت رکھا وہ اس کے باپ کے اقرار کی وجہ سے تھا کیونکہ خود روایت میں یہ بات موجود ہے کہ اس نے اقرار کرلیا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔

حمل کی کم از کم مدت

حمل کی کم از کم مدت 6 ماہ ہے۔

دلیل

اللہ تعالیٰ نے حمل کی اور دودھ پلانے کی اکٹھی مدت 30 مہینے بیان فرمائی ہے اور ان میں سے دودھ کی مدت دو سال مقرر کردی جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ حمل کی مدت چھ ماہ ہے۔یہی استدلال حضرت علی نے بھی کیا ہے۔جیسا کہ روایت ہے:

حضرت ابوحرب ابن ابی الاسود دیلی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک ایسی عورت لائی گئی جس نے شادی کے صرف چھ ماہ بعد بچہ پیدا کیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو رجم کرنے کا ارادہ فرمایا، یہ بات حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: اس پر رجم لاگو نہیں ہوتی، یہ بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تفصیل معلوم کی تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَاَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ

''اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس اس کے لئے جو دودھ کی مدت پوری کرنی چاہے''

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وحمله وفصاله ثلاثون شهرا

''اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے میں ہے''

چنانچہ چھ ماہ اس کے حمل کی مدت ہے، لہٰذا اس پر کوئی حد نافذ نہیں کی جائے گی۔سنن بیہقی میں ہی حضرت عثمان غنی کے متعلق بھی اسی طرح کی ایک روایت ہے۔اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حمل کے چار ماہ گزرنے کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے اور روح پھونکے جانے کے دو مہینوں کے بعد بچے کی تخلیق مکمل ہوجاتی ہے۔اور بچہ بالکل درست حالت میں پیدا ہونے کے قابل ہوجاتا ہے۔(۱۰۱)

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حمل کی وراثت کے متعلق امام ابو یوسف کا مؤقف

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر حمل کو بیٹا فرض کرنے میں حصہ زیادہ بنتا ہوتو اس کو ایک بیٹا فرض کر کے حصے آ تا تر کہ رکھا جائے گا اور اگر اس کو بیٹی فرض کر کے حصہ زیادہ بنتا ہوگا تو اس کے لئے ایک بیٹی کا حصہ رکھا جائے گا کیونکہ عموماً یہی ہوتا ہے کہ ایک بطن سے ایک وقت میں ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے ایک سے زیادہ پیدا ہونا نادرالوقوع ہے اس لئے نادرالوقوع پر احکام کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

حضرت شریک نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے کوفہ میں ابواسماعیل کے ایک بطن سے چار بچے پیدا ہوتے دیکھے ہیں۔ جبکہ متقدمین میں ایسی کوئی روایت منقول نہیں ہے کہ کسی عورت نے چار سے زیادہ بچے پیدا کئے ہوں۔ اس لئے ہم نے احتیاط کا دائرہ اسی حد تک محدود رکھا۔ حضرت ابن مبارک سے یہی روایت ہے اور اسی پر عمل کیا گیا ہے اور اس پر عمل احتیاط کی بناء پر کیا گیا ہے۔

حمل سے متعلق امام محمد کا فیصلہ

امام محمد کے نزدیک حمل کے لئے دو بیٹوں اور دو بیٹیوں میں سے جس کا حصہ زیادہ ہوگا وہ رکھا جائے گا۔ یہی قول حضرت حسن بن زیاد کا ہے اور امام ابو یوسف کی دو روایتوں میں سے ایک روایت بھی یہی ہے۔ حضرت ہشام سے بھی یہ روایت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک بطن سے چار بچوں کا پیدا ہونا انتہائی نادر ہے۔ ایسے نادر واقعہ کو کسی حکم کے لئے بنیاد نہیں بناسکتے۔ بلکہ کسی حکم کے لئے وہ واقعہ لینا چاہئے جو عموماً رونما ہونے والا ہو۔ دو بچے عموماً ایک بطن سے پیدا ہوجاتے ہیں اس لئے اس کی بنیاد پر وراثت کے احکام مقرر کئے جاسکتے ہیں۔

امام خصاف کا مذہب

امام خصاف کی امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی میں سے جس کا حصہ زیادہ ہوگا وہ حمل کے لئے رکھیں گے۔ کیونکہ عموماً یہی ہوتا ہے کہ ایک بطن سے ایک وقت میں ایک بچہ پیدا ہوتا ہے۔ دو بچے پیدا ہونا بھی نادرالوقوع ہے اس لئے اس پر بھی کسی حکم کی بنیاد نہیں رکھ سکتے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص حاملہ بیوی چھوڑ کر مرے تو اس حمل کو بیٹا یا بیٹی فرض کر کے جس صورت میں اس کے لئے زیادہ حصہ بنتا ہوا تنا حصہ رکھ لیں گے اور باقی ورثہ میں تقسیم کردیں گے۔

ائمہ احناف میں سے امام ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے (۱۰۲)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف یہ ہے کہ ورثاء میں سے صرف ذوی الفروض کو ان کے حصص دے دیئے جائیں

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گے لیکن ذوی الفروض بھی تمام نہیں بلکہ صرف ایسے ذوی الفروض کو ترکہ دیا جائے گا جس کے حصہ میں حمل کے ایک یا متعدد ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔اور باقی حمل کے پیدا ہونے تک ترکہ روک لیا جائے گا۔

نوٹ

جن ورثاء کے لئے حمل، حجب حرمان کا باعث بن سکتا ہے ان کو وضع حمل سے پہلے کچھ بھی نہیں دیا جائے گا۔

قاضی صاحب دوسرے وارثوں سے اس بات پر ضامن لے گا کہ اگر بالفرض حمل سے ظاہر ہونے والا بچہ ایک سے زیادہ ہوا تو وہ ورثاء کو دیئے گئے حصص سے اس کے استحقاق کے مطابق واپس لے گا۔ کیونکہ اگر حمل کو ایک لڑکا فرض کر کے اس کا حصہ رکھا اور باقی ورثاء کو ان کے سہام دے دیئے اور وضع حمل کے بعد پتا چلا کہ بیٹے دو پیدا ہوئے ہیں تو دوسرے بیٹے کو دینے کے لئے ضامن، ورثہ سے اس کے حصہ کے مطابق واپس لے کر اس دوسرے بیٹے کو حصہ دینے کا کفیل ہوگا۔

حمل کی میراث کی شرائط

حمل اپنے مورث سے وراثت پانے کا حقدار ہوتا ہے۔لیکن اس کے استحقاق کے لئے درج ذیل چند شرائط ہیں۔

(i) عورت مرنے والے کے نطفہ سے حاملہ ہو۔

(ii) حمل کی اقل مدت گزر چکی ہو اور اکثر مدت ختم نہ ہوئی ہو۔

(iii) عورت نے بچے کی پیدائش سے پہلے عدت کے ختم ہو جانے کا اقرار نہ کیا ہو۔

اگر مذکورہ تمام شرائط پائی جاتی ہوں تو اس حمل کا مرنے والے سے نسب ثابت ہوگا۔اور یہ حمل مرنے والے اور اس کے اقارب کی وراثت پائے گا اور اس کی وراثت بھی تقسیم کی جائے گی۔ کیونکہ موت کے وقت پیٹ میں نطفہ موجود ہونا استحقاقِ وراثت کے لئے شرط ہے۔ جب اس نے عدت کے ختم ہو جانے کا اقرار نہیں کیا اور حمل کے، مدتِ حمل میں پیدا ہونے سے پتہ چلتا ہے کہ مرنے والے کی موت کے وقت یہ ماں کے پیٹ میں تھا۔ اور اگر اکثر مدّتِ حمل گزر جانے کے بعد بچہ پیدا ہوا تو وہ وارث نہیں ہو سکے گا۔اور نہ ہی اس مرنے والے کی جہت سے اس کا کوئی دوسرا رشتہ دار اس کا وارث ہو سکتا ہے۔

کیونکہ اکثر مدت حمل گزر جانے کے بعد اس حمل کا پیدا ہونا اس بات کی علامت ہے کہ موت کے وقت یہ پیٹ میں نہیں تھا۔اس لئے نہ نسب ثابت ہوگا اور نہ ہی وراثت کا استحقاق۔

اور اگر مدت حمل میں عورت نے شوہر کی وفات کے بعد کم از کم اتنی مدت گزار کر جس میں عدت کا پورا ہونا ممکن ہو، عدت ختم ہو جانے کا اقرار کیا ہو تو ایسی صورت میں بھی پیدا ہونے والا بچہ وراثت کا حقدار نہیں ہوگا کیونکہ اس کے عدت پوری ہو جانے کا اقرار کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حمل میت کا نہیں ہے۔

اور اگر حمل اس کا نہیں بلکہ کسی اور کا ہے مثلاً کسی نے باپ کی یا دادا کی بیوی حاملہ چھوڑی ہو یا ان کے علاوہ ورثاء میں سے کسی اور کی بیوی حاملہ چھوڑی ہو تو اگر چھ ماہ یا اس سے کم میں بچہ پیدا ہو جائے تو وراثت پائے گا کیونکہ موت کے وقت اس حمل

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کا پیٹ میں موجود ہونا یقینی ہے۔

اور اگر حمل کی اقل مدت گزر جانے کے بعد بچہ پیدا ہوا تو وہ وارث نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ موت کے وقت اس کا پیٹ میں ہونا یقینی نہیں ہے۔

سوال

جب حمل میت کا ہو تو ایسی صورت میں حمل کی اکثر مدت تک پیدا ہونے والے بچے کو بھی وارث قرار دیا گیا ہے اسی طرح جب حمل غیر میت کا ہو تو اکثر مدت کا اعتبار کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب

اس لئے کہ موت سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ جب ''حمل'' میت کا ہوگا تو اس کا نسب ثابت کرنے کی ضرورت ہے اور حمل میں اکثر مدت تک کی گنجائش موجود ہے، اس لئے ضرورت (اثبات النسب) کے پیش نظر حمل میں آخری حد تک کا اعتبار کیا گیا ہے جبکہ حمل دوسرے کا ہو تو اس کا نسب چونکہ ثابت ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں اکثر مدت کا اعتبار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال

ولادت کے وقت مولود کے زندہ ہونے کی کیا علامت ہے؟

جواب

ولادت کے وقت مولود میں کوئی بھی ایسی علامت جس سے اس کا زندہ ہونا سمجھا جائے مثلاً آواز، چھینک، رونا، ہنسنا، یا کسی عضو کا ہلنا وغیرہ پایا جائے تو اسے زندہ سمجھا جائے گا۔

اگر ولادت کے وقت آدھے سے کم بچہ باہر آیا تھا اور اس میں مذکورہ علامات میں سے کوئی ظاہر ہوئی پھر وہ مرگیا اور بقیہ حصہ بھی اس کا باہر آگیا تو وہ وارث نہیں ہوگا کیونکہ جب اکثر حصہ مردہ باہر آیا تو للاکثر حکم الکل کے تحت گویا کہ سارا بچہ ہی مردہ پیدا ہوا اور اگر آدھے سے زیادہ بچہ باہر آگیا اور زندگی کی کوئی علامت ظاہر ہوئی پھر مرگیا اور بقیہ حصہ بعد میں باہر آیا تو وارث ہوگا کیونکہ جب اکثر حصہ زندہ باہر آگیا تو للاکثر حکم الکل کے تحت گویا کہ سارا جسم ہی زندہ باہر آیا ہے۔ اس لئے وارث ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جب بچہ چیخ مارے یا روئے تو وہ وارث بھی ہوگا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ (۱۰۳)

سوال

کسی مولود کے اکثر یا اقل خروج کی پہچان کیسے ہوگی اس کے متعلق کوئی ضابطہ ہے؟

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جواب

جی ہاں اس سلسلے میں ایک ضابطہ موجود ہے۔

اگر بچہ سیدھا پیدا ہو یعنی پہلے سر باہر آئے تو اگر سینہ پورا باہر آجائے اور وہ زندہ ہو تو بچے کے لئے زندہ ہونے کا حکم ہوگا۔اور اگر بچہ اُلٹا پیدا ہو یعنی پہلے بچے کے پاؤں باہر آئے ہوں تو اگر ناف زندہ حالت میں باہر آگئی تو اس کو زندہ سمجھا جائے گا اور وہ وراثت کا حقدار ہوگا۔اور اگر ناف نکلنے سے پہلے فوت ہوجائے تو اس کو مردہ سمجھا جائے گا وہ وراثت نہیں پاسکتا۔

مسائل حمل کی تصحیح

حمل کے مسائل کی تصحیح کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ مسئلہ کی دومرتبہ تصحیح کی جائے گی ایک مرتبہ حمل کو مذکر فرض کر کے مسئلہ کی تصحیح کریں گے اور ایک مرتبہ حمل کو مؤنث فرض کر کے۔ پھر دونوں تصحیحوں کے درمیان نسبت دیکھیں گے اگر ان کے درمیان نسبت ''توافق'' کی ہو تو دونوں میں سے ایک کے وفق کو دوسری کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں گے جو جواب آئے گا وہ مسئلہ کی تصحیح ہوگی پھر مسئلہ ذکورت میں سے جس وارث کو جو حصہ ملا تھا اس کی مسئلہ انوثت کے ساتھ نسبت دیکھیں گے اگر نسبت ''تباین'' کی ہوگی تو اس وارث کے سہام کو مسئلہ انوثت کے ساتھ ضرب دیں گے اور اگر نسبت ''توافق'' کی ہو تو وفق کے ساتھ ضرب دیں گے یونہی مسئلہ انوثت سے حاصل شدہ سہام کو مسئلہ ذکورت کے جمیع یا وفق کے ساتھ ضرب دیں گے۔یہ دونوں ضربیں (ایک مرتبہ مذکر فرض کر کے اور دوسری مرتبہ مؤنث فرض کر کے) دینے کے بعد درج ذیل 3 صورتیں سامنے آتی ہیں۔

(i)......اس وارث کو مسئلہ ذکورت سے زیادہ اور مسئلہ انوثت سے کم حصہ ملے۔

(ii)......اس وارث کو مسئلہ انوثت سے زیادہ اور مسئلہ ذکورت سے کم حصہ ملے۔

(iii)......اس وارث کو مسئلہ ذکورت وانوثت دونوں میں اس کو برابر حصہ ملے۔

جس صورت میں اسے کم حصہ مل رہا اس کے مطابق اس کو حصہ دیں گے اور دوسری صورت کے مطابق جتنا مزید ملنا چاہئے وہ روک لیں گے۔ کیونکہ اقل حصہ تو ہر صورت میں اس کو ملنا ہی ہے،اس لئے دے دیا لیکن اکثر حصہ میں احتمال تھا کہ نہ جانے اس وارث کا حصہ ہے یا حمل کا، اس لئے اس کو روک لیا پھر جب حمل ظاہر ہوجائے اور احتمالات ختم ہوجائیں تو دیکھ لیا جائے اگر اس رکھے ہوئے حصہ کا حقدار ''حمل'' ہے تو اس کو دے دیا جائے اور اگر اس سے کم کا مستحق ہو تو اس کا حصہ دے کر باقی ماندہ جس وارث کے حصہ سے جتنا حصہ روکا تھا اس کو اتنا واپس کر دیا جائے گا۔

مثلاً

کسی نے ایک بیٹی،ماں،باپ اور ایک حاملہ بیوی چھوڑی ہو۔

ایسی صورت میں اگر حمل کو مذکر فرض کریں تو مسئلہ 24 سے بنے گا۔ کیونکہ اس میں ثمن اور سدسان جمع ہورہے ہیں۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چنانچہ ان 24 میں سے ثمن (۳) بیوی کے لئے، سدس (۴ سہام) ماں کے لئے اور سدس (۴ سہام) باپ کے لئے، اور جو باقی بچا یہ بیٹی اور مذکر حمل کے لئے للذکر مثل حظ الانثیین ہوگا۔ اور اگر حمل کو مؤنث فرض کریں تو مسئلہ 27 سے بنے گا کیونکہ اس صورت میں ثمن اور سدسان اور ثلثان جمع ہورہے ہیں۔ یہ مسئلہ منبریہ کی صورت بن جائے گی۔ ماں کے لئے 4 سہام، باپ کے لئے 4 سہام، بیوی کے لئے 3 سہام اور بیٹی مع الحمل مؤنث کے لئے 16 سہام ہونگے اس طرح (27=16+3+4+4) عول ہوجائے گا۔ 27 کی طرف۔ مذکورہ دونوں تصحیحوں (24 اور 27) کے درمیان نسبت توافق بالثلث کی ہے کیونکہ ان دونوں کو تین کا عدد برابر تقسیم کرسکتا ہے، اس طرح 27 کا وفق 9 اور 24 کا وفق 8 ہوگا۔ بیان کئے گئے قانون کے مطابق ایک کے وفق کو دوسرے کے جمیع مسئلہ کے ساتھ ضرب دی تو (216 = 8 x 27) (24x9=216) حاصل ضرب (۲۱۶) آیا۔ اب پورے مسئلہ کی تصحیح 216 سے کی جائے گی۔

مسئلہ ذکورت سے بیوی کو 27 سہام اور ماں باپ میں سے ہر ایک 36 سہام ملیں گے۔ کیونکہ مسئلہ ذکورت (24) سے بیوی کو تین سہام ملے تھے جب اس کو مسئلہ انوثت کے وفق (۹) کے ساتھ ضرب دی تو (9x3=27) حاصل ضرب 27 آیا۔ اور مسئلہ ذکورت سے ماں باپ میں سے ہر ایک کے 4 سہام تھے جب ان کو مسئلہ انوثت کے وفق (۹) کے ساتھ ضرب دی تو (9x4=36) حاصل ضرب 36 ہوا۔

اور مسئلہ انوثت (27) سے بیوی کو کل 24 سہام اور ماں باپ میں سے ہر ایک کو 32 سہام ملیں گے کیونکہ مسئلہ انوثت سے بیوی کو تین سہام ملے تھے جب ان کو مسئلہ ذکورت کے وفق (8) کے ساتھ ضرب دی تو (3x8=24) حاصل ضرب 24 ہوا۔ ماں اور باپ میں سے ہر ایک کے چار سہام تھے ان کو بھی مسئلہ ذکورت کے وفق (۸) کے ساتھ ضرب دی تو (4x8=32) حاصل ضرب 32 ہوا۔ چنانچہ 128 میں سے بیوی کو 24 سہام دیے جائیں گے۔

آپ نے غور کیا کہ

حمل کو مذکر فرض کیا تو بیوی کو 27/216 سہام ملے۔

اور مؤنث فرض کیا تو بیوی کو 24/216 سہام ملے۔

ان میں سے یقیناً 24/216 سہام کم ہے 27/216 سے۔ اس لئے بیوی کو 216 میں سے 24 سہام دے دیئے اور اس کے حصہ کے باقی 3 سہام حمل وضع ہوجانے تک روک کر رکھ لئے۔

ماں اور باپ کے لئے

مسئلہ ذکورت سے 36/216 سہام ہیں۔

اور مسئلہ انوثت سے 32/216 سہام ہیں۔

ان میں سے 32/216 سہام یقیناً 36/216 سے کم ہیں۔ اس لئے ماں باپ کو 216 میں سے 32 سہام دیے اور باقی

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

4سہام حمل کے ظاہر ہونے تک بچا کر رکھ لئے۔

چنانچہ بیوی اور ماں باپ کے حق میں حمل کو مؤنث فرض کیا گیا،24میں سے ان کے لئے کل گیارہ (11=4+4+3) ہوئے باقی بچے 13سہام۔اب بیٹی کے حق میں حمل کو مذکر فرض کریں گے اور وہ بھی صرف ایک نہیں بلکہ چار مذکر فرض کریں گے۔اور ہر مذکر کو دومؤنث قرار دیا تو ایک بیٹی شامل کر کے کل 9بیٹیاں ہوگئیں۔جبکہ کل باقی ماندہ سہام 13ہیں،جن میں سے ہرایک کو ایک ایک سہم دیا تو نو بیٹیوں میں 9سہام تقسیم ہوگئے۔باقی چار سہام بچے جو کہ 9پر پورے تقسیم نہیں ہورہے،اس لئے ان 4 کو 9سے ضرب دی تو کل 36اَتساع (نواں حصہ) ہوئے۔جن میں سے ہر بیٹے کو آٹھ آٹھ اتساع (یعنی ایک سہم میں سے ایک نواں حصہ کم) دیا جائے گا36میں سے 32اتساع بیٹوں کو ملیں گے اور باقی 4اتساع بیٹی کو۔اب ہر بیٹے کے پاس مجموعی حصہ ایک سہم اور8 اتساع اور بیٹی کے پاس ایک سہم مکمل ایک سہم کے 4اتساع ہونگے۔چنانچہ بیٹی کے لئے مسئلہ ذکورت(24) میں سے ایک سہم اور 4اتساع ہوئے،جب بیٹی کے اس حصہ کو مسئلہ انوثت (27) کے وفق (9) کے ساتھ اس طرح ضرب دی کہ ایک سہم کو9 کے ساتھ ضرب دی تو9 سہام ہوئے اور4اتساع کو 9 کے ساتھ ضرب دی تو36اتساع ہوئے،ان36اتساع کے کامل 4سہام ہوئے پھر 9اور4 کو جمع کیا تو کل 13سہام ہوئے بیٹی کو 216میں سے 13سہام دیئے۔

216میں سے بیوی کے 24،ماں کے 32،باپ کے 32اور بیٹی کے 13سہام نکالنے کے بعد115سہام باقی بچے یہ حمل کے رکھ دیں گے۔اور انتظار کریں گے کہ حمل سے کیا پیدا ہوتا ہے۔

اگر حمل سے ایک ،دو یا زیادہ لڑکیاں پیدا ہوں تو یہ تمام بچا ہوا ان کو دے دیا جائے گا۔کیونکہ ہم نے حمل کو بیوی اور ماں باپ کے حق میں مؤنث فرض کیا اور ہر ایک کو اس کے حصے میں آتے سہام دے دیئے تھے اور پیدا بھی لڑکی ہی ہوئی ہے،یہ لوگ اپنا مقررہ حصہ لے چکے ہیں تو ان کے حقوق پورے ہوجانے کے بعد جو کچھ بھی بچا(128) ہے وہ سب انہیں(لڑکی یا لڑکیوں) کا ہے۔ان 128میں سے ایک بیٹی 13سہام لے چکی ہے اس سے وہ سہام لے کر بقیہ 115 کے ساتھ ملالیں گے اور مجموعہ کو ایک بیٹی یا تمام بیٹیوں پر تقسیم کردیں گے اگر تقسیم پوری ہوجائے تو فبہا ورنہ اگر ان کے سہام اور رؤس میں نسبت توافق کی ہو تو وفق رؤس کو 216میں ضرب دیں گے،جو جواب آئے گا اس سے مسئلہ کی تصحیح کریں گے۔اور اگر ان کے درمیان توافق نہ ہو تو جمیع عدد رؤس کو ضرب دیں گے 216کے ساتھ۔اس ضرب سے جو جواب آئے گا اس سے مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی۔

اور اگر ایک یا زیادہ بیٹے پیدا ہوں تو بیوی ،ماں اور باپ کے حصص سے جو سہام روکے ہوئے تھے وہ ان کو دے دیئے جائیں گے یعنی بیوی کے تین سہام اس کو دے دیئے جائیں گے۔اس طرح اس کے 27سہام پورے ہوجائیں گے۔اور یہ دو حصص میں سے زیادہ والا حصہ تھا۔ماں باپ کے حصص میں سے چار چار سہام روکے گئے تھے وہ بھی ان کو دے دیئے تو ان

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کا اکثر حصہ 36 پورا ہوا۔ بیوی ، ماں ، باپ اور ایک بیٹی کے حصہ لینے کے بعد جو باقی بچا وہ 104 سہام ہیں ۔ ان میں بیٹی کا حصہ 13 سہام بھی شامل کئے تو کل 117 سہام ہوئے اب یہ سہام تمام بہن بھائیوں میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر تقسیم کئے جائیں گے ۔ اگر سہام پورے پورے تقسیم ہو جائیں تو فبھا ورنہ تصحیح کے جو طریقے سابقہ کئی مرتبہ بیان کئے گئے ان کے مطابق حل کیا جائے گا۔

اور اگر مردہ بچہ پیدا ہو تو بیوی اور ماں باپ کے حصوں سے جو سہام روکے گئے ہیں وہ ان کو دے دیئے جائیں گے یعنی بیوی کو مزید 3 اور ماں باپ کو 4،4 سہام۔اور بیٹی کو نصف حصہ پورا کرنے کے لئے جتنا دینا پڑے وہ دیں گے چنانچہ بیٹی کو اس سے قبل 13 سہام دیئے ہیں اور 216 کا نصف 108 سہام ہیں اس لئے نصف پورا کرنے کے لئے اس کو مزید 95 سہام دیئے جائیں گے ۔اس طرح

ماں کو......36 سہام

باپ کو......36 سہام

بیوی کو...... 27 سہام

بیٹی کو......108 سہام

دیئے تو کل 207 سہام ہوئے ۔ باقی جو 9 سہام بچے ہیں وہ باپ کو بطور عصبہ دیئے جائیں گے کیونکہ جب باپ کے ساتھ ایک لڑکی ہو تو وہ فرض مع التعصیب ہوتا ہے ۔

نوٹ

اگر مرنے والے نے کچھ ایسے ورثاء بھی چھوڑے ہوں کہ حمل کا مذکر یا مؤنث ہونا ان کے حصص پر کسی طرح اثر انداز نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں حمل کے ظاہر ہونے کا انتظار کئے بغیر ان ورثہ کو ان کے پورے پورے سہام دیئے جائیں گے جیسا کہ کسی نے ایک دادی اور ایک حاملہ بیوی چھوڑی ہو تو دادی کو چھٹا حصہ دے دیا جائے گا یونہی اگر کسی نے ایک حاملہ بیوی اور ایک بیٹا چھوڑا ہو تو عورت کو آٹھواں حصہ دے دیا جائے گا۔

اور اگر کچھ ایسے ورثہ چھوڑے ہوں جو حمل کے کسی ایک احتمال میں محروم ہو سکتے ہیں تو ان کو وراثت میں سے کوئی حصہ نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ ان کا اصل استحقاق ہی مشکوک ہو چکا ہے ۔ جیسا کہ کسی نے ایک حاملہ بیوی ،ایک بھائی اور چچا چھوڑے ہوں تو چچا اور بھائی کو کچھ نہیں دیا جائے گا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ پیدا ہونے والا بیٹا ہو،اگر ایسا ہوا تو اس صورت میں چچا اور بھائی دونوں محروم ہونگے ۔

اعتراض

آپ نے بیوی ، ماں اور باپ کے حق میں حمل کو مؤنث اور وہ بھی صرف ایک فرض کیا لیکن بیٹی کے حق میں اسی حمل کو

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مذکر اور وہ بھی چار فرض کیا ایسا کیوں ہے؟

جواب

اس لئے کہ بیٹی کے حق میں اقل حصہ اسی صورت میں متحقق ہوسکتا ہے، کیونکہ بیٹیوں کے ایک اور زیادہ ہونے میں حصص کا فرق ہوتا ہے جب کہ بیٹوں کے ایک یا زیادہ ہونے میں حصص کا کوئی فرق نہیں پڑتا۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَصْلٌ فِی الْمَفْقُوْدِ

اَلْمَفْقُوْدُ حَیٌّ فِی مَالِهٖ حَتّٰی لَایَرِثُ مِنْهُ اَحَدٌ وَّمَیِّتٌ فِی مَالِ غَیْرِهٖ حَتّٰی لَایَرِثُ مِنْ اَحَدٍ یُوْقَفُ مَالُهٗ حَتّٰی یَصِحَّ مَوْتُهٗ اَوْتَمْضِیَ عَلَیْهِ مُدَّةٌ وَاخْتَلَفَ الرِّوَایَاتُ فِی تِلْكَ الْمُدَّةِ فَفِی ظَاهِرِ الرِّوَایَةِ اِنَّهٗ اِذَا لَمْ یَبْقَ اَحَدٌ مِّنْ اَقْرَانِهٖ حُکِمَ بِمَوْتِهٖ وَرَوَی الْحَسَنُ بْنُ زِیَادٍ عَنْ اَبِی حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ اَنَّ تِلْكَ الْمُدَّةَ مِائَةٌ وَّعِشْرُوْنَ سَنَةً مِنْ یَّوْمٍ وُلِدَ فِیْهِ الْمَفْقُوْدُ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ مِائَةٌ وَّعَشَرِ سِنِیْنَ وَقَالَ اَبُوْیُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ مِائَةٌ وَّخَمْسُ سِنِیْنَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ تِسْعُوْنَ سَنَةً وَعَلَیْهِ الْفَتْوٰی وَقَالَ بَعْضُهُمْ مَالُ الْمَفْقُوْدِ مَوْقُوْفٌ اِلیٰ اجْتِهَادِ الْاِمَامِ وَمَوْقُوْفُ الْحُکْمِ فِی حَقِّ غَیْرِهٖ حَتیٰ یُوْقَفَ نَصِیْبُهٗ مِنْ مَالِ مُوْرِثِهٖ کَمَا فِی الْحَمْلِ فَاِذَا مَضَتِ الْمُدَّةُ فَمَالُهٗ لِوَرَثَتِهِ الْمَوْجُوْدِیْنَ عِنْدَ الْحُکْمِ بِمَوْتِهٖ وَمَاکَانَ مَوْقُوْفًا لِاَجَلِهٖ یُرَدُّ اِلیٰ وَارِثِ مُوْرِثِهِ الَّذِی وَقَفَ مَالَهٗ وَالْاَصْلُ فِی تَصْحِیْحِ مَسَائِلِ الْمَفْقُوْدِ اَنْ تُصَحَّحَ الْمَسْأَلَةُ عَلیٰ تَقْدِیْرِ حَیَاتِهٖ ثُمَّ تُصَحَّحُ عَلیٰ تَقْدِیْرِ وَفَاتِهٖ وَبَاقِی الْعَمَلِ مَاذَکَرْنَا فِی الْحَمَلِ۔

ترجمہ

مفقود اپنے مال کے حق میں زندہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اس سے کوئی دوسرا وراثت نہیں پاتا اور اپنے غیر کے مال کے حق میں وہ مردہ ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ کسی اور سے وراثت نہیں پائے گا اور اس کا مال موقوف رہے گا یہاں تک کہ اس کی موت کی تصدیق کردی جائے یا اس پر ایک مخصوص مدت گزر جائے۔ اور اس مدت میں روایات مختلف ہیں چنانچہ ظاہر الروایۃ میں ہے کہ جب اس کے ہم عمروں میں سے کوئی بھی باقی نہ بچے تو اس کی موت کا حکم نافذ کردیا جائے گا۔ اور امام حسن بن زیاد نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ مدت ایک سوبیس سال ہے اس دن سے جس دن مفقود پیدا ہوا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: 110 سال ہیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: 150 سال ہیں۔ اور بعض علماء نے فرمایا: 90 سال ہیں۔ اور اسی پر فتویٰ ہے اور بعض نے کہا کہ مفقود کا مال امام کے اجتہاد پر موقوف ہے اور غیر کے حق میں موقوف الحکم ہے یہاں تک کہ اس کا حصہ روکا جائے گا اس کے مورث کے مال میں سے جیسا کہ حمل میں ہوتا ہے لہذا جب وہ مدت گزر جائے تو اس کا مال اس کی موت کا حکم نافذ ہونے کے وقت موجود ورثاء کے لئے ہوگا اور جو مال اس کے لئے روکا گیا ہوگا وہ لوٹایا جائے گا اس کے اس مورث کے ان ورثہ کو جن کا مال روکا گیا تھا اور مفقود کے مسائل کی تصحیح میں اصل یہ ہے کہ مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی اس کی حیات کی تقدیر پر پھر اس کی تصحیح اس کی وفات کی تقدیر پر کی جائے گی اور باقی عمل ہم نے فصل فی الحمل میں ذکر کردیا۔

مفقود کا بیان

مفقود اس غائب شخص کو کہا جاتا ہے جس کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ہو اور اس کی زندگی اور موت کی بھی کوئی خبر نہ ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ اپنے مال کے حق میں زندہ اور دوسروں کے مال کے سلسلہ میں مردہ سمجھا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کا اپنا مال تقسیم نہیں کیا جاتا اور دوسروں کے مال سے یہ وراثت نہیں پاتا۔اس کا مال اس وقت تک روک کر رکھا جائے گا جب تک اس کی موت کی تصدیق نہ ہو جائے یا اس پر ایک مخصوص مدت نہ گزر جائے۔ یہ مدت کتنی ہے اس سلسلہ میں مختلف روایات ہیں۔

ظاہرالروایت یہ ہے کہ جب اس کے معاصرین میں سے کوئی زندہ نہ بچے تو اس کی موت کا حکم لگادیتے ہیں۔اس سلسلہ میں بعض کا قول یہ ہے کہ اس کے اپنے شہر میں سے اس کے ہم عصر فوت چکے ہوں اور بعض دیگر کا مؤقف یہ ہے کہ کہیں بھی اس کا کوئی ہم عصر باقی نہ بچا ہو۔ پہلا مؤقف صحیح ہے جیسا کہ امام تمرتاشی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الفرائض میں بھی فرمایا ہے :اس مفقود کے اپنے شہر کے ہم عصروں کا اعتبار ہے کیونکہ مختلف ممالک میں لوگوں کی عمریں مختلف ہوتی ہیں نیز یہ کہ پوری دنیا میں اس کے ہم عصروں کا اعتبار کرنے میں حرج عظیم ہے۔

امام حسن بن زیاد کی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت یہ ہے کہ یہ مدت اس کی ولادت سے 120 سال تک ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ یہ مدت 110 سال ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کا مؤقف ہے کہ یہ مدت 150 سال ہے۔

امام محمد اور امام ابو یوسف کی یہ دونوں روایتیں کتب معتبرہ میں نظر سے نہیں گزریں۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت یہ ہے کہ اس کی ولادت سے جب 100 سال گزر جائیں تو اس کی موت کا حکم نافذ کر دیا جائے گا، کیونکہ ہمارے زمانے میں عموماً اس سے زیادہ عمریں نہیں ہوتیں۔امام محمد بن سلمۃ رحمۃ اللہ علیہ اسی پر ہی فتویٰ دیا کرتے تھے کیونکہ آپ بھی اسی پر یقین رکھتے تھے کہ عموماً لوگ سو سال تک ہی زندہ رہتے ہیں لیکن ان کا یہ مؤقف اس وقت ٹوٹ گیا جب خود ان کی اپنی عمر ایک سو سال سے زیادہ ہوئی۔ روایت ہے کہ آپ نے 170 سال عمر پائی۔

بعض فقہاء کا مؤقف یہ ہے کہ یہ مدت 90 سال ہے کیونکہ ہمارے زمانے میں اس سے زیادہ عمر بہت ہی شاذ و نادر واقع ہوتی ہے اس لئے شاذ و نادر واقعات پر اسلامی قوانین کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

بعض فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ یہ مدت 70 سال ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اُمَّتِی مَابَیْنَ سِتِّیْنَ اِلیٰ سَبْعِیْنَ

''میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر سال تک ہونگی'' (۱۰۴)

امام شافعی رحمۃ اللہ کا مؤقف یہ ہے کہ مفقود کے مال کا فیصلہ مجتہد کے اجتہاد پر کیا جائے گا۔آپ فرماتے ہیں: جب اتنی مدت گزر جائے کہ اس کے ہم عصروں میں سے اکثر فوت ہو چکے ہوں تو قاضی اس کی موت کا حکم نافذ کر دے گا اور اس کا مال اس کے ان ورثہ میں تقسیم کر دے گا جو اس فیصلہ کے وقت موجود ہونگے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مدت کے سلسلے میں بہتر یہ ہے کہ کوئی مقدار مقرر نہ کی جائے بلکہ اس سلسلہ میں مفقود کے معاصرین کا ہی اعتبار کیا جائے مفقود کو دوسرے لوگوں کے حق میں موقوف رکھا جائے گا اس لئے جس طرح حمل میں مورث کے مال کو وضع حمل تک روک کر رکھتے ہیں اسی طرح مفقود کے لئے بھی مال روک کر رکھا جائے گا۔ اگر مفقود ایسا ہے جو حاضرین کو مجحوب کر سکتا ہے تو ورثہ کو کچھ بھی نہیں دیا جائے گا بلکہ سارا مال روک لیا جائے گا۔ اور جس کو یہ بالکلیہ محروم نہیں کر سکتا اس کو اس کا مال دیا جائے گا لیکن اتنا دیا جائے گا جتنا کہ مفقود اگر موجود ہوتا تو اس کو ملتا پھر اگر مدت گزر جائے اور مفقود کا کچھ پتہ نہ چلے تو اب قاضی اس کی موت کا حکم نافذ کر دے گا اور یہ مال ان ورثہ کو دیا جائے گا جو اس موت کا فیصلہ ہونے کے وقت تک موجود ہوں اور جو ورثاء اس کی موت کا فیصلہ ہونے سے پہلے فوت ہو چکے ہیں ان کے لئے کچھ نہیں ہوگا۔ کیونکہ وراثت کی شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مورث کی موت کے وقت وارث زندہ ہو۔ اور جو مال، مفقود کے لئے روک کر رکھا گیا ہوگا وہ ان ورثاء کو دے دیا جائے گا جن کے حصوں سے روکا گیا تھا۔ جیسا کہ حمل کے سلسلے میں تھا کہ اگر حمل زندہ حالت میں پیدا ہوتا ہے تو وہ اپنا حصہ لے لیتا ہے اور اگر مردہ پیدا ہو تو وہ مال ان ورثاء کو لوٹا دیا جاتا ہے جن کے حصے سے روکا گیا تھا اسی طرح مفقود اگر ظاہر ہو جائے تو وہ اپنا حصہ لے لے گا اور اگر مفقود کی کوئی اطلاع نہ ملی اور اس کی موت کا حکم لگا دیا گیا، تو اس کے لئے روکا ہوا مال ان وارثوں کو لوٹا دیں گے جن کے حصوں سے روکا گیا تھا۔

مفقود کے مسائل کی تصحیح اس طرح کی جائے گی کہ ایک مسئلہ مفقود کو زندہ تصور کر کے بنایا جائے گا اور ایک مسئلہ مفقود کو مردہ تصور کر کے بنایا جائے گا ان میں سے موجود ورثاء کو جس تصحیح سے اقل حصہ ملے وہ دے دیں گے اور بقیہ سہام روک لیں گے، پھر مسئلہ حیات اور مسئلہ وفات دونوں میں نسبت دیکھیں گے اگر توافق کی ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں گے اور اگر نسبت تباین کی ہو تو مسئلہ حیات کے جمیع کو مسئلہ وفات کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں گے اور حاصل ضرب سے دونوں مسئلوں کی تصحیح کریں گے۔ پھر مسئلہ حیات سے ایک فریق کو جو سہام ملے ان کو مسئلہ وفات کے ساتھ ضرب دیں گے اور جس فریق کو مسئلہ وفات سے جو کچھ ملا اس کو مسئلہ حیات کے ساتھ ضرب دیں گے۔ پھر ان دونوں مسئلوں سے جس وارث کو جو کچھ ملا اس پر غور کریں گے جس مسئلہ سے اس کو کم حصہ ملا وہ دیں گے اور بقیہ (اتنا حصہ کہ اگر وہ بھی اس کے ساتھ شامل کریں تو دوسرے مسئلہ سے حاصل ہونے والے سہام کے برابر ہو جائیں) حصہ روک لیں گے۔

پھر جب مفقود ظاہر ہو جائے تو اس کا رکھا ہوا حصہ اس کو دے دیا جائے اور اگر اس کی موت کا فیصلہ کر دیا جائے تو پھر یہ حصہ جن ورثہ سے روکا گیا تھا ان کو دے دیا جائے گا۔

مثال

جیسا کہ کسی نے شوہر، اور دو عینی بہنیں حاضر اور ایک اخیافی بھائی مفقود چھوڑا۔ اب مفقود کے مردہ ہونے کی صورت میں شوہر کے لئے نصف حصہ ہوگا اور دو بہنوں کے لئے دو ثلث چنانچہ مسئلہ 6 سے بنے گا اور 7 کی طرف عول کر جائے گا۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور اگر مفقود کو زندہ تصور کریں تو شوہر کو نصف اور دو بہنوں کے لئے ربع ہوگا کیونکہ اس صورت میں مسئلہ 2 سے بنے گا جن میں سے ایک سہم شوہر کا اور ایک سہم بہن بھائیوں کا جو کہ ان پر پورا پورا تقسیم نہیں ہو رہا ان کا عدد رؤس 4 ہے اس لئے 4 کو اس مسئلہ (2) کے ساتھ ضرب دی تو (2x4=8) حاصل ضرب 8 آیا۔ جن میں سے چار سہام شوہر کے، دو سہام بھائی کے اور دونوں بہنوں کے لئے دو سہام اس طرح کہ ہر بہن کو ایک ایک سہم آجائے۔

اب غور کریں کہ دونوں بہنوں کے لئے مفقود کا مردہ ہونا اس کے زندہ ہونے سے زیادہ بہتر ہے۔ اور شوہر کے حق میں مفقود کا زندہ ہونا اس کے مردہ ہونے سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اِس صورت میں شوہر کو نصف بلاعول مل رہا ہے جو کہ عول کے ساتھ نصف سے زیادہ ہے۔ چنانچہ بہنوں کے حق میں مفقود کو زندہ تصور کیا جائے گا اس لئے ان کو مال کا ایک ربع دیا جائے گا۔ اور شوہر کے حق میں اس کو مردہ تصور کیا جائے گا اور اس کو مال کے تین اسباع (3/7) حصہ دیا جائے گا اور باقی مفقود کے لئے رکھ لیا جائے گا۔

اور اس مسئلہ کی 56 سے تصحیح ہوگی۔ کیونکہ مسئلہ حیات 8 ہے اور مسئلہ وفات 7۔ ان دونوں کے درمیان نسبت ''تباین'' کی ہے۔ اس لئے مسئلہ حیات (8) کو مسئلہ وفات (7) سے ضرب دی تو (7x8=56) حاصل ضرب 56 ہوا۔ مسئلہ حیات سے شوہر کے چار سہام تھے جب ان کو مسئلہ وفات (7) کے ساتھ ضرب دی تو (4x7=28) حاصل ضرب 28 ہوا۔ اور مسئلہ وفات (7) سے اس کے تین سہام تھے جب ان کو مسئلہ حیات (8) کے ساتھ ضرب دی تو (3x8=24) حاصل ضرب 24 ہوا۔ شوہر کو 24 سہام دیئے جائیں گے کیونکہ دونوں تصحیحوں سے ملنے والے سہام میں سے یہ کم ہے۔ اور اس کے حصے میں سے چار سہام روک لئے جائیں گے۔

دونوں بہنوں کے لئے مسئلہ حیات سے 2 سہام تھے ان کو مسئلہ وفات (7) کے ساتھ ضرب دی تو (2x7=14) حاصل ضرب 14 ہوا۔ اور ان کے مسئلہ وفات سے 4 سہام تھے جب ان کو مسئلہ حیات (8) کے ساتھ ضرب دی تو (4x8=32) حاصل ضرب 32 ہوا۔ دونوں بہنوں کو 14 سہام دیئے جائیں گے کیونکہ دونوں تصحیحوں سے ملنے والے سہام میں سے یہ کم حصہ ہے اور اگلی تصحیح تک 18 سہام مزید ہیں جو کہ روک کر رکھ لئے جائیں گے۔ چنانچہ شوہر اور بہنوں کے دیئے گئے کل سہام 38 ہیں 56 میں سے باقی 18 سہام موقوف کر دیئے گئے ہیں۔ اب مفقود اگر زندہ ظاہر ہو جائے تو ان باقی ماندہ سہام میں سے چار سہام مزید شوہر کو دے دیئے جائیں گے۔ تاکہ اس کا نصف (28) پورا ہو جائے۔ اور وہ چودہ سہام جو بہنوں کو دیئے تھے وہ ان کے پاس رہیں گے ہر بہن کو سات سات سہام اور یہ جو چودہ سہام باقی بچے ہیں یہ بھائی کو دے دیں گے تاکہ ان بہن بھائیوں کا حصہ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کی مطابقت سے ہو جائے۔

اور اگر ظاہر ہو کہ مفقود مر چکا ہے تو یہ بچے ہوئے 18 سہام بہنوں کو ہی دے دیئے جائیں گے اس طرح بہنوں کے کل سہام 32 ہو جائیں گے، یہ سہام مال کے چار اسباع (4/7) ہیں۔ باقی رہی بات شوہر کی تو وہ اپنا حصہ 28 سہام لے چکا ہے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اب اس صورت میں اس کا مزید کوئی حصہ نہیں بنتا۔

فَصْلٌ فِی الْمُرْتَدِّ

اِذَا مَاتَ الْمُرْتَدُّ عَلٰی ارْتِدَادِہٖ اَوْ قُتِلَ اَوْلَحِقَ بِدَارِالْحَرَبِ وَحَکَمَ الْقَاضِی بِلِحَاقِہٖ فَمَااکْتَسَبَہٗ فِی حَالِ اِسْلَامِہٖ فَھُوَ لِوَرَثَتِہٖ الْمُسْلِمِیْنَ وَمَا اکْتَسَبَہٗ فِی حَالِ رِدَّتِہٖ یُوْضَعُ فِی بَیْتِ الْمَالِ عِنْدَ اَبِی حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَعِنْدَھُمَا الْکَسْبَانِ جَمِیْعًا لِوَرَثَتِہٖ الْمُسْلِمِیْنَ وَعِنْدَالشَّافِعِیِّ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَلْکَسْبَانِ جَمِیْعًایُوْضَعَانِ فِی بَیْتِ الْمَالِ وَمَااکْتَسَبَہٗ بَعْدَ اللُّحُوْقِ بِدَارِالْحَرَبِ فَھُوَ فَیْئٌ بِالاِجْمَاعِ وَکَسْبُ الْمُرْتَدَّۃِ لِوَرَثَتِھَا الْمُسْلِمِیْنَ بِلَاخِلَافٍ بَیْنَ اَصْحَابِنَا وَاَمَّاالْمُرْتَدُّفلَایَرِثُ مِنْ اَحَدٍ لَامِنْ مُسْلِمٍ وَلَامِنْ مُرْتَدٍّمِثْلِہٖ وَکَذٰلِکَ الْمُرْتَدَّۃُ اِلَّااِذَا ارْتَدَّاَھْلُ نَاحِیَۃٍ بِاَجْمَعِھِمْ فَحِیْنَئِذٍ یَتَوَارَثُوْنَ

ترجمہ

جب مرتد اپنے ارتداد پر مرجائے اورقتل کردیا جائے یا دارالحرب میں لاحق ہوجائے اورقاضی اس کے دارالحرب میں لاحق ہونے کا فیصلہ کردے تو جواس نے حالت اسلام میں کمایا وہ اس کے مسلمان ورثہ کے لئے ہے اور جواس نے حالتِ ردت میں کمایا وہ بیت المال میں رکھا جائے گا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نزدیک ۔ اورصاحبین کے نزدیک دونوں کمایاں اس کے مسلمان ورثاء کے لئے ہیں اورامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں کمایاں بیت المال میں رکھی جائیں گی اور جواس نے دارالحرب میں لاحق ہونے کے بعد کمایا وہ بالاجماع مال فیء ہے اورمرتدہ کا تمام کسب اس کے مسلمان ورثاء کے لئے ہے ہمارے اصحاب کے اختلاف کے بغیر بہر حال مرتد کسی سے وراثت نہیں پائے گا نہ مسلمان سے اور نہ ہی اپنی مثل کسی مرتد سے اسی طرح مرتدہ بھی مگر یہ کہ تمام کے تمام بستی والے اکٹھے (معاذ اللہ) مرتد ہوجائیں تو وہ آپس میں وراثت پائیں گے۔

مرتد کے احکام

مرتد کی وراثت کے متعلق امام اعظم کا مذہب

جب کوئی مسلمان معاذ اللہ اسلام سے پھر جائے تو اس کو مرتد کہتے ہیں ۔ جب کوئی مرتد ہوجائے اورمعاذ اللہ حالتِ ارتداد پر ہی وہ مرجائے یا قتل کردیاجائے یا دارالحرب کو چلاجائے اورقاضی اس کے دارالحرب میں لحوق کا فیصلہ کردے تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ:اس نے جوکچھ مال اپنی حالتِ اسلام میں کمایا ہے وہ اس کے مسلمان ورثاء کے لئے ہے اور جو مال اس نے حالتِ ارتداد میں کمایاوہ بیت المال میں رکھاجائے گا کیونکہ دونوں حالتوں کے کسب میں فرق ہے وہ اس طرح کہ اس کے ارتداد کی وجہ سے اس پرموت کا حکم جاری کیا گیا اور یہ حکم اس کے وقت ارتداد سے جاری کیا جاتا ہے کیونکہ ارتداد کی وجہ سے وہ ہلاک ہوجاتا ہے اس لئے اس نے اپنی زندگی میں جو مال کمایا ہے اس میں سے وہ مال تو اس کی ملکیت ہے جو اس نے ہلاک ہونے (مرتد ہونے) سے پہلے کمایا لیکن جو مال اس نے ارتداد کے بعد کمایا تو گویا کہ اس وقت

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تو وہ ہلاک ہو چکا ہے اس لئے وہ مال بھی اس کی ملکیت میں نہیں رہا۔ اس لئے جو مال اس نے حالتِ اسلام میں کمایا وہ اس کے مسلمان ورثاء کے لئے اور جو حالتِ ارتداد میں کمایا وہ بیت المال میں رکھا جائے گا۔ کیونکہ اگر اس مال کا بھی اس کے مسلمان ورثاء کو وارث قرار دیتے ہیں تو مسلمان کو کافر کا وارث بنانا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔

مرتد کی وراثت کے متعلق صاحبین کا مذہب

صاحبین کے نزدیک حالتِ ارتداد اور حالتِ اسلام دونوں حالتوں میں کمایا ہوا مال اس کے مسلمان ورثاء کے لئے ہے۔ کیونکہ مرتد کو دوبارہ اسلام قبول کرنے پر جبر کیا جاتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس پر اسلام کے احکام نافذ ہو رہے ہیں اس لئے اس کے ورثاء کے حق میں اس پر مسلمانوں والے احکام جاری ہونگے اور دونوں ہی کسب (خواہ حالت اسلام میں کمائے یا حالتِ ردت میں) اس کی اپنی ملکیت ہے اور چونکہ سارا مال اس کی اپنی ملکیت ہے اس لئے اس کے مرنے کے بعد اس کے مسلمان ورثہ کے لئے ہوگا۔

مرتد کی وراثت کے متعلق امام شافعی کا مذہب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دونوں حالتوں کا کمایا ہوا مال بیت المال میں رکھا جائے گا۔ اس سلسلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ سے دو روایات منقول ہیں

نمبر(۱) یہ مال فئ کی طرح بیت المال میں رکھا جائے گا۔

نمبر(۲) مال ضائع کے طور پر بیت المال میں رکھا جائے گا۔

جو مال اس نے دارالحرب میں جا کر کمایا وہ بالاجماع ''مال فئ'' ہے کیونکہ یہ وہ مال ہے جو اس نے ایسے وقت میں کمایا ہے جب کہ وہ اہل حرب میں سے ہے اور مسلمان کسی حربی کا وارث نہیں ہوسکتا۔

مرتدہ کا تمام کسب (خواہ حالتِ اسلام میں کمایا یا حالتِ ارتداد میں دارالحرب میں لحوق سے پہلے) ائمہ احناف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ اس کے مسلمان ورثاء کے لئے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت پر قبول اسلام کے لئے جبر نہیں کیا جاتا یعنی اگر وہ اسلام نہ لائے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ اس کو قید کر سکتے ہیں تا کہ یا تو اسلام قبول کر لے یا وہیں قید میں مر جائے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے عورتوں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔(۱۰۵)

چونکہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا اس لئے وہ ہلاک بھی نہیں ہے اور جب ہلاک نہیں ہے تو اپنے مال کی مالکہ ہے اس لئے اس کا جمیع مال اس کے مسلمان ورثہ کے لئے ہے ہاں اتنا ضرور ہے کہ اس کے شوہر کے لئے وراثت میں سے کوئی حصہ نہیں ہوگا کیونکہ ارتداد کے ساتھ ہی وہ بائنہ ہوگئی تھی۔

سوال

جس عورت کو قید رکھا جاتا ہے تا کہ اسلام قبول کر لے اس طرح مرد کو بھی قید کرنا چاہئے تا کہ وہ بھی اسلام قبول کرے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مرد کے حق میں قید کیوں نہیں؟

جواب

مرد کے شر سے بچنے کے لئے ایسا کیا کیونکہ مرد سے جنگ وجدال اور فتنے کا خطرہ ہوسکتا ہے جو کہ عورت سے متوقع نہیں ہے، اس لئے جس سے فتنہ کا خوف ہو اس کو ختم کر دینا ہی بہتر ہے۔

سوال

دارالحرب میں لحوق کے بعد کا کسب مسلمان ورثاء کے لئے کیوں نہیں ہے حالانکہ ہلاک تو وہ اب بھی نہیں ہوئی۔

جواب

اس لئے کہ دارالحرب میں لحوق کے بعد اب اس کی حفاظت نہیں رہی جب اس کی اپنی جان کی حفاظت نہیں رہی تو اس کا مال بھی محفوظ نہ رہا۔ اس لئے دارالحرب میں لحوق کے بعد کا کسب اس کے مسلمان ورثاء کے لئے نہیں ہوگا۔

نوٹ

مرتد خود کسی سے وراثت نہیں پاسکتا، نہ مسلمان سے، نہ کافر سے اور نہ ہی اپنی طرح کے کسی دوسرے مرتد سے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وراثت ایک صلۂ شرعی ہے اور مرتد ایک مجرم ہے، مجرم کو کسی صلۂ شرعی کا مستحق قرار نہیں دیا جاسکتا، جیسا کہ جان بوجھ کر قتل کرنے والا چونکہ شرعی مجرم ہوتا ہے اس لئے اس کو بھی اس صلۂ شرعی سے روک دیا جاتا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ وراثت میں ملت کا اعتبار ہوتا ہے اور مرتد کسی بھی ملت پر نہیں ہوتا، اسی طرح مرتدہ عورت بھی کسی سے وراثت نہیں پاسکتی کیونکہ وہ بھی کسی ملت کو ماننے والی نہیں ہے۔

ہاں اگر خدانخواستہ پوری کی پوری بستی ہی مرتد ہوجائے تو وہ ایک دوسرے کے وارث ہونگے کیونکہ ان کا ملک دارالحرب ہوجائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کفر کے احکام ظاہر ہوچکے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے مردوں کو قتل کرسکتے ہیں، ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بناسکتے ہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی ناجیہ کے ارتداد پر ان کے ساتھ کیا تھا، ان میں سے ایک لونڈی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں بھی آئی تھی جن سے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی ناجیہ کے بچوں کو ان کے ارتداد کی وجہ سے قید کرلیا تھا۔

مرتد کے مال کی تقسیم میں کس شخص کو حصہ ملے گا اور کس کو نہیں ملے گا اس سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

حضرت حسن بن زیاد کی روایت

حضرت حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت یہ ہے کہ جو وارث اس کے وقت ارتداد سے مرتد کی موت تک زندہ ہونگے وہ اس مرتد کی وراثت سے حصہ پائیں گے اور جو وارث اس کے ارتداد کے بعد قرار پانے والے

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نطفہ سے پیدا ہوئے ہوں یا اس کے ارتداد کے بعد مسلمان ہوئے ہوں ان کو اس کی وراثت سے کچھ نہیں ملے گا۔

امام ابو یوسف کی روایت

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت یہ ہے کہ جو وارث ردت کے وقت موجود ہو خواہ اس کی موت تک زندہ نہ رہے بلکہ اس کی موت سے پہلے ہی مر جائے مرتد کی وراثت سے حصہ پائیں گے۔

امام محمد کی روایت

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی امام اعظم سے روایت یہ ہے کہ جو وارث اس کی موت کے وقت موجود ہوں خواہ ردت کے وقت موجود ہوں یا بعد میں پیدا ہوئے ہوں خواہ بوقت ردت مسلمان ہوں یا بعد میں مسلمان ہوئے ہوں، سب وراثت سے حصہ پائیں گے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَصْلٌ فِی الاَسِیْرِ

حُکْمُ الاَسِیْرِ کَحُکْمِ سَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ فِی الْمِیْرَاثِ مَالَمْ یُفَارِقْ دِیْنَهٗ فَاِنْ فَارَقَ دِیْنَهٗ فَحُکْمُهٗ حُکْمُ الْمُرْتَدِّ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمْ رِدَّتَهٗ وَلَاحَیَاتَهٗ وَلَامَوْتَهٗ فَحُکْمُهٗ حُکْمُ الْمَفْقُوْدِ

ترجمہ:

''قیدی کا حکم میراث میں تمام مسلمانوں کی طرح ہے جب تک کہ وہ دین نہ چھوڑے اگر وہ دین چھوڑ دے تو اس کا حکم مرتد والا ہے۔اور اگر اس کی ردت ،اس کی زندگی اور موت معلوم نہ ہوتو اس کا حکم مفقود والا حکم ہے۔

قیدیوں کی وراثت کے متعلق احکام

قیدی جب تک دین سے نہ پھرے تب تک اس کے احکام تمام مسلمانوں جیسے ہوتے ہیں،اس لئے وہ وارث بھی بنتا ہے اوراس کی وراثت تقسیم بھی ہوتی ہے۔اس پر دلیل یہ ہے کہ اسیری سے اس کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ اس کی بیوی بدستور اس کے نکاح میں رہتی ہے تو جس طرح عصمتِ نکاح پر اسیری سے کوئی فرق نہیں پڑتا اسی طرح میراث میں بھی کوئی اثر نہیں پڑتا۔اگر قیدی اپنا دین چھوڑ دے تو پھر اس کا حکم مرتد والا ہے اور اس بات میں بھی کوئی فرق نہیں ہے کہ کوئی دارالاسلام میں مرتد ہوکر دارالحرب کو چلا جائے یا دارالحرب میں رہتے ہی مرتد ہوجائے اور وہیں مقیم رہے بہر حال دونوں صورتوں میں وہ حربی ہوجائے گا۔

اور اگر یہ معلوم نہ ہوسکے کہ وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے یا اس کا مرتد ہونا معلوم نہ ہوتو اس کا حکم مفقود جیسا ہوگا۔اس لئے نہ تو اس کا مال تقسیم کیا جائے گا اور نہ ہی اس کی بیوی کسی دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے جب تک اس کا حال معلوم نہ ہوسکے۔

اگر اس کے وارث یہ دعویٰ کریں کہ وہ دارالحرب میں مرتد ہوگیا ہے تو اس کا یہ دعویٰ صرف اس صورت میں مانا جائے گا جب دو عادل مسلمان اس پر گواہی دیں۔اگر دو عادل مسلمان اس کے ارتداد کی گواہی دے دیں تو قاضی اس کی موت کا حکم جاری کردے گا اور اس کی بیوی کے لئے فسخ نکاح کا فیصلہ کردے گا اور اس کا مال اس کے ورثاء میں تقسیم کردے گا۔کیونکہ یہ شخص قضائے قاضی کے سلسلہ میں مردہ ہی سمجھا جاتا ہے پھر اگر وہ شخص دارالاسلام میں آجاتا ہے اور اپنے ارتداد کا انکار کرتا ہے تو قاضی کا فیصلہ منسوخ نہیں کیا جائے گا اور اس کی بیوی کو اس کے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اور اس کا مال بھی ورثاء سے واپس نہیں لیا جائے گا۔ہاں جو مال بعینہ ورثاء کے پاس موجود ہو جس میں ابھی تک کسی قسم کی تبدیلی نہیں آئی وہ اس کو لوٹایا جائے گا۔جس طرح ایسا شخص جس کا ارتداد مشہور ہوا اور وہ تائب ہوکر دارالاسلام میں پلٹ آئے تو اس کی بیوی کو اس کے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اسی طرح اس کی بیوی کو بھی مجبور نہیں کرسکتے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَصْلٌ فِی الْغَرْقیٰ وَالْحَرْقیٰ والْهَدْمیٰ

اِذَامَاتَتْ جَمَاعَةٌ وَّلَایَدْرِی اَیُّهُمْ مَاتَ اَوَّلًا جَعَلُوا کَاَنَّهُمْ مَاتُوا مَعًا فَمَالُ کُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ لِوَرَثَتِهٖ الْاَحْیَاءِ وَلَایَرِثُ بَعْضُ الْاَمْوَاتِ مِنْ بَعْضٍ هٰذَا هُوَ الْمُخْتَارُ وَقَالَ عَلِیٌّ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا یَرِثُ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ اِلَّافِی مَا وَرَثَ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مِنْ صَاحِبِهٖ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ

ترجمہ

جب پوری جماعت مرجائے اورمعلوم نہ ہوکہ ان میں سے پہلے کون فوت ہوا توسمجھا جائے گا کہ وہ سب اکٹھے ہی فوت ہوئے ہیں توان میں سے ہرایک کا مال اس کے زندہ ورثاء کے لئے ہوگا اوران مرے ہوؤں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوگا۔ یہی مذہب مختار ہے اورحضرت علی اورحضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ ایک دوسرے کے وارث ہونگے مگراس صورت میں کہ ان میں سے ہرایک اپنے صاحب کا وارث ہو۔

غرق ہوکر، جل کراوردب کرمرنے والوں کے احکام

احناف کا مذہب

جب ایک پوری جماعت فوت ہوجائے اوران میں آپس میں رشتہ داریاں ہوں اور یہ معلوم نہ ہوکہ ان میں سے پہلے کون مراہے اورکون بعد میں؟ مثلاً بحری جہاز ڈوب گیا یا مکان کوآگ لگ گئی یا مکان کی چھت گرگئی یا کسی جنگ میں مارے گئے اوران میں سے کسی کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہے کہ ان میں سے پہلے کون مراہے تو یہی سمجھا جائے گا کہ یہ سب اکٹھے فوت ہوئے ہیں ،توان میں سے ہرایک کا مال اس کے زندہ وارثوں کے لئے ہوگا۔ اوران مرنے والوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوگا۔

اورامام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔امام مالک نے اس بات کی اپنے مؤطا میں تصریح بھی کی ہے:(۱۰۶)

وَکَذَالِکَ الْعَمَلُ فِی کُلِّ مُتَوَارِثَیْنِ هَلَکَا بِغَرَقٍ اَوْقُتِلَ ذَالِکَ مِنَ الْمَوْتِ اِذَالَمْ یُعْلَمْ اَیُّهُمَا مَاتَ قَبْلَ صَاحِبِهٖ لَمْ یَرِثْ اَحَدٌمِنْهُمَا مِنْ صَاحِبِهٖ شَیْئًا وَکَانَ مِیْرَاثُهُمَا لِمَنْ بَقِیَ مِنْ وَرَثَتِهِمَا یَرِثُ کُلُّ وَاحِدٍمِنْهُمَا وَرَثَتُهٗ مِنَ الْاَحْیَاءِ وَقَالَ مَالِکٌ لَایَنْبَغِیْ اَنْ یَّرِثَ اَحَدٌ اَحَدًا بِالشَّکِّ وَلَایَرِثُ اَحَدًااَحَدًا اِلَّا بِالْیَقِیْنِ مِنَ الْعِلْمِ

درج ذیل فقہاء بھی اس سلسلہ میں احناف کے ساتھ ہیں

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔
- حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- حضرت زیدبن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت علی اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت یہ ہے کہ ان میں سے بعض دوسرے بعض کے وارث ہونگے سوائے اس صورت کے کہ جب ہر ایک دوسرے کا وارث بن رہا ہوتو ایسی صورت میں بعض کو دوسرے بعض کا وارث قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ایک شخص اپنے مال کا خود ہی وارث ہو(صاحب شریفیہ فرماتے ہیں کہ اس بات کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی مؤقف ہے۔)

دلیل

بعض رشتہ داروں کے دوسرے رشتہ داروں کا وارث ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مورث کی موت کے وقت وارث کا زندہ ہونا ضروری ہے اور تمام کے زندہ ہونے کا تو یقین ہے،اس لئے سب ایک دوسرے سے وارث بنیں گے۔اور وراثت سے محرومی کا سبب یہ تھا کہ محروم ہونے والا مورث کے مرنے سے پہلے مر گیا۔اور اس بات کا کوئی یقین نہیں ہے کہ واقعی پہلے وہی مرا ہے جس کو ہم وارث قرار دے رہے ہیں جب محرومی کے سبب میں یقین نہیں بلکہ شک ہے جبکہ اس کا زندہ ہونے کا یقین تھا تو کسی کو شک کی بنیاد پر وراثت سے محروم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یقین شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا۔اس کی مثال وہ سمجھئے کہ طہارت کا یقین ہو اور حدث کا صرف شک ہو تو اس شخص کے حدث کا حکم نہیں لگائیں گے کیونکہ شک یقین کو ختم نہیں کرتا۔

ہاں جن صورتوں میں ہر ایک کا دوسرے کا وارث ہونا لازم آئے گا وہاں ایک دوسرے کا وارث قرار نہیں دیں گے کیونکہ ایک دوسرے کا وارث بننے کے لئے ضروری ہے کہ ہر ایک دوسرے سے پہلے مرا ہو اور یہ ممکن نہیں ہے۔تو ان میں ایک دوسرے کا وارث نہ ہونے کا حکم ضرورتاً ثابت ہوا اور جو حکم ضرورتاً ثابت ہو وہ بقدر ضرورت ثابت ہوتا ہے۔اس لئے جہاں پر یہ ضرورت متحقق نہیں ہوگی وہاں اصل سے دلیل پکڑیں گے اور وہ یہ ہے کہ سب ایک دوسرے کے وارث ہوں

احناف کی دلیل

(i)

ان میں سے ایک کے دوسرے کا وارث ہونے کا سبب یقینی نہیں ہے اور جب سبب یقینی نہیں ہے تو استحقاق بھی ثابت نہیں ہوگا۔کیونکہ محض شک کی بناء پر استحقاق وراثت ثابت نہیں ہوتا۔(۱۰۷)

اصل بات یہ ہے کہ یہاں پر وراثت کا سبب ''مورث کی موت کے بعد وارث کا زندہ رہنا ہے'' اور اس چیز کا پتہ صرف ظاہر اور استصحاب حال ہی سے چل سکتا ہے اور استصحاب حال سے یقین حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ جو چیز جیسے تھی اسی حال پر برقرار ہو اور وارث کا اپنی حالت پر ہونا یعنی زندہ ہونا تو اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوگا کیونکہ جس کو مورث قرار دیں گے اس کے بارے میں ماننا پڑے گا کہ وہ پہلے فوت ہوا اور یہ ظاہر کے خلاف ہے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چنانچہ استصحاب حال سے اس بات پر دلیل ہوگی کہ جن لوگوں میں زندگی ثابت تھی وہ اپنے حال پر برقرار ہیں اس بات پر دلیل نہیں ہوگی کہ جو چیز پہلے موجود نہ تھی اس نے اس کو ثابت کر دیا ہے۔جیسا کہ مفقود کی زندگی اس بات پر دلیل ہے کہ مفقود کی وراثت تقسیم نہیں ہوگی اس بات پر دلیل نہیں بنایا جاتا کہ وہ اپنے ورثاء کی وراثت کا حق نہیں رکھتا۔

(ii)

دوموتیں اکٹھی واقع ہوئی ہیں اوران میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی یہ معلوم نہیں ہے کہ ان میں سے پہلے کون فوت ہوا ہے تو یہی سمجھا جائے گا کہ دونوں اکٹھے فوت ہوئے ہیں جیسا کہ کوئی شخص ایک عورت سے نکاح کرے پھر اس کی بہن سے بھی نکاح کرے اور یہ معلوم نہ ہوسکے کہ پہلے کس کے ساتھ نکاح ہوا ہے تو دونوں کا نکاح فاسد کر دیا جاتا ہے، اسی طرح یہاں بھی یہی کیا جائے گا کہ گویا کہ دونوں شخص اکٹھے فوت ہوئے تو جس طرح حقیقتاً اکٹھے فوت ہونے والوں میں سے کسی ایک کو دوسرے کا وارث قرار نہیں دے سکتے اسی طرح ان میں بھی کسی ایک کو دوسرے کا وارث قرار نہیں دے سکتے۔

حضرت خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اہل یمامہ کی وراثت جاری کرنے کا حکم دیا تو میں نے زندوں کو مرنے والوں کا تو وارث قرار دیا لیکن مرنے والوں میں سے بعض کو دوسرے بعض کا وارث قرار نہیں دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (عمواس جن پر طاعون آیا تھا اور پورے کا پورا قبیلہ اکٹھا مر گیا تھا) کی وراثت جاری کرنے کا حکم دیا تو میں نے ان میں سے زندہ لوگوں کو مرنے والوں کا وارث قرار دیا اور مرنے والوں میں سے بعض کو دوسرے بعض کا وارث قرار نہیں دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ جمل اور صفین کے مقتولوں کے سلسلے میں بھی اسی طرح کی روایت موجود ہے۔

اعتراض

مرنے والوں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیں یا نہ دیں اس میں مرنے والوں کو کیا فائدہ بالآخر مال پہنچنا تو زندوں تک ہی ہے تو پھر ائمہ کے اتنے بڑے اختلاف کا فائدہ کا ہوا؟

جواب

اس اختلاف کا ثمرہ یوں ظاہر ہوگا کہ مثلاً ایک بڑا بھائی اور ایک چھوٹا بھائی دونوں اکٹھے فوت ہوگئے ان میں سے ہر ایک نے ایک ماں ،ایک بیٹی اور ایک ایک آزاد کرنے والا آقا چھوڑا اور ہر ایک کا ترکہ 90 دینار ہوں تو ہمارے نزدیک ہر ایک کا ترکہ یوں تقسیم کیا جائے گا کہ ہر ایک کی ماں کو چھٹا حصہ (15 دینار) دیا جائے گا۔اور دونوں میں سے ہر ایک کی بیٹی کے لئے نصف (45 دینار) ہونگے۔اور جو 30 دینار باقی بچیں گے وہ اس کے آقا کو دیئے جائیں گے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور حضرت علی اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک ان کا ترکہ اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ پہلے بڑے کی موت کا حکم نافذ کریں گے تو اس کا ترکہ اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ ماں کے لئے چھٹا حصہ (15 دینار) ہوگا۔ بیٹی کے لئے نصف (45 دینار) اور جو 30 دینار باقی بچے وہ چھوٹے بھائی کے لئے ہونگے۔ پھر چھوٹے کی موت کا حکم نافذ کریں گے اور بڑے بھائی کو زندہ تصور کریں گے اور چھوٹے کا ترکہ اسی طرح تقسیم کیا جائے گا جس طرح بڑے کا تقسیم کیا گیا تھا یعنی اس کے اپنے 90 دیناروں میں سے چھٹا حصہ (15 دینار) ماں کو دیں گے۔ نصف (45 دینار) بیٹی کو دیں گے باقی جو 30 دینار بچے وہ بڑے بھائی کو دیں گے اس طرح دونوں بھائیوں کے ترکہ میں سے 30،30 دینار باقی بچے ہیں جن کو دونوں نے ایک دوسرے کی میراث سے پایا ہے پھر ان میں سے ہر ایک کے 30،30 دینار سے چھٹا حصہ (5 دینار) ماں کو دیں گے۔ اور ہر ایک کی بیٹی کو اس مال کا نصف (15 دینار) دیں گے۔ اور باقی جو دس، دس دینار بچیں گے وہ ان کے آقا کو ملیں گے۔ ان میں سے کوئی بھی اس مال کا وارث نہیں بنا جو اس کی وراثت سے دوسرے کو ملا ہے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے سے تیس دینار پہنچے ہیں دوسرے کو اس میں سے حصہ نہیں دیا گیا۔ چنانچہ ہر ایک بیٹے کی ماں کو اس کے ترکہ میں سے 20،20 دینار ملے ہیں اور ہر ایک کی بیٹی کو 60 دینار ملے ہیں۔ اور ہر ایک کے آزاد کرنے والے کو دس دینار ملے ہیں۔

اب اگر ہم جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس تقسیم سے ماں کو کل 40 دینار ملے ہیں اس طرح کہ 15 دینار بڑے بیٹے کی وراثت سے 15 دینار چھوٹے بیٹے کی وراثت سے پھر دوبارہ تقسیم میں سے بڑے بیٹے کے ترکہ سے 5 دینار اور چھوٹے بیٹے کی وراثت سے بھی 5 دینار۔ اسی طرح دونوں بھائیوں کی بیٹیوں میں سے ہر ایک کے پاس کل 60 دینار ہیں کیونکہ بڑے کی وراثت سے اس کی بیٹی کو 45 سہام ملے اور چھوٹے کی بیٹی کو اس کے باپ کی وراثت سے بھی 45 دینار ملے پھر دوسری مرتبہ جب 30 دینار تقسیم ہوئے تو ان میں سے ہر ایک کی بیٹی کو 15،15 دینار ملے اس طرح دونوں کے پاس مجموعی طور پر 60،60 دینار ہو گئے۔

اب دونوں بھائیوں کے 180 دیناروں میں سے ماں کے پاس چالیس دینار ہیں کیونکہ یہ ماں دونوں بھائیوں کی ہے۔ دونوں بیٹیوں کے 120 دینار ہیں اور دونوں کے آقا کے پاس 20 دینار ہیں جن کا مجموعہ 180 ہے۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مآخذومراجع

(۱)فتاویٰ شامی، جلد۱۰، کتاب الفرائض، صفحہ۴۹۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔
(۲)سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب خطبۃ النکاح، صفحہ۱۳۷، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔
(ii)سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الہدی فی الکلام، صفحہ۳۱۷، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔
(۳)درمنثور، جلد۱، صفحہ۲۶)
(۴)......(i)الصحیح المسلم ، باب من فضائل ابراھیم علیہ السلام صفحہ 265، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔
(ii)جامع الترمذی، ابواب التفسیر، باب ومن سورۃ لم یکن، صفحہ 171، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، لاہور، ملتان۔
(iii)سنن ابی داؤد، جلد2، کتاب السنۃ، باب فی التخییر بین الانبیاء علیہم السلام، صفحہ 294، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔
(۵)سنن ترمذی، ابواب المناقب، جلد2 صفحہ202، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان، لاہور۔
(۶)......شرح نواوی علیٰ المسلم، جلد2، صفحہ 225، آغاز کتاب الفضائل، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔
(۷)المیراث علیٰ المذاھب الاربعۃ، صفحہ 9، مطبوعہ دارالفکر، بیروت۔
(۸)(i)سنن ابن ماجہ، ابواب الفرائض، باب فرائض الصلب، صفحہ 199، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔
(ii)جامع ترمذی، جلد2، کتاب الفرائض، باب ماجاء فی تعلیم الفرائض، صفحہ 30، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، کراچی۔
(۹)خطبہ یا مقدمہ کتاب میں ان الفاظ کا ذکر کرنا جو مضمونِ کتاب کی طرف اشارہ ہوں۔
(۱۰)جامع ترمذی، جلد2، کتاب الدعوات، صفحہ 190، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، ملتان/لاہور
(۱۱)ردالمختار، جلد10، صفحہ 491، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان)
(الفقہ علیٰ المذاھب الاربعۃ، صفحہ 9، مطبوعہ دارالفکر، بیروت
(۱۲)ردالمختار، جلد10، صفحہ 491، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان۔
الفقه علیٰ المذاهب الاربعة، صفحہ 9، مطبوعہ دارالفکر، بیروت۔
(۱۳)(المیراث علیٰ المذاھب الاربعۃ، صفحہ 11، مطبوعہ دارالفکر، بیروت۔
ردلمحتار، جلد10، كتاب الفرائض، صفحہ 491، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان
(۱۴)(مجہول النسب ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کا باپ نامعلوم ہو)
(۱۵)(ردالمحتار، جلد10، صفحہ 491 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان۔
الفقه علیٰ المذاهب الاربعة، صفحہ 10، مطبوعہ دارالفکر، بیروت۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(١٦)(شریفیہ،شرح سراجی،صفحہ 3،مطبوعہ میر محمد کتب خانہ،کراچی،پاکستان۔
(١٧)شریفیہ شرح سراجی،صفحہ 5،مطبوعہ میر محمد کتب خانہ،کراچی ۔
(١٨)(درمختار،جلد3،صفحہ 96،مطبوعہ مکتبہ امدادیہ،ملتان۔
(١٩)درمختار،جلد3،صفحہ 96،مطبوعہ مکتبہ امدادیہ،ملتان۔
(٢٠)درمختار،جلد3،صفحہ 96،مطبوعہ مکتبہ امدادیہ،ملتان۔
(٢١)درمختار،جلد3،صفحہ 96،مطبوعہ مکتبہ امدادیہ،ملتان۔
(٢٢)فتاویٰ رضویہ،جلد9،صفحہ 100،مطبوعہ رضافاؤنڈیشن،جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور،پاکستان۔
(٢٣)جامع ترمذی،جلد2،صفحہ 34،مطبوعہ فاروقی کتب خانہ،لاہور۔
سنن ابن ماجہ،کتاب الوصایا،باب الدین قبل الوصیۃ،صفحہ 199،مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی،کراچی۔
(٢٤)بخاری شریف،جلد 1،صفحہ 384،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۔
(٢٥)سورۃ النساء،11۔
(٢٦)سنن ابن ماجہ،ابواب الوصایا،الوصیۃ بالثلث،صفحہ 198،مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔
(٢٧)البقرہ:180۔
(٢٨)الصحیح البخاری،جلد2،کتاب الفرائض،صفحہ 997،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ،کراچی۔
(٢٩)۔سنن ابن ماجہ،کتاب الفرائض،باب میراث الولاء،صفحہ 201،مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی،کراچی۔
(٣٠)الصحیح البخاری،جلد2،کتاب الفرائض،باب الولاء لمن اعتق،صفحہ 999،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ،کراچی۔
(٣١)(سنن دارمی،حدیث نمبر 3014۔
(٣٢)المبسوط،جلد30،صفحہ 51 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔
(٣٣)المبسوط،جلد30،صفحہ 51 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔
(٣٤)الصحیح البخاری جلد2،صفحہ 807،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ،کراچی۔
(٣٥)فتاویٰ رضویہ،جلد 26،صفحہ 291،مطبوعہ رضافاؤنڈیشن،جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہور۔
(٣٦)فتاویٰ عالمگیری،جلد2،صفحہ 41،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ،کراچی۔
(٣٧)فتاویٰ عالمگیری،جلد2،صفحہ 49،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ،کراچی۔
(٣٨)جامع الترمذی،جلد2،صفحہ 32،مطبوعہ فاروقی کتب خانہ،ملتان۔
(٣٩)بہارشریعت،حصہ 17،صفحہ 46/47،مطبوعہ ضیاءالقرآن،لاہور۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۴۰)البسیط فی شرح الفرائض والمواریث، صفحہ ۲۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ، لاہور۔

(۴۱)النساء:141۔

(۴۲)الصحیح البخاری، جلد 2، صفحہ ۱۰۰۱، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی ۔

(الصحیح المسلم، جلد 2، صفحہ 33، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

(۴۳)الفقہ الاسلامی وادلتہ، جلد 10، صفحہ 7719، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، پاکستان۔

(۴۴)الصحیح البخاری، جلد 1 صفحہ، 180، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

(۴۵)ردالمحتار علی الدرالمختار، جلد 10، صفحہ 507، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان۔

(۴۶)الفقہ الاسلامی وادلتہ، جلد 10، صفحہ 7724، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ کراچی۔

(۴۷)ردالمحتار علی الدرالمختار، جلد 10، صفحہ 509، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

(۴۸)الانفال:72۔

(۴۹)تفسیر بیضاوی، جلد 3، صفحہ 124، دارالفکر، بیروت۔

(۵۰)النساء:11 ترجمہ کنزالایمان)

(۵۱)النساء:12 ترجمہ کنزالایمان۔

(۵۲)النساء:12 ترجمہ کنزالایمان۔

(۵۳)النساء:12۔

(۵۴)النساء:11۔

(۵۵)النساء:176۔

(۵۶)النساء:11۔

(۵۷)النساء:12۔

(۵۸)النساء:12۔

(۵۹)النساء:11۔

(۶۰)النساء:12۔

(۶۱)النساء:11۔

(۶۲)بخاری شریف، جلد 2، کتاب الفرائض، جلد 2، صفحہ 997، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

(۶۳)النساء:11۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۶۴)ردالمحتار،جلد10،صفحہ 513،مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔
(۶۵)بخاری شریف،جلد 4،صفحہ 320 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔
(۶۶)بخاری شریف جلد 4،صفحہ 318،مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔
(۶۷)بخاری شریف جلد 4 کتاب الفرائض،صفحہ 316 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔
(۶۸)النساء:176۔
(۶۹)النساء:11۔
(۷۰)(جامع اسباب النزول،صفحہ 95،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ،کراچی۔
جامع الترمذی،جلد 2،صفحہ 30،مطبوعہ فارقی کتب خانہ، ملتان۔
سنن ابن ماجہ،صفحہ،199،مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی،کراچی۔
(۷۱)جامع الترمذی جلد 2،صفحہ 30 مطبوعہ فاروقی کتب خانہ کراچی۔
بخاری شریف،جلد2،صفحہ 997،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
ابن ماجہ،صفحہ 200،مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔
(۷۲)بخاری شریف،جلد2،کتاب الفرائض،صفحہ 997،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ،کراچی۔
(۷۳)بخاری شریف،جلد 2 کتاب الفرائض،صفحہ 998 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
(۷۴)(جامع الترمذی،جلد 2،صفحہ 30،مطبوعہ فاروقی کتب خانہ،کراچی۔
بخاری شریف،جلد2،صفحہ 997،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ،کراچی۔
ابن ماجہ،صفحہ 200،مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی)
(۷۵)(ترمذی،جلد2،صفحہ 30،مطبوعہ مکتبہ دارالقران والحدیث، ملتان)
(۷۶)فتاویٰ رضویہ،جلد26،صفحہ 249،طبوعہ رضافاؤنڈیشن،جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
(۷۷)فتاویٰ رضویہ،جلد26،صفحہ،253،مطبوعہ رضافاؤنڈیشن،جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہور۔
(۷۸)فتاویٰ رضویہ،جلد26،صفحہ 249،مطبوعہ رضافاؤنڈیشن،جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔
(۷۹)(فتاویٰ رضویہ،جلد26،صفحہ 256،مطبوعہ رضافاؤنڈیشن،جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)
(۸۰)الدارمی،حدیث نمبر2754۔
(۸۱)الدارمی حدیث نمبر3030۔
(۸۲)(نصب الرایہ،جلد4،،صفحہ 154،مدینۃ النشر،مصر۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۸۳) سنن دارمی، جلد 2، صفحہ 468، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت۔
(۸۴) تفسیر نسفی، جلد 2، صفحہ 75۔
(۸۵) بخاری شریف، جلد 2، صفحہ 999، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔
(۸۶) الانفال: 75۔
(۸۷) بخاری، جلد 1، صفحہ 383، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔
(۸۸) (جس عورت پر اس کے شوہر نے زناء کی تہمت لگائی ہو، قاضی ان سے مخصوص شہادتیں لیتا ہے اس عورت کو ملاعنہ کہتے ہیں۔
سنن دارمی جلد 2، صفحہ 360 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)
(۸۹) کتاب المبسوط، جلد 29، صفحہ 205، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، پاکستان۔
(۹۰) کتاب المبسوط، جلد 29 صفحہ 203، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، پاکستان۔
(۹۱) سنن البیہقی الکبری، جلد 6 صفحہ 245، مطبوعہ مکتبہ دار الباز۔
(۹۲) جامع ترمذی، جلد 2 صفحہ 31، مطبوعہ مکتبہ دار القران والحدیث، ملتان۔
(۹۳) تحفۃ اللطیفہ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ، جلد 1، صفحہ 176۔)
(۹۴) درمختار معہ ردالمحتار، جلد 10، صفحہ 446، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان۔
(۹۵) السنن الدارمی جلد 2، صفحہ 461 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
(۹۶) کتاب المبسوط، جلد 30، کتاب فرائض الخنثیٰ، صفحہ 103، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔
(۹۷) سنن دارمی، جلد 2، صفحہ 461، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
(۹۸) درمختار، جلد 5، صفحہ 230، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان۔
(۹۹) نصب الرایہ جلد ۳ صفحہ ۲۶۴ مطبوعہ دار الحدیث مصر۔
(۱۰۰) سیر اعلام النبلاء جلد 1 صفحہ 452 مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت۔
(۱۰۱) سنن البیہقی الکبریٰ، جلد 7، صفحہ 442، مکتبہ دار الباز، مکۃ المکرّمہ
(۱۰۲) درمختار معہ ردالمحتار، جلد 10، صفحہ 558، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان)
(۱۰۳) سنن ابن ماجہ، صفحہ 197، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔
(۱۰۴) جامع ترمذی جلد 2، صفحہ 56، مطبوعہ مکتبہ دار القران والحدیث ملتان۔
(۱۰۵) مسلم شریف جلد 3 صفحہ 1364 حدیث نمبر 1744 دار احیاء التراث بیروت۔

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۱۰۶) موطاامام مالک، جلد2، صفحہ 521، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی۔)
(۱۰۷) درمختار معہ ردالمحتار، جلد10، صفحہ 556، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، پاکستان

for more books click on link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari